جلد 12

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری
فی شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعَمُ الباری

فی

شرحِ صحیح البُخاری

تصنیف

علامہ غُلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء ثانی عاشر

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعَمُ الباری

فی

شرح صحیح البُخاری

جلد ثانی عاشر (۱۲)

الاحادیث: ۵۶۷۸ ــــــ ۶۲۲۶

کتاب الطب، کتاب اللباس

کتاب الادب

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثانی عاشر (۱۲)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	مارچ 2013ء
بار	اول
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS25

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 021-32212011-32630411 فیکس:۔ 021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
Website:- www.ziaulquran.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (ثانی عاشر)

افتتاحیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین، الّذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امۃ من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا بہ الی الصّراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسّلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغرّ المحجّلین، الذی شرح الفرقان با حادیثہ و بیانہ القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضہ لھدایۃ الناس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین، و علی الہ الطیبین واصحابہ الطّاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، و علی ازواجہ الطّاھرات امھات المؤمنین، و علی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدّین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انّی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعم الباری) توکّلا علی رحمۃ اللہ و فضلہ العمیم۔ ولا یکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیلہ الّا نعمتہ العظمیٰ۔ فلذا سمّیتہ بنعمۃ الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبّلہ اللہ بلطفہ و تغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد انّ سیّدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ اللہ فلا مضلّ لہ ومن یّضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقاً باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار والحاسدین۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبیّ الکریم ﷺ فی الدنیا و شفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ و امتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربّی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شرّ ما صنعت ابوٴ لک بنعمتک علیّ وابوٴ لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ و علی والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰہ۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور با کمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۷۶۔ کِتَابُ الطِّبِّ

طِب (دواؤں اور علاج) کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی کتاب الطب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب طِب اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے۔

طِب کی تعریف

طِب وہ علم ہے جس سے بدنِ انسانی کے احوال اور عوارض کی معرفت ہوتی ہے اس حیثیت سے کہ بدنِ انسان کن چیزوں سے تندرست ہوتا ہے اور کن چیزوں سے اس کی صحت زائل ہوتی ہے، تاکہ صحت کی حفاظت کی جائے اور اس کو حاصل کیا جائے اور جو چیزیں صحت کے لیے مضر ہیں، ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور طب کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک علم ہے اور دوسرا عمل ہے۔

علم کی تین قسمیں ہیں: (۱) امورِ طبعیہ کا علم (۲) ان امور کا علم جو طبعیہ نہیں ہیں (۳) ان امور کا علم جو امرِ طبعی سے خارج ہیں۔

مرض کی تعریف

جسم کا طبعی حالت سے خروج اور دوا کے ذریعہ اس کو طبعی حالت کی طرف لوٹانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طِب کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یا تو وہ چیز ہے جس کی آپ کو وحی سے معرفت ہوئی، یا وہ چیز ہے جس کی آپ کو عرب کی عادات سے معرفت ہوئی، یا وہ چیز ہے جو بہ طورِ تبرک ہے جیسے قرآن مجید سے شفاء حاصل کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالقاسم الحسین بن محمد المعروف الراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ، مرض کی تعریف میں لکھتے ہیں:

انسان کا اعتدالِ مخصوص سے نکل جانا مرض ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم مرضِ جسمی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ (النور: ۶۱) اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے۔

اور دوسری قسم ہے انسان کا رذائل سے متصف ہونا، یہ روحانی مرض ہے جیسے جہل، بزدلی، بخل اور نفاق وغیرہ۔ اس مرض کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا (البقرہ: ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا۔

(المفردات فی غریب القرآن ج ۲ ص ۶۰۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

میر سید شریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

انسان کے بدن میں ایسی کیفیت عارض ہو جو اس کو اعتدال مخصوص سے نکال دے تو اس کیفیت کو مرض کہتے ہیں۔

(کتاب التعریفات ص۱۴۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۱۔ بَابٌ: مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً
اس کا بیان کہ اللہ نے جو بیماری نازل کی ہے، اس کی شفاء بھی نازل فرمائی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ جس کسی کو کوئی بیماری پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کی دوا بھی مقدر فرمائی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے نازل فرمائے ہیں جن کے سپرد مریض اور دوا کو کیا جاتا ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہم کتنے بیماروں کو دیکھتے ہیں جو دوا کرتے ہیں اور صحت مند نہیں ہوتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مرض کی دوا تو ہوتی ہے لیکن ان بیماروں کو اس مرض کی دوا کا علم نہیں ہوتا، یا معالج ان کی بیماری کی صحیح تشخیص نہیں کرتا۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً (سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد زبیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل فرمائی ہے اس کی شفاء بھی نازل فرمائی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب میں جو حدیث بیان کی گئی ہے، وہ بعینہٖ اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو احمد الزبیری کا ذکر ہے، وہ محمد بن عبداللہ الزبیری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن سعید کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حسین نوفلی القرشی المکی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل فرمائی ہے اس کی دوا بھی نازل فرمائی ہے"۔ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے، اس سے بڑھاپا مستثنیٰ ہے اور موت بھی مستثنیٰ ہے، یعنی نہ بڑھاپے کی کوئی دوا ہے اور نہ موت کی کوئی دوا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا وغیرہ سے علاج کرنا جائز ہے اور طب کا علم حاصل کرنا جائز ہے اور اس میں جاہل صوفیاء کا رد ہے جو دوا اور علاج سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان تب ولی بنتا ہے جب اللہ کی نازل کی ہوئی تمام بلاؤں اور مصائب اور بیماریوں پر راضی ہو اور اس کے لیے دوا اور علاج کرنا جائز نہیں ہے اور ان کا یہ قول اس کے خلاف ہے جو شارع علیہ السلام نے مباح کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۱۔۳۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شفاء قرآن کے پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور دعا کرنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور تعویذات سے بھی حاصل ہوتی ہے اور دواؤں سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

پہلا طریقہ: تعویذات اور دعائیں اور قرآن مجید کو پڑھنا ہے۔

دوسرا طریقہ: طبعی دوائیں جن کا علم یا تو وحی سے ہوتا ہے جیسے شہد، اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے یا تجربہ سے ہوتا ہے اور ایک تیسری چیز بھی ہے اور وہ صرف وہم ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے جیسے بعض لوگ کوئی چھلہ پہن لیتے ہیں یا کوئی دھاگا باندھ لیتے ہیں، تو یہ چیزیں جائز نہیں ہیں کیونکہ ان کی نہ حسی شفاء ہے اور نہ شرعی شفاء ہے۔

حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے، اس کی شفاء بھی نازل کی ہے۔ بیماری سے مراد عام ہے حسی بیماری ہو جو بدن میں طاری ہوتی ہے یا معنوی بیماری ہو یہ دلوں کی بیماری ہے۔ اور دل کی بیماری ہے دل کا اعتدال اور اللہ کے دین پر استقامت سے نکل جانا، سو اس بیماری کی بھی شفاء ہے اور وہ شفاء اللہ عزوجل کی کتاب کی طرف رجوع کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت آ گئی اور دلوں کی بیماری کی شفاء آ گئی اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O (یونس: ۵۷)

دل کی بیماریوں کے لیے اللہ عزوجل کی کتاب سے افضل کوئی چیز نہیں ہے، لیکن ضروری ہے کہ اس کو اخلاص سے پڑھا جائے اور اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے اور اس کے معانی میں غور و فکر کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہ شفاء ہے، لیکن جو شخص اس کو محض آزمائش کے لیے پڑھے یا اس کے دل میں شک ہو تو پھر اس کے پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

سوال: جب انسان کو کوئی مرض پیش آئے تو کیا اس کے لیے بہتر ہے کہ تعویذات سے علاج کرے یا دواؤں سے علاج کرے؟

جواب: یہ مریض کے حال کے اعتبار سے ہے، پس بعض مریض ایسے ہیں جن میں قوتِ ایمان ہوتی ہے اور دعاؤں پر اور تعویذات پر ان کا اعتماد ہوتا ہے تو ان کو اس سے فائدہ ہوگا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جن کا ایمان ضعیف ہوتا ہے جیسے آج کل اکثر لوگوں کا حال ہے، ان کا اعتماد اشیاءِ طبعیہ پر ہوتا ہے، وہ سمجھتے ہیں ان میں زیادہ فائدہ ہے، لہٰذا لوگ مختلف اقسام کے ہیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۹۔ ۳۸۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابٌ: هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ أَوِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ

آیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے یا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بتایا جائے گا کہ کیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے؟ امام بخاری نے بطور استفہام کے یہ عنوان قائم کیا ہے اور وثوق کے ساتھ کوئی حکم بیان نہیں کیا، کیونکہ اس کا حکم اس باب کی احادیث سے معلوم ہوجائے گا، جیسا کہ امام بخاری کی عنوان قائم کرنے میں یہی عادت ہے اور کیا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟ امام بخاری نے اس کا بھی وثوق سے حکم بیان نہیں کیا بلکہ اس کے حکم کو اس باب کی احادیث کی طرف مفوض کردیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ رُبَيِّعَ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از خالد بن ذکوان از رُبیع بنت معوذ بن عفراء، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور مقتولین کو اور زخمیوں کو مدینہ لے کر جاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۸۲، ۲۸۸۳، ۵۶۷۹، مسند احمد: ۲۷۰۲۴)

صحیح البخاری: ۵۶۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: کیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے؟ یہ پہلا جز ہے اور دوسرا جز ہے کیا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟ اس حدیث میں دوسرے جز کا ذکر ہے، کیونکہ حضرت رُبیع بنت معوذ بن عفراء نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور مقتولین کو اور زخمیوں کو مدینہ پہنچاتے تھے اور جو عنوان کا پہلا جز ہے، اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے لیکن اس کو قیاس سے معلوم کیا جائے گا کہ جب عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے تو مرد بھی عورت کا علاج کرسکتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت رُبیع بنت معوذ بن عفراء کا ذکر ہے، یہ ان صحابیات میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، ان کے والد حضرت معوذ بن الحارث بن رفاعہ ہیں اور عفراء ان کی والدہ کا نام ہے، اور ان کے والد وہی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر کے دن ابوجہل کو قتل کیا تھا، پھر وہ اس دن قتال کرتے رہے حتیٰ کہ غزوہ بدر میں شہید ہوگئے، ان کو ابومسافع نے قتل کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا غیر محرم بیمار کو دوا دینا اور پانی پلانا جائز ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عورت کا غیر محرم کو دوا دینا اور پانی پلانا کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص زخمی ہو اس کو دوا دینے سے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے زخم کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے اور عورتیں صرف یہ کرتی تھیں کہ بیمار کے پاس دوا اور پانی لا کر رکھ دیتی تھیں اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی مرد دوا دینے والا نہ ہو، ایسی صورت میں اس کو دوا دینا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی مباح ہوجاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: مردوں کا علاج کرنا ان عورتوں کے لیے جائز ہے جن کے اوپر فتنہ کا خوف نہ ہو، لیکن کنواری لڑکیاں غیر محرم مردوں کے ساتھ نہ ملیں اور ہمارے نزدیک مرد اور عورت کی ہر صنف سے دوسرے کا علاج کرنا جائز ہے جب اور کوئی معالج نہ ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۴۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۹، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ضرورت کے وقت مرد اور عورت ہر ایک کے دوسرے کا علاج کرنے کا جواز

پس ضرورت کے وقت مرد عورت کو دوا دے اور عورت مرد کو دوا دے، اور جب کہ مریض کی جنس سے کوئی دوا دینے والا نہ ہو، لیکن اگر کوئی عورت بیمار ہو اور اس کے علاج کے لیے عورت میسر ہو تو پھر مرد کے علاج کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اگر مرد بیمار ہو اور اس کے علاج کے لیے مرد میسر ہو تو پھر اس کے علاج کے لیے عورت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر اضطرار کی صورت ہو اور وہاں پر فتنے کا خوف نہ ہو تو پھر مرد اور عورت میں سے ہر کوئی دوسرے کا علاج کرسکتا ہے۔

امام بخاری نے جو حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کے علاج کا ذکر کیا ہے، یہ صرف غزوۂ احد میں ہوا تھا، اور بہ ظاہر حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاج دائمی تھا، کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: ''ہم جہاد کرتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے''، لیکن یہ واقعہ صرف غزوۂ احد میں ہوا تھا اور صحابہ اس وقت کم تھے اور غزوۂ احد میں بہت سارے صحابہ شہید ہوگئے تھے یا بہت سارے زخمی ہوگئے تھے اور نیز مدینہ منورہ قریب تھا، سو عورت کے لیے ممکن تھا کہ وہ بغیر محرم کے سہولت کے

ساتھ مدینہ منورہ چلی جائے۔خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث سے عمومی حکم مستفاد نہیں ہوتا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۳۸۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

٣۔ بَابُ: الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ — شفاء تین چیزوں میں حاصل ہوتی ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شفاء تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

۵۶۸۰۔ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ حَدَّثَنَا سَالِمٌ الْأَفْطَسُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ شَرْبَةِ عَسَلٍ وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ وَكَيَّةِ نَارٍ وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ رَفَعَ الْحَدِيثَ وَرَوَاهُ الْقُمِّيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْعَسَلِ وَالْحَجْمِ

(صحیح البخاری: ۵۶۸۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۹۱، مسند احمد: ۲۲۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے الحسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن منیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سالم الافطس نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ شفاء تین چیزوں میں ہے: شہد پینے میں، اور فصد لگوانے میں اور آگ سے داغ لگوانے میں، اور میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے منع کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے، یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اس حدیث کی القمی نے روایت کی ہے از لیث از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: شہد میں اور فصد لگوانے میں۔

صحیح البخاری: ۵۶۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحسین کا ذکر ہے، اور ان کی کسی کی طرف نسبت نہیں ہے، اور ایک جماعت نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ الحسین بن محمد بن زیاد نیشاپوری ہیں جو القبانی کے نام سے معروف ہیں، اور الکلاباذی نے کہا ہے کہ جب یہ نیشاپور میں تھے تو امام بخاری کے ساتھ لازم رہتے تھے اور امام بخاری کے بعد تینتیس سال زندہ رہے، اور یہ امام مسلم کے معاصرین میں سے تھے، اور امام بخاری نے جوان سے روایت کی ہے، یہ اکابر کی اصاغر سے روایت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں احمد بن منیع کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، ان کی وفات دو سو چوالیس ہجری (۲۴۴ھ) میں ہوئی ہے اور ان کی عمر چوراسی (۸۴) سال تھی، اور امام بخاری نے انکی صرف یہی حدیث روایت کی ہے، اور مروان بن شجاع کا ذکر ہے، یہ الجزری ہیں۔ اور سالم کا ذکر ہے، وہ ابن عجلان الافطس الجزری ہیں۔

اس حدیث کا اول حصہ موقوف ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اس کے آخر حصہ میں یہ اشارہ ہے کہ یہ حدیث

مرفوع ہے، کیونکہ اس کے آخر میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''شفاء تین چیزوں میں ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد سے شفاء میں حصر کا ارادہ نہیں فرمایا ہے، کیونکہ کبھی شفاء ان تین چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں بھی ہوتی ہے اور ان تین چیزوں میں اصولِ علاج کے اوپر تنبیہ کی ہے، کیونکہ مرض یا دموی ہوگا یا صفراوی ہوگا یا سوداوی ہوگا یا بلغمی ہوگا۔ پس اگر مرض دموی ہے تو اس کا علاج فصد لگانے سے ہوگا اور اس کو خصوصیت سے ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب میں اس کا استعمال بہت زیادہ تھا اور باقی امراض کا علاج مسہل سے ہوجاتا ہے، اس پر آپ نے شہد کے پینے سے تنبیہ فرمائی۔ رہا گرم لوہے سے داغ لگانا اس کا آخر میں ذکر فرمایا کیونکہ یہ ان فضلات کو نکالنے کے لیے ہوتا ہے جو سہولت سے نہیں نکلتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانے سے کیوں منع فرمایا جبکہ اس سے بھی شفاء ثابت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانے سے بیماری اس کے سبب سے ختم ہوجاتی ہے تو اس لیے آپ نے اس کو مکروہ جانا اور شفاء کا ثبوت اس طریقہ سے ہے کہ بندہ کو یہ اعتقاد ہو کہ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانا محض ایک سبب ہے۔

اس حدیث میں ''مِحجم'' کا ذکر ہے، مِحجم لوہے کا ایک آلہ ہے جس سے خون نکالا جاتا ہے اور اس آلہ میں خون جمع ہوجاتا ہے۔ اور ''شرط الحاجم'' اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص اس لوہے کے آلہ کو جسم پر مارے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں از قمی از لیث از مجاہد از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر شہادت پیش کی ہے کہ شہد میں اور فصد لگانے میں شفاء ہے اور قمی سے مراد ہے ''قم'' کے رہنے والے، یہ بہت بڑا شہر ہے اور اس کے رہنے والے شیعہ ہیں۔ اور تہران سے قم تک اکیس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۳۔ ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۰، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں سے لامحالہ شفاء حاصل ہوگی، اور واقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ انسان کبھی ان تین چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور اس کو شفاء نہیں ہوتی، پس یہ کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں پر ایک شرط لگائی تھی اور وہ شرط ضروری ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس شرط کا بیان رہ گیا، وہ شرط یہ ہے کہ ان تین چیزوں کا استعمال مریض کی بیماری کے موافق ہو، اگر ان تین چیزوں کا استعمال مریض کی بیماری کے موافق نہیں ہے تو پھر اس سے فائدہ نہیں ہوگا۔ اور ہر دوا میں یہ شرط ضروری ہے کہ وہ دوا اس بیماری کے مناسب ہو اور مریض کے بدن کے موافق ہو۔

یہاں پر ایک سوال یہ ہے کہ آپ نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانے سے منع فرمایا، تو جب اس سے شفاء حاصل ہوتی ہے تو اس سے آپ نے کیوں منع فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گرم لوہے کے ساتھ جو داغ لگایا جائے گا اس میں آگ کے ساتھ مریض کے بدن کو عذاب دیا جائے گا، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، لیکن جب اس کے استعمال کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اس کو استعمال کیا جائے گا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا، یہ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔

اور داغ لگانے کے تین مراتب ہیں۔ اگر اس کو یہ علم ہو کہ داغ لگانے سے فائدہ ہوگا تو پھر داغ لگانا جائز ہے، اور اگر اس کا ظنِ غالب ہو کہ یہ سبب مؤثر ہے تو پھر داغ لگانا مکروہ ہے اور جب اس کو ظنِ غالب ہو کہ اس میں فائدہ نہیں ہوگا تو پھر داغ لگانا حرام ہے، کیونکہ یہ بغیر کسی مصلحت کے اس کی وجہ سے جسم کو عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۲، مکتبۃ الطبری ۱۴۲۹ھ)

۵۶۸۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن یونس ابو الحارث نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے خبر دی از سالم الافطس از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے: فصد لگوانے میں، شہد پینے میں یا آگ سے داغ لگوانے میں۔ اور میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے منع کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۸۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۹۱، مسند احمد: ۲۲۰۹)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۴۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ

شہد سے علاج کرنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ (النحل: ۶۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں شہد سے علاج کرنے کا بیان کیا گیا ہے، شہد کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی اور شہد کے اسماء ایک سو سے زیادہ ہیں، اور شہد کے بہت زیادہ منافع ہیں۔ شہد رگوں اور انتڑیوں میں جو میل کچیل ہے اس کو صاف کر دیتا ہے اور فضلات کو نکال دیتا ہے اور معدہ کو دھوڈالتا ہے اور اس کے اندر معتدل حرارت پہنچاتا ہے اور رگوں کے مونہوں کو کھول دیتا ہے اور معدہ، جگر اور مثانے کو مضبوط کرتا ہے اور جگر اور سینے کی تنقیہ کرتا ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور جو کھانسی بلغم کی وجہ سے ہوتی ہے، اس میں شفاء دیتا ہے اور بلغمی مزاج والوں کے لیے نافع ہے اور گرم مزاج والوں کے لیے بھی نافع ہے، اور جب اس کے ساتھ سرکہ کو ملا لیا

جائے تو صفراوی مزاج والوں کو بھی یہ نفع دیتا ہے، پھر یہ غذاؤں میں سے ایک غذا ہے اور دواؤں میں سے ایک دوا ہے اور مشروبات میں سے ایک مشروب ہے اور میٹھی چیزوں میں سے ایک میٹھی چیز ہے۔ شہد کو بالوں میں لگایا جائے تو بالوں کو خوبصورت اور ملائم بنا دیتا ہے، آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی کے لیے جلاء بخش ہے، دانتوں میں لگایا جائے تو ان کو چمکا تا ہے، قدیم اطباء مرکب دواؤں میں شہد ہی پر اعتماد کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز شہد میں پانی ملا کر اس کا ایک پیالہ پیتے تھے، اور اس کے بعد جَو کی روٹی کو نمک کے سرکہ کے ساتھ کھاتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اس کے بھائی کو پیٹ کی بیماری ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو شہد پلاؤ، اس نے شہد پلایا تو اس کو فائدہ نہیں ہوا حتیٰ کہ وہ دوسری اور تیسری مرتبہ آیا، پھر اسی طرح ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، بالآخر اس کو شفاء ہوگئی جیسا کہ یہ حدیث عنقریب آئے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیب کی خبر دی جس غیب پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا تھا اور وحی سے یہ بتایا تھا کہ اس کی شفاء شہد میں ہے، پس بار بار اسے شہد پینے کا حکم دیا۔ نیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے بتلا دیا تھا کہ اس قسم کے مرض کی شفاء شہد میں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شہد مسہل ہے، تو جس کو اسہال لگے ہوئے ہوں اس کو شہد کیسے نفع دے گا؟ علامہ نووی نے کہا: یہ معترضین کی جہالت ہے بلکہ انہوں نے جھوٹ بولا، کیونکہ ان کو علمِ محیط حاصل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جو مذکور ہے کہ شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، تو اس کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگوں کے لیے شفاء ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ فصد لگوانا، شہد کو پینا اور داغ لگوانا، یہ بعض امراض میں شفاء ہیں اور بعض میں نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۴۔۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ شہد بعض لوگوں کے لیے شفاء ہے اور بعض لوگوں کی بیماریوں میں مضر ہے، کیونکہ جس کو شوگر کا مرض ہو اس کو شہد کے استعمال سے نقصان ہوتا ہے اور اس کی شوگر بڑھ جاتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۶۸۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳، سنن دارمی: ۲۰۷۵)

صحیح البخاری: ۵۶۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے''شہد سے علاج کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پسند تھا اور آپ کو شہد پسند ہونا اس سے عام ہے کہ وہ بطورِ دوا پسند ہو یا بطورِ غذا پسند ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور ابو اسامہ کا ذکر ہے، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الاشربہ میں ''باب شرب الحلواء والعسل'' میں اسی سند اور اسی متن کے ساتھ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنهما قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ أَوْ يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از عاصم بن عمر بن قتادہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہے یا ہو سکتی ہے تو وہ فصد لگوانے میں ہے یا شہد پینے میں ہے یا آگ سے داغ لگوانے میں ہے، جب کہ وہ بیماری کے موافق ہو اور میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۷، ۵۷۰۲، ۵۷۰۴، صحیح مسلم: ۲۲۰۵، مسند احمد: ۱۴۲۹۴)

صحیح البخاری: ۵۶۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''شہد سے علاج کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہو تو فصد لگوانے میں ہے اور شہد پینے میں ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو نعیم، ان کا نام الفضل بن دکین ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عبد الرحمٰن بن الغسیل، اور غسیل کا نام ہے حنظلہ بن ابی عامر الاوسی الانصاری، یہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت یہ جنبی تھے تو ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا تو اس لیے ان کو غسیل کہا گیا یعنی غسیل ملائکہ، اور وہ عبد الرحمٰن بن عبداللہ بن حنظلہ کے دادا ہیں، اور عبد الرحمٰن کا شمار کم

سن تابعین میں ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی زیارت کی، اور ان کی تابعین سے بھی بہت سی روایات ہیں اور اکثر کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ اور امام نسائی نے کہا: ان میں اختلاف ہے، امام ابن حبان نے کہا: یہ بہت خطا کرتے تھے، ان کی طویل عمر ہوئی جو ایک سو سال سے زائد تھی، پس شاید کہ اخیر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی احادیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں عاصم بن عمر بن قتادہ کا ذکر ہے، یہ ابن النعمان الانصاری الاوسی ہیں اور ان کی کنیت ابوعمرو ہے، اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے اور یہ تابعی ہیں اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ علامہ عبدالحق نے احکام میں کہا ہے کہ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن زرعہ نے، اور دوسروں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ابوالحسن بن القطان نے علامہ عبدالحق کی اس بات کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نہیں پہچانتا کسی نے ان کو ضعیف قرار دیا ہو یا ان کا ضعفاء میں ذکر کیا ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او لذعة بنار" لذعة کا معنی ہے: آگ کی خفیف سی حرارت یا تپش، اور "لدغ" کا معنی ہے: کسی زہریلے جانور کا ڈنک مارنا جیسے سانپ یا بچھو کا ڈسنا۔

بغیر شدید ضرورت کے داغ لگوانے سے احتراز کیا جائے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "داغ لگوانا بیماری کے موافق ہو"۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوہے کو گرم کر کے اس سے داغ لگوانا اس وقت جائز ہے جب یہ متعین ہو کہ اس سے بیماری زائل ہو جائے گی اور تجربہ کے طور پر داغ نہیں لگوانا چاہیے اور بغیر تحقق کے اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: "میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ داغ لگوایا جائے"۔ اس ارشاد سے آپ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ علاج کو مؤخر کر دیا جائے حتیٰ کہ جب کسی اور طریقہ علاج سے شفاء میسر نہ ہو تو پھر داغ لگوایا جائے، کیونکہ جسم کو گرم لوہے سے داغا جائے تو اس سے شدید درد ہوتا ہے، اس لیے اس سے حتی الامکان اجتناب بہتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۶۔ ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۸۴۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: میرے بھائی کے پیٹ میں بیماری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ دوبارہ آیا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ تیسری بار آیا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ آیا تو اس نے کہا: میں نے ایسا

کیا، آپ نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس کو شہد پلاؤ، پس اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۶، صحیح مسلم: ۲۲۱۷، سنن ترمذی: ۲۰۸۲، مسند احمد: ۲۶۲۷)

صحیح البخاری: ۵۶۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عیاش بن ولید کا ذکر ہے، یہ نرسی ہیں۔ اور عبد الاعلیٰ کا ذکر ہے، یہ عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ہیں۔ اور سعید کا ذکر ہے، یہ سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ اور ابو المتوکل کا ذکر ہے، وہ علی الناجی ہیں۔ اور حضرت ابو سعید خدری کا نام سعد بن مالک ہے، اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی بصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ مرد دوبارہ آیا''، یعنی وہ مرد دوسری بار آیا اور اس نے کہا: میں نے اپنے بھائی کو شہد پلایا مگر اس کے اسہال زیادہ ہو گئے، یعنی اس کو زیادہ دست آئے، پھر وہ تیسری بار آیا، اس نے کہا: میں نے ایسا کیا یعنی میں نے شہد پلایا مگر اس کا پیٹ اسی طرح جاری رہا اور اس کو دست آتے رہے بند نہیں ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد صادق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، آپ نے جھوٹ کی نسبت پیٹ کی طرف کی، یہ مجاز ہے، کیونکہ جھوٹ کا لفظ اقوال کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کے پیٹ کو جھوٹا اس لیے فرمایا کہ اس کے پیٹ میں شہد نے جو فائدہ نہیں پہنچایا تو یہ جھوٹ ہے یعنی پیٹ کی خطاء ہے اور اس کا فساد ہے۔ پھر جب اس نے چوتھی بار شہد پلایا تو اس کا بھائی تندرست ہو گیا، اور اس کی زیادہ وضاحت صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، اس میں مذکور ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: میرے بھائی کا پیٹ جاری ہے یعنی اس کو دست لگے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، سو اس نے شہد پلایا، پھر وہ آیا، اس نے کہا: میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کا پیٹ تو زیادہ جاری ہو گیا ہے، یعنی زیادہ دست آ گئے، تو آپ نے اس کو تین مرتبہ اسی طرح فرمایا، پھر چوتھی مرتبہ فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، تو اس نے کہا: میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کے دست زیادہ ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، پھر اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا، یعنی اس کے دست بند ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۷۔ ۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اطباء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مرض کے علاج اختلافِ عمر اور عادات اور زمانہ اور اختلافِ غذا کے اعتبار سے مختلف ہوتے

ہیں، اور تدبیر کے اعتبار سے اور طبیعت کی قوت کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسہال کئی وجوہ سے عارض ہوتے ہیں، اسہال بدہضمی کی وجہ سے بھی عارض ہوتے ہیں اور ہیضہ کی وجہ سے بھی عارض ہوتے ہیں، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلہ میں اطباء کے قول کو ترجیح نہیں دیتے، بلکہ اگر اطباء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو غلط کہیں تو ہم ان کی تکذیب کریں گے اور ان کی تکفیر کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق کریں گے حتیٰ کہ مشاہدہ سے ثابت ہوجائے کہ اطباء کا قول صحیح ہے تو اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں تاویل کریں گے اور اس حدیث کی تخریج کریں گے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار میں مبتلا شخص کو پانی میں غسل دینے کا فرمایا ہے اور اطباء اس سے منع کرتے ہیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ بخار گرم ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ اور آپ نے ٹھنڈا کرنے کی صفت نہیں بیان کی، پس ان اطباء نے یہ کہاں سے سمجھا کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ بخار میں مریض کو پانی میں ڈبو دیا جائے۔

میں کہتا ہوں: اب تو جدید میڈیکل سائنس والے بھی یہ کہتے ہیں کہ جب بہت تیز بخار ہو تو مریض کے جسم پر برف لگائی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، اگر یہ اپنے ظاہر پر محمول ہوتی تو مریض پہلی بار شہد پینے سے ہی تندرست ہوجاتا، پس جب کہ وہ پہلی بار شہد پینے سے تندرست نہیں ہوا تو اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ الفاظ اپنے معانی کی معرفت کی طرف محتاج ہیں اور ظاہر پر محمول نہیں ہیں۔

علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا: اس کو شہد پلاؤ، اس کا محمل یہ ہے کہ شہد کو پکانے کے بعد اس کو پلاؤ۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کو شہد پلانے کا ذکر فرمایا، وہ عرب کے مذاہب اور ان کی عادات کے مطابق فرمایا جیسا کہ بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے کی حدیث ہے۔ اور تیسرا جواب یہ دیا کہ شہد اس مرد کے جسم کے موافق تھا، خطابی نے کہا: اس کو جو اسہال لگے ہوئے تھے وہ متلی اور بدہضمی کی وجہ سے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر مہینے نہار منہ شہد کو چاٹا تو اس کو کوئی بڑی بیماری نہیں آئے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۰)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس میں دو احتمال ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ آپ نے غیب سے خبر دی، جس غیب پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمادیا اور وحی سے بتادیا کہ اس کی شفاء شہد میں ہے، اس لئے آپ نے بار بار شہد پلوایا تا کہ اس مریض کی شہد سے شفاء ظاہر ہوجائے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ مرض اتنی بار شہد کے پینے سے ختم ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۴۸۔ ۳۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِأَلْبَانِ الْإِبِلِ — اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا جائز ہے۔

٥٦٨٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا فَلَمَّا صَحُّوا قَالُوا إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ فَقَالَ اشْرَبُوا أَلْبَانَهَا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا ذَوْدَهُ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ قَالَ سَلَّامٌ فَبَلَغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ حَدِّثْنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَحَدَّثَهُ بِهَذَا فَبَلَغَ الْحَسَنَ فَقَالَ وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهَذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلام بن مسکین ابو نوح البصری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ چند لوگوں میں کوئی بیماری تھی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے قیام کا انتظام کریں اور ہمارے طعام کا انتظام کریں، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمارے موافق نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو سیاہ پتھروں والی زمین میں ٹھہرایا جہاں پر آپ کے اونٹ تھے اور ان سے فرمایا کہ تم اونٹنیوں کا دودھ پیو، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی ﷺ کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا، اور آپ کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے، نبی ﷺ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا اور وہ پکڑے گئے، پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، پس میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک مرد زبان سے زمین کو چاٹتا تھا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

سلام نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے سب سے زیادہ سخت سزا بتاؤ جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو دی ہو، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بتائی، حسن بصری کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: مجھے یہ پسند تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث بیان نہ کرتے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۶۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا" اور اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان بیمار لوگوں سے کہا: تم

اونٹنیوں کا دودھ پیئو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے سلاّم (لام پر تشدید ہے) یہ ابن مسکین العضدی النمری ہیں۔اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے اور دوسری حدیث عنقریب کتاب الادب میں آئے گی۔اور کتاب اللباس میں ایک سند ہے از موسیٰ بن اسماعیل، انہوں نے کہا: ہمیں سلاّم نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبداللہ، پس الکلاباذی نے یہ گمان کیا کہ یہ سلام بن مسکین ہے، اور ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سلام بن ابی مطیع ہے۔اور اس حدیث میں مذکور ہے ثابت، یہ البنانی ہیں اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس اسناد کے تمام رجال بصری ہیں۔

یہ حدیث عرنیین ہے اور اس کی شرح کتاب الطہارۃ میں باب ''باب ابوال الابل والدواب'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''چند لوگوں میں کوئی بیماری تھی'' یہ لوگ اہل حجاز میں سے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس جب وہ لوگ تندرست ہو گئے''۔پوری عبارت اس طرح ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رہائش کی جگہ دی اور ان کے لیے طعام مہیا کیا، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ ہمارے موافق نہیں ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فانزلهم الحرة'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حرۃ میں ٹھہرا دیا، سیاہ پتھروں والی زمین کو حرہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی ذود'' یعنی اونٹوں کے درمیان ان کو ٹھہرا دیا اور یہ تین سے لے کر دس تک اونٹ تھے، اور محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ پندرہ اونٹ تھے، تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ان کا دودھ پیو اور ابو کلابہ کی روایت میں ہے کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلما صحوا'' یہاں بھی کچھ عبارت محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ ''وہ مدینہ سے نکل کر حرہ میں آئے اور انٹنیوں کا دودھ پیا، جب تندرست ہو گئے تو اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر بھاگ گئے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وسمروا اعينهم'' اور دوسری روایت میں ہے ''وسمل''۔سَمَرَ کا معنی ہے: لوہے کی سلائیوں کو گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیرا اور سَمَلَ اعينهم کا معنی ہے: گرم لوہے سے ان کی آنکھیں نکال دیں۔ان کے ساتھ یہ سلوک اس لئے کیا کہ انہوں نے چرواہے کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا تھا، سو ان کو ان کے فعل کی سزا دی۔ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ سزا اس وقت دی تھی جب حدود کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔جب حدود نازل ہو گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یکدم الارض'' یعنی وہ منہ کے قریب والے دانتوں سے زمین کو چاٹ رہا تھا۔اور بہز کی روایت میں یہ ہے کہ وہ غم اور درد کی وجہ سے زمین کو کاٹ رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حجاج'' یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے جو عراق کا مشہور حاکم تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حسن بصری کو یہ خبر پہنچی'' یعنی جب حسن بصری کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج کو یہ حدیث سنائی تو حسن بصری نے کہا: میری خواہش تھی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ سناتے، کیونکہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج کو یہ حدیث سنائی تو اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی نافرمانی کے سبب سے ہاتھوں اور پیروں کا کاٹ ڈالا اور آنکھوں میں گرم سلائیں پھیریں تو کیا ہم بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت کے سبب سے ایسی سزا نہ دیں؟ اور اسماعیلی نے ایک اور سند کے ساتھ ثابت سے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا: میں کسی بات پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا حجاج بن یوسف کو یہ حدیث سنانے پر نادم ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۸۔۳۴۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۵، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سخت سزا دی تھی، اس کی حکمت

کثیر علماء نے کہا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حدود نازل نہیں ہوئی تھیں اور بعض علماء نے یہ کہا ہے بلکہ یہ زمین سے فساد دور کرنے کی وجہ تھی، پس ان لوگوں نے نعمت کا مقابلہ کفرانِ نعمت کے ساتھ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا اکرام کیا اور ان کو اونٹوں کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ یہ اونٹوں کا پیشاب پئیں اور دودھ پئیں، حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گئے۔

دراصل یہ لوگ پہلے اونٹوں کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا پیشاب اور دودھ پیتے تھے اور جب مدینہ میں آئے تو وہاں کی صاف ستھری فضا اور آب و ہوا ان کو راس نہیں آئی اور وہ بیمار پڑ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پھر اسی ماحول میں حرہ میں اونٹوں کے درمیان بھیج دیا تاکہ انہیں اپنے مطلب کا ماحول مل جائے اور وہ تندرست ہو جائیں، سو وہ تندرست ہو گئے اور انہوں نے اس عظیم مہربانی اور عمدہ سلوک کی جزا یہ دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ چرا لئے اور جو اونٹوں کا محافظ تھا اس کو قتل کر دیا اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیریں یا اس کی آنکھیں نکال دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا، پھر ان کو حرہ میں چھوڑ دیا، وہ پانی طلب کرتے تھے حتیٰ کہ مر گئے، کیوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفرانِ نعمت کے ساتھ تبدیل کر دیا تھا۔

رہا یہ کہ حسن بصری نے یہ کہا کہ کاش! حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ حدیث حجاج کو نہ سناتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حسن بصری کو یہ خطرہ تھا کہ اب حجاج بھی اپنے مخالفین کو ایسی ہی سزائیں دے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

٦۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ — اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کا بیان

اس باب میں اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۶۸۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَاسًا اجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ يَعْنِي الْإِبِلَ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَلَحِقُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ چند لوگوں کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِرَاعِيهِ فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَسَاقُوا الْإِبِلَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِيءَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ قَالَ قَتَادَةُ فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْحُدُودُ

نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے چرواہے کے ساتھ لاحق ہو جائیں، یعنی آپ کے اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ، پس وہ ان (اونٹوں) کے دودھ اور پیشاب کو پئیں، سو وہ آپ کے چرواہے کے ساتھ لاحق ہو گئے، پھر انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیا حتیٰ کہ ان کے بدن تندرست ہو گئے، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ چرواہے کو قتل کیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، پھر ان کو پکڑ کر لایا گیا، تو ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالا گیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھیری گئیں۔

قتادہ نے کہا: مجھے محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی کہ یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۶۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں یا ان کی آنکھوں کو نکال دیا گیا، یہ سلوک ان کے ساتھ اس لیے کیا گیا تھا کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کے پیشاب کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام ابونعیم نے اپنی کتاب الطب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میدانوں کے اونٹوں کا پیشاب پیو اور اونٹنیوں کا دودھ پیو، اور ہمارے اصحابِ شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نجس چیزوں سے علاج کرنا جائز ہے، اور امام مالک کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب پاک ہے اور اسی طرح ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، اس کا پیشاب پاک ہے۔ ان سے پوچھا گیا: اور گھوڑوں کا پیشاب؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اونٹنیوں سے دودھ نکالا جاتا ہے تو وہ

اس میں پیشاب کر دیتی ہیں؟، انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاءِ احناف کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے، اور دوسرے جانوروں کا پیشاب نجاستِ غلیظہ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۵۷۔۳۵۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۔ بَابُ: الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ — کلونجی کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کی شفاء ہے۔

۵۶۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ فَقَالَ لَنَا عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوهَا ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ فِي هَذَا الْجَانِبِ وَفِي هَذَا الْجَانِبِ فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا مِنَ السَّامِ قُلْتُ وَمَا السَّامُ قَالَ الْمَوْتُ

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۹، مسند احمد: ۲۴۵۴۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از منصور از خالد بن سعد، انہوں نے کہا: ہم باہر نکلے اور ہمارے ساتھ حضرت غالب بن ابجر تھے، سو وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، پھر مدینہ پہنچے اور وہ بیمار ہی تھے، پھر حضرت ابن ابی عتیق نے ان کی عیادت کی، پس انہوں نے ہم سے کہا: تم اس سیاہ چھوٹے دانے یعنی کلونجی کو لازم کرلو، پس اس میں سے پانچ یا سات دانے لو اور ان کو پیسو (پھر اس میں روغن ملا کر) ناک میں زیتون کے تیل کے قطرات ڈالو، ناک کی اس جانب بھی اور ناک کی دوسری جانب بھی، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ فرمار ہے تھے کہ یہ کلونجی ہر بیماری کی شفاء ہے سوائے سام کے، میں نے پوچھا: سام کیا ہے تو انہوں نے کہا: موت۔

صحیح البخاری: ۵۶۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

کلونجی گرم خشک ہوتی ہے، اس لئے نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ کلونجی ہر بیماری کی دوا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جو بیماری رطوبت اور بلغم سے پیدا ہو کلونجی اس کے لیے شفاء ہے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں عموم کا ارادہ بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ یہ تمام بیماریوں کی شفاء ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دوسری دواؤں کے ساتھ کلونجی کو ملایا جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ عموم کا ارادہ کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے استثناء فرمایا ہے کہ موت کے سوا کلونجی ہر مرض کا علاج ہے اور یہ امر ممکن ہے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو صادق القول ہیں، انہوں نے اس کی خبر دی ہے۔ اور لفظ عام ہے جیسا کہ استثناء کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہے۔
اور ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ شہد بھی اطباء کے نزدیک کلونجی کے قریب ہے کہ وہ بھی ہر مرض کی دوا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، (النحل: ٦٩) ۔لیکن بعض امراض ایسے ہیں کہ ان میں اگر شہد پیا جائے تو بیمار کو نقصان ہوتا ہے (جیسے شوگر کے مرض میں)۔ تو یہی کہا جائے گا کہ اکثر اور اغلب یہی ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، اسی طرح کلونجی کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ اکثر اور اغلب یہی ہے کہ یہ لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٣٥٢، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگرچہ حدیث کا مفہوم عام ہے لیکن یہ خاص طور پر انہی امراض میں زیادہ فائدہ مند ہے جو رطوبت اور بلغم سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ کلونجی کی تاثیر خشک اور گرم ہوتی ہے، اس لیے ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔
بعض علماء نے کہا کہ کلونجی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے، بعض امراض میں منفرد اور بعض امراض میں مرکب، بایں طور کہ اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار اور مناسب ترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

(شرح الطیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب ص ٢٩٧، فتح الباری ج ١٠ ص ١٧٨، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ١٤٠١ھ)

٥٦٨٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَالسَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّونِيزُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی اور سعید بن المسیب نے کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ کلونجی میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہے سوائے موت کے۔
ابن شہاب نے کہا: السام کا معنی ہے: الموت اور الحبۃ السوداء کا معنی ہے: شونیز (یعنی کلونجی)۔

(صحیح مسلم: ٢٢١٥، سنن ترمذی: ٢٠٤١، سنن ابن ماجہ: ٣٤٤٧، مسند احمد: ٧٥٠٤)

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح ہے۔

٨۔ بَابُ: التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ — مریض کے لیے تلبینہ کا بیان

تلبینہ دودھ، شہد اور گندم یا جو سے بنایا جاتا ہے، یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو بیماروں کو اور غمزدہ لوگوں کو کھلایا جاتا ہے۔

٥٦٨٩۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ وَكَانَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ مریض کے لیے تلبینہ کا

تَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ

(صحیح البخاری: ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۱۶، مسند احمد: ۲۳۹۹۱)

حکم دیتی تھیں اور اس غمزدہ شخص کے لیے جو مرنے کے قریب ہو اور بیان کرتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور اس کے بعض غم کو دور کرتا ہے۔

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

''التلبینة'' آٹے اور دودھ سے یا بھوسی اور دودھ سے بنایا جاتا ہے، اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں اور گوشت کے شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں تو اسے ثرید کہتے ہیں اور کبھی اس میں گوشت بھی شریک رہتا ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۴۰، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

صحیح البخاری: ۵۶۸۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسحاق بن ابی طلحہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''التلبین'' ہر بیماری میں شفاء ہے۔

(الطب النبوی ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو ہم پتیلی کو چولہے پر رکھ دیتے، پھر اس میں گندم اور گھی ڈالتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سینے میں سختی کی اور سر میں درد کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ''التلبین'' بنا کر چاٹو، کیونکہ اس میں اس کا علاج ہے۔

ابونعیم نے کہا ''التلبینہ'' خالص آٹا ہے اور دوسری قوموں نے کہا کہ اس میں چربی ملی ہوئی ہوتی ہے۔

(الطب النبوی ج ۲ ص ۴۳۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۷۶-۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حبان کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھالك'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس غمزدہ کے لیے تلبینہ بنانے کا حکم دیتیں جو مرنے کے قریب ہو۔ اس حدیث میں ''تجم'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: راحت پہنچانا یعنی تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بھوک غم کو زیادہ کرتی ہے اور تلبینہ بھوک کو ختم کرتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ: گندھا ہوا آٹا جس میں خمیر نہ ہو، اس کو لیا جائے اور اس کا پانی نکالا جائے اور یہ پانی بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں "التلبینہ" کا ذکر ہے، (اس میں تاء پر زبر ہے اور لام پر جزم ہے اور باء کے نیچے زیر ہے اور یاء ساکن ہے اور آخر میں نون ہے)۔ یہ وہ طعام ہے جو آٹے یا بھوسی سے بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس میں شہد بھی ڈالا جاتا ہے، اس کو التلبینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفید ہونے میں اور پتلا ہونے میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور جو اس میں رقیق ہو اور پکا ہوا ہو، وہ نفع آور ہوتا ہے اور جو گاڑھا اور کچا ہو، وہ نفع آور نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "التلبینہ" سے مراد "الحساء" ہے، یعنی وہ طعام جو آٹے یا بھوسی میں پانی ملا کر پتلا پتلا تیار کیا جاتا ہے، اور اس کو "التلبین" بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ سفیدی میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے، پس اگر یہ پتلا نہ ہو اور گاڑھا ہو تو اس کو الخزیرہ کہتے ہیں، اور کبھی اس میں شہد اور دودھ بھی ڈالا جاتا ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے "التلبین" اور التلبینہ وہ خوراک ہے جو آٹے سے بنائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو پانی اور تیل سے بنایا جاتا ہے اور کبھی یہ میٹھا ہوتا ہے اور کبھی پتلا ہوتا ہے اور اس کو چاٹ چاٹ کر کھایا جاتا ہے یا گھونٹ گھونٹ بھر کر پیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۰۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ تلبینہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ مریض اس کو ناپسند کرتا ہے اور یہ اس کے لیے نفع آور ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۱۶، مسند احمد: ۲۳۹۹۱)

صحیح البخاری: ۵۶۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن مسہر کا ذکر ہے، مسہر باب اسہار سے اسم فاعل ہے، یہ موصل کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "البغیض" کا ذکر ہے، یہ عظیم کے وزن پر ہے اور بغض سے ماخوذ ہے، یعنی مریض اس کو ناپسند کرتا ہے

حالانکہ یہ اس کے لیے نفع بخش ہے جیسے دوسری دواؤں کو بھی مریض ناپسند کرتا ہے اور وہ اس کے لیے نفع بخش ہوتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۳۔ ۳۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: السَّعُوطِ — ناک میں دواڈالنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں سعوط کا حکم بیان کیا گیا ہے، ''سعوط'' کا معنی ہے: وہ دوا جو ناک میں ٹپکائی جائے۔ ابوالفرج نے کہا ہے: ''اسعاط'' کا معنی ہے: تیل یا کسی اور چیز کو ناک کے آخر میں ڈالا جائے، عام ازیں کہ سانس کے ذریعہ اس دوا کو کھینچا جائے یا دوا کو ٹپکا دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۱۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم احْتَجَمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ۔ (صحیح مسلم: ۱۲۰۲، مسند احمد: ۲۳۳۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی۔

صحیح البخاری: ۵۶۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ناک میں دوا ڈالنا'' اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ آپ نے ناک میں دوا ڈالی یا ٹپکائی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، وہ ابن خالد ہیں۔ اور ابن طاؤس کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن طاؤس ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''استعط'' کا ذکر ہے، یعنی ناک میں ڈالی جانے والی دوا آپ نے اس طرح استعمال کی کہ آپ چت لیٹ گئے، دونوں کندھوں کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ دی کہ وہ بلند ہو گئے اور سر مبارک زمین کی طرف جھک گیا، پھر ناک میں دماغ تک پہنچانے کے لیے دوا ٹپکائی تاکہ چھینک کے ذریعہ بیمار جراثیم نکل جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابُ: السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ وَهُوَ الْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ مِثْلُ كُشِطَتْ وَقُشِطَتْ نُزِعَتْ وَقَرَأَ عَبْدُ اللهِ قُشِطَتْ

قسط ہندی اور قسط بحری کو ناک میں چڑھانا اور یہی لفظ الکُست ہے جیسے الکافور اور القافور ہے اور جیسے کشطت اور قشطت ہے، اس کا معنی ہے: (جب آسمان کو) کھینچ لیا جائے گا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قُشِطت پڑھا ہے۔

باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قُسط کے تلفظ کی تحقیق

ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے: قُسط کی دو قسمیں ہیں: ایک ہندی ہے اور یہ سیاہ رنگ کی ہوتی ہے، اور دوسری بحری ہے وہ سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ اور ہندی کی حرارت بہت شدید ہوتی ہے۔

قُسط ایک دوا کا نام ہے، یہ ایک جڑی بوٹی ہے اور اس کو اردو میں کوٹھ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنے عنوان میں کہا ہے: ''اور یہی الکُست ہے''۔ یعنی قُسط کا تلفظ قاف کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور کاف کے ساتھ بھی ہوتا ہے، کیونکہ قاف اور کاف قریب المخرج حروف ہیں، اس لیے ایک حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸۲، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۹، ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۴۲۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اس کی مزید دو مثالیں دی ہیں۔ ایک قافور اور کافور، یعنی اس لفظ کو قاف اور کاف دونوں سے پڑھنا درست ہے، اور دوسری مثال کشطت اور قشطت ہے، یہ لفظ سورۂ تکویر کی آیت نمبر ۱۱ میں ہے:

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ (التکویر: ۱۱) اور جب آسمان کو کھینچ لیا جائے گا ۝

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''قُشِطَتْ'' قاف کے ساتھ پڑھا ہے۔ کیونکہ قاف اور کاف قریب المخرج ہیں، اس لیے ایک کو دوسرے سے تبدیل کرنے کی وسعت ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۶۹۲۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عبید اللہ از ام قیس بنت محصن، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم عود ہندی (کوٹھ) کے استعمال کو لازم کرلو، کیونکہ اس میں سات (بیماریوں کی) شفاء ہے۔ حلق کے ورم میں

اس کو ناک میں چڑھایا جاتا ہے، اور پسلی کے درد میں اس کو حلق میں ڈالا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۶۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "علیکم" یہ اسم فعل ہے اور اس کا معنی ہے: اس کے استعمال کو لازم کرلو۔

عودِ ہندی کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے "العود الھندی" یہ ایک لکڑی ہے جو ہندوستان کے شہروں سے لائی جاتی ہے، اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔ اس کو چبایا جائے یا اس کے ساتھ کلی کی جائے تو منہ خوشبودار ہو جاتا ہے (اسی کو اردو میں کوٹھ کہتے ہیں)۔ اس کو جب پانی میں ڈال کر پیا جائے تو یہ جگر کے درد میں اور سینہ کے درد میں اور انتڑیوں کے زخم میں فائدہ پہنچاتی ہے اور بہترین عود المندلی ہے اور پھر الہندی ہے۔ اور عود کی کئی قسمیں ہیں۔ عودِ ہندی سب سے افضل ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

عودِ ہندی یا القُسط لکڑی ہے یا جڑی بوٹی ہے، اس کو جلا کر اس کے دھوئیں کو ناک میں پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سبعة اشفیة" یہ شفاء کی جمع ہے جیسے دوا کی جمع ادویہ ہے، یعنی اس میں سات (بیماریوں کی) شفاء ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُسط یا عُود ہندی کی سات شفاء کا ذکر کیا ہے، اور ان میں سے دو بیماریوں کی شفاء کا نام لیا ہے، ان میں سے ایک حلق کا ورم ہے اور دوسری پسلی کا درد ہے، اس حدیث میں صرف ان دو بیماریوں کی شفاء کا ذکر ہے اور باقی پانچ بیماریوں کی شفاء کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سات بیماریوں کی شفاء کا ذکر کیا تھا لیکن راوی نے صرف دو کا ذکر کیا اور باقی پانچ بیماریوں کو چھوڑ دیا، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی بیماریوں کی شفاء کو شہرت کی بناء پر ترک کر دیا اور اطباء نے عودِ ہندی کی سات سے زیادہ بیماریوں میں شفاء اور اس کے منافع ذکر کیے ہیں۔

پس اگر تم سوال کرو کہ جب یہ جڑی بوٹی کثیر المنافع ہے تو سات کے ساتھ تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کی تعیین اس لئے فرمائی کہ آپ کو سات بیماریوں کی شفاء کا وحی سے علم ہو گیا تھا اور آپ کے نزدیک محقق ہو گیا تھا اور دیگر بیماریوں میں اس کی شفاء کا علم تجربہ سے ہوا ہے، سو آپ نے اس کا ذکر کیا جس کا علم آپ کو وحی سے ہوا ہے اور دوسری بیماریوں کی شفاء کا ذکر نہیں کیا۔ یا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان کا ذکر فرمایا جن کی ضرورت ہوتی ہے اور جن کی ضرورت نہیں ہوتی ان کو چھوڑ دیا، کیونکہ آپ طب کی تفاصیل کو بیان کرنے کے لیے مبعوث نہیں ہوئے اور نہ طب کی صنعت کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔

اور اطباء نے ذکر کیا ہے کہ قسط کے فوائد میں سے یہ ہیں کہ یہ حیض کو جاری کرتی ہے، پیشاب کو جاری کرتی ہے، انتڑیوں کے کیڑوں کو مارتی ہے، زہریلے مادوں کو دور کرتی ہے، معدہ کو گرم رکھتی ہے، جماع کی شہوت کو تحریک دیتی ہے اور چھائیوں کو دور کرتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من العذرة" خون کے جوش سے حلق میں جو ورم ہو جاتا ہے، اس کو عُذرۃ کہتے ہیں، القُسط اس بیماری میں آرام پہنچاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العُذرۃ ایک چھالہ ہے جو ناک اور حلق کے درمیان بچوں کو عارض ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "یُلَدُّ بہ" یعنی اس قسط کو منہ کی ایک جانب میں ڈالا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "من ذات الجنب" اس سے مراد پسلیوں کا درد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۵۔۳۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۳۔ وَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِابْنٍ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّ عَلَيْهِ

(نیز ام قیس بنت محسن بیان کرتی ہیں)، میں نبی ﷺ کے پاس اپنے اس بیٹے کو لے کر گئی جس نے ابھی طعام کھانا شروع نہیں کیا تھا، اس نے آپ کے (کپڑوں) پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس کے اوپر چھڑکا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ترمذی: ۷۱، سنن نسائی: ۳۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۶، موطا امام مالک: ۱۴۳، سنن دارمی: ۷۴۱)

صحیح البخاری: ۵۶۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں باب "بول الصبیان" میں گزر چکی ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت ام قیس بنت محصن اپنے چھوٹے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں جس نے ابھی طعام کھانا شروع نہیں کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگایا اور اس پر چھڑکا اور اس کو دھویا نہیں۔ اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو بچہ دودھ پیتا ہو اور اس نے طعام کھانا شروع نہ کیا ہو، تو اس کا پیشاب نجس نہیں ہے، اگر اس کا پیشاب کپڑوں پر لگ جائے تو اس کپڑے کو دھونا ضروری نہیں ہے اس پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے اور اگر بچی کا پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو وہ نجس ہے، اس کو دھویا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، خواہ بچے کا ہو یا بچی کا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷، دارالمعرفہ بیروت، اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے اس کے اوپر پانی چھڑکا، اس کے لیے عربی میں لفظ ہے "فنضح" اور نضح کا معنی: دھونا بھی آتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کپڑے کو دھویا اور نضح سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ اس کو زیادہ شدت اور زیادہ مبالغہ سے نہیں دھویا۔ (سعیدی غفرلہ)

١١- بَابٌ: أَيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ
اس کا بیان کہ کس وقت میں فصد لگوائے

وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا.
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس ساعت میں فصد لگوائی جائے، ساعت سے مراد مطلق زمانہ ہے، ساعتِ متعارفہ مراد نہیں ہے جس کا معنی ایک گھنٹہ ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری کی اس عنوان سے غرض یہ ہے کہ کسی دن اور کسی وقت میں بھی فصد لگوائی جائے تو کوئی کراہت نہیں ہے، اور کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ مہینہ کے کون سے دن کے اندر فصد لگوائی جائے، اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کے متعلق ایک حدیث بھی ذکر نہیں کی جس سے وقت کا تعین مستفاد ہوتا۔

وقت کے تعین کے متعلق بعض احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سترہ تاریخ کو فصد لگوائی یا انیس تاریخ کو یا اکیس تاریخ کو تو یہ ہر بیماری سے شفاء ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردن کی ہر دو جانب پوشیدہ رگوں میں فصد لگواتے تھے اور پیٹھ کے اوپری حصہ میں فصد لگواتے تھے اور آپ سترہ تاریخ کو، انیس تاریخ کو اور اکیس تاریخ کو فصد لگواتے تھے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فصد لگانے والا بندہ کیا خوب بندہ ہے، وہ خون نکال لیتا ہے، کمر میں تخفیف کرتا ہے اور آنکھوں کی بینائی تیز کرتا ہے۔ اور بہترین دن جس میں تم فصد لگواؤ، وہ سترہ تاریخ ہے، انیس تاریخ ہے اور اکیس تاریخ ہے۔

فصد لگوانے کے فضائل میں احادیث

حافظ ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سر میں فصد لگوانا سات چیزوں سے شفاء ہے: (۱) جنون (۲) جذام (۳) برص (۴) اونگھنا (۵) داڑھ کا درد (۶) سر کا درد (۷) آنکھوں میں اندھیرے کو پانا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فصد لگوانے سے حافظہ زیادہ ہوتا ہے اور عقل زیادہ ہوتی ہے، پس اللہ کا نام لے کر جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل کو فصد لگوائی جائے اور بدھ کے دن فصد نہ لگواؤ، کیونکہ جنون، جذام اور برص بدھ کی رات کو نازل ہوتے ہیں۔

اور امام ابوداؤد نے سلمٰی سے روایت کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں کہ جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سر کے درد

کی شکایت کرتا تو آپ اس سے فرماتے کہ فصد لگواؤ، اور جو شخص آپ سے پیروں کے درد کی شکایت کرتا تو آپ اس سے فرماتے کہ مہندی لگاؤ۔

میں کہتا ہوں: ان مذکورہ احادیث میں فصد لگوانے کے لیے دنوں اور تاریخ کی تعیین ہے، لیکن امام بخاری نے ان کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ یہ احادیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ کا نام ہے عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ، اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور امام بخاری نے اس روایت کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ فصد لگوانے کے لیے نہ دن کا وقت معین ہے اور نہ رات کا وقت معین ہے بلکہ رات اور دن کے کسی بھی وقت میں فصد لگوائی جا سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ صَائِمٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس دن آپ روزہ سے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱، صحیح مسلم: ۱۲۰۲، سنن ترمذی: ۸۳۹، سنن نسائی: ۲۸۴۵، سنن ابو داؤد: ۱۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، مسند احمد: ۲۸۸۳، سنن دارمی: ۱۸۱۹)

صحیح البخاری: ۵۶۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے یہ ذکر کیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی تو امام بخاری نے پھر یہ بھی ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن میں فصد لگوائی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپ نے روزہ کی حالت میں فصد لگوائی اور روزہ دن میں رکھا جاتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث اور اس کی تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ فصد لگوانے کے لیے کوئی وقت معین نہیں ہے۔

اس حدیث کی سند میں ابو معمر کا ذکر ہے، معمر کی دونوں میموں پر زبر ہے، ان کا نام عبد اللہ بن عمرو المقعد البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعید ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۷-۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۹۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فصد لگوانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے یہ سوال کیا گیا کہ پندرہ تاریخ کو، سترہ تاریخ کو، اور تئیس تاریخ کو فصد لگوائی جائے تو انہوں نے کہا: فصد لگوانے کے لیے کسی دن کو معین کرنا مکروہ ہے اور انہوں نے کہا: میں فصد لگوانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، خواہ وہ ہفتہ کے دن لگوائی جائے، بدھ کے دن لگوائی جائے اور تمام دنوں میں لگوائی جائے، اسی طرح سفر میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ کسی دن بھی کیا جائے اور نکاح میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ کسی دن بھی کیا جائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں کسی دن کی تعیین سے انکار کیا ہے۔

اور اللیث نے کہا: میں ہفتہ اور بدھ کے دن فصد لگوانے سے اجتناب کرتا ہوں کیونکہ اس سلسلہ میں مجھ کو حدیث معلوم ہوئی ہے، اور ابن سیرین کے متعلق امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ وہ سترہ تاریخ سے بیس تاریخ تک فصد لگوانے کو اچھا سمجھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو جو فصد لگوانے کا حکم دیا ہے، وہ حکم بطورِ استحباب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو وہ کام کرنے کا حکم دیا ہے جس میں اس کے لیے نفع ہے اور اس لیے کہ جسم میں خون کی کثرت مضر ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۸۳۔ ۳۸۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابُ: الْحَجْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ — سفر اور احرام میں فصد لگوانے کا بیان

قَالَهُ ابْنُ بُحَيْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے اسکی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر میں فصد لگوانا اور حج کے لیے احرام باندھا ہوا ہو، اس صورت میں فصد لگوانا جائز ہے۔

امام بخاری نے یہاں پر تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا نام بحینہ ہے، اور ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مالک بن القشب الازدی، یہ ازدشنوءہ میں سے ہیں، ان کی وفات اس وقت ہوئی تھی جب مدینہ میں مروان کی حکومت کے آخری ایام تھے اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔ اور بحینہ بنت الحارث بن المطلب بن عبد مناف ہیں، عنقریب ان کی حدیث موصول آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس اور عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۲، سنن ترمذی: ۸۳۹، سنن نسائی: ۲۸۴۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۲، مسند احمد: ۲۸۲۳، سنن دارمی: ۱۸۱۹)

صحیح البخاری: ۵۶۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: سفر میں فصد لگوانا اور حج کے احرام میں فصد لگوانا، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے حالتِ احرام میں فصد لگوائی، تو یہ حدیث عنوان کے دوسرے جز کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں۔ اور عطاء کا ذکر ہے، وہ ابن ابی رباح ہیں۔ یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے، وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ — بیماری کی وجہ سے فصد لگوانے کا بیان

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماری کی وجہ سے فصد لگوانا جائز ہے۔

۵۶۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحَجَّامِ فَقَالَ احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ وَقَالَ إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ وَقَالَ لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حُمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے فصد لگانے والے کی اجرت سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی، آپ کو حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے فصد لگائی تھی، اور آپ نے اس کو دو صاع (آٹھ کلوگرام) طعام عطا کیا۔ اور ان کے مالکوں سے سفارش کی تو انہوں نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کے خراج میں تخفیف کر دی۔ اور آپ نے فرمایا: تم لوگ جن دواؤں سے علاج کرتے ہو، ان میں بہترین دوا فصد ہے اور قُسطِ بحری ہے (یعنی وہ عودِ ہندی جو سمندر کے راستے لائی گئی ہو) اور آپ نے فرمایا: جب تمہارے بچوں کے تالو میں ورم آ جائے، تو اپنے بچوں کے تالو کو دبا کر انہیں ایذاء نہ پہنچاؤ اور تم القسط کو استعمال کرو، (یعنی عودِ ہندی کو پیس کر ان کے تالو پر لگاؤ)۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۷، سنن ترمذی: ۱۲۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۴۲۴، مسند احمد: ۱۲۴۲۷، موطا امام مالک: ۱۸۲۱، سنن دارمی: ۲۶۲۲)

صحیح البخاری: ۵۶۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، اور وہ عبداللہ بن مبارک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ابوطیبہ کا ذکر ہے، اکثر کے نزدیک ان کا نام نافع ہے اور یہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ نے ان کو دو صاع طعام عطا کیا''۔ یعنی دو صاع گندم عطا کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان کے مالکوں نے ان سے خراج میں تخفیف کر دی'' یعنی ان کے مالکوں نے ان پر لازم کیا تھا کہ وہ اتنی رقم روز کمائی کر کے لا کر دیں، اس کو خراج کہتے ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی سفارش کی تو انہوں نے اس خراج میں تخفیف کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالغمز'' یعنی جب بچوں کے تالو میں ورم آ جاتا تھا تو عورتیں ان کے تالو کو دباتی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے تالو کو دبا کر انہیں ایذاء نہ پہنچاؤ، امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب مرد کی عمر چالیس سال ہو جائے تو وہ فصد نہ لگوائے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے: یہ اس پر محمول ہے کہ ان کو فصد لگوانے کی ضرورت نہ ہو اور ان پر محمول ہے جن کا فصد لگوانا قابل شمار نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۸۔ ۳۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَغَيْرُهُ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنهما عَادَ الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِنَّ فِيهِ شِفَاءً۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو وغیرہ نے خبر دی کہ ان کو بکیر نے حدیث بیان کی کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے المقنع کی عیادت کی، پھر کہا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ تم فصد لگوا لو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس میں شفاء ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے سعید بن تلید، یہ سعید بن عیسیٰ بن تلید ہے، ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور یہ مصری ہیں، ابن یونس نے ان کی توثیق کی ہے اور کہا ہے: یہ فقیہ تھے اور حدیث میں بہت ماہر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں بکیر کا ذکر ہے، یہ ابن عبد اللہ بن الاشج ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے المُقنّع کی عیادت کی ہے، یہ ابن سنان تابعی ہیں، یعنی ان کے مرض میں ان کی عیادت کی، پھر کہا: میں تمہارے پاس سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ تم فصد لگوا لو اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فصد میں شفاء ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فصد کا بیان

ہمارے زمانہ میں بھی اگر جسم کے کسی عضو کا خون فاسد ہو جائے تو ڈاکٹر سرنج کے ذریعہ فاسد خون نکال لیتے ہیں اور اس سے مریض تندرست ہو جاتا ہے یا کسی انسان کا مزاج گرم ہو اور اس میں خون زیادہ ہو تب بھی اس کا خون نکال لیا جاتا ہے اور اس سے وہ انسان معتدل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے دور میں فصد کے ذریعے خون نکلوانے کا رواج تھا، اور ہر شخص خون نہیں نکالتا تھا بلکہ جو اس فن کا ماہر ہوتا تھا وہ مخصوص رگ میں نشتر چبھو کر خون نکالتا تھا اور اس شخص کو اپنے تجربہ اور مہارت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کون سی رگ سے خون نکالنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فصد لگوا کر خون نکلوایا ہے، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں کیا حکمت تھی، ہو سکتا ہے کہ آپ کا مقصود یہ تعلیم دینا ہو کہ اگر کسی شخص کو فصد لگوانے کی ضرورت ہو تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فصد لگوانے کا نمونہ ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۴۔ بَابُ: الْحِجَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ — سر پر فصد لگانے کا بیان

اس باب میں سر پر فصد لگانے کا بیان ہے۔

۵۶۹۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از علقمہ، انہوں نے عبد الرحمن الاعرج سے سنا، انہوں نے عبد اللہ ابن بُحینہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں لحی جمل کے مقام پر اپنے سر کے وسط میں فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۸، ۱۸۳۶، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۱۶، سنن دارمی: ۱۸۲۰)

صحیح البخاری: ۵۶۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث میں اسماعیل کا ذکر ہے، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابن بلال ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں لحی جمل کا ذکر ہے، یہ ایک جگہ کا نام ہے، ابن وضاح نے کہا: یہ ایک معروف زمین کا ٹکڑا ہے اور یہی عقبۃ الجحفہ ہے اور یہ السقیاء سے سات میل کے فاصلہ پر ہے، بعض شارحین نے کہا کہ لحی جمل اس آلہ کا نام ہے جس سے فصد لگائی جاتی ہے، یعنی اونٹ کی ہڈی سے فصد لگوائی، علامہ عینی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ معتمد یہ پہلا قول ہے۔

یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، البکری نے لکھا ہے: یہ جمل کا کنواں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ محرم کے لیے بھی رگ سے خون نکلوانا جائز ہے اور پھنسی کو دبا کر اس سے خون نکالنا بھی جائز ہے جب کہ اس سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے اور اس کا کوئی فدیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰)

۵۶۹۹۔ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ

اور انصاری نے کہا: ہمیں ہشام بن حسان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از ابن عباس رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر میں فصد لگوائی۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۵۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۱۶، سنن دارمی: ۱۸۲۰)

صحیح البخاری: ۵۶۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "اور انصاری نے کہا" یہ محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس بن مالک ہیں۔

اس تعلیق کی امام بیہقی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از ابی حاتم الرازی۔ انہوں نے کہا: ہمیں انصاری نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے اور آپ نے سر درد کی وجہ سے یا کسی بیماری کی وجہ سے فصد لگوائی اور جس جگہ فصد لگوائی اس کو لحی جمل کہا جاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: الْحِجَامَةِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ

آدھے سر کا درد اور دردِ سر کی وجہ سے فصد لگوانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے درد شقیقہ میں فصد لگوائی، درد شقیقہ اسے کہتے ہیں کہ سر کی دو جانبوں میں سے کسی ایک جانب درد ہو، اور صداع کا معنی ہے: سر کے اعضاء میں درد کا ہونا، اور یہ عام کا عطف خاص پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ لُحْيُ جَمَلٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ہشام از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کی وجہ سے اپنے سر میں فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے، اس وقت آپ پانی کے گھاٹ کے پاس تھے جس کو لحی جمل کہا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۵۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۶، سنن دارمی: ۱۸۲۰)

۵۷۰۱۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ

اور محمد بن سواء نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھے سر کے درد کی وجہ سے جو آپ کو تھا، اپنے سر میں فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۵۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۶، سنن دارمی: ۱۸۲۰)

صحیح البخاری: ۵۷۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں، پہلا جز ہے درد شقیقہ یعنی آدھے سر کا درد اور دوسرا جز ہے سر درد۔ اور یہ حدیث باب کے عنوان کے پہلے جز کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، بشار میں باء پر زبر ہے اور شین مشدد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عدی، یہ محمد ہیں اور ابی عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن حسان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من وجع کان بہ" اس کی تفسیر کی ہے کہ آپ کو درد شقیقہ تھا۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "بماء" یعنی اس پانی کی منزل میں جس کو لحی جمل کہا جاتا تھا۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے اور آپ نے درد شقیقہ کی وجہ سے فصد لگوائی۔

اس تعلیق کی اسماعیل نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ابو یعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الازدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سواء نے حدیث بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف جگہوں میں فصد لگواتے تھے، کیونکہ فصد لگوانے کی ضرورت مختلف اسباب کی وجہ سے پیش آتی تھی، روایت ہے کہ آپ نے خیبر میں جوزہریلا کھانا کھایا تھا، اس کی وجہ سے آپ کے سر میں درد ہو گیا تھا تو آپ نے سر میں فصد لگوائی۔

اس حدیث میں دردِ شقیقہ کا ذکر ہے: اہلِ طب نے کہا ہے: یہ پرانے امراض میں سے ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ بخارات اوپر چڑھتے ہیں یا اخلاط گرم یا سرد دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، پس اگر ان بخارات یا اخلاط کو نکلنے کا راستہ نہ ملے تو اس سے سر میں درد ہو جاتا ہے، اگر وہ سر کے کسی ایک جانب میلان کریں تو پھر دردِ شقیقہ ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہو تو وہ شہد کے پینے میں ہے یا فصد لگوانے میں ہے یا آگ سے داغنے میں ہے، اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۷، ۵۷۰۲، ۵۷۰۴، صحیح مسلم: ۲۲۰۵، مسند احمد: ۱۴۲۹۱)

صحیح البخاری: ۵۷۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "آدھے سر کے درد میں فصد لگوانا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس دوا میں خیر ہے وہ فصد لگوانا ہے، اور یہ لفظ آدھے سر کے درد کی وجہ سے فصد لگوانے کو بھی شامل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابان، یہ الوراء کوفی ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابن الغسیل، یہ عبد الرحمٰن بن سلیمان ہیں۔ یہ حدیث عنقریب "باب الدواء بالعسل" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۱۔۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦۔ باب: الْحَلْقِ مِنْ الْأَذٰى
تکلیف کی وجہ سے (محرم کے) سر منڈانے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر سر میں تکلیف ہو تو سر کے بالوں کا منڈانا جائز ہے۔

٥٧٠٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبٍ هُوَ ابْنُ عُجْرَةَ قَالَ أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بُرْمَةٍ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَنْ رَأْسِي فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةً أَوْ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از ابن ابی لیلیٰ از کعب اور وہ ابن عجرہ ہیں، انہوں نے بیان کیا: حدیبیہ کے زمانہ میں نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں دیگچی کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے سر سے گر رہی تھیں، تو آپ نے فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں، آپ نے فرمایا: پس تم سر منڈالو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک قربانی کردو۔ راوی ایوب نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس چیز کے ساتھ ابتدا کی تھی۔

(صحیح البخاری: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٨٠٨، صحیح مسلم: ١٢٠١، سنن ترمذی: ٢٩٧٤، سنن نسائی: ٢٨٥١، سنن ابوداؤد: ١٨٥٦، سنن ابن ماجہ: ٣٠٧٩، مسند احمد: ١٦٦٦٥، موطا امام مالک: ٩٥٥)

صحیح البخاری: ٥٧٠٣، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: ''تکلیف کی وجہ سے سر کے بالوں کو منڈانا'' اور اس حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''تو تم اپنے سر کے بالوں کو منڈالو''۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اور اس حدیث کو باب طِب میں داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے مومن کو ایذاء پہنچے، خواہ وہ ایذاء کم ہو تو اس کے لیے اس ایذاء کے سبب کو زائل کرنا جائز ہے اگرچہ وہ محرم ہو۔ اور اس میں طِب کا معنی بھی ہے، کیونکہ طِب میں مرض کے زائل کرنے کو بیان کیا جاتا ہے اور جوؤں کی وجہ سے جو سر میں تکلیف ہو رہی ہے، اس کے زائل کرنے کی یہی صورت ہے کہ سر کے بالوں کو منڈا دیا جائے اور ہر تکلیف کو زائل کرنا مباح ہے، لہٰذا جوؤں کو زائل کرنا بھی مباح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے اور وہ ابن زید ہے۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن ہیں۔ یہ حدیث کتاب الحج میں ''باب النسک شاۃ'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٣٦٢، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

١٧ - بَابُ: مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ

جس نے خود داغ لگوایا یا کسی کو داغ لگایا اور جس نے داغ نہیں لگوایا اس کی فضیلت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جس نے خود داغ لگوایا یا کسی کو داغ لگایا، اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے لفظ کا معنی ہے: اس نے اپنے لیے داغ لگوایا، اور دوسرا لفظ عام ہے یعنی اپنے لیے داغ لگوایا یا کسی دوسرے کو داغ لگوایا، جیسے کوئی شخص اپنے لیے گوشت بھونے یا کسی دوسرے کے لیے گوشت بھونے، اور اس عنوان کے تین جز ہیں۔ پہلے دو اجزاء سے اشارہ کیا ہے کہ ضرورت کے وقت داغ لگوانا مباح ہے اور تیسرے جز سے یہ اشارہ کیا ہے کہ داغ لگوانے کو ترک کرنا افضل ہے۔ (داغ لگوانے سے مراد یہ ہے کہ کسی مرض کو زائل کرنے کے لیے لوہا گرم کر کے جسم کے کسی حصہ پر داغ لگایا جائے)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ شِفَاءٌ فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن سلیمان بن الغسیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن عمر بن قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوا میں شفاء ہو تو وہ فصد لگانے میں ہے یا آگ سے داغ لگانے میں ہے اور میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۷، ۵۷۰۲، ۵۷۰۴، صحیح مسلم: ۲۲۰۵، مسند احمد: ۱۴۲۹۱)

صحیح البخاری: ۵۷۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے تیسرے جز ء میں مذکور ہے: "جس نے داغ نہیں لگوایا اس کی فضیلت" اور اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے تیسرے جز کے مطابق ہے۔

یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے "باب الدواء بالعسل" میں، لیکن اس باب میں دو چیزوں کا ذکر کیا ہے اور تیسری چیز کو ترک کر دیا ہے اور وہ شہد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٧٠٥ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی الله عنهما قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّونَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ حَتَّى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ قُلْتُ مَا هَذَا أُمَّتِي هَذِهِ قِيلَ بَلْ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ قِيلَ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ ثُمَّ قِيلَ لِي انْظُرْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ قِيلَ هَذِهِ أُمَّتُكَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ فَأَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوا نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ فَنَحْنُ هُمْ أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَرَجَ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ أَمِنْهُمْ أَنَا قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

(صحیح مسلم: ٢٢٠، سنن ترمذی: ٢٤٤٦، مسند احمد: ٢٤٤٤)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے علاوہ اور کسی مرض میں دم کرانا جائز نہیں ہے۔ پھر حضرت عمران نے کہا: میں نے اس کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک اور دو دو نبی گزرتے رہے اور ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت ہوتی تھی اور ایک نبی ایسا بھی ہوتا تھا جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوتا تھا، حتیٰ کہ پھر میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں، کیا یہ میری امت ہے؟ بتایا گیا: بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں۔ کہا گیا: آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھیں، پس وہاں بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا: آپ ادھر اور ادھر دیکھیے یعنی آسمان کے اور کناروں میں تو پس وہاں بہت عظیم جماعت تھی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا، بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان لوگوں میں سے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں داخل ہو گئے اور ان لوگوں کے متعلق کچھ نہیں بیان کیا، پھر صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے اور انہوں نے کہا: ہم ہی وہ لوگ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے اللہ کے رسول کی پیروی کی، پس ہم ہی وہ لوگ ہیں (جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے) یا پھر ہماری اولاد ہوگی جو اسلام پر پیدا ہوئی، کیونکہ ہم تو زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کراتے ہوں گے اور نہ

7B

بدفالی نکالتے ہوں گے اور نہ داغ لگواتے ہوں گے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ تو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں ان میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر دوسرا کھڑا ہوا، اس نے کہا: کیا میں ان میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے تیسرے جز کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمران بن میسرہ، میسرہ کا لفظ میمنہ کی ضد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن فضیل، یہ محمد بن فضیل ہیں، لفظ فُضیل الفضل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث میں حصین کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن الواسطی ہیں۔ اور عامر کا ذکر ہے، یہ ابن شراحیل الشعبی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

التلویح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں:

(پہلی علت): اس حدیث میں عامر الشعبی اور عمران کے درمیان انقطاع ہے، امام بخاری نے اپنی کتاب کے بعض نسخوں میں لکھا ہے: ہم کو اس حدیث سے یہ استفادہ ہوا کہ عمران کی روایت مرسَل ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مسند ہے۔

(دوسری علت): یہ حدیث مرسَل ہونے کے ساتھ ساتھ موقوف بھی ہے، اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک حدیث کا موقوف ہونا بھی علت ہے۔ اگرچہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے از مسدد، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از مالک بن مغول از حصین از الشعبی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا دم نہ کرایا جائے۔ پس گویا کہ امام ابوداؤد اس علت سے غافل ہو گئے جو اس حدیث میں ہے اور امام ترمذی نے بھی انہی کی اتباع کی ہے۔ اور رہے امام مسلم، تو انہوں نے اس حدیث کی از ہشیم از حصین روایت کی ہے اور اس کو موقوف قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظرِ بد میں اور زہریلے جانور کے کاٹنے میں اور پھوڑے میں دم کرانے کی اجازت دی ہے۔

صاحب التلویح کی عبارت ختم ہوئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "نظرِ بد یا زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا کسی مرض میں دم نہ کرایا جائے" یعنی بخار میں یا مرگی وغیرہ دوسری آفات میں دم کرایا جائے کہ اے اللہ! میں بخار سے پناہ طلب کرتا ہوں اور مرگی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور کسی بیماری

کا نام لے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الا من عین'' یعنی نظرِ بد کے سوا، اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو دیکھ کر بہت خوش ہو اور اس پر تعجب کرے تو اس چیز میں نقصان ہو جائے اور کہا جائے کہ اس شخص کی اس چیز پر نظر لگ گئی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''او حُمَةٍ''، اس لفظ میں حاء پر پیش ہے اور میم پر زبر ہے اور اس کا معنی ہے: زہر، الجوہری نے کہا: اس سے مراد ہے بچھو کا زہر جو اس کے ڈنگ میں ہوتا ہے۔

ابنِ سیدہ نے کہا ہے: حُمَۃٌ کی اصل ہے حمو یا حمی۔ گویا کہ یہ لفظ ''حمیة النار تحمی'' سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب آنکھ کی تپش بہت شدید ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے اس کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا''۔ اس قول کے قائل حصین بن عبدالرحمٰن ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان کے ساتھ ایک رھط تھی'' رھط مردوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے کم مرد ہوں اور ایک قول یہ ہے کہ جس میں چالیس تک مرد ہوں اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، اسکو رھط کہتے ہیں۔ اور رھط کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا، اور اس کی جمع ارھط اور ارھاط اور اراھط ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ایسا بھی نبی ہوگا کہ اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا'': اس پر یہ سوال ہے کہ نبی تو اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مخلوق کو خبر دے، پس وہ لوگ کہاں ہیں جن کو نبی نے خبر دی تھی؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی نے خبر دی اور ان کی خبر پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا، اور نبی کے ساتھ تو صرف ان پر ایمان لانے والا ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے'': اس پر یہ سوال ہے یہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے خواہ یہ معصیت کرنے والے ہوں اور ظلم کرنے والے ہوں؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جن لوگوں میں یہ چار صفات ہوں گی (جو نہ دم کراتے ہوں گے، نہ بدفالی نکالتے ہوں گے، نہ داغ لگواتے ہوں گے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے) تو یہ لوگ وہی ہوں گے جو متقی ہوں گے اور گناہوں سے پاک ہوں گے، یا ان صفات کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور ان کی مغفرت فرما دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فافاض القوم'' افاض القوم فی الحدیث کہا جاتا ہے جب لوگ کسی حدیث میں بحث کرنے لگیں اور غور و فکر کرنے لگیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ لوگ دم نہیں کراتے ہوں گے'': علامہ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے: اس حدیث میں اس دم کی نفی ہے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں دم کراتے تھے (جس دم میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے)، لیکن جس دم میں کتاب اللہ کے الفاظ ہوں تو ایسا دم جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسا دم کیا ہے اور ایسا دم کرانے کا حکم دیا ہے اور یہ دم توکل کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یتطیرون'' یعنی وہ پرندوں سے بدفالی نہ نکالتے ہوں گے، جیسا کہ ظہورِ اسلام سے پہلے لوگوں کی عادت تھی کہ وہ پرندوں کے اڑنے سے بدفالی نکالتے تھے، اور بدفالی کو ''الطیرہ'' کہا جاتا ہے اور نیک فال کو فال کہا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیک فال کو پسند کرتے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یکتوون'' یعنی ان کا یہ اعتقاد نہیں ہوگا کہ داغ لگانے سے شفاء حاصل ہوتی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ داغ لگانا حصولِ شفاء میں مؤثر ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وعلیٰ ربھم یتوکلون'' توکل کا معنی ہے: اسباب کو حاصل کرنے کے بعد مُسبب کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیا میں ان میں سے ہوں گا؟'': اس حدیث میں ہمزہ استفہام کے لیے ہے، یعنی قائل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا میں ان میں سے ہوں گا۔ یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر دوسرا کھڑا ہوا'': خطیب نے کہا ہے کہ یہ دوسرا شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرا شخص منافق تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا پردہ رکھا اور عمدہ طریقے سے جواب دیا کہ تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے، یعنی ان چار اوصاف کی فضیلت میں عکاشہ نے تم پر سبقت کر لی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عکاشہ کے متعلق وحی سے معلوم ہو گیا تھا اور دوسرے شخص کے متعلق وحی سے معلوم نہیں ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۳۔۳۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نظرِ بد لگنے اور دم کرانے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا آپ نے حکم فرمایا کہ نظر لگنے کے بعد دم کو طلب کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۳۸، باب: رقیۃ العین)

اور امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے اہل بیت کے لیے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرانے کی رخصت دی۔ (صحیح البخاری: ۵۷۴۱، باب: رقیۃ الحیۃ والعقرب)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو یا اپنے مال کو یا اپنے بھائی کو دیکھے اور وہ اس کو اچھا لگے تو اس کو چاہیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۲۵۶)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جعفر کے بچوں کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے تو کیا ہم ان کے لیے دم کرا لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر کا لگنا تقدیر پر سبقت کرے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۵۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نظر لگنے کے سوا دم نہ کراؤ۔ (الموطا ص ۵۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ سے کہا: تم مجھ پر دم کرو، میں تم پر اللہ کی کتاب سے دم کروں گا۔ (الموطا ص ۵۸۴)

حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، تو آپ نے فرمایا: تم ان کو (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو) پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۸۸۷)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپ کے ڈسنے میں بنو عمرو بن حزم کو دم سکھایا، اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، تو وہ اس کو نفع پہنچائے۔
(صحیح مسلم: ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، کتاب السلام، باب: استحباب الرقیۃ)

نظرِ بد کی تعریف میں فقہاءِ اسلام کے اقوال

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتے ہوئے دیکھے، اور اس کے دیکھنے میں حسد کی ملاوٹ ہو اور دیکھنے والا خبیث الطبع ہو جیسے زہریلے جانور ہوتے ہیں تو اس کے دیکھنے سے نظر لگ جاتی ہے۔ اور اگر یہ قید نہ ہو تو ہر عاشق جب اپنے معشوق کو دیکھے تو اس کو نظر لگ جائے، کیونکہ وہ بھی اس کو اچھا سمجھتے ہوئے دیکھتا ہے، مگر ہر عاشق کے دیکھنے میں حسد کی ملاوٹ نہیں ہوتی اور وہ خبیث الطبع بھی نہیں ہوتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی نظر لگ جاتی ہے تو اس سے اجتناب اور احتراز کرنا چاہیے اور امام اور سربراہ کو چاہیے کہ اس شخص کو لوگوں کے پاس جانے سے روکے اور اس کو یہ کہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اس کے کھانے پینے کی چیزیں اور اس کی ضروریات کی چیزیں اس کو مہیا کرے، کیونکہ اس کا ضرر کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے زیادہ ہے، جس کو کھا کر مسجد آنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمادیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو ایذاء نہ دے، اور اس کا ضرر جذام والی عورت سے بھی زیادہ ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تھا۔

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے: کبھی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے اور نظر لگنے کا تعلق نہ نیکی کے ساتھ ہے اور نہ فسق کے ساتھ ہے۔ (التمہید ج ۱۳ ص ۶۹)

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اگر کسی شخص کی نظر لگنے سے نقصان ہوتا ہو اور یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ جب بھی وہ کسی چیز کے متعلق اس کو عظیم قرار دیتے ہوئے کلام کرتا ہے یا اس کو اچھا سمجھتے ہوئے کلام کرتا ہے تو اس چیز پر اس کی نظر لگ جاتی ہے اور اگر بار بار ایسا ہوتا ہے اور یہ اس کی عادت ہو جاتی ہے تو جو چیز اس کی نظر لگنے سے ضائع ہو جائے گی اسے اس کا تاوان دینا ہو گا اور اگر وہ عمداً اپنی نظر لگا کر کسی کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا، جیسے جادوگر اپنی نظر لگنے سے کسی کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جاتا ہے۔
(المفہم ج ۵ ص ۵۶۸)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز پر نظر لگاتا ہے تو اس کی قوت سے اس چیز میں تاثیر ہوتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ میں زہر ہوتا ہے تو جب وہ اپنی آنکھ کھول کر کسی چیز کی طرف دیکھتا ہے تو وہ زہر اس چیز پر

اثر انداز ہوتا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۱۵۔۲۱۶)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نظر سے کوئی چیز فاسد بھی ہوتی ہے اور کوئی چیز ضائع بھی ہو جاتی ہے جب نظر لگانے والا اس چیز کو دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب ایسا شخص کسی چیز کو دیکھے تو اس چیز میں اللہ تعالیٰ ضرر پیدا کر دیتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۹۸۔۴۰۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۵، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نظر بد کی تعریف اور اس کے ازالہ کا طریقہ

نظرِ بد حسد کرنے والا لگاتا ہے اور یہ معروف ہے اور حسد کرنے والا وہ شخص ہے جس کے دل میں برائی کی محبت بھری ہوئی ہوتی ہے، اور جب وہ کسی شخص کو خوش دیکھتا ہے تو وہ مغموم ہوتا ہے اور جب کسی شخص کو بدحالی میں مبتلا دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس خبیث ہوتا ہے، ان کے منہ سے خبیث ہوا نکلتی ہے حتیٰ کہ جس چیز پر وہ نظر لگاتے ہیں اس چیز پر وہ خبیث ہوا پہنچ جاتی ہے اور اس کو ہلاک یا ضائع کر دیتی ہے۔

اس مصیبت کو زائل کرنے کا طریقہ: اس مصیبت کو زائل کرنے کا طریقہ یا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھنا ہے، یعنی قرآن مجید کی آیات پڑھ کر دم کیا جائے۔ اور یا یہ طریقہ ہے کہ جس نے نظر لگائی ہے اس کو وضو کرایا جائے، پھر اس کے وضو سے جو قطرات گریں ان قطرات کو اس کے سر پر ڈالا جائے جس کو اس نے نظر لگائی ہے یا وہ قطرات اس کی کمر پر ڈالے جائیں، یا وہ قطرات اس کو پلائے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے بعد سب سے بڑی امت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے ''لایسترقون'' یعنی وہ لوگ کسی سے دم نہیں کرائیں گے، صحیح مسلم کے بعض الفاظ میں مذکور ہے: ''ولا یرقون'' یعنی وہ دم نہیں کریں گے، لیکن یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ انسان کا کسی دوسرے انسان کو دم کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ امور مسنونہ مستحبہ میں سے ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دم کرتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے ''ولایتطیرون'' یعنی وہ بدفالی نہیں نکالیں گے، بدفالی کبھی زمانہ سے متعلق ہوتی ہے اور کبھی جگہ سے متعلق ہوتی ہے۔ زمانہ سے بدفالی کے متعلق ہونے کی مثال یہ ہے جیسا کہ عرب کہتے تھے کہ شوال کے مہینہ میں عقدِ نکاح بدفالی ہے، اور بدھ کے دن کسی کام کے کرنے میں بھی بدفالی نکالتے تھے اور ان میں سے کسی بات کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال کے مہینہ میں نکاح کیا اور ان کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام ازواج سے زیادہ تھا۔ اور جگہ کے ساتھ بدفالی کا تعلق یہ ہے کہ جیسے کوئی کہے فلاں جگہ جانے سے نقصان ہوگا، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بدفالی نکالنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ بدفالی اوہام اور تخیلات کے دروازے کو کھولتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل سے دور کرتی ہے اور نیک فال نکالنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ بھی نیک فال نکالتے تھے، کیونکہ اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یکتوون" یعنی وہ کسی سے داغ لگوانے کو طلب نہیں کریں گے، کیونکہ ان کا اپنے رب پر توکل ہے، پس وہ اللہ عزوجل پر اعتماد رکھتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ان کے اوپر کوئی آیت پڑھ کر دم کرے تو اس سے ممانعت نہیں ہے۔ اس حدیث میں از خود داغ لگوانے سے منع کیا ہے، لیکن اگر کوئی داغ لگا کر اس کا علاج کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا داغ لگا کر علاج کیا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایسا کرنے دیا، اور ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس صفت سے نکل گئے جس کو نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے اس کی خبر دی ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہوں گے اور نبی ﷺ کی خبر صادق ہے۔

(۶) اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک اور شخص نے پوچھا: کیا میں بھی ان ستر ہزار میں سے ہوں گا جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔ نبی ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا کہ پھر اور لوگ نہ سوال کرنے لگیں کہ کیا ہم بھی ان میں سے ہیں یا نہیں ہیں۔

(۷) حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جنت میں بغیر حساب کے اور عذاب کے داخل ہوں گے، تو کیا ہم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، جب کہ یہ معلوم ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ان چار صحابہ سے افضل نہیں تھے؟

اس کا جواب یہ ہے: اگرچہ یہ چار صحابہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ افضل ہیں، لیکن چونکہ ان کے متعلق کسی حدیث میں یہ بشارت نہیں ہے کہ وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اس لیے ہم از خود اپنی طرف سے یہ کہیں تو یہ مناسب نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابُ: الْإِثْمِدِ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ

آشوبِ چشم (آنکھوں کی تکلیف) کے سبب سے اِثْمِد اور سرمہ لگانا

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ۔

اس باب میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اِثْمِد کے بیان میں ہے، اِثْمِد میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور ثاء ساکن ہے اور میم کے نیچے زیر ہے اور اس کے بعد دال ہے، اِثْمِد ایک پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے۔ اور امام بخاری نے کُحل یعنی سرمہ کا عطف اِثْمِد پر کیا ہے، یہ عام کا عطف خاص پر ہے اور اِثْمِد ایک معروف پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے، اور کُحل کا لفظ عام ہے، وہ اِثْمِد ہو یا کوئی اور ہو۔

امام بخاری نے لکھا ہے: من الرمد، یعنی آشوبِ چشم کی تکلیف کے سبب سے اور من کا لفظ تعلیلیہ ہے، اور رَمد کا معنی ہے: ایک گرم ورم جو آنکھ کی سفیدی کو عارض ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ معدہ کی طرف سے دماغ کی طرف بخارات چڑھتے ہیں، اگر وہ بخارات نتھنوں میں چلے جائیں تو زکام ہوجاتا ہے اور آنکھ کی طرف چلے جائیں تو آشوبِ چشم ہوجاتا ہے اور سینے کی طرف چلے جائیں تو نزلہ ہوجاتا ہے۔ اور اگر ان بخارات کو نکلنے کی جگہ نہ ملے تو پھر سر کا درد عارض ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ اس باب میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، علامہ بدرالدین عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، اور امام بخاری نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کو اس سے منع کیا جاتا تھا کہ ہم کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں، سوائے شوہر کے، اس پر چار مہینے دس دن سوگ کریں اور اس دوران سرمہ نہ لگائیں۔ الحدیث

اور امام بخاری نے اس حدیث کے بعض الفاظ اس طرح روایت کیے ہیں:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے اور نہ سرمہ لگائے۔ الحدیث

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں اِثْمِد کا ذکر تو نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس پر اعتماد کیا کہ اِثْمِد بالعموم سرموں میں داخل ہے خاص طور پر عرب جو سرمہ بناتے ہیں، اس میں اِثْمِد ہوتا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اِثْمِد کا ذکر اور اس کی تصریح، یہ گویا کہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھا۔ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہارے سرموں میں سب سے بہترین اِثْمِد ہے، یہ آنکھ کی بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بالوں کو اگاتا ہے، اور امام ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے: اس کی سند حسن ہے اور وہ یہ ہے کہ اِثْمِد سے سرمہ لگاؤ، یہ بصارت کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی، جس سے آپ ہر رات تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔ تین مرتبہ ایک آنکھ میں اور تین مرتبہ دوسری آنکھ میں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو مرتبہ بائیں آنکھ میں۔ اور العلل الکبیر میں مذکور ہے کہ امام ترمذی نے کہا: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث محفوظ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۵۔ ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضى الله عنها أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنَهَا فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ وَأَنَّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے حدیث بیان کی از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کا

يُخَافُ عَلَى عَيْنَيْهَا فَقَالَ لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي بَيْتِهَا فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً فَهَلَّا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

شوہر فوت ہو گیا، سو اس کی آنکھ میں تکلیف ہو گئی (آنکھ دکھنے لگی)، پس لوگوں نے اس عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا اور اس تکلیف میں سرمہ لگانے کا ذکر کیا، اور یہ کہ (اگر سرمہ نہ لگایا تو) اس کی آنکھ (ضائع ہونے کا) خطرہ ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک (زمانہ جاہلیت میں) تم میں کسی ایک عورت کو (دورانِ عدت) اپنے گھر میں بہت برے کپڑوں میں رہنا پڑتا تھا، (یا آپ نے فرمایا:) اس کو گھر کے سب سے بدتر حصہ میں رہنا پڑتا تھا، پھر جب کوئی کتا گزرتا تو وہ اس پر مینگنی پھینک کر مارتی، تو اب چار مہینے دس دن تم کیوں نہیں گزارتیں۔

(صحیح البخاری: ۵۳۳۸، ۵۷۰۶، صحیح مسلم: ۱۴۸۹، سنن ترمذی: ۱۱۹۷، سنن نسائی: ۳۵۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۴، موطا امام مالک: ۱۲۷۰)

صحیح البخاری: ۵۷۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اِثْمِد اور الکُحل'' یعنی سرمہ۔ اور چونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ لوگوں نے آپ سے اس عورت کے متعلق سرمہ کا ذکر کیا، تو یہ حدیث باب کے مطابق ہے لیکن اس میں اِثْمِد کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، اور وہ القطان ہیں۔ اور زینب کا ذکر ہے، وہ بنتِ ام سلمہ ہیں اور ان کے والد ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی ہیں۔ اور زینب کا پہلے نام برہ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ اور حضرت زینب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حدیث سنی ہے اور اپنی ماں ام سلمہ سے بھی حدیث سنی ہے۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

زمانہ جاہلیت میں کوئی عورت عدت کے دوران ایک سال تک اپنے گھر میں بدترین کپڑے پہن کر گزارتی تھی، پس جب کوئی کتا ایک سال کے بعد اس پر گزرتا تو اس کے اوپر اونٹ کی مینگنی پھینکتی، اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ یہ عورتیں زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک خراب کپڑے پہن کر عدت کے دوران رہتی تھیں، پھر کسی کتے کے اوپر مینگنی پھینک کر عدت سے باہر آتی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چار ماہ دس دن کی عدت مقرر کر دی ہے، تو یہ ان کے اوپر کیوں گراں ہو رہا ہے اور ان کو دشوار معلوم ہو رہا ہے، زمانہ جاہلیت کی عدت سے تو یہ کہیں آسان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِثمِد اور عام سرمہ کو لگانے کا بیان

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اِثمِد آنکھ کے لیے بہت زیادہ مفید ہے، کیونکہ یہ رطوبت کو خشک کرتا ہے اور آنکھ کو قوت دیتا ہے، رہا عام سرمہ تو وہ زینت کے لیے ہے، تو یہ بھی اس عورت کے لیے مشروع ہے جو زینت کی محتاج ہو، جیسے شادی شدہ عورت، پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنی آنکھوں کو خوبصورت بنائے اور سرمہ لگائے۔ رہا مرد تو اس کے لیے سرمہ لگانا مناسب نہیں ہے، لیکن اگر اس نے سرمہ لگایا تو کوئی حرج نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہاں کوئی فتنہ ہو۔ اور رہا اِثمِد تو وہ آنکھ کو خوبصورت تو نہیں کرتا لیکن آنکھ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۹۔ بَابُ: الْجُذَامِ

جذام کی بیماری کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب جُذام کے ذکر میں ہے، اور جس کو جُذام عارض ہو اس سے بھاگا جاتا ہے، جُذام ایسی بیماری ہے جس سے پہلے گوشت سرخ ہوتا ہے، پھر جسم سے جھڑنے لگتا ہے۔ (اردو میں اس کو کوڑھ کہتے ہیں)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۷۔ وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔

اور عفان نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور نہ اُلّو کی نحوست ہے اور نہ ماہِ صفر کی نحوست ہے اور جذام کی بیماری والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۷، ۵۷۵۷، ۵۷۷۰، ۵۷۷۳، ۵۷۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جذام" یعنی کوڑھی، اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے: جذام سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر

سے بھاگتے ہو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عفان، اور وہ ابن مسلم الصفار ہیں اور وہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں لیکن زیادہ تر امام بخاری ان سے ایک واسطہ سے حدیث روایت کرتے ہیں اور یہ تعلیق صحیح ہے۔

اس حدیث کی امام ابونعیم نے از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجذوم سے اس طرح بچو جس طرح شیر سے بچا جاتا ہے۔

نیز حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجذوم سے کلام کرو اس حال میں کہ تمہارے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کا فاصلہ ہو۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ کھایا، ان احادیث کی اس باب کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ساتھ پیالہ میں داخل کیا، پھر آپ نے فرمایا: اللہ کا نام پڑھ کر کھاؤ، اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اس باب کی حدیث میں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کس طرح مطابقت ہوگی؟ اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) یہ حدیث اس باب کی حدیث کے مقابلہ کی نہیں ہے، اور معارضہ اس وقت ہوتا ہے جب دو حدیثیں سند کے اعتبار سے مساوی قوت کی ہوں۔

(۲) علامہ الکلاباذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ پیالہ سے نہیں کھایا تھا، اس کو صرف کھانے کی اجازت دی تھی۔

(۳) اگر بالفرض آپ نے اس کے ساتھ کھایا ہو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ آپ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ امراض از خود متعدی نہیں ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ تندرست کے اختلاط کو اس مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا، پھر کبھی یہ سبب متخلف ہو جاتا ہے جیسا کہ باقی اسباب بھی متخلف ہو جاتے ہیں، پس حدیث کے پہلے جز میں فرمایا: ''کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا'' یہ آپ نے جاہلیت کے اس عقیدہ کی نفی کے لیے فرمایا کہ بعض امراض بنفسہٖ متعدی ہوتے ہیں، اسی لیے آپ نے فرمایا: پہلے شخص میں یہ مرض کہاں سے آیا تھا؟ اور پھر آپ نے فرمایا: مجذوم سے بھاگو، یہ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجذوم کے ساتھ تندرست کے اختلاط کو اس مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے، اس لیے آپ نے مریض کے ساتھ تندرست کے اختلاط کو منع فرمایا تاکہ اس کے اندر بھی وہ مرض پیدا نہ ہو جائے، اگرچہ اس مرض کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے اور تندرست کا مریض کے ساتھ اختلاط اس کے لیے سببِ مؤثر نہیں ہے۔

(۴) قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: مجذوم کے متعلق آثار مختلف ہیں، پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجذوم

کے ساتھ کھایا اور فرمایا: اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔ اور قاضی عیاض نے کہا: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور متقدمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ مجذوم کے ساتھ کھانا چاہیے اور ان کا نظریہ یہ تھا کہ مجذوم سے اجتناب کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ علامہ عیسیٰ بن دینار مالکی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(۵) علامہ طبری نے کہا ہے: سلف صالحین کا اس باب کی حدیث کی صحت میں اختلاف ہے، پس بعض علماء نے اس کا انکار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آفت رسیدہ سے دور رہنے کا حکم دیا خواہ وہ مجذوم ہو یا اس کا غیر ہو اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ کھایا ہے اور اس کو اپنے ساتھ بٹھایا ہے اور آپ کے ہدایت یافتہ اصحاب نے بھی اسی طرح کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم مجذومین کے لیے کھانا بناتے تھے اور ان کے ساتھ کھاتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ان سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں! ہرگز نہیں، لیکن آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا: پس پہلے بیمار میں کس نے مرض کو پیدا کیا۔ اور ہمارا ایک غلام تھا، اس کو یہ بیماری ہو گئی، پس وہ میری پلیٹ میں کھاتا تھا اور میرے پیالوں میں پیتا تھا اور میرے بستر پر سوتا تھا۔ اور ان علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے متعدی ہونے کو باطل قرار دیا ہے۔

(۶) بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور آپ نے مجذوم سے بھاگنے کا حکم اس لیے دیا کہ مجذوم کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔

''لاعدوی'' کا معنی

عدوی، اعداء کا اسم ہے جیسے ارعاء سے رعویٰ ہے اور ابقاء سے بقویٰ ہے۔ کہا جاتا ہے: ''اعداہ الداء یعدیہ اعداء'' یعنی ایک بیماری نے اس کی مثل کو دوسرے شخص کے اندر پیدا کر دیا اور لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ مرض خود بخود متعدی ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، صرف اللہ عزوجل ہی ہے جو بیماری پیدا کرتا ہے اور دوا کو نازل کرتا ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ میں کس نے خارش کو پیدا کیا؟ یعنی لوگ سمجھتے تھے کہ ایک اونٹ میں خارش ہو تو اس سے دوسرے اونٹ میں خارش ہو جاتی ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ میں کس نے خارش پیدا کی تھی؟ یعنی جس نے پہلے اونٹ میں خارش پیدا کی تھی، اسی نے دوسرے اونٹ میں خارش پیدا کی۔

''ولاطِیَرۃ'' کا معنی

اس لفظ میں طاء پر کسرہ ہے اور یاء پر فتحہ ہے، اور اس کا معنی ہے: کسی چیز سے بدفالی نکالنا، لوگ پرندے کو اڑاتے، پھر اگر وہ بائیں طرف سے اڑتا ہوا جاتا تو وہ جو کام کرنے والے ہوتے تھے اس کام سے رک جاتے تھے، تو شریعت نے اس کی نفی کی اور اس کو باطل قرار دیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ پرندے کے اڑنے میں نہ کسی نفع کے حصول کی تاثیر ہے اور نہ کسی ضرر کے دفع کی تاثیر ہے۔

''ولاھامة'' کا معنی

''الهامة'' کا معنی ہے: سراور یہ ایک پرندے کا نام ہے اور وہی حدیث میں مراد ہے، کیونکہ لوگ اس پرندے سے بدفالی نکالتے تھے، کہا گیا ہے: وہ پرندہ اُلو ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عرب یہ زعم کرتے تھے کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، تو میت کی ہڈیوں سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے: میرا بدلہ لو، میرا بدلہ لو، جب قاتل سے بدلہ لیا جائے یا قاتل مرجائے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا اور اس زعم سے منع فرمایا۔

''ولاصفر'' کا معنی

بعض عرب کا یہ زعم تھا کہ انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جس کا نام صفر ہے، جب انسان کو بھوک لگتی ہے تو وہ سانپ انسان کو ایذاء دیتا ہے، اسلام نے اس کو بھی باطل قرار دیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مہینوں کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے، اور محرم کو صفر تک مؤخر کر دیتے تھے اور صفر کو شہر حرام قرار دیتے تھے، اسلام نے اس کو باطل قرار دیا اور کہا کہ صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۷۔ ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۲۰۔ بَابٌ: اَلْمَنُّ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ

''المنّ'' (کھمبی یا سانپ کی چھتری) آنکھ کے لیے شفاء ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ''المن'' آنکھ کے لیے شفاء ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ''المن'' آنکھ کی بیماری کے لیے شفاء ہے، ''المن'' سے وہ مراد نہیں ہے جو امتنان کا مصدر ہے یعنی احسان جتانا، بلکہ اس سے مراد وہ میٹھا شہد ہے جو آسمان سے ایک درخت کے اوپر گرتا تھا، اور یہ وہی ہے جو آسمان سے بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۷۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ شُعْبَةُ لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک، انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن حُریث سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کھمبی (سانپ کی چھتری) من سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

شعبہ نے کہا: مجھے الحکم بن عُتیبہ نے خبر دی از الحسن العُرنی از عمرو

بن حریث از سعید بن زید از نبی ﷺ، شعبہ نے کہا: جب مجھے یہ حدیث حکم نے بیان کی تو میں نے عبد الملک کی حدیث کی وجہ سے اس کا انکار نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۷۸، ۴۶۳۹، ۵۷۰۸، صحیح مسلم: ۲۰۴۹، سنن ترمذی: ۲۰۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۳، مسند احمد: ۱۶۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے: مَن آنکھ کی بیماری کے لیے شفاء ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھمبی یا سانپ کی چھتری بھی من سے ہے، اور جب مَن کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے تو کھمبی جو اس کی فرع ہے، اس کا پانی بھی آنکھ کی بیماری کے لیے شفاء ہے، رہا یہ کہ کھمبی مَن سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مَن آسمان سے نازل ہوتا ہے، اسی طرح کھمبی بھی از خود زمین میں پیدا ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غُندر کا ذکر ہے، اور یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الملک کا ذکر ہے، یہ ابن عُمیر ہیں۔ اور اس حدیث میں حضرت عمرو بن حُریث کا ذکر ہے، یہ مخزومی اور صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعید بن زید کا ذکر ہے، یہ ابن عمرو بن نُفیل العدوی ہیں، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اور اس حدیث میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''الکمأۃ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: کھمبی یا سانپ کی چھتری، یہ جمع ہے اور اس کا واحد ''کم'' ہے اور یہ خلافِ قیاس ہے اور نوادر میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۸، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''مَن'' کا معنی

مَن وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (البقرۃ: ۵۷) اور ہم نے تم پر من وسلویٰ کو نازل کیا۔

علماء نے کہا ہے: یہ وہ چیز ہے جو درخت پر نازل ہوتی ہے اور یہ شہد کی طرح ہوتی ہے اور لوگ اس کو سہولت سے حاصل کر لیتے ہیں، اسی لیے اس کا نام مَن رکھا ہے، کیونکہ اس میں مشقت نہیں ہوتی۔ نیز اس حدیث میں فرمایا ہے ''الکمأۃ'' من سے ہے، یعنی

کھنبی یا سانپ کی چھتری بھی مَن سے ہے، کیونکہ وہ بھی زمین سے بغیر مشقت کے نکلتی ہے، نہ اس کے لیے کوئی بیج ڈالا جاتا ہے اور نہ اس کو پانی دیا جاتا ہے، اور یہ عموماً برسات کے موسم میں نکلتی ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ سانپ کی چھتری یا کھنبی کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کی خبر دیں تو اس میں نفع ہوتا ہے، عام ازیں کہ وہ امورِ تجربیہ میں سے ہو یا امورِ طبیہ میں سے ہو یا امورِ عبادت میں سے ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۶-۳۹۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱- بَابُ: اللَّدُوْدِ

منہ میں دوا ٹپکانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں لدود کا بیان ہے، لدود میں لام پر زبر ہے اور پہلی دال پر پیش ہے اور اس کا معنی ہے: مریض کے منہ کی ایک جانب میں دوا ٹپکانا، جب مریض کے منہ کی ایک جانب میں دوا ٹپکائی جائے تو کہا جاتا ہے: ''لددت المریض'' یعنی میں نے مریض کے منہ کی ایک جانب دوا ٹپکائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۹، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضي الله عنه قَبَّلَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مَيِّتٌ۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۵۷۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور اس وقت آپ وفات پا چکے تھے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس باب کا عنوان ہے ''مریض کے منہ میں دوا ڈالنا'' اور اس باب میں جو پہلی حدیث ذکر کی ہے، اس میں مذکور ہے ''کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور اس وقت آپ وفات پا چکے تھے''۔

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، سوا اس کے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بوسہ دیتے ہوئے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کے قریب لے گئے اور جب مریض کے منہ میں دوا ڈالی جائے تو اس وقت اس دوا کو چہرہ کے قریب لایا جاتا ہے، سو یہ ایک بعید مناسبت ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے تحت اس حدیث کو کیوں ذکر کیا ہے، میں نے متعدد شروحات میں دیکھا لیکن کسی نے بھی اس کی توجیہ نہیں کی اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بیان نہیں کی۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۷۱۲۔ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ

۵۷۱۲۔ عبید اللہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض (وفات) میں آپ کے منہ میں دوا ڈالی، تو آپ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا: کہ میرے منہ میں دوا نہ ڈالو، ہم نے سوچا: کہ مریض کو جو دوا سے نفرت ہوتی ہے آپ نے اس وجہ سے منع فرمایا ہے، پھر جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو منہ میں دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے کہا کہ شاید یہ مریض جو دوا کو ناپسند کرتا ہے، اس وجہ سے آپ نے منع کیا تھا، آپ نے فرمایا: اب گھر میں ہر ایک کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں، سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت تمہارے ساتھ موجود نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۸، ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷، صحیح مسلم: ۲۲۱۳، مسند احمد: ۲۴۳۷۲)

لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی: حدیث میں ''لددناہ'' کا لفظ ہے اور یہ ''لدود'' سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: مریض کے اختیار کے بغیر اس کے حلق میں دواء ڈالنا۔

آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی شخص بھی باقی نہیں بچے گا جس کے حلق میں دواء نہیں ڈالی جائے گی سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے پاس حاضر نہیں تھے: کہا گیا ہے کہ انسان کو جو تکلیفیں عمداً پہنچائی جائیں، اس حدیث میں ان کا بدلہ لینے کی مشروعیت ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ان کو سزا دینے کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تھی اور آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا کوئی حق باقی ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کا معاف کر دینا بھی ممکن ہے کیونکہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کی تادیب اور تعلیم کا ارادہ کیا، تاکہ وہ دوبارہ ایسا نہ کریں، پس یہ تادیب تھی، قصاص اور انتقام نہیں تھا۔ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ نے منہ میں دواء ڈالنے کو ناپسند کیا حالانکہ آپ دواء اور علاج کرتے تھے، کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی اور جس کے نزدیک یہ متحقق ہو چکا ہو، اس کے حلق میں زبردستی دواء ڈالنا مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو موت اور حیات کا اختیار دیا گیا تھا، یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے، آپ نے دواء ڈالنے پر اس لیے انکار فرمایا کہ وہ دواء آپ کے مزاج کے مناسب نہیں تھی، کیونکہ صحابہ کو یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہے، تو انہوں نے اس کے مناسب دواء ڈالی تھی، حالانکہ آپ کو نمونیا نہیں تھا جیسا کہ سیاق خبر سے ظاہر ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۱۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: 8A

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کا حکم دیا

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم کیوں دیا کہ جتنے لوگ بھی گھر میں ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے؟

میں کہتا ہوں: علامہ مہلب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ آپ کے منہ میں دوا ڈالیں بلکہ آپ نے ان کو منع کیا تھا، اور اس دوا ڈالنے سے بہت سخت درد ہوا، تو آپ نے حکم دیا کہ ہر ایک سے اس کا قصاص لیا جائے جس نے یہ کیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا: گھر میں کسی کو نہ چھوڑا جائے کہ اس کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباس کے، کیوں کہ وہ اس وقت حاضر نہیں تھے، تو آپ نے ہر اس شخص پر قصاص واجب کیا جس نے آپ کے منہ میں دوا ڈالی اور جس نے ان کی موافقت کی۔

ابن اسحاق نے از الزہری از عبداللہ بن کعب روایت کی ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں آپ کے منہ میں دوا ڈالی، جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم نے یہ کیوں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں خوف تھا کہ شاید آپ کو نمونیا ہے، آپ نے فرمایا: بے شک یہ ایسی بیماری ہے کہ اللہ مجھ کو اس بیماری میں مبتلا نہیں کرے گا اور گھر میں جتنے بھی افراد ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوا میرے چچا کے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں، اس کے باوجود ان کے منہ میں دوا ڈالی گئی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سزا دینے کے لیے قسم کھائی تھی، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ میں دوا ڈالی تھی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۲۸۔۳۲۹)

علامہ ابن العربی نے اس کا بہت لطیف جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نے گھر والوں کے منہ میں اس لیے دوا ڈالی تا کہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا حق ہو اور ان پر گناہ ہو۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۰۵)

اور امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے کہ ذات الجنب یعنی نمونیا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر مسلط نہیں فرمائے گا۔ اور وہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمونیا کے مرض سے فوت ہوئے، سو یہ خبر بہت ضعیف ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۴۰۵)

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کے معارض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ آپ اکثر احوال میں اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے، یا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کو بھول گئی تھیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو معاف کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ان کو ادب سکھائیں تا کہ وہ دوبارہ ایسا کام نہ کریں، تو یہ فعل ان کے لیے ادب بھی تھا اور قصاص بھی تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۳۵۔۴۳۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۷۱۳۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ دَخَلْتُ بِابْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ بَيَّنَ لَنَا اثْنَيْنِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا خَمْسَةً قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ مَعْمَرًا يَقُولُ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ قَالَ لَمْ يَحْفَظْ إِنَّمَا قَالَ أَعْلَقْتُ عَنْهُ حَفِظْتُهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ وَوَصَفَ سُفْيَانُ الْغُلَامَ يُحَنَّكُ بِالْإِصْبَعِ وَأَدْخَلَ سُفْيَانُ فِي حَنَكِهِ إِنَّمَا يَعْنِي رَفْعَ حَنَكِهِ بِإِصْبَعِهِ وَلَمْ يَقُلْ أَعْلِقُوا عَنْهُ شَيْئًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی از ام قیس، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوئی، میں نے اس کے حلق کے درد کی وجہ سے انگلی سے اس کے تالو کو اوپر اٹھایا تھا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بچوں کے تالو کو اس طرح اوپر کیوں اٹھاتے ہو؟ تم اس عودِ ہندی سے علاج کو لازم کرلو، اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے، ان میں سے ایک پسلی کا درد ہے، پسلی کے درد میں عودِ ہندی کو جلا کر اس کا دھواں مریض کی ناک میں پہنچایا جائے، اگر اس کے حلق میں درد ہو تو اس کی ناک میں دھواں پہنچاؤ اور اگر اس کی پسلی میں درد ہو تو اس کے حلق میں دوا ڈالو، پس میں نے زہری سے سنا، وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دو بیماریوں کی شفاء کو بیان کیا اور پانچ بیماریوں کی شفاء کو نہیں بیان کیا، (تو علی بن مدینی نے بتایا) میں نے سفیان سے کہا کہ معمر یہ کہتے ہیں: اعلقت علیه، تو سفیان نے کہا انہوں نے یاد نہیں رکھا، انہوں نے کہا تھا: اعلقت عنه، (سفیان نے کہا:) میں نے اس کو زہری کے منہ سے سن کر یاد رکھا ہے اور سفیان نے بچے کو انگلی سے گھٹی دینے کی کیفیت بیان کی اور سفیان نے اپنے تالو کے اندر انگلی کو داخل کیا یعنی تالو کو انگلی سے اٹھایا اور انہوں نے یہ نہیں کہا: اعلقوا عنه شيئا (اس کے تالو کو انگلی سے دباؤ)۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۷۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "منہ میں دوا ٹپکانا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ پسلی کے درد میں منہ میں دوا ٹپکائی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''اعلقت علیه'' یہ لفظ اعلاق سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: بچے کے حلق کے درد کا علاج کرنا اور تالو کو انگلی سے اٹھانا، اور''العُذرۃ'' کا معنی ہے: حلق کا درد، اور اس جگہ کو بھی عُذرہ کہا جاتا ہے۔ جب بچے کی ماں بچے کے تالو کو انگلی سے دبائے تو کہا جاتا ہے''اعلقت عنه'' یعنی میں نے اس جگہ کو انگلی سے دبایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''تدغرن'' یہ لفظ دغر سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: جو بیمار ہو اس کے حلق کے کوّے کو اٹھانا۔ اور دغر کا لغوی معنی ہے: اٹھانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے:''العلاق'' یعنی تم اپنے بچوں کے حلق کی بیماری میں انگلی سے اس کے تالو کو کیوں اٹھاتے ہو؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''ویسعط من العذرۃ'' یعنی جس بچے کے حلق میں درد ہو، اس کی ناک میں عودِ ہندی کو جلا کر اس کی دھونی دی جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''من ذات الجنب'' یعنی جس کی پسلی میں درد ہو، اس کے منہ میں دوا ٹپکائی جائے۔ یعنی عودِ ہندی کو پیس کر اس میں روغنِ زیتون ملایا جائے اور پھر اس کو منہ میں ٹپکایا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ''میں نے سفیان سے کہا'': یعنی علی بن مدینی نے سفیان سے کہا کہ معمر بن راشد کہتے ہیں''اعلقت علیه''۔ تو سفیان نے کہا: معمر نے اس لفظ کو یاد نہیں رکھا، بلکہ یہ لفظ ہے''اعلقت عنه'' میں نے اس کو زہری کے منہ سے سن کر یاد رکھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: صحیح وہ ہے جو سفیان کو یاد ہے اور کبھی علیٰ کا لفظ عن کے معنی میں بھی آتا ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: صحیح لفظ ہے اعلقت عنه، علامہ نووی نے کہا ہے: اعلقت عنه اور اعقلت علیه دو لغات ہیں اور اس کلام سے غرض یہ ہے کہ اعلاق کا معنی ہے: تالو کو اوپر اٹھانا، نہ کہ تالو میں کسی چیز کو معلق کرنا جو کہ اعلقت علیه سے متبادر ہوتا ہے۔

جس لڑکے کے تالو کو انگلی سے دبایا جاتا ہے، سفیان نے اس لڑکے کی کیفیت اس طرح بیان کی کہ خود اپنے تالو میں انگلی ڈالی اور تالو کو انگلی سے اوپر اٹھایا۔

سفیان کا مقصد یہ تھا کہ اعلاق سے کسی چیز کو لٹکانا یا تالو کے ساتھ کوئی چیز لگانا مراد نہیں ہے بلکہ اعلاق سے تالو کو اٹھانا مراد ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۷-۳۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ باب:

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں بیان کیا، امام بخاری کے اسلوب کے مطابق یہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

۵۷۱۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی، الزہری نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ

وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهَا وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ قَالَتْ فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ۔

نبی ﷺ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور آپ کا مرض بہت زیادہ ہوگیا تو آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے اجازت طلب کی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں، سوازواجِ مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی، پس آپ دو مردوں کے درمیان نکلے، آپ کے دونوں پیر زمین میں گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے کوئی اور تھے، راوی نے کہا: پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس حدیث کی خبر دی تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا، میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی ﷺ نے گھر میں داخل ہونے کے بعد فرمایا اور اس وقت آپ کا درد بہت شدید تھا: مجھ پر ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے سر بند کو کھولا نہ گیا ہو، شاید میں لوگوں کو کوئی وصیت کروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس ہم نے آپ کو نبی ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں بٹھا دیا، پھر ہم آپ کے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالنے لگے، حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے یہ کام کرلیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف گئے، آپ نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کو خطبہ دیا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۸۷، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸، ۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵، ۵۷۱۴، ۷۳۰۳، صحیح مسلم: ۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۸، مسند احمد: ۲۵۳۸۶، سنن ترمذی: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۱۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس مقام پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو یہاں پر ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں منہ میں دوا ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں ایک قسم کا تضاد ہے، کیونکہ اس

سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ صحابہ نے وہ کام کیا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا بلکہ آپ نے انکار کیا تھا کہ میرے منہ میں دوا مت ڈالو، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے وہ کام کیا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، یعنی آپ نے فرمایا تھا: مجھ پر سات مشکوں کا پانی ڈالو، سو آپ پر سات مشکوں کا پانی ڈالا گیا، تو ان دونوں حدیثوں میں اس اعتبار سے تضاد ہے کہ ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا گیا اور دوسری حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کے حکم پر عمل کیا گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر، یہ ابن محمد ختیانی المروزی ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے اور یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یمرّض''۔ اس کا معنی ہے: مریض کی دیکھ بھال کرنا اور اس کی حفاظت کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ھریقوا'' اس کا معنی ہے: میرے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اوکیتھن'' یہ الوکاء کی جمع ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ مشک کے منہ کو باندھا جاتا ہے۔ اور آپ نے یہ شرط اس لیے لگائی کہ اس مشک کے پانی کو کسی نے انگلیاں ڈال کر چھوا نہ ہو اور وہ پانی صاف اور طاہر ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث الباب کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کے لیے ٹب میں بٹھایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا سنت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: شاید میں تم کو نصیحت کروں، اس سے وصیت کرنے کا استحباب معلوم ہوا اور علاج کی نیت سے مریض کو غسل کرانے کا جواز معلوم ہوا، آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو، جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں، اس سے علاج کا سنت ہونا ثابت ہوا اور ان لوگوں کا رد ہو گیا جو علاج کو توکل کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنا چاہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی متعدد بیویاں ہوں تو یہ جائز ہے کہ اس کو کسی ایک بیوی کے پاس سکون حاصل ہو، اس سے آپ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتا چلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۲۳۔ بَابُ: الْعُذْرَةِ — حلق کے درد کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں عُذرۃ کا بیان ہے، العُذرۃ میں عین پر پیش ہے اور ذال ساکن ہے، اور اس کا معنی ہے: حلق کا درد، اور اس کا نام رکھا جاتا ہے: حلق کے کوے کا گر جانا جس کو سقوط اللّھاۃ کہتے ہیں، اور یہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو حلق کے آخر میں ہوتا ہے۔

۵۷۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از

مِحْصَنٍ الْأَسَدِيَّةَ أَسَدَ خُزَيْمَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُرِيدُ الْكُسْتَ وَهُوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ وَقَالَ يُونُسُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ۔

الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ ام قیس بنت محصن الاسدیہ، ان کا تعلق اسدِ خزیمہ سے تھا اور وہ ان پہلی مہاجرات میں سے تھیں جنہوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، اور یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، وہ خبر دیتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئیں، انہوں نے اپنے بیٹے کا علاج حلق کے کوے کو دبا کر کیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو حلق دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو، تم اس عودِ ہندی کے استعمال کو لازم کرلو، کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے، ان میں سے ایک پسلی کے درد کی بیماری ہے، نبی ﷺ کی مراد القسط تھی اور وہی عود ہندی ہے۔ اور یونس اور اسحاق بن راشد نے از الزہری، اعلقت علیہ کے بجائے علقت علیہ کہا۔ (اس کا معنی ہے: بچے کے حلق کو دبانا)۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۷۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب اللدود میں عنقریب گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا پہلی مہاجرات میں سے تھیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ زہری کا کلام ہو، پھر یہ حدیث مدرج ہوگئی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ زہری کے شیخ کا کلام ہو، پھر یہ حدیث موصول ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اسدِ خزیمہ'' یہ اس لیے کہا تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ اسد بنو العزیٰ سے ہیں یا اسد بنو ربیعہ سے ہیں یا اسد بنو سوید سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد اعلقت علیہ'' اس کا معنی ہے کہ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کے تالو کو انگلی سے اٹھا کر دبایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: دَوَاءِ الْمَبْطُونِ

پیٹ کی بیماری کی دواء کا بیان

اس باب میں پیٹ کی بیماری کی دواء کا بیان ہے۔ یعنی جس شخص کو زیادہ اسہال ہو رہے ہوں اور دست آ رہے ہوں۔

۵۷۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَقَالَ إِنِّي سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ تَابَعَهُ النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ۔

بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا کہ اس کے بھائی کا پیٹ جاری ہے یعنی اس کو دست آرہے ہیں، آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، سو اس نے اس کو شہد پلایا، پھر اس نے کہا کہ میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کو تو اس سے زیادہ دست آرہے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ نے سچ ارشاد فرمایا ہے (کہ شہد میں شفاء ہے) اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔

محمد بن جعفر کی متابعت النضر نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۶، صحیح مسلم: ۲۲۱۷، سنن ترمذی: ۲۰۸۲، مسند احمد: ۷۶۲)

صحیح البخاری: ۵۷۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "پیٹ کی بیماری کی دواء"، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کو دست آرہے تھے آپ نے اس کا علاج بتایا کہ اس کو شہد پلایا جائے، اور یہ پیٹ کی بیماری کی دواء ہے۔ چنانچہ بار بار شہد پینے سے وہ شخص تندرست ہو گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں محمد بن بشار کا ذکر ہے، وہ بندار ہیں۔ اور وہ غندر سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو المتوکل کا ذکر ہے، ان کا نام علی بن داؤد الناجی ہے۔ یہ حدیث عنقریب "باب الدواء بالعسل" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ بَابٌ: لَا صَفَرَ وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ

لا صَفَرَ صفر وہ بیماری ہے جو پیٹ کو پکڑ لیتی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ صَفَر کوئی چیز نہیں ہے، اور امام بخاری نے صَفَر کی تفسیر کی ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جو پیٹ کو پکڑ لیتی ہے۔ عنقریب باب الجذام میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے، وہ ان کا مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَغَيْرُهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا بَالُ إِبِلِي تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، مسند احمد: ۷۵۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ان کے غیر نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ صفر کی نحوست ہے اور نہ اُلو کی نحوست ہے، تو ایک دیہاتی نے کہا: یارسول اللہ! پھر کیا وجہ ہے کہ میرے اونٹ ریگستان میں ہوتے ہیں تو وہ ہرنوں کی طرح (چاق وچوبند) ہوتے ہیں۔ پھر ان کے درمیان ایک خارش زدہ اونٹ داخل ہوتا ہے تو ان اونٹوں کو بھی خارش لگا دیتا ہے، آپ نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟

اس حدیث کی زُہری نے روایت کی ہے از ابی سلمہ وسنان بن ابی سنان۔

صحیح البخاری: ۵۷۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صالح کا ذکر ہے اور وہ ابن کیسان ہیں۔ اور اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الطب میں از محمد بن حاتم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لاعدوی ولا صفر ولا ھامۃ" ان الفاظ کی تشریح عنقریب باب الجذام میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر پہلے اونٹ میں خارش کس نے متعدی کی؟" یعنی اگر اونٹ میں خارش کسی کے مرض کے تعدی کی وجہ سے ہوئی ہے تو پہلے اونٹ میں خارش کس نے کی، وہاں تو کوئی متعدی کرنے والا نہیں تھا۔ پس جب پہلے اونٹ کے اندر بغیر کسی کی تعدی کے خارش ہوئی ہے تو دوسروں میں بھی بغیر کسی کی تعدی کے خارش ہوئی ہے اور اس پر دلیل قائم ہے کہ مؤثر حقیقی صرف اللہ عزوجل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۱۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ھامة'' کا بیان

اس حدیث میں ھامۃ کا ذکر ہے، یہ ایک پرندہ ہے جس سے لوگ بدفالی نکالتے تھے اور اس کو منحوس سمجھتے تھے۔ اور یہ پرندہ رات کو اڑتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اُلو ہے۔ اور امام طبری نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس سے مراد اُلو ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کی روح ھامۃ بن جاتی ہے اور وہ کہتی ہے: مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ یعنی مجھے قاتل کا خون پلاؤ، پس جب اس کے قتل کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ روح اڑ جاتی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ میت کی روح ھامۃ بن جاتی ہے اور اڑنے لگ جاتی ہے۔ اسلام نے ان تمام عقائد کو باطل قرار دیا ہے۔

''صَفَر'' کا بیان

امام طبری نے بیان کیا ہے کہ امام ابوعبیدہ نے ذکر کیا کہ میں نے یونس الجرمی سے سنا، انہوں نے رؤبہ بن العجاج سے صفر کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے کہا: یہ ایک سانپ ہے جو مویشیوں اور لوگوں کے پیٹ میں پیدا ہوجاتا ہے اور جس کے پیٹ میں وہ سانپ ہوتا ہے وہ مرجاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا رد فرمایا اور ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنی موت سے مرتا ہے۔ (المنتقی ج ۷ ص ۲۶۴)

لا صَفَر کے بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ محرم کو صفر کی طرف مؤخر کردیتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا رد فرمایا کہ صفر کو مؤخر کرنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مرض کے متعدی نہ ہونے کا بیان

ابن قُتیبہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو جُذام کا مرض ہو، اس کی بو بہت شدید ہوتی ہے حتیٰ کہ جو اس کی مجلس میں زیادہ رہے اور اس کے ساتھ کھائے پیے، وہ بھی بیمار ہوجاتا ہے اور بسا اوقات جُذامی کی بیوی اس کے ساتھ زیادہ مباشرت کی وجہ سے بیمار ہوجاتی ہے۔ اور بسا اوقات اس کی اولاد میں بھی جُذام ہوجاتا ہے۔ اسی طرح تپ دِق کا مرض ہے، اور اطباء کہتے ہیں کہ جس کو تپ دِق کی بیماری ہو اس کے ساتھ نہ بیٹھا جائے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھا جائے جس کو جُذام کی بیماری ہے۔ اور ان کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ جُذام کی بیماری متعدی ہوجاتی ہے یا دِق کی بیماری متعدی ہوجاتی ہے، ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے ساتھ مجلس میں رہے گا تو اس کی بو ان میں اثر کرے گی اور وہ اس کی بو کی وجہ سے بیمار ہوجائیں گے۔ اسی طرح عرب یہ کہتے تھے کہ جب خارش زدہ اونٹ دوسرے اونٹوں کے ساتھ مل جائے تو اس میں بھی خارش ہوجاتی ہے۔ اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے بیمار کو تندرست کے ساتھ مختلط کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کو ناپسند فرمایا ہے کہ آفت زدہ شخص تندرست کے ساتھ اختلاط کرے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اس آفت زدہ شخص کی وجہ سے دوسرے میں آفت پیدا ہوگئی ہے، پھر وہ گناہ گار ہوگا، اس لیے بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۴۴۔۴۴۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۱۷، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث شریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان میں جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ اللہ عزوجل کی تقدیر سے پیدا ہوتی ہیں۔

اور جس وقت اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ میرے اونٹ تندرست ہوتے ہیں اور ان میں ایک خارش زدہ اونٹ داخل ہوتا ہے تو میرے اونٹوں میں خارش پیدا ہو جاتی ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی تھی؟ یعنی پہلے اونٹ میں خارش کا مرض کہاں سے آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس ذات نے پہلے اونٹ میں خارش کی بیماری پیدا کی اسی ذات نے دوسرے اونٹوں میں بھی خارش کی بیماری پیدا کی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پہلے اونٹ کی خارش کی وجہ سے باقی اونٹوں میں خارش پیدا ہو گئی اور اونٹوں کی خارش کا مرض متعدی ہو گیا۔

اور یہ قطعی دلیل ہے جو جاہلیت کے اس عقیدہ کو باطل کرتی ہے کہ ایک بیمار کا مرض دوسرے شخص میں بیماری پیدا کر دیتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تمام بیماریاں اللہ رب العالمین کی تقدیر اور تخلیق سے پیدا ہوتی ہیں۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۰۔۲۷۱، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

امراض کے متعدی ہونے کی تحقیق از مصنف

میں کہتا ہوں کہ جدید میڈیکل سائنس کا یہ نظریہ ہے کہ ایک بیماری کے جراثیم دوسرے صحت مند شخص میں سرایت کر جاتے ہیں، اور اس صحت مند میں بھی وہی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور چیزوں کے اسباب بنائے ہیں اسی طرح مرض کے متعدی ہونے کو بھی سبب غالب بنایا ہے اور جو علماء جدید میڈیکل سائنس کے اس نظریہ کو قبول کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرض کا متعدی ہونا سببِ غالب ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سبب بنایا ہے اور مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اسباب میسر ہوتے ہیں اور ان اسباب پر مسبب کا ترتب نہیں ہوتا۔ اس لیے مرض کا متعدی ہونا فی الجملہ سبب ہے اور وہ مؤثر حقیقی نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور نہ اُلّو کی نحوست ہے اور نہ ماہِ صفر کی نحوست ہے اور جذام کی بیماری والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۰۷)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریض کو صحت مند کے پاس نہ لایا جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۴)

ان دونوں حدیثوں سے بھی یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فی الجملہ مرض متعدی ہوتا ہے لیکن یہ سببِ مؤثر نہیں ہے اور مرض کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور چیزوں کے اسباب بنائے ہیں، اسی طرح مرض کے متعدی ہونے کو بھی بیماری کا سبب بنایا ہے لیکن یہ کلی سبب نہیں ہے نہ سببِ حقیقی ہے۔ یہ ان علماء کی رائے ہے اور میری رائے بہر حال یہی ہے کہ مرض متعدی نہیں ہوتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "لا عدوی" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ اور ہو سکتا ہے اس کی یہ توجیہ کی جائے کہ کوئی مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، ہاں اللہ تعالیٰ کسی مرض کو متعدی کر دے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۶۔ بَابُ: ذَاتِ الْجَنْبِ

نمونیا یا پسلی کے درد کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں "ذات الجنب" کا بیان ہے، "ذات الجنب" پسلیوں کے گرم ورم کو کہتے ہیں اور بعض اوقات ریاح غلیظہ جو سینے اور پسلیوں میں بند ہو جاتی ہیں تو اس سے سینے میں درد پیدا ہوتا ہے (اس کو اردو میں نمونیا کہتے ہیں)۔ اور اس کا علاج "القسط" یا عودِ ہندی کو جلا کر ناک میں اس کی دھونی دینے سے کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۱۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِابْنٍ لَهَا قَدْ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ اتَّقُوا اللهَ عَلَى مَا تَدْغَرُونَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذِهِ الْأَعْلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُرِيدُ الْكُسْتَ يَعْنِي الْقُسْطَ قَالَ وَهِيَ لُغَةٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عتاب بن بشیر نے خبر دی از اسحاق از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا جو ان پہلی مہاجرات میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور وہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، انہوں نے یہ خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئیں، انہوں نے اپنے بیٹے کے حلق کے کوّے کے گرنے کی وجہ سے تالو کو دبا کر علاج کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو تم اپنی اولاد کو اس طرح تالو دبا کر تکلیف پہنچاتی ہو، اس عودِ ہندی (کوٹھ) کے استعمال کو لازم کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کی شفاء ہے، ان میں سے ایک نمونیا ہے، آپ کی مراد تھی کُست یعنی القسط اور یہ بھی ایک لغت ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۷۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ذات الجنب" یعنی نمونیا یا پسلی کا درد۔ اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ عودِ ہندی میں سات بیماریوں کی شفاء ہے اور ان میں سے ایک ذات الجنب یعنی نمونیا بھی ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

یہ حدیث عنقریب "باب اللدود" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "علی ما تدغرون" یہ جمع مذکر کا صیغہ ہے اور ایک روایت میں ہے "علام تدغرن" اور یہ جمع مؤنث کا صیغہ ہے، اور ہم نے پہلے بیان کیا تھا کہ "دغر" کا معنی ہے: انگلی سے حلق کو دبانا، کیونکہ جس بچے کے حلق میں درد ہوتا ہے تو

عورت اپنی انگلی سے اس بچے کے حلق کو دباتی ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم بچے کے حلق کو انگلی سے دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو؟ تم عود ہندی کی دھونی اس کے ناک میں چڑھاؤ تو اس سے اس کو شفاء ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱۔ حَدَّثَنَا عَارِمٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ قُرِئَ عَلَى أَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ أَبِي قِلَابَةَ مِنْهُ مَا حَدَّثَ بِهِ وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ وَكَانَ هَذَا فِي الْكِتَابِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَنَسَ بْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ وَكَوَاهُ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِهِ وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَذِنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَرْقُوا مِنَ الْحُمَةِ وَالْأُذُنِ قَالَ أَنَسٌ كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ حَيٌّ وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَانِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عارم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ابو قلابہ کی کتابوں سے ایوب کے اوپر حدیث پڑھی گئی، ان میں سے بعض احادیث ہیں جن کو (ایوب نے ابو قلابہ کے سامنے پڑھا تھا) اور بعض وہ احادیث تھیں جو ان کے سامنے پڑھ کر سنائی گئی تھیں اور ان لکھی ہوئی احادیث میں یہ حدیث بھی تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہما نے ان کا داغ لگا کر علاج کیا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے داغ لگایا تھا اور عباد بن منصور نے کہا از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک گھر والوں کو زہریلے جانور کے ڈنک مارنے اور کان کی تکلیف میں دم کرانے کی اجازت دی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں نمونیا میں داغا گیا تھا اور اس وقت حضرت ابو طلحہ اور حضرت انس بن نضر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے داغا تھا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۳، ۲۱۹۶، سنن ترمذی: ۲۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۶، مسند احمد: ۱۲۷۸۴، ۱۲۰۰۸)

صحیح البخاری: ۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ذات الجنب'' یعنی نمونیا اور صحیح البخاری: ۵۷۲۱ میں مذکور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نمونیا کی بیماری میں رسول اللہ ﷺ کی حیات میں داغا گیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے عارم، یہ محمد بن الفضل کا لقب ہے، اور اس حدیث میں حماد کا ذکر ہے، وہ ابن زید ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ سختیانی ہیں۔ اور ابو قلابہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ابو قلابہ کی کتابوں سے ایوب کے سامنے حدیث پڑھی گئی''، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس چیز کو کتاب سے پڑھا گیا ہو، اس کی روایت کس طرح جائز ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ کتاب ایوب سے سنی گئی تھی، اس کے باوجود اس کا مرتبہ اس روایت سے کم ہے جس کو حافظہ سے روایت کیا گیا ہو، ہاں اگر یہ روایت ایوب سے سنی ہوئی نہ ہوتی تو پھر اس کی روایت کتاب سے جائز نہ ہوتی اور محققین نے اس کو وثوق سے جائز کہا ہے اور اس کا نام الوجادہ رکھا گیا ہے اور اس مسئلہ میں کئی مباحث اور اختلافات ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وکان ھٰذا فی الکتاب'' یعنی ابو قلابہ کی کتاب میں یہ مذکور تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''عن انس'' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نیز اس حدیث میں ذکر ہے ''بے شک ابوطلحہ نے'' ان کا نام زید بن سہل ہے اور یہ حضرت انس کی والدہ ام سلیم کے شوہر ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''کویاہ'' یعنی ان دونوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو داغ لگایا۔ پہلے داغ لگانے کی نسبت حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہما کی طرف کی، پھر بعد میں اس کی نسبت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی، کیونکہ حضرت ابو طلحہ نے اپنے ہاتھ سے داغ لگایا تھا، اور پھر اس کی نسبت حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہما کی طرف کی، اس لیے کہ وہ دونوں داغ لگانے کے ساتھ راضی تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اور عباد بن منصور نے کہا:'' یہ عباد بن منصور ناجی ہیں، اور ان کی کنیت ابوسلمہ ہے، اور صحیح بخاری میں صرف اسی جگہ تعلیق میں ان کی روایت ہے، اور یہ بہت بڑے تبع تابعی ہیں اور ان کے متعلق کئی وجوہ سے کلام کیا گیا ہے:

(۱) ان پر قدری ہونے کی تہمت تھی یعنی یہ تقدیر کے منکر تھے، لیکن یہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دیتے تھے۔

(۲) یہ مدلس تھے۔ (۳) ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

امام ابن عدی نے کہا ہے: ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور امام ابو یعلیٰ نے اس تعلیق کی از ابراہیم بن سعد الجوہری سندِ متصل کے ساتھ روایت کی اور اس تعلیق کے دو فائدے ہیں۔ ایک اسناد کی جہت سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حماد بن زید نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ ایوب نے اس حدیث کو ابی قلابہ سے صورتاً حاصل کیا تھا اور انہوں نے ابو قلابہ کی کتاب سے اس حدیث کو پڑھا تھا، اور عباد بن منصور نے اس روایت کو عنعن سے بیان کیا ہے۔ دوسرا فائدہ متن کی جہت سے ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو داغ لگایا گیا تھا، وہ نمونیا کی وجہ سے تھا اور یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آیا تھا اور حضرت زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر حاضر تھے، اور عباد بن منصور کی روایت میں ایک اور اضافہ ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو زہریلے جانور کے ڈنک مارنے اور کان میں دم کرانے کی اجازت دی۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یعنی کان کے درد میں آپ نے دم کرانے کی اجازت دی ہے جب کان میں درد ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلے حدیث میں یہ گزرا ہے کہ دم کرانا صرف نظرِ بد میں یا زہریلے جانور کے ڈنک میں جائز ہے، اور اس حدیث میں زہریلے جانور کے ڈنک مارنے کی وجہ سے اور کان کے درد کی وجہ سے دم کرانے کی اجازت دی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے پہلے منع کیا ہو اور بعد میں آپ نے اجازت دی ہو۔ یا اس حدیث کا معنی اس طرح ہو کہ نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈنک سے زیادہ کسی تکلیف میں دم کرانا نفع بخش نہیں ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ سے آپ نے دم کرانے کی نفی نہیں فرمائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو اجازت دی کہ وہ زہریلے جانور کے ڈنک اور کان کے درد میں دم کرائیں، اس گھر والوں سے مراد ہے آل عمرو بن حزم۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے نمونیا سے داغا گیا" یعنی نمونیا کے سبب سے داغا گیا۔ اور امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نمونیا شیطان سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر مسلط نہیں کرے گا۔ پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمونیا کے مرض میں فوت ہوئے تو میں کہوں گا: یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۵۔۳۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابُ: حَرْقِ الْحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ — چٹائی کو جلانا تا کہ (اس کی راکھ سے) خون کو روکا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی زخم سے خون بہہ رہا ہو اور کسی صورت سے رک نہ رہا ہو، تو چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم میں بھر دیا جائے، تا کہ خون بہنے سے رک جائے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ قیاس یہ تھا کہ امام بخاری اس باب کے عنوان میں لکھتے "احراق الحصير" یعنی چٹائی کو جلانا اور علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ تحریق الحصیر کہا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احراق اور تحریق اس وقت کہا جاتا ہے جب ان میں مبالغہ مقصود ہو، اور حرق الحصیر سے بھی معنی مقصود معلوم ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۶۔۳۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۲۔ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمن القاری نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل

اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْبَيْضَةُ وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَام الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَقَأَ الدَّمُ۔

بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوہ احد میں) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے اوپر خود (لوہے کی ٹوپی) ٹوٹ گیا اور اس سے آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ سے خون کو دھو رہی تھیں، پس جب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دیکھا کہ خون پانی سے زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس کی راکھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم پر بھر دیا، پھر خون بہنے سے رک گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳، ۲۹۰۳، ۲۹۱۱، ۳۰۳۷، ۴۰۷۵، ۵۲۴۸، ۵۷۲۲، صحیح مسلم: ۱۷۹۰، سنن ترمذی: ۲۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۴، مسند احمد: ۲۲۲۹۳)

صحیح البخاری: ۵۷۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عُفیر، عُفیر عفر کی تصغیر ہے، اور یہ سعید بن کثیر بن عفیر المصری ہیں، یعنی اس حدیث میں سعید کو ان کے دادا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث میں ابو حازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

یہ حدیث غزوہ احد میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''البیضة'' کا لفظ مذکور ہے، اس کا معنی ہے: لوہے کی ٹوپی، یہ جنگ کے دوران سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے، اردو میں اس کو خود کہتے ہیں۔ کسی نے آپ کے خود پر پتھر مارا تو خود کا ایک کونا آپ کے چہرہ انور میں گھس گیا جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہو کر خون آلود ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رباعیته'' کسی نے پتھر مارا تھا، جس سے آپ کے سامنے کے دانتوں کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا تھا، سامنے کے دانتوں میں سے جو پہلے دانت ہیں ان کو الثنایا کہا جاتا ہے، اس کے بعد جو دانت ہیں ان کو الرباعیة کہا جاتا ہے، پھر اس کے بعد جو دانت ہیں ان کو الانیاب کہا جاتا ہے، پھر جو دانت ہیں ان کو الضواحك کہا جاتا ہے، پھر جو دانت ہیں ان کو الارحاء کہا جاتا ہے۔ اور یہ چار دانت ہوتے ہیں دو اوپر کے اور دو نیچے کے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخمی ہونے اور آپ کے خون بہنے کی حکمت

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے والد اور دیگر محارم کے امراض میں ان کا علاج کر سکتی ہے، اور اس

حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے، اس زمانہ میں خون روکنے اور مرہم پٹی کے جو اسباب تھے ان کو اختیار کیا گیا، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا اور علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ کسی کافر کے پتھر مارنے کی وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور آپ کے سامنے کے دانتوں کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا اور آپ کا خون بہا، اس میں شہادتِ جہریہ کا نمونہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہونے اور خون بہنے کا نمونہ ہے تا کہ امت کے جو افراد کسی غزوہ میں زخمی ہوں اور ان کا خون بہے تو اس کو آپ کے اس حال کے ساتھ نسبت ہو جائے اور ان کا زخمی ہونا اور ان کے خون کا بہنا سنت ہو جائے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام تر کمالات کے باوجود اللہ کے بندے ہیں اور کوئی شخص آپ کے کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق الوہیت کا عقیدہ نہ رکھے اور یہ نہ سمجھے کہ آپ خدا ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ زخمی ہو اور اس کا خون بہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح بشر ہیں، پس تمام عوارضِ بشریہ آپ پر طاری ہوتے ہیں، آپ سوتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں اور آپ زخمی ہوئے اور آپ کو درد ہوا اور آپ کو گرمی اور سردی لگتی تھی اور اسی طرح دوسرے امور ہیں۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں اور میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲)

علماء نے یہاں پر یہ بحث کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ کے چہرہ سے خون کو دھویا تو آیا یہ اس وجہ سے تھا کہ خون نجس ہے یا خون طاہر تھا؟

شیخ عثیمین لکھتے ہیں: جن لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ انسان کا خون طاہر ہے، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس خون کو آپ کے چہرہ سے آپ کے حکم کی وجہ سے نہیں دھویا بلکہ انہوں نے بابِ نظافت یعنی صفائی کے لحاظ سے آپ کے چہرہ سے خون کو دھویا، پھر آپ کے زخم میں چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ بھر دی تا کہ خون زیادہ نہ بہے اور آپ کے کپڑوں پر نہ گرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے دھونے کا حکم نہیں دیا تھا، اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ خون طاہر ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۰۴۔ ۴۰۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون عام لوگوں کے خون کی مثل نہیں ہے، اور آپ کا خون طاہر ہے اور آپ کے چہرہ سے خون کو دھونا صفائی اور ستھرائی کے قبیل سے ہے اور آپ کے زخم میں راکھ کو بھرنا زخم کے علاج کے لیے ہے اور اس میں ہمارے لیے دلیل ہے کہ اگر کسی شخص کو زخم لگ جائے اور خون نہ رک رہا ہو تو خون کو بہنے سے روکنے کے لیے اس زخم میں راکھ کو بھر دینا جائز ہے، اس زمانہ میں خون کو بہنے سے روکنے کے لیے یہی طریقہ معلوم تھا لیکن اب چونکہ طب میں ترقی ہو چکی ہے، اس لیے اب جدید میڈیکل سائنس نے خون کو روکنے کے لیے اور زخم کو بھرنے کے لیے جو دوائیاں ایجاد کی ہیں، ان دوائیوں کو استعمال کرنا چاہیے۔

نیز شیخ عثیمین کا لکھنا کہ آپ عام انسانوں کی طرح بشر ہیں، یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی تشریح اس طرح کرنی چاہیے جیسے ہم نے کی

ہے۔(سعیدی غفرلہ)

۲۸۔ بَابٌ: اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَہَنَّمَ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کا بیان

9
A

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس باب میں ''فیح'' کا لفظ ہے، اور اس باب کے آخر میں ایک حدیث ہے اس میں ''فوح'' کا لفظ ہے، اور علامہ جوہری نے کہا ہے کہ الفیح والفوح یہ دو لغت ہیں، کہا جاتا ہے ''فاحت رائحۃ المسک تفیح وتفوح'' یعنی مشک کی خوشبو پھیل گئی، اور حدیث میں جو ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس سے مراد حقیقت بھی ہو سکتی ہے یعنی بخار زدہ شخص کو جسم میں جو تپش محسوس ہو رہی ہے وہ تپش جہنم کی آگ کی تپش کا ایک ٹکڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بعض اسباب سے اس کے ظہور کو مقدر فرما دیا تاکہ بندے اس سے عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں، جیسے کہا جاتا ہے کہ خوشی اور لذت کی اقسام جنت کی نعمتوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں ظاہر کر دیا تاکہ انسان اس سے جنت کی نعمتوں کو قیاس کرے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جو حدیث میں ہے: بخار جہنم کی تپش سے ہے، تو یہ بہ طور تشبیہ اور استعارہ کے ہو، یعنی بخار زدہ شخص کو جو جسم میں تپش محسوس ہوتی ہے یہ تپش جہنم کی تپش کے مشابہ ہے، اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو ہے ''من فیح جھنم'' یہ من یا ابتدائیہ ہے یا تبعیضیہ ہے، یعنی بخار زدہ شخص کو بخار میں جو تپش اور جلن محسوس ہوتی ہے، یہ تپش اور جلن دوزخ کی تپش اور جلن کا بعض حصہ ہے، اور جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے رب! میرا البعض حصہ بعض حصہ کو کھا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، پس جس طرح گرمیوں کی حرارت جہنم کی گرمی کے آثار سے ہے، اسی طرح بخار میں جو تپش اور جلن محسوس ہوتی ہے، یہ بھی دوزخ کی تپش اور جلن کا ایک حصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۷۔۳۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۳۔ حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْحُمَّی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ یَقُولُ اكْشِفْ عَنَّا الرِّجْزَ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۶۴، ۵۷۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

نافع نے کہا: کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بخار آنے پر) یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہم سے اس عذاب کو دور فرما دے۔

صحیح البخاری: ۵۷۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابو سعید الجعفی الکوفی ہیں جنہوں نے مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی، اور وہ عبداللہ بن وہب المصری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاطفؤھا'' یہ ہمزہ قطعی ہے اور باب افعال کا ہمزہ ہے اور جب کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے اور جہنم میں گرمی ہوتی ہے اور اس کی آگ کے شعلے ہوتے ہیں اور آگ کو پانی کے ساتھ بجھایا جاتا ہے، اسی طرح بخار کی حرارت پانی کے ساتھ زائل کی جاتی ہے۔

اطباء نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ جو بخار صفراوی مزاج والے کو ہو، تو اس کو ٹھنڈا پانی پلانے سے اور اس کے اعضاء کو ٹھنڈے پانی سے دھونے سے وہ بخار اتر جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ کبھی بخار صفراوی مزاج والے کو ہوتا ہے اور کبھی بلغمی مزاج والے کو ہوتا ہے، جیسے آدمی کو نزلہ اور زکام اور کھانسی ہو اور اس کے سینے میں درد ہو اور اس کو بخار چڑھے تو اس کو تو ٹھنڈا پانی مضر ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عرب میں زیادہ تر گرم مزاج کے لوگ تھے اور ان کو جو بخار چڑھتا تھا تو اس کے لیے ٹھنڈا پانی مفید ہوتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتبار سے یہ فرمایا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے اور اس کو ٹھنڈے پانی سے دور کرو اور آپ نے یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بخار کو ٹھنڈے پانی سے دور کرنے کے دو طریقے

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تفسیر کی ہے: بخار کو ٹھنڈا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو بخار چڑھا ہوا ہو اس کے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے، اور جن کو بخار ہو ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالنا مفید ہوتا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ ان کو ٹھنڈا پانی پلایا جائے تو وہ مفید ہوتا ہے۔

اور بعض علماء کا زعم یہ ہے کہ بعض بخار ایسے ہیں کہ ان میں بخار زدہ شخص کے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالنا واجب ہے، اور یہ وہی بخار ہے جس کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارادہ کیا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے اور فرمایا کہ اس کو پانی سے بجھاؤ اور پانی سے اس کو ٹھنڈا کرو، اور شارع علیہ السلام نے اس سے اس بخار کا ارادہ نہیں کیا جو سردی سے چڑھتا ہے اور آپ نے یہ اس بخار کے متعلق حکم دیا ہے جس کی اصل گرمی ہوتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۵۲، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۷۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالْمَرْأَةِ قَدْ حُمَّتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام از فاطمہ بنت المنذر، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

تَدْعُو لَهَا أَخَذَتِ الْمَاءَ فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرُدَهَا بِالْمَاءِ۔

کے پاس کوئی ایسی عورت آتی جس کو بخار ہوتا تو وہ اس کے لیے دعا کرتیں اور کے گریبان پر پانی ڈالتیں، اور وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم بخار کو پانی سے ٹھنڈا کریں۔

(صحیح مسلم: ۲۲۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۴، مسند احمد: ۲۶۳۸۶، موطا امام مالک: ۱۷۶۰)

صحیح البخاری: ۵۷۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بخار کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو، اور یہ حدیث، حدیثِ سابق کے مطابق ہے جس میں ارشاد تھا کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، سو اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ اور مطابق کا مطابق بھی مطابق ہوتا ہے، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، اور یہ ابن عُروہ ہیں۔ اور فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر کا ذکر ہے، اور یہ حضرت زبیر کی پھوپھی کی بیٹی ہیں اور حضرت زبیر کی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب کسی بخار زدہ عورت کو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس لایا جاتا تو وہ اس کے گریبان کے اندر ٹھنڈا پانی ڈالتیں اور بیان کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ بخار کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کریں۔ اس کی شرح حدیثِ سابق کی شرح کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۸۔ ۳۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: جدید میڈیکل سائنس سے بھی ثابت ہے کہ جب بہت تیز بخار ہو تو بخار کے مریض پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھی جائیں اور برف کے ساتھ اس کی ٹکور کی جائے، اس بات کو سائنسدانوں نے اب جانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے یہ علاج بتادیا تھا۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۷۲۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ۔ (صحیح البخاری: ۳۲۶۳، ۵۷۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے سانس سے ہے، سو اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

صحیح البخاری: ۵۷۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے اور وہ القطان ہیں، اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بخار کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو، ابن الانباری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مریض کی طرف سے پانی کا صدقہ کرو تا کہ اللہ عزوجل اس کو شفاء عطا فرمائے، کیونکہ روایت ہے کہ افضل صدقہ پانی پلانا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الْحُمَّى مِنْ فَوْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن مسروق نے حدیث بیان کی از عبایہ بن رفاعہ از جد خود حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۲۱۲، سنن ترمذی: ۲۰۷۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۵، سنن دارمی: ۲۷۶۹)

اس حدیث کی شرح بھی احادیث سابقہ کی مثل ہے۔

۲۹۔ بَابُ: مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَايِمُهُ

جو شخص ایسی سرزمین سے نکلا جس کی آب و ہوا اس کے ناموافق ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی سرزمین کی طرف گیا جہاں کی آب و ہوا اس کے ناموافق تھی تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری نے یہ بیان نہیں کیا کیونکہ باب میں مذکور حدیث سے اس کا حکم سمجھ میں آرہا ہے، یعنی ایسے علاقہ کی طرف جانا بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع

مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَاسًا أَوْ رِجَالًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ وَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوا حَتَّى كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ وَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ یا چند مرد عُکل اور عُرینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو کی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم مویشیوں کا دودھ نکالنے والے لوگ ہیں اور ہم کھیتی باڑی کرنے والے نہیں ہیں، اور ان کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اونٹوں کا اور چرواہے کا حکم دیا، اور ان کو حکم دیا کہ وہ نکل کر اس جگہ چلے جائیں، پس اونٹنیوں کا دودھ پئیں اور ان کا پیشاب پئیں، پس وہ چلے گئے حتیٰ کہ جب وہ حرہ کی ایک جانب پہنچے تو اسلام کے بعد انہوں نے کفر کیا اور مرتد ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر بھاگ گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، اور جب وہ پکڑے گئے تو آپ نے حکم دیا تو ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کے ہاتھ کاٹے گئے اور ان کو حرہ کی ایک جانب میں چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ اسی حال میں مر گئے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واستوخموا المدینۃ" کیونکہ جب ان کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی تو انہوں نے وہاں سے نکلنے کو طلب کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عُکل وعُرینہ" یہ دو قبیلوں کے نام ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اھل ضرع" یعنی اہل مواشی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اھل ریف" یعنی اس زمین کے رہنے والے جہاں کھیتی باڑی ہو۔

ذود: اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک اونٹ۔

''ابوالھا'' ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم اس لئے دیا کہ اس وقت تک پیشاب کا پینا حرام نہیں ہوا تھا اور یا اس وجہ سے کہ یہ بہ طورِ دوا تھا۔

الحرۃ: سیاہ پتھریلی زمین کو الحرۃ کہتے ہیں۔

''فبعث الطلب'' طلب طالب کی جمع ہے، یعنی ان کی تلاش کے لئے کئی صحابہ کو بھیجا۔

''فسمروا اعینھم'' یعنی کیلوں کو گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیرا گیا، کیونکہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہوں کے ساتھ اسی طرح کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کا خلاصہ

امام بخاری کا اس باب کے عنوان سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو کسی علاقے یا کسی زمین کی آب وہوا موافق نہ آئے تو وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر کسی اور علاقہ میں جا سکتا ہے، امام بخاری نے عرینیین کے قصہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ آئے اور یہاں کی آب وہوا ان کو راس نہ آئی، سو وہ بیمار ہو گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ سے باہر سیاہ پتھریلی زمین میں جانے کا حکم دیا اور وہاں انہیں اونٹنیوں کا دودھ اور اونٹنیوں کا پیشاب پینے کے لیے فرمایا، اور وہ لوگ چونکہ پہلے بھی جانوروں کا دودھ دوہتے تھے اور دودھ پیتے تھے اور پیشاب پیتے تھے تو انہیں اپنے مطلب کی غذا ملی تو وہ تندرست ہو گئے لیکن انہوں نے ناشکری کی اور مرتد ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں کی حفاظت کرنے والے چرواہوں کو قتل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طلب میں صحابہ کو بھیجا، وہ سب پکڑے گئے، پھر قصاص میں ان سب کو قتل کیا گیا، اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں تو قصاص میں ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ کیا گیا۔

اس حدیث میں ان کو پیشاب پلانے کا ذکر ہے، اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ نجس چیز میں شفاء ہے تو اس کو استعمال کرنا جائز ہے، اس حدیث میں ہے کہ پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نرمی اور مروت برتی، لیکن جب انہوں نے اس نرمی اور مروت کا صلہ بدی سے دیا تو پھر ان سے قصاص لیا گیا۔

۳۰۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ — طاعون کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

طاعون، فاعول کے وزن پر ہے اور یہ طعن سے ماخوذ ہے، طعن کے معنی ہیں: کسی چیز کا چبھونا، جیسے نیزہ کی نوک کو چبھوتے ہیں۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ: طاعون ایک عام بیماری ہے، جس سے ہوا فاسد ہو جاتی ہے اور مزاج اور بدن خراب ہو جاتے ہیں۔

علامہ الجوہری نے کہا ہے: طاعون موتِ عام ہے، یعنی اس بیماری کے نتیجہ میں عام لوگ مر جاتے ہیں۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: طاعون ایک پھنسی ہے، جس سے جسم میں بہت سخت درد ہوتا ہے، اور یہ عموماً انسان کی بغلوں میں نکلتی

ہے اور اس میں سخت جلن ہوتی ہے اور اس کے ارد گرد کی جگہ سیاہ ہو جاتی ہے اور دل میں گھبراہٹ طاری ہوتی ہے اور تے آتی ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ: طاعون ایسا درد ہے جو بہت غالب ہوتا ہے، اور روح میں اس طرح چبھتا ہے جیسے اس کو ذبح کر دیا ہو، اس کو طاعون اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت تیزی سے اموات ہوتی ہیں۔

علامہ الباجی نے کہا ہے: طاعون ایک مرض ہے جو بہت لوگوں میں مختلف جہات سے ہوتا ہے، اس کے برخلاف دوسرے امراض ایک جہت سے ہوتے ہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: طاعون ایک دانہ ہے جو ہاتھوں اور رانوں کی جڑوں میں نکلتا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ دبا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ: طاعون ایک پھوڑا ہے جو جسم میں نکلتا ہے، اور وبا عموم الامراض کو کہتے ہیں، تو اس کا نام طاعون اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی ہلاکت میں مشابہت ہے، ورنہ ہر طاعون وبا ہے اور ہر وبا طاعون نہیں ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شام کی وبا جو عمواس میں پھیلی تھی وہ بھی طاعون تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: عمواس کا طاعون ۱۸ھ میں واقع ہوا تھا، اور عمواس رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی ہے، اور عمواس کا طاعون پہلا طاعون ہے جو اسلام میں واقع ہوا اور اس طاعون سے شام میں تیس ہزار مسلمان ہلاک ہو گئے تھے۔

طاعون کے متعلق حدیث

امام احمد نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہوگی۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! طعن کو تو ہم جانتے ہیں (نیزہ چبھونا)، طاعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: جنات میں سے تمہارے بھائیوں کا نوچنا اور چبھونا ہے، اور ہر ایک میں شہادت ہے۔

طاعون کی تعریف میں دیگر اقوال

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے: طاعون ایک گلٹی ہے جو بغلوں اور کہنیوں میں نکلتی ہے، اور کبھی ہاتھوں اور انگلیوں میں بھی نکلتی ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہاں نکلتی ہے۔

امام غزالی نے کہا: طاعون سے تمام بدن سوج جاتا ہے، اور اس کے ساتھ بخار آتا ہے، یا خون کا بعض اعضاء کی طرف بہنا ہے، پس وہ اعضاء سوج جاتے ہیں اور سرخ ہو جاتے ہیں اور وہ عضو ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور ابن سیناء نے کہا: کہ طاعون ایک زہریلا مادہ ہے جو ورم کو پیدا کرتا ہے، اور وہ جسم کے نرم حصوں میں ورم ہوتا ہے، عموماً بغل کے نیچے یا کان کے پیچھے ہوتا ہے، اور اس کا سبب ردی خون ہے جو بدبودار اور فاسد ہونے کی طرف مائل ہو۔ اس سے تے آتی ہے اور متلی ہوتی ہے اور بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ شارع علیہ السلام نے جو خبر دی ہے کہ طاعون جنات کا چبھونا یا نوچنا ہے، تو اس حدیث میں اور طاعون کی تفسیر میں جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں، ان میں منافات ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق وہ ہے جو شارع علیہ السلام نے کہا: اور اطباء تو اپنے قواعد کے تقاضوں کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں، اور جنات کا چبھونا یا نوچنا ایسی چیز ہے جس کا عقل سے ادراک نہیں کیا جا سکتا۔

نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اطباء نے طاعون کی تعریف میں جو کہا ہے کہ یہ ایک گلٹی ہے یا پھنسی ہے یا اس سے جسم سوج جاتا ہے، تو یہ امور جنات کے چبھونے سے ظاہر ہوتے ہوں اور طاعون جنات کے چبھونے سے ہوتا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جن شہروں کی آب و ہوا بہت درست ہو اور موسم بھی صحیح ہو اور وہاں کی آب و ہوا بھی موافق ہو، تو وہاں بھی طاعون واقع ہوتا ہے، اگر طاعون آب و ہوا کے فساد کی وجہ سے ہوتا تو تمام لوگوں میں ہو جاتا اور حیوانات میں بھی ہو جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۰۔ ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا فَقُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ نے فرمایا: جب تم کسی زمین میں طاعون کی خبر سنو تو اس زمین میں مت داخل ہو، اور جب کسی سرزمین میں طاعون واقع ہو اور تم وہاں پر ہو تو وہاں سے نہ نکلو، (سو حبیب بن ابی ثابت نے ابراہیم بن سعد سے کہا:) کیا آپ نے خود حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے، تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۴۷۳، ۵۷۲۸، ۶۹۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۰۶۵، مسند احمد: ۲۱۲۵۶، موطا امام مالک: ۱۶۵۶)

صحیح البخاری: ۵۷۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں طاعون کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی طاعون کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، یہ حضرت سعد ابراہیم مذکور کے والد ہیں۔ اور اعمش کی روایت میں اس حدیث کی سند اس طرح ہے: از حبیب بن ثابت از ابراہیم بن سعد از اسامہ بن زید و سعد۔ اور اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طاعون کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے، جب سرغ پر پہنچے تو اجناد کے لوگوں میں سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب نے آپ سے ملاقات کی اور یہ بتایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر نے فرمایا: مہاجرین اولین کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا، آپ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو یہ بتلایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے، اس مسئلہ میں ان کا اختلاف ہوا، بعض نے کہا: آپ ایک کام کے لیے آئے ہیں اور ہمارے خیال میں اب آپ کا واپس جانا درست نہیں ہے، بعض نے کہا: آپ کے پاس بعض متقدمین اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ ان کو وبائی علاقہ میں لے جائیں، حضرت عمر نے کہا: اچھا اب آپ جائیں، پھر فرمایا: میرے لیے انصار کو بلاؤ، میں نے انصار کو بلایا، پھر آپ نے ان سے مشورہ کیا، اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اپنی رائے کا اظہار کیا، اور اسی طرح مختلف آراء بیان کیں، حضرت عمر نے کہا: آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں۔ پھر فرمایا: قریش کے ان بزرگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے، ان میں سے دو شخصوں نے بھی اختلاف رائے نہیں کیا اور سب نے یہی کہا کہ ہماری رائے میں آپ واپس لوٹ جائیں اور لوگوں کو وبائی علاقہ میں نہ لے جائیں، بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کو یہ اعلان کرا دیا کہ میں صبح کو سوار ہو جاؤں گا، سو لوگ بھی سوار ہو گئے، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: کاش! یہ بات آپ کے سوا کسی اور نے کہی ہوتی، اور حضرت عمر ان سے اختلاف کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے، (حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ کہا): ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں! مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز اور شاداب ہو اور دوسرا بنجر اور ویران ہو، اب اگر تم سرسبز کنارے پر اپنے اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور اگر خشک کنارے پر اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو پہلے کسی کام سے گئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: مجھے اس مسئلے کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم کسی علاقہ میں وبا کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر تمہارے علاقے میں وبا پھیل جائے تو اس وبا سے بچنے کے لیے وہاں سے نہ نکلو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر

ادا کیا اور واپس چلے گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۱۹، الرقم المسلسل: ۵۶۷۷، صحیح البخاری: ۵۷۲۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں نہ دجال داخل ہوگا اور نہ طاعون۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۰، کتاب فضائل المدینہ، باب لا یدخل الدجال المدینہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو پیٹ کی بیماری میں فوت ہوگیا وہ شہید ہے، اور جو طاعون کی بیماری میں فوت ہوا وہ بھی شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۳، السنن الکبریٰ: ۷۵۲۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۵۶۔۴۵۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۷۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّامِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بن زید بن الخطاب از عبد اللہ بن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے حتیٰ کہ جب مقام سرغ پر پہنچے تو ان سے اجناد کے امراء نے ملاقات کی، ان میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے مہاجرین اولین کو بلاؤ، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بلایا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو بتایا کہ وبا شام میں پھیل چکی ہے، ان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا، پس بعض نے کہا: آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ وہ کام کیے بغیر واپس جائیں۔ اور بعض نے کہا: آپ کے پاس باقی لوگ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اس وباء والے علاقہ میں جائیں، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ میرے پاس سے چلے جائیں، پھر فرمایا: میرے لئے انصار کو بلاؤ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے انصار کو بلایا، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا تو وہ بھی مہاجرین کے طریقہ پر چلے اور ان میں بھی انہی کی طرح اختلاف

يَا أَبَا عُبَيْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي فِي هٰذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ میرے پاس سے چلے جائیں، پھر فرمایا: میرے لیے ان کو بلاؤ جو یہاں پر قریش کے بزرگوں میں سے ہیں جو فتح مکہ کے وقت مہاجر تھے، پس میں نے ان کو بلایا، تو ان میں سے دو مردوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اس وبا والے علاقہ میں نہ جائیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ندا کردی کہ میں صبح کو یہاں سے سوار ہو جاؤں گا، پس لوگ صبح کو تیار ہو گئے، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش آپ کے سوا کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی اے ابو عبیدہ! ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کے پاس اونٹ ہوں اور آپ ایسی وادی میں اتریں جس میں دو چراگاہیں ہوں، ایک سرسبز وشاداب ہو اور دوسری بنجر ہو، تو اگر آپ ایسی چراگاہ میں چرائیں جو سرسبز وشاداب ہو تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر آپ ایسی چراگاہ میں چرائیں جو بنجر ہو تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور وہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے، پس انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس مسئلہ کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو کہ اس میں طاعون ہے تو وہاں پر مت جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں طاعون آ چکا ہو تو وہاں سے تم نہ نکلو طاعون سے بھاگنے کے سبب سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور واپس چلے گئے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۱۶۸۵، ۱۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۶۵۵، ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: طاعون کا بیان، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم جب کسی علاقہ میں یہ سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید بن زید بن الخطاب کا ذکر ہے، یہ ابن نفیل بن عبدالعزیٰ القرشی العدوی ہیں، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث بن عبدالمطلب ہیں، ان کو صحابیت حاصل ہے اور اسی طرح ان کے بیٹے حارث کو بھی صحابیت حاصل ہے اور عبداللہ بن الحارث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے، سو ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا، پس اس حدیث کی سند میں تین صحابہ کا ذکر ہے، اور عبداللہ بن الحارث کو ببہ کا لقب دیا جاتا تھا، اس کا معنی ہے: جس کا بدن نعمت سے بھرا ہوا ہو، اور ان کی کنیت ابومحمد تھی، یہ ۸۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور ان کے بیٹے جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کا نام بھی ان کے باپ کے نام کے موافق ہے، اور ان کی کنیت ابویحییٰ تھی، اور یہ ننانوے (۹۹) ہجری میں فوت ہوئے تھے، امام بخاری کی اس حدیث کے سوا ان سے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ (تین صحابہ میں سے ایک صحابی تو عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل ہیں، اور دوسرے صحابی حارث ہیں اور تیسرے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں)۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے": حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف یہ جانا ۱۸ ہجری میں ہوا تھا، خلیفہ بن خیاط نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف اس مرتبہ جانا اٹھارہ ہجری (۱۸ھ) میں تھا تا کہ آپ رعیت اور امراء کے احوال کی تفتیش کریں، اور اس سے پہلے آپ ۱۶ھ میں گئے تھے جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تھا، پھر وہاں کے رہنے والوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر صلح ہو گی، تو اس وجہ سے آپ گئے۔

اس حدیث میں "سرغ" کا ذکر ہے، یہ ملکِ شام کی ایک بستی ہے جو حجاز کے قریب ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ شہر ہے جس کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا، اور سرغ اور یرموک اور جابیہ تینوں متصل ہیں، اور ان بستیوں اور مدینہ منورہ کے درمیان تیرہ مرحلہ کا فاصلہ ہے۔ ابوعمر نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ یہ وادی تبوک ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وادی تبوک کے قریب ہے، علامہ الحازمی نے کہا ہے: یہ حجاز کی پہلی جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امراء الاجناد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب" اور وہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن العاص ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شہر ان کے درمیان تقسیم کر دیے تھے اور جنگ اور قتال کا معاملہ حضرت خالد بن ولید کے سپرد کر دیا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو حضرت خالد بن ولید سے لے کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دیا۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اجناد سے مراد شام کے پانچ شہروں کے امراء ہیں اور وہ شہر فلسطین، اردن، حمص، قنسرین اور دمشق ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاخبروہ" یعنی لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ وبا پھیل گئی ہے اور یونس کی روایت میں ہے کہ درد اور بیماری شام کی سرزمین میں واقع ہو چکی ہے اور خلیل نے کہا کہ وہ بیماری طاعون تھی، اور دوسروں نے کہا: وہ عام بیماری تھی، پس ہر طاعون وبا ہے لیکن ہر وبا طاعون نہیں ہے، اور جس وبا کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ طاعون ہے اور اسی کو طاعون عمواس کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے مہاجرین اولین کو بلاؤ"۔ مہاجرین اولین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قبلتین (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بقیۃ الناس" اس سے مراد ہے بقیہ صحابہ، کیونکہ اس زمانہ میں جو لوگ تھے وہ صرف صحابہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من مشیخۃ قریش" الجوہری نے کہا: شیخ کی جمع شیوخ، اشیاخ، شیخۃ، شیخان، مشیخہ اور مشائخ اور مشیوخۃ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "من مہاجرۃ الفتح" یعنی جن لوگوں نے فتح مکہ کے سال مدینہ کی طرف ہجرت کی، یا مراد وہ ہیں کہ جو فتحِ مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں آ گئے، تو وہ صورتاً مہاجر ہیں، کیونکہ ہجرت تو فتحِ مکہ کے بعد مرتفع ہو گئی۔ اس میں قریش کے ان مشائخ سے احتراز ہے جو مکہ میں رہے اور انہوں نے اصلاً ہجرت نہیں کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرارا من قدر اللہ" یعنی کیا تم اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو؟ اور ہشام بن سعد کی روایت میں ہے: ایک جماعت نے کہا جن میں حضرت ابو عبیدہ تھے: کیا ہم موت سے بھاگ رہے ہیں؟

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ (التوبہ:۵۱) آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قضاء اور قدر میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضاء اس امرِ کلی اجمالی کو کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے ازل میں حکم کر دیا ہے، اور قدر اس کلی کی جزئیات کو کہتے ہیں اور اس مجمل حکم کی تفصیلات کو کہتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا امر نازل ہوگا۔ اور کہتے ہیں: درجِ ذیل آیت سے یہی مراد ہے:

وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۚ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۱ (الحجر:۲۱) اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں ۝

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کاش! آپ کے غیر نے یہ کہا ہوتا"۔ یعنی جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ کے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی، اور اس کی جزاء محذوف ہے تو میں اس کو ادب سکھاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ اجتہادیہ پر اعتراض کیا جس میں اکثر اربابِ حل و عقد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی تھی، یعنی میں آپ پر تعجب کرتا ہوں کہ آپ کا اتنا علم ہے اور آپ کی اتنی فضیلت ہے، پھر آپ ایسا کہہ رہے ہیں۔ اور معنی یہ ہے کہ آپ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ بات کہتا جس کا اتنا علم نہ ہوتا تو

وہ معذور قرار دیا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ہاں! ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں"۔اور ہشام بن سعد کی روایت میں ہے کہ ہمارا آگے بڑھنا بھی اللہ کی تقدیر سے ہے اور ہمارا پیچھے ہٹنا بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرار کا اطلاق صورت کی مشابہت کی وجہ سے کیا، اگرچہ یہ شرعاً فرار نہیں ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ کوئی چیز بھی تقدیر سے خارج نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "له عدوتان" یعنی ایک وادی کے دو اونچے اور بلند کنارے ہوں، ایک خصبہ ہو یعنی سرسبز وشاداب اور دوسرا بنجر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے"، خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشورہ کر رہے تھے، اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حاضر نہیں تھے، پھر وہ بعد میں آئے اور پھر انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ، اور جب تم کسی سرزمین میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو طاعون سے بھاگنے کے سبب سے، اس میں یہ دلیل ہے کسی اور سبب سے اس علاقہ سے نکلنا جائز ہے جب کہ نکلنے کا سبب طاعون سے بھاگنا نہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی" یعنی اس بات پر حمد کی کہ ان کا اجتہاد اور معظم اصحاب کا اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے موافق ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب موت اور حیات مقدر ہے تو پھر جس جگہ طاعون کی وبا ہو وہاں جانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر شخص اپنی زندگی کی میعاد پوری ہونے کے بعد مرتا ہے، تو نہ اس کو آگے بڑھنا چاہیے اور نہ پیچھے ہٹنا چاہیے، پھر کیا وجہ ہے کہ وبائی علاقہ میں دخول سے منع فرمایا اور خروج سے منع فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے: آپ نے صرف اس وجہ سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص یہ گمان کرے گا کہ یہ بندہ اس لئے ہلاک ہو گیا کہ یہ وبا والی جگہ میں گیا تھا، اور اگر یہ وہاں سے نکل جاتا تو سلامت رہتا۔اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جذام کے مریض کے قریب جانے سے منع فرمایا، حالانکہ آپ کو علم تھا کہ مرض متعدی نہیں ہوتا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) امام اور سربراہِ ملک کو اپنی رعیت کے احوال کے مشاہدہ کے لیے خود نکل کر دیکھنا چاہیے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعیت کے احوال کے مشاہدہ کے لیے ملکِ شام گئے۔

(۲) مظلوم کے ظلم کا ازالہ کرنا چاہیے اور لوگوں پر جو مصائب آئے ہوں انہیں دور کرنا چاہیے۔

(۳) باغیوں اور مفسدوں کو سزا دے کر ڈرانا چاہیے اور شعائرِ اسلام کو ظاہر کرنا چاہیے۔

(۴) امراء سے مشورہ کے لیے ملاقات کرنی چاہیے اور علماء سے مذاکرہ کرنا چاہیے، اور ہر شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ کے مطابق

سلوک کرنا چاہیے۔
(۵) لڑائیوں اور جنگوں میں کوشش کرنی چاہیے۔
(۶) خبرِ واحد کو قبول کرنا چاہیے اور قیاس کی صحت کی دلیل اور ہلاکت کے اسباب سے اجتناب کرنا چاہیے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۳۔ ۳۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۹، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں متعدد فوائد ہیں:

(۱) خلیفہ، امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ اپنے ملک کے عوام کے احوال کی تفتیش کرے، خواہ اس کے لیے اسے خود مختلف شہروں میں جانا پڑے، کیونکہ کسی چیز کو خود دیکھنا اس سے بہتر ہے کہ اس کی خبر سنی جائے۔ کیونکہ خبر اگر باوثوق لوگوں سے حاصل ہو پھر بھی وہ علم یقین ہے، اور عین الیقین علم الیقین سے قوی ہوتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی رعیت سے مشورہ کیا تھا، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اس امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں، محدث کا معنی ہے: جس پر صحیح اور درست بات القاء کی جاتی ہو۔ اس فضیلت کے حصول کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔

(۳) مشورہ درجہ بدرجہ لوگوں سے لینا چاہیے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے مہاجرین سے مشورہ کیا کیونکہ وہ انصار سے افضل ہیں، پھر بعد میں انصار سے مشورہ کیا۔ اور جب مہاجرین اور انصار سے مشورہ لینے کے بعد کوئی امر واضح نہیں ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش کے بزرگوں کو بلایا جائے جنہوں نے فتحِ مکہ کے وقت ہجرت کی تھی۔

(۴) جب نیت مستحسن ہو اور اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ توفیق کے ساتھ احسان فرماتا ہے، اسی وجہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو جمع کیا، پھر انصار کو جمع کیا، پھر مہاجرین کے بزرگوں کو جمع کیا تو ان کو اس مسئلہ میں صحیح بات کی رہنمائی مل گئی اور بزرگ مہاجرین نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس سرزمین میں طاعون پھیلا ہوا ہے وہاں پر نہ جاؤ، اور اگر تم کسی سرزمین میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو، اور اس حدیث کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے اس علاقہ میں نہ جانے کا فیصلہ کیا جہاں طاعون پھیلا ہوا تھا۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وحی کی خبر کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ صحابہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خبر کو قبول کر لیا، حالانکہ وہ بقیہ صحابہ سے منفرد تھے جو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے۔

(۶) اس حدیث سے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی رائے پیش کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے نہیں ڈرے۔

(۷) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ان سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ بات کہتا، کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم اور تکریم کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اس امت کے امین ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۰۸۔۴۰۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۷۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبد اللہ بن عامر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکل کر گئے، پس جب مقام سرغ پر پہنچے تو انہیں یہ خبر ملی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے، سو ان کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ کسی زمین میں وبا ہے تو اس زمین میں نہ جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں وبا آ جائے تو اس زمین سے تم نہ نکلو اس وبا سے بھاگتے ہوئے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۱۶۸۵، ۱۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۶۵۵، ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی دوسری سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن عامر کا ذکر ہے، یہ ابن ربیعہ الاصغر ہیں۔ ان کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہوئی تھی، ایک قول ہے ۶ ہجری میں ان کی ولادت ہوئی تھی اور انہوں نے کم عمری میں احادیث حفظ کر لی تھیں۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور حضرت ابو عامر بن ربیعہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ الْمَسِيْحُ وَلَا الطَّاعُوْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نعیم المجمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں مسیح الدجال داخل نہیں ہو گا اور نہ طاعون۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۰، ۵۷۳۱، ۷۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۳۷۹، مسند احمد: ۲۷۴۲۲، موطا امام مالک: ۱۶۴۹)

صحیح البخاری: ۵۷۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''طاعون'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں طاعون داخل نہیں ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے نُعیم المجمر، اس لفظ میں نون پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے اور یہ تصغیر کا صیغہ ہے۔ یہ ابن عبداللہ القرشی المدنی ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور المُجْمِر الا جمار سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: خوشبو کی دھونی دینے والا۔ یہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خوشبو کی دھونی دیتے تھے تو ان کا نام المجمر پڑ گیا۔

یہ حدیث کتاب الحج میں باب ''لایدخل الدجال المدینۃ'' میں گزر چکی ہے۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کی تھی از اسماعیل از مالک از نعیم بن عبداللہ المجمر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں، اس میں نہ طاعون داخل ہوسکتا ہے اور نہ دجال۔ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہاں دجال لکھا تھا اور یہاں المسیح لکھا ہے اور مسیح سے مراد دجال ہی ہے، اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ طاعون شہادت ہے تو اس کو مدینہ سے کیوں روک دیا گیا اور مسیح الدجال کو طاعون کے ساتھ ملا کر ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کے متعدد جوابات ہیں اور حاصل یہ ہے کہ طاعون سے مراد ہے: جنات کا نوچنا اور وہ جنات کفار ہیں اور کفار کا مدینہ میں داخلہ ممنوع ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ جنات کا نوچنا کفار جن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ کبھی مومنین جن بھی نوچتے ہیں تو میں کہوں گا: انسانوں میں سے کفار کا مدینہ میں داخلہ ممنوع ہے اور مدینہ میں صرف مسلمان ہی رہتے ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی ایسا شخص ہو جو خالص مسلمان نہ ہو تو اس کو وہ جنات نوچیں گے۔ اور مسلمان جو ہیں وہ جنات کے نوچنے سے محفوظ رہیں گے۔ اور امام احمد نے ابو عُسیب سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام بخار اور طاعون کو لے کر آئے، تو انہوں نے بخار کو مدینہ میں چھوڑ دیا اور طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کے اصحاب بہت کم تعداد میں تھے اور مدینہ میں وبا تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو امروں کا اختیار دیا گیا اور ان میں سے ہر ایک کے اندر عظیم اجر حاصل ہوتا ہے، تو آپ نے بخار کو اختیار کر لیا، کیونکہ بخار کی وجہ سے موت کم واقع ہوتی ہے بخلاف طاعون کے۔ پھر جب کفار سے جہاد کی ضرورت پیش آئی اور آپ کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دی گئی اور مسلمان بخار کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے اور انہیں جہاد کے لیے طاقت کی ضرورت تھی تو آپ نے دعا کی کہ بخار کو مدینہ سے الجحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ پھر

مدینہ تمام شہروں سے زیادہ صحت افزاء مقام ہوگیا۔ اور ابو عمر نے کہا ہے کہ ابوعسیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور
ان کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں، ایک بخار میں ہے اور ایک 10 B
طاعون میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۶۔ ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ قَالَتْ قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَحْيَى بِمَ مَاتَ قُلْتُ مِنَ الطَّاعُونِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت حفصہ بنت سیرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یحییٰ کس سبب سے فوت ہو گئے تھے؟ میں نے کہا: طاعون سے، تو انہوں نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۳۰، ۵۷۳۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۶، مسند احمد: ۱۲۸۹۲)

صحیح البخاری: ۵۷۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، وہ ابن زیاد ہیں اور عاصم کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان الاحول ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں اور حفصہ بنت سیرین کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری میں صرف یہی حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یحییٰ بم مات؟" یعنی یحییٰ بن سیرین جو حفصہ مذکورہ کے بھائی تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کس بیماری میں فوت ہو گئے تھے؟ تو حضرت حفصہ نے بیان کیا کہ وہ طاعون میں فوت ہوئے تھے اور یحییٰ نوے (۹۰) ہجری کی حدود میں فوت ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے، یعنی جو شخص طاعون میں مبتلا ہو کر مرے گا، وہ اس کی طرح ہوگا جو اللہ کے راستے میں شہید ہوا ہے، کیونکہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والا اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا دونوں مشقت برداشت کرنے میں شریک ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی از ابو صالح از حضرت

اَلْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۳، ۷۲۰، ۲۸۲۹، ۵۷۳۳، صحیح مسلم: ۱۹۱۴، مسند احمد: ۸۱۰۶، موطا امام مالک: ۲۹۵)

صحیح البخاری: ۵۷۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو عاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک بن مخلد النبیل ہیں، اور سُمی کا ذکر ہے، یہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن المخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور ابو صالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان السمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''المبطون'' کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ شخص ہے جو پیٹ کے کسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوا ہو۔ اور ''المطعون'' کا ذکر ہے، یعنی جو شخص طاعون میں فوت ہوا ہو۔ یعنی ان دونوں کو شہادت کا ثواب ملے گا۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے: جو شخص طاعون کی بیماری میں فوت ہوا یا جو شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا، اس کو اس کے ساتھ ملا دیا ہے جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے شہید ہوا، کیونکہ اس نے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح بیماری کی مشقت اور مصیبت اٹھائی ہے۔ اور تمام احکام اور فضائل میں وہ شہید کی مثل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۔ بَابُ: أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ — طاعون میں صبر کرنے والے کے اجر کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص طاعون پر صبر کرے گا اس کو اجر ملے گا، خواہ اس شخص کو طاعون کی بیماری عارض ہو یا وہ اس شہر میں مقیم ہو جس شہر میں طاعون پھیل گیا ہے۔ اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ میدانِ جہاد سے بھاگنے والا ہو۔ اور طاعون کی بیماری میں صبر کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں جنگ کی مصیبت پر صبر کرنے والا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے طاعون پر صبر کیا اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے اور اس کی امام ابن خزیمہ نے بھی دونوں لفظوں سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی،

بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْنَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ تَابَعَهُ النَّضْرُ عَنْ دَاوُدَ۔ (صحیح البخاری: ۳۴۷۴، ۵۷۳۴، ۶۶۱۹، مسند احمد: ۲۴۳۸۳)

انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن یعمر از حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہا، بے شک انہوں نے ہم کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا، تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ خبر دی کہ طاعون ایک عذاب تھا، اللہ تعالیٰ جس کو عذاب دینا چاہتا ہے، اس پر یہ عذاب بھیجتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کے لیے رحمت بنادیا ہے۔ پس جس بندہ کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ اس شہر میں صبر کر کے ٹھہرا رہے اور اس کو یہ یقین ہو کہ اس پر وہی مصیبت آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، تو اس بندہ کے لیے شہید کی مثل اجر ہوگا۔

حبان کی متابعت نضر نے کی ہے از داؤد۔

صحیح البخاری: ۵۷۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''طاعون کی بیماری میں صبر کرنے والے کا اجر'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس بندہ کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ بندہ اس شہر میں صبر کر کے ٹھہرا رہا اس یقین کے ساتھ کہ اس کو وہی بیماری پہنچے گی جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دی ہے تو اس کے لیے شہید کی مثل اجر ہوگا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

یہ حدیث بنی اسرائیل کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علیٰ من یشاء'' یعنی اللہ تعالیٰ جس کافر یا فاسق نافرمان پر عذاب بھیجنا چاہتا تو اس پر طاعون بھیج دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رحمة للمؤمنين'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنین کے لیے طاعون کو رحمت بنادیا ہے۔ پس جس شخص کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ صبر کر کے اسی شہر میں مقیم رہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی ہو تو اس کو شہید کی مثل اجر ملے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے کہ جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو گیا وہ شہید ہے اور اب یہ فرمایا ہے

کہ اس کو شہید کی مثل اجر ملے گا؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ صبر کر کے اسی شہر میں مقیم رہے اور یہ سمجھے کہ اس کو وہی بیماری عارض ہوگی جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، اور وہ طاعون سے نہ مرے تو اس کو شہید کی مثل اجر ہوگا اور جب وہ طاعون سے مرجائے تو پھر اس کو شہید کا اجر ملے گا اور وہ جو حدیث میں مذکور ہے کہ جو طاعون سے مر گیا تو وہ شہید ہے، اس کا معنی ہے کہ وہ حکماً شہید ہے، حقیقۃً شہید نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۸۔۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۳۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس جگہ طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں سے بھاگنے پر وعید

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں روایت کی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۟ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکلے، سو اللہ نے ان سے فرمایا: مرجاؤ، پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔ (البقرہ: ۲۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ چالیس ہزار لوگ تھے جو طاعون سے بھاگے تھے، سو وہ مر گئے، پس انبیاء میں سے اللہ کے ایک نبی نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کر دے حتیٰ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا، اور وہ نبی حضرت حزقیل علیہ السلام تھے۔ اس کو علامہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں بیان کیا ہے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۵۱)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنا اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا موجب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنا ایسا ہے جیسے میدانِ جہاد سے کوئی پیٹھ موڑ کر بھاگے اور طاعون کی وبا میں ثابت قدم رہنا ایسا ہے جیسے کوئی آدمی میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے طاعون پر صبر کیا اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۳، ج ۳ ص ۳۶۰)

علامہ الہیثمی نے کہا ہے کہ مسند احمد اور بزار اور طبرانی کی المعجم الاوسط میں رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲)

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جو شخص وبا کی سرزمین میں نہ ہو، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وبا کی سرزمین میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص وبا کی سرزمین میں ہو، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے نکلنے سے منع فرمایا ہے، تاکہ وبا سے بھاگنا لازم نہ آئے۔ اور یہ معنی اس حدیث کے مطابق ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو تم صبر کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۹۶۶، کتاب الجہاد)

طاعون زدہ علاقہ میں نہ جانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت

نیز شعبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف طاعون میں مکتوب بھیجا جو اس وقت شام میں تھے، اور اس مکتوب میں لکھا: مجھے تم سے ایک ایسا کام پڑ گیا ہے جس کو ٹالا نہیں جاسکتا، پس جب تمہارے پاس میرا مکتوب رات کو پہنچے تو تم مجھے جواب دینے سے پہلے صبح نہ کرنا، اور اگر دن میں پہنچے تو تم مجھے جواب دینے سے پہلے شام نہ کرنا، جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب پڑھا تو انہوں نے کہا: میں نے امیر المومنین کے کام کو سمجھ لیا ہے، ان کا ارادہ یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو باقی رکھوں، پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میں نے آپ کا کام سمجھ لیا ہے، پس مجھے مہلت دیجئے اے امیر المومنین! کیونکہ میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں، اور میں ہرگز اپنے نفس کو ان پر ترجیح نہیں دوں گا، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب پڑھا تو وہ روئے، ان سے پوچھا گیا: کیا ابوعبیدہ فوت ہو گئے ہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا تھا کہ اردن کی زمین بیماری کی سرزمین ہے، اور جابیہ کی سرزمین سلامتی کی سرزمین ہے، تم مسلمانوں کو جابیہ کی طرف لے جاؤ۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو کہا: ہم امیر المومنین کے حکم کو سنتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ پس انہوں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو سوار کریں اور انہوں نے کسی چیز کی چبھن پائی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور طاعون دور ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۴ ص ۳۰۵)

امام مالک سے سوال کیا گیا: کسی شہر میں موت واقع ہو رہی ہو اور بیماریاں پھیلی ہوئی ہوں، کیا اس شہر کی طرف جانا مکروہ ہے؟ امام مالک نے کہا: میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اس شہر میں جائے یا اس شہر میں ٹھہرے۔ کہا گیا کہ یہ اس کے مشابہ ہے جو طاعون کے متعلق حدیث ہے، انہوں نے کہا: ہاں!۔ (المفہم ج ۵ ص ۶۱۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷، ص ۴۶۴۔ ۴۶۸، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۲۔ باب: الرُّقَی بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ — قرآن مجید اور معوذات کو پڑھ کر دم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دم کرنے کا بیان ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: الرقی اور الرقا اور الاسترقی، ان کا معنی ہے: چند آیات پڑھ کر کوئی شخص جو بخار یا سر درد یا اور کسی آفت میں مبتلا ہو تو وہ ان بیماریوں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

امام بخاری نے اس عنوان میں قرآن مجید اور معوذات کا ذکر کیا ہے، حالانکہ معوذات بھی قرآن مجید ہیں تو یہ خاص کا عطف عام پر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کو المعوذتین لکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ دو سورتیں ہیں، تو امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ یہ دو سورتیں اور قرآن مجید کی جو آیات ان کے مشابہ ہوں، ان کو پڑھ کر دم کرنا، یا ان کی مراد یہ تھی کہ جمع کے کم سے کم دو فرد ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ المعوذات سے مراد سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص تین سورتیں ہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الاخلاص اور معوذتین کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۹،

دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۵۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ كَيْفَ يَنْفِثُ قَالَ كَانَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جس مرض میں فوت ہو گئے تھے، اس مرض میں اپنے اوپر المعوذات کو پڑھ کر دم کرتے تھے، پس جب بیماری زیادہ ہوگئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے اوپر پھیرتی تھی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ معمر بیان کرتے ہیں: میں نے زہری سے سوال کیا: آپ کیسے دم کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ اپنے ہاتھوں پر دم کرتے تھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۹، ۵۰۱۶، ۵۷۳۵، ۵۷۵۱، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹، مسند احمد: ۲۴۳۱۰، موطا امام مالک: ۱۷۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کان ینفث'' نفث کا معنی: پھونک مارنے کے مشابہ ہیں، اور یہ تھوکنے سے کم ہوتا ہے، یعنی اس طرح دم کیا جائے کہ پھونک میں لعاب دہن کی چھینٹیں بھی ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس مرض میں نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تھی''۔ اس کلام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کے آخر حیات میں ہوا تھا اور یہ منسوخ نہیں ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا ''پھر میں یہ آیات پڑھتی اور نبی ﷺ کے ہاتھ پر دم کرتی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تھی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت شامل رہے''۔

دم کرنے کے جواز اور دم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث میں تطبیق

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے: بعض احادیث سے دم کرنے کا جواز ثابت ہے، اور بعض میں دم کرنے کی ممانعت ہے۔

جواز کی حدیث یہ ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرہ پر کالے دھبے پڑ گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر دم کراؤ، کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

اور ممانعت کی حدیث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ ہوں گے جو نہ دم

کراتے ہوں گے اور نہ داغ لگواتے ہوں گے، اور احادیث ان دونوں قسموں میں بہت زیادہ ہیں۔ اور ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ دم کرنا یا کرانا مکروہ ہے جو عربی زبان میں نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات میں اور اس کے کلام سے نہ ہو اور اس کی نازل کردہ کتابوں میں نہ ہو۔ اور دم کرنے یا کرانے والا یہ اعتقاد رکھے کہ یہ دم لامحالہ نفع دے گا اور اسی پر اعتماد کرے۔ اور اسی معنی کا ارادہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دم کرانے کو طلب کیا اس نے اللہ پر توکل نہیں کیا، اور جو دم کرنا یا دم کرانا اس کے خلاف ہو، وہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات کو پڑھ کر دم کرنا یا اللہ تعالیٰ کے اسماء پڑھ کر دم کرنا۔

اور دم کرانے کے متعلق مؤطا امام مالک میں یہ حدیث ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ بیمار تھیں اور ایک یہودیہ عورت ان کو دم کر رہی تھی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو کتاب اللہ کے ساتھ دم کرو یعنی تورات اور انجیل کے ساتھ۔

غیر مسلم کا مسلم کو دم کرنے کا بیان

آیا کافر کا مسلم کو دم کرنا جائز ہے؟ پس امام مالک سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کا مسلمان کو دم کرنا جائز ہے جب کہ وہ اللہ کی کتاب سے دم کرے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ نیز امام مالک سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں اہل کتاب کے دم کرنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور اس کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ہم کو علم نہیں کہ وہ کتاب اللہ سے دم کرتے ہیں یا ناپسندیدہ الفاظ سے دم کرتے ہیں جو جادو کے کلمات کے مشابہ ہوں۔ اور ابن وہب نے روایت کی ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت لوہے اور نمک پر دم کرتی ہے اور اس کے متعلق سوال کیا گیا کہ ایک شخص چند کلمات لکھ کر ان کو لٹکا دیتا ہے اور ایک شخص چند کلمات کو پڑھ کر دھاگہ میں گرہ لگاتا ہے اور اس طرح سات گرہیں لگا دیتا ہے تو امام مالک نے ان سب کو مکروہ قرار دیا اور کہا کہ یہ لوگوں کے معمولات میں سے نہیں ہے۔

''نفث'' (یعنی اس طرح دم کرنا کہ پھونک کے ساتھ لعاب دہن کے قطرات مخلوط ہوں) کی اباحت کا بیان

از ثوری از الاعمش از ابراہیم، انہوں نے کہا: جب تم قرآن مجید کی آیات کے ساتھ دم کرو تو نفث نہ کرو، یعنی اس طرح دم نہ کرو کہ پھونک کے ساتھ لعاب دہن کے قطرات مخلوط ہوں۔ اور اسود نے کہا کہ نفث مکروہ ہے، اور صرف پھونک مارنے میں وہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور عکرمہ، حکم اور حماد نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ابوعمرو نے کہا: میرا گمان ہے ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ (الفلق: ۴) اور گرہ میں بہت نفث کرنے والی عورتوں کے شر سے (میں پناہ چاہتا ہوں)۝

اور یہ نفث جادو ہے اور جادو حرام ہے۔ اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے (یعنی نفث کا جواز) وہ اولیٰ ہے اور اسی میں خیر اور برکت ہے۔

دم کرتے وقت ہاتھ پھیرنے کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دم کرتے وقت ہاتھ پھیرنا جائز ہے اور اسی معنی میں ہے کہ جس کی برکت کی توقع ہو اور جس میں شفاء کے حصول کی امید ہو یا کسی خیر کے حصول کی امید ہو، اس پر ہاتھ پھیرنا چاہیے، جیسے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۳۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المعوذات کے علاوہ دیگر قرآنی آیات سے دم کرنے کا بیان

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "قرآن مجید اور معوذات کے ساتھ دم کرنا" اور یہ خاص کا عام پر عطف ہے، کیونکہ معوذات سے مراد ہے سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص، جیسا کہ کتاب التفسیر کے آخر میں گزرا ہے۔ یا اس سے سورۂ فلق، سورۃ الناس اور ہر وہ آیت مراد ہے جس میں تعویذ یعنی پناہ طلب کرنے کا ذکر ہو جیسے قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ اور آپ کہیے! اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں ○ (المومنون: ۹۷)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ پس (اے رسول مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں ○ (النحل: ۹۸)

اور اس طرح کی دوسری آیات ہیں۔ اور پہلی شرح اولیٰ ہے، کیونکہ امام احمد اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے بھی روایت کی ہے از عبدالرحمٰن بن حرملہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس صفات کو ناپسند کرتے تھے، پھر ان میں دم کرنے کا ذکر کیا سوائے المعوذات کے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن حرملہ کی حدیث صحیح نہیں ہے اور امام طبری نے کہا ہے: اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا راوی مجہول ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور علامہ المہلب نے اشارہ کیا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بھی استعاذہ کے معنی میں ہے۔ اور اس بناء پر جواز ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے جو استعاذہ اور تعوذ کے معنی میں ہوں۔

دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

اور امام ترمذی نے حدیث روایت کی اور اس کو حسن قرار دیا اور امام نسائی نے بھی روایت کی کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے اور انسان کی نظرِ بد سے پناہ طلب کرتے تھے حتیٰ کہ معوذات نازل ہوگئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذات سے دم کرنے پر عمل کیا اور اس کے ماسوا کو ترک کر دیا۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دو سورتوں کے سوا دم کر کے پناہ طلب کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان دو سورتوں کے ساتھ دم کر کے پناہ طلب کرنا اولیٰ ہے خاص

طور پر اس لیے کہ جب کہ پناہ طلب کرنے کا ثبوت ان دو کے علاوہ بھی ہے۔

دم کرنے کے جواز کی شرائط

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دم کرنا اس وقت جائز ہے جب تین شرطیں پائی جائیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء یا اس کی صفات کے ساتھ دم کیا جائے (۲) عربی زبان میں دم کیا جائے اور اگر عربی زبان نہ ہو تو اس کا معنی معروف ہونا چاہیے۔ (۳) دم کرنے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ دم کرنا بذاتہا مؤثر نہیں ہے بلکہ مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اور راجح یہ ہے کہ ان شروطِ مذکورہ کا اعتبار کرنا ضروری ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے تو ہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم اپنے دم کے کلمات مجھ پر پیش کرو، اس وقت تک دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپ کے پاس عمرو بن حزم کی آل آئی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے پاس ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے ہوئے پر دم کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اچھا مجھ پر پیش کرو، پھر آپ نے فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، وہ اس کو نفع پہنچائے۔

ان احادیث کی توجیہ جن میں دم کرنے کے جواز کا حصر صرف نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں ہے

اور ایک قوم نے اس عموم سے استدلال کیا ہے اور انہوں نے ہر اس دم کی اجازت دی ہے جس کی منفعت جاری ہو، خواہ اس کا معنی معقول نہ ہو، لیکن حضرت عوف کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس دم میں شرکیہ کلمہ ہو وہ ممنوع ہے اور جس دم کا معنی معلوم نہ ہو تو اس میں اس سے اطمینان نہیں ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی شرکیہ کلمہ ہو، لہٰذا جس دم کے کلمات کا معنی معلوم نہ ہو، اس سے بھی احتیاطاً منع کیا جائے گا، اور اس آخری شرط کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہے۔

اور ایک قوم نے یہ کہا: کہ دم کرنا صرف نظرِ بد سے اور کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے جائز ہے، جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بغیر نظر بد کے یا زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں حصر کا معنی یہ ہے کہ نظرِ بد اور زہریلے جانور کا ڈسنا دم کرنے کی اصل ہے، سو نظرِ بد کے ساتھ کسی مجنون پر دم کے جواز کو ملایا جائے گا اور جس کو جنات نے چھوا ہو اس پر دم کے جواز کو ملایا جائے گا، کیونکہ یہ اس میں مشترک ہیں کہ یہ بھی نظرِ بد کی طرح احوالِ شیطانیہ ہیں خواہ شیطانِ انس ہو یا شیطانِ جن ہو۔ اور زہریلے جانور کے ڈسنے کے ساتھ ہر اس بیماری کے دم کو ملایا جائے گا جو بدن کو عارض ہوتی ہیں، بدن میں پھوڑے پھنسی ہوں یا اور کوئی زہریلے آثار۔

اور صحیح مسلم میں از یوسف بن عبد اللہ الحارث از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے اور پھوڑے پھنسی میں دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت شفاء بنت عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ان کو یعنی حضرت حفصہ

رضی اللہ عنہا کو پھوڑے پھنسی کا دم کیوں نہیں سکھاتیں؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو دم کرنے کو نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں منحصر کیا گیا ہے اس سے مراد افضل ہے، یعنی یوں تو ہر بیماری میں دم کرنا جائز ہے لیکن افضل نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں دم کرنا ہے۔

مصیبت کے نزول سے پہلے دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کا بیان

اور بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ دم کرنا منع ہے جو آفت اور مصیبت کے آنے سے پہلے کیا جائے، اور وہ دم کرنا جائز ہے جو مصیبت اور بلاء کے نازل ہونے کے بعد کیا جائے۔ اس کو علامہ ابن عبد البر اور امام بیہقی وغیر ہما نے ذکر کیا ہے۔

اور اس میں اعتراض ہے، گویا کہ یہ قاعدہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں گلے میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت ہے۔

پس امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے از حضرت زینب جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں ان سے اور حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دم کرنا اور تعویذات کو لٹکانا اور التولۃ شرک ہے۔ الحدیث۔

تمائم، تمیمۃ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیاں یا وہ ہار جو سر میں لٹکا دیا جائے۔ اور زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ ہار آفات اور بلاؤں کو دور کرتے ہیں اور "التولۃ" (تاء کے نیچے زیر اور واؤ پر زبر) یہ ایک ایسا دم ہے جس سے عورت اپنے شوہر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور یہ جادو کی ایک قسم ہے، اور اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس ہار سے اللہ کے غیر سے مصائب کو دور کرنے اور منافع کے حاصل کرنے کا قصد کرتے تھے، اور اس میں وہ تعویذات داخل نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلام پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پس احادیث میں ان کا مصائب کے وقوع سے پہلے استعمال کرنا ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس باب میں آئے گا کہ عورت مرد کو دم کرتی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بستر پر جاتے تو معوذات کو پڑھ کر دم کرتے اور ان کے ساتھ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے۔ اور احادیث الانبیاء میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر دم کرتے تھے کہ "میں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں اور ہر شیطان ھامہ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔

اور امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت خولہ بنت حکیم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ٹھکانے پر جائے اور یوں دعا کرے "میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر اس شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اس نے پیدا کیا ہے" تو اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی حتیٰ کہ وہ وہاں سے منتقل ہو جائے۔

اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے سندِ حسن کے ساتھ از سہیل بن ابی صالح از والد خود از ایک مرد روایت کی ہے جو قبیلہ اسلم سے تھا کہ ایک مرد نے آکر کہا: آج رات مجھے کسی نے ڈس لیا، میں سو نہیں سکا، تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لیتے "میں اللہ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر اس شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اللہ نے پیدا کیا ہے" تو تم کو کوئی ضرر نہ ہوتا۔

اور احادیث اس معنی میں موجود ہیں یعنی حفظ ماتقدم کے طور پر مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے اس سے پناہ طلب کرنے کے لیے دعا کرنا، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کہا جائے کہ دم کرنا پناہ طلب کرنے سے خاص ہے ورنہ دم کرنے میں اختلاف مشہور ہے

اور خوف کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جانا مشروع ہے اور ہر وہ چیز جو واقع ہو چکی ہے یا واقع ہو گی، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جانا یہ بھی مشروع ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: المعوذات اور ان کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں ان سے دم کرنا طب روحانی ہیں، جب کہ اللہ کی مخلوق میں سے نیک لوگوں سے ہی دم کرایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر جب کہ یہ قسم بہت نادر الوجود ہے تو لوگ طبِ جسمانی کی طرف چلے گئے۔

دم کرنے کی تین قسمیں

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ دم کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ان کلمات کے ساتھ دم کیا جائے جن کلمات کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں دم کیا جاتا تھا اور جن کا معنی معقول نہیں ہے، اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، تاکہ اس کی وجہ سے کوئی شرک نہ ہو، یا کوئی ایسا کام نہ ہو جو شرک تک پہنچائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء کے ساتھ دم کیا جائے، سو یہ جائز ہے۔ اور اگر یہ کلمات احادیث اور آثار سے منقول ہوں تو پھر مستحب ہے۔

(۳) ان کلمات کے ساتھ دم کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ کے غیر کے اسماء ہیں، کسی فرشتہ کا نام ہے، یا کسی مرد صالح کا نام ہے، یا اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی عظیم چیز مثلاً عرش کا نام ہے، نہ اس سے اجتناب واجب ہے اور نہ اس کا کرنا مشروع ہے، اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔

الربیع نے کہا کہ میں نے امام شافعی سے دم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر کتاب اللہ سے دم کیا جائے یا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر معروف ہے اس سے دم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: کیا اہلِ کتاب مسلمانوں کو دم کریں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! جب وہ اس چیز سے دم کریں جو کتاب اللہ میں ہو یا جس کا کتاب اللہ میں ذکر ہے۔ اور مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہودی عورت سے کہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دم کر رہی تھی: ان کو اللہ کی کتاب کے ساتھ دم کرو۔

اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ لوہے اور نمک کے ساتھ دم کرنا مکروہ ہے، اور دھاگہ میں گرہ لگانا بھی مکروہ ہے اور کہا: یہ قدیم زمانہ کے لوگوں میں معمول اور مروج نہیں تھا۔

علامہ مازری نے کہا کہ اہل کتاب سے دم کرانے میں اختلاف ہے، ایک قوم نے اس کو جائز قرار دیا اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہوں نے اپنی کتاب میں جو تحریف کی ہے اس کے ساتھ دم کر دیں۔ اور حق یہ ہے کہ اشخاص اور احوال کے اختلاف سے اس کا حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۹۵۔۱۹۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۸۴۵۔۸۴۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۳۔ بَابُ: الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۂ فاتحہ کو پڑھ کر دم کرنے کا بیان

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کو پڑھ کر دم کرنا جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم المعوذات کے سوا اور کسی چیز سے دم کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی مثل سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایسے راوی ہیں جو غیر معروف ہیں، پھر اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو پھر یہ منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟۔

اس کے بعد امام بخاری کی تعلیق کا ذکر ہے، اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم''۔

اس تعلیق میں یُذکر کا لفظ مجہول کے صیغہ کے ساتھ ہے، اور یہ صیغۂ تمریض ہے، اور صیغۂ تمریض کو اسی وقت ذکر کیا جاتا ہے جب کہ وہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہ ہو، حالانکہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سورۂ فاتحہ سے دم کرنے سے متعلق ذکر کی ہے جو اس باب کے بعد آئے گی اور اس باب کا عنوان ہے ''دم کرنے میں چند بکریاں لینے کی شرط لگانا''۔

صاحب التلویح نے کہا: یہ تعلیق علامہ ابن الصلاح وغیرہ کے اس قول کا رد کرتی ہے کہ امام بخاری جب صیغۂ تمریض کے ساتھ کوئی تعلیق ذکر کریں تو وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الصلاح وغیرہ ان محدثین میں سے ہیں کہ جن کا اس پر اتفاق ہے کہ امام بخاری جس حدیث کو صیغۂ تمریض کے ساتھ بیان کریں وہ ان کی شرط پر نہیں ہوتی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس پر اعتراض باقی ہے، البتہ ہمارے مشائخ میں سے ایک نے امام بخاری کی موافقت کی ہے اور ذکر کیا ہے کہ امام بخاری ایسا اس وقت کرتے ہیں جب حدیث کو بالمعنیٰ روایت کیا جائے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حدیث امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس میں وہ اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس عمل کو مقرر اور جائز رکھا جو انہوں نے بکریوں کی شرط کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو پڑھ کر دم کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۰۔ ۳۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ فَقَالُوا هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ فَقَالُوا إِنَّكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابو المتوکل از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب عرب کی بستیوں میں سے کسی بستی میں گئے، اس بستی کے لوگوں نے ان کی ضیافت نہیں کی، پس جس

لَمْ تَقْرُونَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ فَقَالُوا لَا نَأْخُذُهُ حَتّٰى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ۔

وقت وہ اسی حال پر تھے تو اس بستی والوں کے سردار کو (بچھو) کا ڈنک لگ گیا تھا، تو بستی والوں نے صحابہ سے کہا: کیا تمہارے ساتھ کوئی دوا ہے یا کوئی دم کرنے والا ہے؟ پس صحابہ کرام نے کہا: بے شک تم نے ہماری ضیافت نہیں کی تھی اور ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمارے لیے اس کی اجرت مقرر کر دو، پس بستی والوں نے ان کے لیے چند بکریاں معین کر دیں، پس حضرت ابوسعید خدری سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور اپنا تھوک منہ میں جمع کرتے تھے اور اس کے قطرات اس پر دم کرتے تھے، تو وہ سردار ٹھیک ہو گیا، پس وہ بکریاں لے آئے، پھر صحابہ نے کہا: ہم یہ بکریاں نہیں لیتے حتیٰ کہ ہم نبی ﷺ سے سوال کر لیں، پھر انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟ ان بکریوں کو لے لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۰۱، سنن ترمذی: ۲۰۶۴، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۵، مسند احمد: ۱۱۰۰۶)

صحیح البخاری: ۵۷۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے "سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بستی والوں کے سردار پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، اور وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بشر، ان کا نام ایاس الیشکری البصری ہے، اور ان کو الواسطی بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالمتوکل مذکور ہے، ان کا نام علی بن داؤد الناجی ہے۔ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے۔ اور یہ حدیث کتاب الاجارہ میں اس باب میں گزر چکی ہے: "باب مایعطی فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلم یقروھم" یعنی بستی والوں نے صحابہ کی ضیافت نہیں کی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جعلاً" اس کا معنی ہے: کسی شخص کے کام کی جو اجرت مقرر کی جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "القطیع" یعنی چند بکریاں، ایک قول یہ ہے کہ وہ تیس بکریاں تھیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۱۔ ۳۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابُ: الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ

دم کرنے کے عوض چند بکریاں لینے کی شرط لگانے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چند بکریوں کے عوض دم کرنا جائز ہے۔

۵۷۳۷۔ حَدَّثَنِي سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَصْرِيُّ هُوَ صَدُوقٌ يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَّاءُ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ فَبَرَأَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سیدان بن مضارب ابو محمد الباہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معشر البصری نے حدیث بیان کی، اور وہ بہت صادق ہیں، یوسف بن یزید البراء انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ الاخنس ابو مالک نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ ایک پانی کے گھاٹ کے پاس سے گزرے، ان گھاٹ والوں میں ایک شخص وہ تھا جس کو بچھو یا سانپ نے ڈنک لگایا ہوا تھا، پھر ان کے پاس اس پانی کے گھاٹ کے لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس پانی میں ایک مرد ہے جس کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا ہے، پس صحابہ میں سے ایک مرد ان کے ساتھ اس شخص کے پاس گیا اور اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر چند بکریوں کے عوض دم کیا، پس وہ مرد ٹھیک ہو گیا، پھر وہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آئے تو اصحاب نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا: تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے، حتیٰ کہ وہ مدینہ آ گئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۰۱، سنن ترمذی: ۲۰۶۴، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۵، مسند احمد: ۱۱۰۰۶)

صحیح البخاری: ۵۷۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "چند بکریوں کی شرط پر دم کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ میں سے ایک مرد گیا اور اس نے چند بکریوں کے معاوضہ پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو ان کا سردار تندرست ہو گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سیدان، یہ ابن مضارب ہیں اور ان کا نام ابو محمد الباہلی ہے، یہ باہلہ بن صعب بن سعد العشیرہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور اس حدیث کی سند میں ابو معشر کا ذکر ہے، ان کا نام یوسف بن یزید البرّاء (باء پر زبر اور راء پر تشدید) ہے، یہ تیروں کو درست کرتے تھے اور یہ عطار تھے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ بہت سچے ہیں، کیونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ بہت سچے تھے، اسی لیے امام بخاری نے ان کی حدیث روایت کی ہے، اسی طرح امام مسلم نے بھی ان کی حدیث روایت کی ہے، اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ ضعیف راوی ہیں، اور ابو حاتم نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے، اور المقدمی نے کہا: یہ ثقہ ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن الاخنس ہیں، یہ نخعی کوفی ہیں، ان کی کنیت ابو مالک ہے، ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے کہا: یہ بہت خطا کرتے تھے، اور صحیح بخاری میں ان تین سے مروی صرف یہی حدیث ہے، لیکن عبیداللہ بن اخنس کی حدیث کتاب الحج کے آخر میں ہے اور ابو معشر کی حدیث کتاب الاشربہ کے آخر میں ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، ان کا نام زہیر ہے، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی تھے۔

یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی تھی، ایک ہی قصہ کے اندر ہے۔ اور ان کا قصہ اس شخص کے ساتھ ہوا جس کو بچھو نے ڈنک لگایا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او سلیم" اس میں راوی کو شک ہے کہ لدیغ کہا تھا یا سلیم، یعنی جس کو بچھو نے ڈنک لگایا ہو، اس کو سلیم اچھی فال کے طور پر کہا جاتا ہے جیسے مہلکہ کو مفازہ کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانطلق رجل منھم" یعنی صحابہ میں سے ایک مرد دم کرنے گئے اور وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی شاء" یعنی انہوں نے چند بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ کو پڑھا، یا چند بکریوں کو مقرر کیا تھا یا چند بکریوں پر صلح کی تھی۔ اور الشاء کا لفظ، شاۃ کی جمع ہے، اس کی اصل ہے شاھۃ، پس ہاء کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جمع شیاہ، شاء اور شوی آتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"تم جن چیزوں پر اجرت لیتے ہو، ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے"۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت

11 A

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن شافعی نے کہا ہے: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جس شخص کو حدیث کے معانی کا ذوق ہو، وہ ایسا کلام نہیں کرے گا جس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا وہ معنی نہیں ہے جو ابن ملقن نے سمجھا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ وہ امام ابوحنیفہ پر رد کریں، اس کا معنی صرف یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے یا اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیتوں کو پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے کا زیادہ استحقاق ہے اور امام ابوحنیفہ اس سے منع نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں اور تعلیم قرآن اور چیز ہے اور دم کرنا اور چیز ہے۔ علاوہ ازیں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرنے میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ عبداللہ بن شقیق، اسود بن ثعلبہ، ابراہیم النخعی، عبداللہ بن زید، شریح القاضی اور حسن بن حیی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس معترض نے جو ان اکابر فقہاء میں سے صرف امام ابو حنیفہ کو اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا اس سے اس کے تعصب کی بو آتی ہے۔ اور ان اکابر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن شبل روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن کا علم حاصل کرو اور اس میں غلو نہ کرو اور نہ اس سے بے وفائی کرو اور نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ، یعنی قرآن کے عوض دنیا کا مال حاصل نہ کرو اور اس سے مال میں کثرت حاصل نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۲۔۳۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی تحقیق

فقہاءِ متقدمین تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرتے تھے، لیکن بعد میں متاخرین فقہاء نے یہ دیکھا کہ اگر تعلیمِ قرآن پر اجرت نہ لی جائے تو کوئی شخص بغیر معاوضہ کے قرآن کی تعلیم نہیں دے گا اور اس طرح لوگوں سے قرآن مجید کا علم جاتا رہے گا۔

متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو تو اس پر عبادت کا کرنا بطورِ فرض متعین ہو جائے گا اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہے اور سوال کیے بغیر لینا جائز ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے اور اگر بغیر پیشگی شرط کے اجرت دی جائے تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔

حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابوسعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے اور احادیث اور آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت

کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔

(نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ)

دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گذر ہوا، اس نے قرآن مجید پڑھا، پھر لوگوں سے سوال کیا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا وہ اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۴۔ ۵۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ)

تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لینے پر محمول ہیں اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے تو پھر جائز ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: طاؤس سے یہ سوال کیا گیا کہ جو معلم اجرت لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، معمر نے کہا کہ قتادہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۴، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

شعبی کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو اس کو قبول کرلے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو لوگ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں، وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلباء پر محنت اور جانفشانی کرتے ہیں، وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے تو وہ جائز نہیں ہے، اور امامت، خطاب اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی اجرت ناجائز ہے کیونکہ یہ عبادات ہیں اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے، کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے۔ (کیونکہ مثلاً مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ مسجد میں آ کر امامت کرائے اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرائے، اور اگر وہ اپنے گھر میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی) اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے۔

(تفسیر عزیزی (مترجم) ج ا ص ۳۴۲، ملخصاً مطبع فاروقی دہلی)

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے، کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہوگئی ہے اور اس کو ناجائز کہنے سے قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور یہ چیز اب باقی نہیں ہے، امام ابوعبداللہ الخیز اخزی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۔ ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ ھ لکھتے ہیں:

جب مدت مقرر کر لی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے اور انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے اور جب اجرت پر نہ رکھا جائے تو انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے، اسی طرح محیط میں ہے، انہوں نے کہا کہ بچہ کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے، اور شیخ ابوبکر محمد بن فضل یہ کہتے تھے کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو قید کیا جائے گا، انہوں نے کہا: اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا مختار ہے، اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۸، مکتبہ امیریہ کبریٰ بولاق، مصر ۱۳۱۰ ھ)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۶، مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۳۷، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینے کی دو قسمیں

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے اور اجرت لینے کی دو قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ صرف قرآن پڑھنے کی اجرت لی جائے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔ ثانی یہ کہ تعلیم قرآن پر اجرت لی جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تعلیم عمل ہے اور مشقت ہے اور اس میں مہارت کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کا عوض لینا جائز ہے۔

اگر کسی مریض پر قرآن پڑھا تا کہ وہ مریض تندرست ہو جائے تو اس پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ بہ منزلہ دوا ہے اور یہ محض تلاوت نہیں ہے بلکہ ایسی تلاوت ہے جس سے اس کو فائدہ ہوتا ہے جس پر تلاوت کی جائے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۱۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ ھ)

۳۵۔ بَابُ: رُقْيَةِ الْعَيْنِ — نظرِ بد میں دم کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نظرِ بد لگ جانے کی صورت میں دم کرانے کا بیان ہے، یعنی نظرِ بد لگ جانے کے سبب سے جو تکلیف ہو جاتی ہے، اس کے ازالہ کے لیے دم کرانا، اور اس حدیث میں عین سے مراد آشوبِ چشم یا آنکھ کی بیماری نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نظرِ بد لگنا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کے دیکھنے کی وجہ سے اس چیز میں کوئی ضرر ہو جائے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ایک جماعت نے نظرِ بد لگنے کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: نظر کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور ان کے قول کے فاسد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نظر بد لگنے سے کسی جسم میں تکلیف ہونا امرِ ممکن ہے اور نبی صادق نے اس کی خبر دی ہے کہ نظرِ بد لگ جاتی ہے، لہٰذا اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔

بعض شارحین نے کہا ہے: دیکھنے والے کی آنکھوں سے ایک زہریلی قوت پھوٹتی ہے یا زہریلی شعاعیں نکلتی ہیں اور وہ زہریلی قوت یا شعاعیں کسی چیز پر اثر انداز ہوتی ہیں تو وہ چیز ہلاک ہو جاتی ہے جیسے زہریلے سانپ کا اثر ہوتا ہے۔ اور مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو تعجب سے دیکھے تو اس سے اس چیز میں ضرر پیدا ہو جاتا ہے جس کو وہ دیکھتا ہے۔ اور نظر لگانے والے کی آنکھوں سے کسی چیز کا پھوٹنا یہ بھی ممکنات میں سے ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: نظر بد کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بہت عمدہ اور اچھا قرار دے کر دیکھے یا اس کے دیکھنے میں حسد کی آمیزش ہو اور دیکھنے والا خبیث الطبع ہو جیسے زہریلے جانور ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہو تو ہر عاشق اپنے معشوق کو نظرِ بد لگا دے، کیونکہ عاشق بھی اپنے معشوق کو بہت اچھا اور عمدہ جان کر دیکھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن شداد سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا یا آپ نے حکم دیا کہ نظرِ بد میں دم کرایا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۲، مسند احمد: ۲۴۵۴۷)

صحیح البخاری: ۵۷۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن کثیر، صاحب التوضیح نے کہا ہے: یہ لفظ محمد بن کبیر ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے، اور ظاہر ہے کہ جس نے محمد بن کبیر لکھا وہ جاہل تھا۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معبد کا ذکر ہے، یہ ابن الخالد القاضی الکوفی التابعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن شداد کا ذکر ہے، وہ ابن الہاد کے نام سے معروف ہیں اور ان کے والد صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''او امر'' یعنی راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا جیسا کہ سنن نسائی اور صحیح مسلم میں ہے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ آپ نے حکم دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یسترقی'' یعنی دم کرانے کو طلب کیا جائے، اور اس شخص سے دم کرایا جائے جو نظر بد لگنے کی صورت میں دم کرنے کا عارف ہو اور ماہر ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس دم کا حکم دیا، یہ وہ ہے جو قرآن مجید کی آیات سے ہو، یا نیک لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بتائیں، اس ذکر کے ساتھ دم کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۳۔۳۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن وہب بن عطیہ الدمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن الولید الزبیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از عروہ بن الزبیر از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرہ پر سیاہ دھبے تھے، تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دم کراؤ، کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

اور عقیل نے کہا الزہری: مجھے عروہ نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد بن حرب کی متابعت کی عبد اللہ بن سالم نے از زبیدی۔

صحیح البخاری: ۵۷۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ایک عجیب وغریب نکتہ ہے اور وہ یہ ہے: اس حدیث کی سند میں امام بخاری سے لے کر عروہ تک چھ نفوس کا ذکر ہے اور ان میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے، سو یہ حدیث مسلسل بالمحمدیین ہے۔ (۱) امام بخاری، ان کا نام محمد بن اسماعیل ہے (۲) محمد بن خالد (۳) محمد بن وہب (۴) محمد بن حرب (۵) محمد بن الولید (۶) محمد بن المسلم، اور وہ الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سفعة'' اس لفظ میں سین پر زبر بھی ہے اور پیش بھی اور عین ساکن ہے، یعنی یہ لفظ سَفْعَةٌ بھی ہے اور سُفْعَةٌ بھی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: السفعة کا معنی زرد رنگ ہے اور چہرہ کا متغیر ہونا ہے اور ابراہیم الحربی نے کہا: یہ چہرہ میں سیاہی ہے۔ اور ابو العلاء المعرّی نے کہا: عرب کہتے ہیں رجل اسفع، یعنی اس کا چہرہ سیاہ ہے۔ اور السفعہ کا اصل معنی ہے: پیشانی کے بالوں کے ساتھ پکڑنا، قرآن مجید میں ہے:

لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ (العلق:۱۵) ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے O

اور ایک قول یہ ہے کہ ہر زرد رنگ اسفع ہے۔ اور الجوہری نے کہا ہے: یہ عورت کے چہرہ میں سیاہی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''استرقوالها'' یعنی اس لڑکی کیلئے دم کرنے والے کو تلاش کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فان بها النظرة'' یعنی اس لڑکی کو نظر لگ گئی ہے۔ جب کسی مرد کو نظر لگ جائے تو کہا جاتا ہے ''رجل منظور'' اور ابن قرقول نے کہا: النظرة کا معنی ہے: جنات میں سے کسی کی نظر لگ جانا۔ اور امام ابو عبید نے کہا: یعنی شیطان نے اس کو نظر لگا دی ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا: جنات کی نظریں نیزوں سے زیادہ تیز ہوتی ہیں۔

اور جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ایک جن نے یہ شعر پڑھا:

نحن قتلنا سيد الخزرج سعد بن عبادة * ورميناه بسهم فلم يخط فؤاده

ہم نے بنو الخزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا * ہم نے ان پر تیر مارا سو اس تیر نے ان کے دل سے خطا نہیں کی

اور بعض علماء نے اس کی تاویل کی ہے کہ ہم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھ سے نظر لگا دی۔

(عمدة القاری ج ۲۱ ص ۳۹۴۔ ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نظر لگنے کے متعلق احادیث

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹے بہت خوب صورت اور بہت باکمال تھے، مصر کے چار دروازے تھے، جب دس بیٹے مصر روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر دس کے دس ایک دروازے سے داخل ہوئے تو ان پر دیکھنے والوں کی نظر لگ جائے گی، اس لیے انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ نظر لگنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر برحق ہے اور آپ نے جسم کو گودنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۸۷۰، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۰۴۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۸۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۵۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نظر بد کے دم کرانے کا حکم دیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۵۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۳۔۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸، ۶۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۰۳، المستدرک ج ۴ ص ۴۱۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۴۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۴۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا (اس کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا یا زرد تھا، بہرحال اس کے چہرے کا رنگ اصل رنگ کے خلاف تھا) آپ نے فرمایا: اس پر دم کراؤ کیونکہ اس پر نظر لگی ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: تمہارے باپ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: میں (تم کو) شیطان، ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگانے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱، سنن الترمذی: رقم الحدیث: ۲۰۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۹۔۴۸، ج ۱۰ ص ۳۱۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶، ۲۷۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۵)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جعفر کی اولاد پر نظر بہت جلد لگتی ہے، کیا میں اس پر دم کرایا کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۹، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۲۴۳)

ابوامامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ سہل بن حنیف نے خرار (مدینہ کی ایک وادی) میں غسل کیا، اور انہوں نے اپنا جبہ اتارا اور عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے، اور سہل گورے رنگ کے بہت خوبصورت شخص تھے۔ عامر بن ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا: اتنے گورے رنگ کا اتنا خوبصورت شخص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ سہل کو اسی وقت بخار چڑھ گیا۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر بتایا کہ سہل کو بہت تیز بخار چڑھ گیا ہے اور وہ آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہل کے پاس تشریف لے گئے اور سہل نے بتایا کہ اس طرح مجھے عامر نے نظر بھر کر دیکھا تھا، پھر مجھے بخار چڑھ گیا۔ آپ نے عامر سے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو اور تم نے یہ کیوں نہیں کہا: "تبارك الله احسن الخالقين اللهم بارك فيه"، (جب دیکھنے والا کسی بھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو اس کی نظر نہیں لگے گی) بے شک نظر کا لگنا برحق ہے، تم اس کے لیے وضو کرو۔ عامر نے ان کے لیے وضو کیا، پھر وہ بالکل تندرست ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے

گئے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور گھٹنوں کو اور ازار کے اندر جسم کا حصہ دھوئے، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے غسالہ کو سہل کے اوپر بہایا جائے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۴۷،۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۰۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۶، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۲۰۹)

نظر بد میں مذاہب اور اس سے متعلق شرعی احکام

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نظر کا لگنا برحق ہے اور نظر کبھی انسان کو قتل بھی کر دیتی ہے جیسا کہ موطا کی اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتے ہو، اس پر تمام امت کے علماء کا اجماع ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ بعض بدعتی فرقوں نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے، لیکن احادیث صحیحہ، امت کا اجماع اور مشاہدہ ان کے انکار کو رد کرتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو نظر لگنے کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے، تاہم نظر کا لگنا یا نہ لگنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۔ (البقرہ: ۱۰۲) اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر اس جادو سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے۔

اصمعی نے کہا: میں نے ایک شخص کو دیکھا، اس کی نظر بہت لگتی تھی، اس نے سنا کہ ایک گائے بہت زیادہ دودھ دیتی ہے، اس کو یہ بہت اچھا لگا، اس نے پوچھا: وہ کون سی گائے ہے؟ لوگوں نے کوئی اور گائے بتائی اور اس کو مخفی رکھا، لیکن وہ دونوں گائیں مر گئیں۔ اصمعی نے کہا: میں نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب مجھے کوئی چیز اچھی لگتی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے ایک قسم کی حرارت خارج ہوتی ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی چیز اچھی لگے تو وہ یہ کہے:

تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ۔ پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ! اس میں برکت دے۔

جب کوئی شخص کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو پھر اس کی نظر نہیں لگے گی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو ارشاد فرمایا تھا۔

جس شخص نے یہ کلمات نہیں کہے اور اس کی نظر لگ گئی تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ غسل نہ کرے تو اس کو غسل کرنے پر مجبور کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ جب اس شخص کی ہلاکت کا خطرہ ہو جس پر اس کی نظر لگی ہے اور کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کو نفع سے روکنا اور اس کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے اور غسل کے بعد اس شخص کا غسالہ اس پر بہایا جائے جس پر نظر لگی ہے۔

جس شخص کی نظر کا لگنا مشہور ہو، اس کو لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا جائے تاکہ لوگوں کا ضرر نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ قاضی یا حاکم کو چاہیے کہ اسے اس کے گھر میں بند کر دے اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس کو سرکاری طور پر رزق بھی مہیا کرے اور

لوگوں کو اس کی اذیت سے بچائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہر بدر کر دیا جائے، لیکن موطا امام مالک کے حوالے سے جو حدیث ہم نے ذکر کی ہے وہ ان اقوال کو مسترد کرتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو گھر میں بند کیا تھا نہ شہر بدر کیا تھا، بلکہ کبھی کسی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ ہی اس کی وجہ سے کسی کو فاسق کہا جاتا ہے۔

بعض احادیث میں نظر لگ جانے کے بعد دم کرانے کا ارشاد ہے اور بعض احادیث میں جس کی نظر لگی ہے، اس کو غسل کر کے اس کے غسالہ کو اس پر ڈالنے کا حکم ہے جس پر نظر لگی ہے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کی نظر لگی ہے تو دم کرایا جائے (دم کے کلمات حدیث میں مذکور ہیں) اور اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۹۹۔۱۹۷)

نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کسی شخص کے دیکھنے سے دوسرے شخص کو ضرر کیوں کر پہنچ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی طبائع اور ان کے بدنوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ سے زہر نکل کر دوسرے کے بدن میں پہنچ جاتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ جس شخص کو آشوب چشم ہو اور تندرست آدمی اس کو دیکھے تو اس کو بھی بیماری لگ جاتی ہے، اس طرح بعض بیماریوں میں تندرست آدمی بیماروں کے پاس بیٹھے تو اس کو وہ بیماری لگ جاتی ہے۔ اگر کسی آدمی کو جماہیاں آ رہی ہوں تو اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو بھی جماہیاں آنے لگتی ہیں، اسی طرح افعیٰ (سانپ) کے ساتھ نظر ملانے سے بھی اس کا زہر سرایت کر جاتا ہے، لیکن اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ کسی شخص کی نظر سے ضرر کا پہنچنا اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور اس کے اذن اور اس کی مشیت پر موقوف ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دوران خطبہ فرمایا: سفید دھاری دار سانپ اور دم بریدہ سانپ کو قتل کر دو کیونکہ یہ دونوں بصارت کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۹۷، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۱۶، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۶۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سفید دھاریوں والے سانپ کے دیکھنے سے بصارت چلی جاتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے، اس طرح بعض افاعی (سانپ) ایسے ہیں کہ ان کی نظر سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے، اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ اسی طرح انسان کا بعض لوگوں سے اس نوع کا تعلق ہوتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے انسان کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں سے انسان اس قدر خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور یہ سب نظر کی تاثیرات ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کے دیکھنے سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے اور بعض کو دیکھنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ روح کی تاثیرات ہیں اور ارواح مختلف ہوتی ہیں۔ بعض روحوں کی طبائع، کیفیات، قوتیں اور خواص بہت جلد تاثیر کرتی ہیں کیونکہ وہ روح بہت خبیث ہوتی ہے اور محض کسی کو دیکھتے ہی اس میں تاثیر کرتی ہے اور بعض روحیں دوسرے شخص کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد تاثیر کرتی ہیں، اور اس کی آنکھوں سے ایک معنوی تیر نکل کر دوسرے کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے

بغیر یہ تاثیر نہیں ہوتی اور اس کا علاج یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرا کر اس کا غسالہ نظر لگنے والے شخص پر ڈالا جائے ورنہ یہ دعا کر کے اس پر دم کیا جائے:

اعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱) میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۱۔۲۰۰، ملخصاً مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

۳۶۔ بَابٌ: اَلْعَيْنُ حَقٌّ نظر لگنے کے برحق ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نظر کا لگنا برحق ہے، یعنی نظر کا لگنا ثابت ہے اور موجود ہے۔ اور اس کی انسان کے نفوس میں تاثیر ہوتی ہے۔ بعض فلاسفہ نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نظر کا لگنا کوئی چیز نہیں ہے، اصل وہی چیز ہے جس کا حواسِ خمسہ ادراک کرتے ہیں اور اس کے علاوہ جو چیز ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور احادیث ان لوگوں کا رد کرتی ہیں۔

نظر لگنے کے ثبوت میں احادیث

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگنا برحق ہے، اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی تو نظر سبقت کرتی اور جب تم سے غسل کرنے کو طلب کیا جائے، سو تم غسل کرو۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو وضو کرنے کا حکم دیا جاتا، پھر اس پانی سے اس کو غسل دیا جاتا جس پر نظر لگی ہے۔

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو دیکھے یا اپنے مال کو دیکھے یا اپنے بھائی کو دیکھے اور وہ دیکھنا اس کو اچھا لگے تو وہ برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے۔

اور امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جعفر کی اولاد میں نظر بہت جلدی اثر کرتی ہے، کیا ہم ان پر دم کرالیا کریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر سبقت کرتی ہے۔

اور امام ابن ابی عاصم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت صعصعہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی اکثر قبریں نظر کھودے گی۔

اور ابوعمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نظر کسی بندہ کو قتل کر دیتی ہے یعنی مار ڈالتی ہے اور نظر کا لگنا موت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اور

آپ نے فرمایا: اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی تو نظر سبقت کرتی، اس میں دلیل ہے کہ مرد کو وہی آفت پہنچتی ہے جو اس کے لیے مقدر کی گئی ہے۔ اور نظر تقدیر پر سبقت نہیں کر سکتی لیکن نظر بھی تقدیر میں سے ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نظر لگانے والا برکت کی دعا کرے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز اچھی لگے اور وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! اس میں برکت دے تو اس کو نظر نہیں لگتی، اس لیے ہر جس شخص کو کوئی چیز اچھی لگے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ جب وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے گا تو پھر کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور برکت کی دعا اس طرح ہے کہ وہ یوں کہے:

تبارك الله احسن الخالقين اللهم بارك فيه۔ پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ! اس میں برکت دے۔

نظر اتارنے کے لیے نظر لگانے والے کو غسل کا حکم دینے کا وجوب

اور نظر لگانے والے کو غسل کا حکم دیا جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو مجبور کیا جائے، کیونکہ امر کی حقیقت وجوب کے لیے ہے، اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اس چیز سے منع کرے جس سے اس کے بھائی کو نفع ہو، اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ضرر میں رہنے دے، خصوصاً جب ضرر اس کے سبب سے ہو جب کہ وہی قصوروار ہے۔ اور اغتسال کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنا چہرہ دھوئے اور اپنے ہاتھوں کو دھوئے کہنیوں سمیت اور اپنے گھٹنوں کو دھوئے اور پیروں کی انگلیوں کو دھوئے اور پھر وہ غسالہ ایک پیالہ میں ڈال دیا جائے، پھر اس کے اوپر اس غسالہ کو پلٹا یا جائے جس کو نظر لگ گئی ہے۔

ابو عمر نے کہا ہے: اغتسال کی بہترین تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے راوی زہری نے کی ہے اور وہ صحیح مسلم میں ہے کہ پانی کا ایک پیالہ لایا جائے، پھر بائیں ہاتھ سے اس پانی کو دائیں ہتھیلی پر ڈالا جائے، پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں ہتھیلی پر پانی ڈالا جائے، پھر بایاں ہاتھ پیالہ میں داخل کرے اور اس سے دائیں ہاتھ کی کہنیوں تک اس پر پانی ڈالے، پھر دایاں قدم دھویا جائے، پھر دایاں ہاتھ پانی کے پیالہ میں ڈال کر بایاں قدم دھویا جائے، پھر دایاں ہاتھ پانی کے پیالہ میں داخل کرے اور گھٹنوں کو دھوئے، پھر وہ پانی اس کے سر پر ڈال دے جس کو نظر لگی ہے۔

جب نظر لگانے والا متعین ہو جائے تو اس کو لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے روک دیا جائے

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے: جب کوئی ایک شخص متعین ہو جائے کہ اس کی نظر لگتی ہے تو اس سے اجتناب اور احتراز کیا جائے، اور امام کو چاہیے کہ اس شخص کو لوگوں کے پاس داخل ہونے سے منع کرے اور اس پر لازم کر دے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اگر وہ فقیر ہو تو اس کو اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے خرچ دے، کیونکہ اس کا ضرر کچی لہسن اور کچی پیاز کھانے والے سے زیادہ ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمادیا تھا تا کہ وہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔

نظر لگانے والا اگر نظرِ بد سے کسی کی چیز کو تلف کر دے یا کسی کو قتل کر دے تو اس سے تاوان اور قصاص لیا جائے گا

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جس مرد کی نظر لگتی ہے اگر وہ معلوم اور معین ہو جائے اور یہ پتا چل جائے کہ جب بھی وہ کسی چیز کی تعظیم کو بیان کرتا ہے یا کسی چیز پر تعجب کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے تو اس چیز پر اس کی نظر لگ جاتی ہے اور جب ایسا بار بار ہو اور یہ اس

شخص کی عادت بن جائے تو جب وہ نظر لگا کر جس چیز کو ضائع کرے گا اس سے اس کا تاوان لیا جائے گا اور اگر اس نے نظر لگا کر کسی معین شخص کو عمداً قتل کر دیا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ساحر اور جادوگر جو اپنے سحر سے کسی کو قتل کر دے جن کے نزدیک اس کو کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور ہمارے نزدیک اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، وہ اپنے سحر سے قتل کرے یا کسی اور طریقہ سے، کیونکہ وہ زندیق کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۵۔ ۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: نظر برحق ہے، اور آپ نے جسم کو گودنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۵۹۴۴، صحیح مسلم: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۷، مسند احمد: ۲۷۴۶۵)

صحیح البخاری: ۵۷۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن نصر، وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری ہیں، وہ مدینہ میں بنو سعد کے دروازہ کے پاس رہتے تھے، اور اس حدیث میں مذکور ہے عبد الرزاق، وہ عبد الرزاق بن ہمام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر مذکور ہے، وہ ابن راشد ہیں، اور ہَمّام (ہاء پر زبر اور میم پر تشدید) وہ ابن منبہ الانباری الصنعانی ہیں جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

''وشم'' کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے ''نهى رسول الله ﷺ عن الوشم'' الوشم کا معنی ہے: سوئی کو جسم کے کسی عضو میں داخل کیا جائے پھر اس کے سوراخ کو سرمہ سے بھر دیا جائے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نظر برحق ہے اور آپ نے جسم کو گودنے سے منع فرمایا، ان دو جملوں کے درمیان مناسبت ظاہر نہیں ہے، پس گویا کہ یہ دو مستقل حدیثیں ہیں، اس لیے امام مسلم اور امام ابوداؤد نے جملہ ثانیہ کو اپنی روایتوں سے حذف کر دیا، حالانکہ ان دونوں نے اس حدیث کو امام عبد الرزاق کی روایت سے ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اسی جہت سے روایت کو ذکر کیا ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ ان دونوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ نظر اور جسم کو گودنا دونوں عضو میں جسم کے اصلی رنگ کے

علاوہ دوسرا رنگ پیدا کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ٦ ص ١٨٥١، دارالمعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر کی اس شرح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس پوری عبارت پر اعتراض ہے، پہلا اعتراض یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: پس گویا کہ یہ دو مستقل حدیثیں ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ظن وتخمین اور اندازہ سے کہا کہ یہ دو مستقل حدیثیں ہیں یعنی وثوق اور تحقیق سے نہیں کہا اور ظن تو حق سے مستغنی نہیں کرتا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس ظن پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے دوسرے جملہ یعنی گودنے کو روایت نہیں کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ استدلال فاسد ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی روایت میں ایسے جملہ کو ذکر کیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں نہیں فرمایا یعنی گودنے کو۔ اور انہوں نے امام مسلم اور ابوداؤد کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں سے ایک جملہ کو کم کر دیا یعنی گودنے کو، بلکہ یہ مستقل حدیث ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کی ہے۔ اور امام مسلم اور ابوداؤد نے جو اپنی روایت میں دوسرے جملہ یعنی گودنے کو ذکر نہیں کیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ راوی نے اختصار کیا۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان دونوں جملوں میں مناسبت کو بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نظر لگنے سے بھی عضو میں اصلی رنگ کے علاوہ دوسرا رنگ پیدا ہو جاتا ہے اور گودنے میں بھی ایسا ہوتا ہے، ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نظر لگنے سے صرف ایک عضو کا رنگ تبدیل نہیں ہوتا، پورے جسم کا رنگ تبدیل ہوتا ہے۔ اور ان دو جملوں میں مناسبت اس طرح ہے کہ ایک قوم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نظر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: نظر برحق ہے، پھر دوسری قوم نے آپ سے گودنے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے گودنے سے منع فرمایا اور یہ دونوں سوال ایک مجلس میں ہوئے۔ اس لیے ان دونوں کو ایک حدیث میں ذکر کر دیا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دو جملوں کے ساتھ روایت کیا تو یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہو کہ آپ نے فرمایا کہ نظر برحق ہے، پھر وہ دوسری مجلس میں حاضر ہوئے، اس مجلس میں لوگوں نے آپ سے گودنے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت میں ان دونوں کو جمع کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٣٩٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٣٧۔ بَابُ: رُقْيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ — سانپ اور بچھو کے ڈسنے سے دم کرانے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سانپ اور بچھو ڈس لیں تو اس پر دم کرانا جائز ہے۔

٥٧٤١۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ فَقَالَتْ رَخَّصَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الرُّقْيَةَ مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن الاسود نے حدیث

كُلِّ ذِي حُمَةٍ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۳، مسند احمد: ۲۳۴۹۸)

بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانوروں کے ڈنک سے دم کرانے کے متعلق سوال کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کی اجازت دی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "سانپ اور بچھو کے ڈسنے سے دم کرانا" اور اس حدیث "الحمة" یعنی زہریلے جانور کا ذکر ہے، کیونکہ "الحمة" اس کو کہتے ہیں جو منہ سے ڈستا ہے یا ڈنک مارتا ہے، یہ الخطابی کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ الحمة کا معنی ہے: بچھو کا ڈنک مارنا، بہر حال حدیث میں زہریلے جانور کے ڈسنے کے بعد دم کرانے کا ذکر ہے اور زہریلے جانور سانپ اور بچھو دونوں کو شامل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد الواحد کا ذکر ہے، اور وہ ابن زیاد ہیں۔ اور سلیمان شیبانی کا ذکر ہے، اور ان کی کنیت ابو اسحاق ہے، اور عبد الرحمٰن بن الاسود کا ذکر ہے، جو اپنے والد اسود بن یزید النخعی سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زہریلے جانوروں کے ڈسنے سے دم کی اجازت دی ہے، اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ پہلے زہریلے جانوروں کے ڈسنے سے دم کرانا ممنوع تھا، بعد میں اس کی اجازت دی گئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دم کرنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ دم میں جاہلیت کے الفاظ ہوتے تھے اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ عربی کے الفاظ ہیں، تو آپ نے اجازت دے دی۔

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: مجھے چند اہل علم مردوں سے یہ حدیث پہنچی، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ہم مدینہ آ گئے اور اس زمانہ میں دم بکثرت کیا جاتا تھا، اور دم کے الفاظ میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو آپ کے اصحاب میں سے کسی کو زہریلے جانور نے ڈنک مارا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آل حزم زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرتے تھے، پس جب آپ نے دم کرنے سے منع فرما دیا تو انہوں نے دم کرنا چھوڑ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے عمارہ کو بلاؤ اور وہ بدری صحابی تھے، آپ نے فرمایا: تم اپنے دم کرنے کے کلمات مجھ کو سناؤ، انہوں نے وہ کلمات آپ کو سنائے، تو آپ نے ان کلمات میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور ان کو دم کرنے کی اجازت دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن شہاب کی حدیث مذکور کا علامہ ابن ملقن نے ذکر کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۹۳،وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ،قطر،۱۴۲۹ھ)

۳۸۔ بَابُ: رُقْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کرنے کے کلمات

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کن الفاظ اور کن کلمات کے ساتھ دم کرتے تھے۔

۵۷۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ اشْتَكَيْتُ فَقَالَ أَنَسٌ أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلَى قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

(سنن ترمذی: ۹۷۳،سنن ابوداؤد: ۳۸۹۰،مسند احمد: ۱۲۱۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز، انہوں نے کہا: کہ میں اور ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ میں بیمار ہوگیا ہوں، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کرنے کے کلمات کے ساتھ دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! لوگوں کے رب، بیماری کو دور کرنے والے، شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، ایسی شفاء عطا فرما جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

صحیح البخاری: ۵۷۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الوارث، یہ ابن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد العزیز کا ذکر ہے، یہ ابن صہیب ہیں، اور ثابت کا ذکر ہے، یہ ابن اسلم البنانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یا اباحمزۃ" اس کی اصل ہے یا ابا حمزۃ، پس الف کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا اور ابوحمزہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اشتکیت" یعنی میں بیمار ہوگیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مذھب البأس" یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، اور ایک روایت میں ہے "اذھب البأس" یہ امر کا صیغہ ہے، اور بأس کا معنی شدت اور عذاب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انت الشافی" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایسے اسم کا اطلاق کرنا جائز ہے جو قرآن

مجید میں مذکور نہ ہو، مگر اس کی دو شرطیں ہیں: (۱) وہ اسم کسی نقص کا وہم نہ پیدا کرتا ہو، (۲) اس اسم کی اصل قرآن مجید میں ہو۔ اور شافی کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ (الشعراء: ۸۰) اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے O

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اس باب میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں، اور جس اسم کا ثبوت شرع میں نہ ہو یعنی قرآن اور حدیث میں اس اسم کا ذکر نہ آیا ہو تو اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ نہیں ہیں، لیکن انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کسی اسم کے اطلاق کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی نقص کا معنی نہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تیرے سوا کوئی شافی نہیں ہے''۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو دوا اور علاج مریض کے مرض کے لیے کیا جائے، اگر وہ اللہ عزوجل کی تقدیر کے موافق نہ ہو تو اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۳۹۸۔۳۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سنت میں نہیں ہے

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ عزوجل پر اسی نام کا اطلاق کیا جائے گا جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے یا جس نام پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس نام کے متعلق اذن ثابت نہ ہو اس میں اختلاف ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا اس کو جائز یا ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے اسماء کا اطلاق ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اعراف: ۱۸۰) ''سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' اور سب سے اچھے نام وہی ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہوں۔

توقف کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نام کا خبر واحد میں ثبوت ہو اس کا اطلاق جائز ہے یا نہیں! جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کسی نام کے اطلاق کے لیے قیاس کافی نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج۷ ص ۴۰۔۳۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ کتاب وسنت میں جو اسماء وارد نہیں ہیں اور کمال، جلال اور مدح کے جو اوصاف شریعت میں ثابت نہیں ہیں، ان اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موسوم کرنا اور ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز ہے یا نہیں، ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت پر عمل ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں، سو اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

12 A

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر انہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے، اور جن اسماء اور صفات کے متعلق اجازت ہے نہ ممانعت ان میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: ان پر جواز یا عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور بعض نے اس سے منع کیا۔ جن اسماء کا ثبوت خبر واحد سے ہے ان میں بھی اختلاف ہے، بعض اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ ''خدا'' کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد نہیں ہوا ان کے متعلق یہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں علم اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنکری کہنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب وسنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے، اگر اس کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب متکلمین اور مفسرین کے حوالوں سے بیان کریں گے۔

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ پر لفظ خدا کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا العیاذ باللہ گناہ اور عذاب خداوندی کا موجب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو، توقیفی اور غیر توقیفی کی بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر توقیفی اسم وہ ہے جس کے اطلاق پر علماء کا اجماع نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی اور قاضی عیاض وغیرہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے، اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام علماء، اللہ پر لفظ خدا کا اطلاق کرتے رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں ان لوگوں کے لیے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی جو عربی میں اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر فارسی میں تکبیر تحریمہ پڑھی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے خواہ کسی زبان میں ہو، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ عربی میں اچھی طرح نہ پڑھ سکے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے پاس سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر بھیجیں، پھر وہ نمازوں میں سورہ فاتحہ کو فارسی میں پڑھتے رہے حتیٰ کہ ان کی زبانوں پر عربی رواں ہو گئی۔ (المبسوط ج ۱ ص ۳۷۔ ۳۶، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

علامہ قاضی خاں اوز جندی لکھتے ہیں:

اگر فارسی میں خداء بزرگ است یا خدائے بزرگ کہا یا بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ا ص ۸۶، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ، بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اگر فارسی میں نماز پڑھنی شروع کی اور خدائے بزرگ تر یا خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔ (بدائع الصنائع ج ا ص ۱۳۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ)۔

علامہ بدرالدین عینی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی نے فارسی میں نماز کو شروع کیا بایں طور کہ اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہا یا فارسی میں بسم اللہ پڑھی بایں طور کہ بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جائز ہے۔ (البنایہ ج ا ص ۶۰۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو)

تکبیر تحریمہ کو غیر عربی میں کہنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی موقف ہے، وہ لکھتے ہیں:

کیونکہ تکبیر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر زبان سے حاصل ہوتا ہے۔

(المغنی ج ا ص ۲۷۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر اسماء کا اطلاق کرنا توقیفی ہے یعنی شارع کی اجازت پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے، بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

(شرح مواقف ص ۶۵۸، مطبوعہ نوالکشور، ہند)

علامہ شعرانی اس بحث میں فرماتے ہیں:

یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' آپ کا رب، رب العزت (مشرکین کی) بیان کردہ صفات سے پاک ہے''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کی بیان کردہ صفات سے منزہ فرمایا ہے، اپنی ذات پر ان کے اطلاق کردہ اسم سے منزہ نہیں فرمایا۔ (الیواقیت والجواہر ج ا ص ۸۳۔ ۸۲، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

جان لو کہ مختلف لغات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے موضوع ہیں ان کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

(حاشیۃ السیالکوٹی علی الخیالی ص ۲۷، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

جس لفظ کے اطلاق کی شارع کی طرف سے نہ اجازت ہو نہ شارع نے منع کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا عَلَم (نام) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں علماء کا اختلاف ہے جو لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا عَلَم (نام) ہو، اس کے اطلاق میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

جان لو کہ مسئلہ توقیف میں بہت اختلاف ہے، بعض محققین نے کہا کہ جو اسماء مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے عَلَم (نام) ہیں جیسے فارسی میں لفظ خدا اور ترکی میں تنکری ان کے اطلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ وہ اسماء جو صفات سے ماخوذ ہیں ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، معتزلہ اور کرامیہ نے کہا: جس لفظ کے معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا عقلاً معلوم ہو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو، اور ایک قوم نے کہا: جو الفاظ اسماء شرعیہ کے مترادف ہیں ان کا اطلاق جائز ہے ماسوا ان الفاظ کے جو قوم کفار کے ساتھ خاص ہیں۔ (نبراس ص ۱۷۲۔ ۱۷۳، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی، بندیال)

خاص طور پر لفظ خدا کے بارہ میں متکلمین اور مفسرین نے جواز کی تصریح کی ہے، علامہ پرہاروی شرح عقائد کی شرح میں لفظ خدا ذکر کرتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ موجود، واجب اور قدیم اور ان کی مثل الفاظ مثلاً فارسی میں لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے جائز ہوگا، ہم کہیں گے: یہ اطلاق اجماع سے ثابت ہے۔ (نبراس ص ۱۷۲۔ ۱۷۳، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی، بندیال)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

اور قاضی ابوبکر کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ مثل لفظ خدا اور تنکری کا اطلاق بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے، اور اجازت شرعیہ کے لیے اجماع کافی دلیل ہے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت،)

اللہ میاں کہنا ناجائز ہے

ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کئے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے، کیونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے، عام طور پر ہمارے ہاں بعض لوگ اللہ میاں یا اللہ سائیں بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے میاں یا سائیں کا لفظ استعمال کرنا ناجائز ہے، کیونکہ میاں شوہر، بوڑھے شخص اور دلال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سائیں فقیر، یا غریب اور سادہ لوح آدمی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو الفاظ نقص کے موہم ہوں ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے اور جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں اس بات کو سمجھنے کے لیے وافر روشنی موجود ہے۔

۵۷۴۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ رَبَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ

النَّاسِ أَذْهِبْ الْبَاسَ اشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا قَالَ سُفْيَانُ حَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ

اپنے گھر کے بعض افراد کی عیادت کرتے اور اپنا سیدھا ہاتھ ان پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! لوگوں کے رب، اس بیماری کو دور کر دے اور اس کو شفاء عطا فرما، اور تو ہی شفاء عطا کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، ایسی شفاء عطا کر جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔
سفیان نے کہا: میں نے یہ حدیث منصور کو بیان کی، پس انہوں نے مجھ کو حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از عائشہ اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن علی بن بحر الصیر فی البصری ہیں، اور وہ مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ اور سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور مسلم کا ذکر ہے، بعض شارحین نے کہا ہے کہ وہ ابوالضحیٰ ہیں جو اپنی کنیت کے ساتھ اپنے اسم کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہیں، پھر کہا: علامہ کرمانی نے جائز قرار دیا ہے کہ وہ مسلم بن عمران ہیں کیونکہ وہ مسروق سے روایت کرتے ہیں اور اعمش ان سے روایت کرتے ہیں اور یہ محض عقلی جواز ہے جس کو ہر محدث اپنے کانوں سے دور کرے گا، علاوہ ازیں میں نے مسلم بن عمران البطین کی کوئی روایت مسروق سے نہیں دیکھی۔

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جو شرح اس قائل نے کی ہے اس کو ہر ایک کا کان دور کرے گا، اور ان کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے مسلم بن عمران کی کوئی روایت مسروق سے نہیں دیکھی، یہ باطل ہے، کیونکہ رجال صحیحین کے جامع نے مسلم بن ابی عمران کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو ابن عمران بھی کہا جاتا ہے اور ابن عبداللہ البطین بھی کہا جاتا ہے، اور ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انہوں نے سعید بن جبیر سے سماع کیا ہے، اور مسروق سے بھی سماع کیا ہے اور ان سے الاعمش نے روایت کی ہے، یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ پس یہ مدعی کس طرح ایک فاسد دعویٰ کرتا ہے اور اپنے سے پہلے شارحین کا رد کرتا ہے اور بے ادبی سے کام لیتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے"۔

علامہ طبری نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیک فال کے طور پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے، تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے درد زائل ہو جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "انت الشافی لاشفاء الا شفاءك" یعنی تو ہی شفاء دینے والا ہے اور تیری شفاء کے سوا اور کسی کی شفاء نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے: ہمیں کوئی شفاء حاصل نہیں ہوتی سوا تیری شفاء کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۹۔ ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء حاصل ہو سکتی ہے؟

قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء طلب کی گئی اور ان سے شفاء حاصل ہوئی، قرآن مجید میں ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ (یوسف: ۹۳)

میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔

نیز حدیث صحیح میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی میں ایک ضرب کا نشان دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابومسلم! یہ کیسی ضرب ہے، انہوں نے کہا: یہ ضرب مجھے غزوۂ خیبر میں آئی تھی، لوگوں نے کہا: سلمہ زخمی ہو گیا، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس پر تین مرتبہ لعابِ دہن ڈالا، پھر اس کے بعد مجھے اب تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۲۰۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی پر جب ضرب لگی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے ان کی پنڈلی پر اس طرح دم کیا کہ اس میں لعابِ دہن شامل تھا اور ان کو شفاء ہو گئی۔ اور اس کے بعد ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس مرد کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ (خیبر) فتح فرمائے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں، انہوں نے بتایا: پس صحابہ نے رات گزاری، وہ اس رات میں مختلط اور مختلف تھے کہ آپ کس کے ہاتھ میں جھنڈا دیں گے، پس جب صحابہ کرام صبح اٹھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، ان میں سے ہر ایک کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے، تب آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں، آپ کو بتایا گیا: یارسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں، گویا ان میں کبھی درد ہی نہ تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۴۲۱۰)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے، اور انہوں نے مجھے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکال کر دکھایا، جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک ان کے پاس تھا، اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے، ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے تھے اور اس جبہ سے ان کے لیے شفاء طلب

کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۵۷۴۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن ترمذی: ۲۸۱۷)

ان مستند حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء طلب کی جاتی ہے اور شفاء ہو جاتی ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ بالذات شفاء تو اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی بالذات شفاء حاصل ہونی چاہیے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مقربین سے بھی بالعرض شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا اور اس کی بینائی کا پہلے سے زیادہ ہونا

حافظ ابی عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور اس کے بعد تمام مشاہد میں حاضر رہے، غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ نکل گئی تھی، دوسرا قول ہے کہ غزوۂ خندق میں نکلی تھی، تیسرا قول ہے کہ غزوۂ احد میں نکلی تھی، پھر ان کی آنکھ کا ڈھیلہ آنکھ سے نکل کر لٹکا ہوا تھا، صحابہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے ان کی آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا، پھر اپنی ہتھیلی سے اس کو دبایا اور دعا کی: اے اللہ! اس آنکھ کو حسن و جمال عطا فرما۔ پھر ان کی وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت تھی، اور اس کے بعد ان کی آنکھ میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ۳ ص ۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے:

(الاصابہ: ۷۰۹۱، اسد الغابہ: ۴۲۷۷، التاریخ الکبیر ج ۲ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴، الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۳۲، تاریخ ابن عساکر ج ۱۴ ص ۲۰۰، تہذیب الکمال: ۱۱۳۰، تہذیب التہذیب: ج ۸ ص ۳۵۷، خلاصۃ تذہیب الکمال: ۳۱۵)

حافظ عز الدین ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

الحارث بن عبید از جد خود روایت کرتے ہیں: کہ میرے والد کی آنکھ غزوۂ احد میں نکل گئی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت آنکھ تھی۔

نیز حافظ ابن اثیر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں از حضرت قتادہ بن نعمان، ان کی آنکھ غزوہ بدر میں نکل گئی، پس اس کا ڈھیلہ ان کے رخسار پر لٹکا ہوا تھا، پس صحابہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنی ہتھیلی سے دبایا، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس مجھے پتا نہیں چلتا تھا کہ میری کونسی آنکھ نکلی تھی۔

نیز حافظ ابن الاثیر اپنی تیسری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں از عاصم بن عمر بن قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ غزوۂ احد میں نکل گئی حتیٰ کہ ان کے رخسار پر گر گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ لگا دیا اور وہ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین آنکھ تھی۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

بعض غیر محتاط واعظین اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگایا تو اس کی بینائی پہلے سے زیادہ تھی اور وہ پہلے سے زیادہ روشن تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں وہ روشنی نہیں تھی جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی۔

میں کہتا ہوں: یہ اندازِ بیان گستاخانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں نقص کا موہم ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنی ایسی تعریف سے خوش نہیں ہوں گے جس تعریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ پہلی آنکھ جو پیدائشی تھی وہ بھی اللہ کی دی ہوئی تھی اور دوسری آنکھ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا کر لگائی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھی، لیکن فرق یہ ہے کہ پہلی پیدائشی آنکھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے والدین کے واسطہ سے ملی تھی، اور دوسری آنکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے ملی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ سب سے اقرب اور سب سے عمدہ وسیلہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۷۴۴۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَرْقِي يَقُولُ امْسَحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دم کرتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے:

اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو مٹا دے، تیرے ہاتھ میں شفاء ہے، اور تیرے سوا کوئی شفاء کو کھولنے والا نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن ابی رجاء کا ذکر ہے، ان کا نام عبد اللہ ابو الولید الحنفی الہروی ہے، اور اس حدیث کی سند میں النضر کا ذکر ہے، یہ ابن شمیل ہیں، اور ہشام کا ذکر ہے، یہ اپنے والد عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا کاشف لہ" یعنی اس مرض کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔ یا جس مریض پر دم کیا جا رہا ہے اس کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد ربہ بن سعید نے حدیث

لِلْمَرِيضِ بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کے لیے اس طرح دعا کرتے تھے: اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی سے جو ہمارے بعض کے لعابِ دہن کے ساتھ مخلوط ہے، ہمارے بیمار کو شفاء ملتی ہے ہمارے رب کے اذن سے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۶، صحیح مسلم: ۲۱۹۴، سنن ابوداؤد: ۳۸۹۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۱، مسند احمد: ۲۴۰۹۶)

صحیح البخاری: ۵۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں، اور اس میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدربہ کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں جو یحییٰ بن سعید کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرہ کا ذکر ہے، یہ بنت عبدالرحمٰن ہیں اور تابعیہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم سے بعض کے لعاب دہن کے ساتھ"۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعاب دہن اپنی انگشت شہادت پر لگاتے، پھر اس کو مٹی کے اوپر رکھتے، جب مٹی اس کے ساتھ لگ جاتی تو پھر اس انگلی کو بیمار کی جگہ پر رکھتے، یا زخمی کی جگہ پر رکھتے اور انگلی رکھتے وقت یہ دعا فرماتے۔

علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ مٹی سے اشارہ ہے حضرت آدم کی پیدائش کی طرف، کیونکہ وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور لعابِ دہن سے اشارہ ہے نطفہ کی طرف، گویا کہ آپ نے یوں کہا کہ اے اللہ! تو نے پہلے اس بندہ کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ذلیل پانی سے پیدا کیا یعنی نطفہ سے، تو تجھ پر آسان ہے کہ تو اس کو اسی دنیا میں شفاء دے دے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری زمین" اس سے مراد ہے مدینہ کی زمین، کیونکہ اس کی خاص برکت ہے، اور آپ نے فرمایا: "ہم سے بعض کا لعابِ دہن" اس سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن، کیونکہ آپ کا لعابِ دہن بہت عظیم ہے، لہٰذا یہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۰۔۴۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۶۔ حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِي الرُّقْيَةِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا وَرِيقَةُ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عبدربہ بن سعید از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دم کرتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے:

ہماری زمین کی مٹی سے جو ہمارے بعض کے لعابِ دہن کے
ساتھ مخلوط ہے، اللہ ہمارے بیمار کو شفاء دے ہمارے رب کے
اذن سے۔

(صحیح البخاری:۵۷۴۶، صحیح مسلم:۲۱۹۴، سنن ابوداؤد:۳۸۹۵، سنن ابن ماجہ:۳۵۲۱، مسند احمد:۲۴۰۹۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

باب میں مذکور احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مریض کی عیادت کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کرنے کا بیان

ان احادیث میں اس کا واضح بیان ہے کہ جب مریض کی عیادت کی جائے تو اس پر دم کیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مریض کی عیادت کرتے تھے تو اس پر دم فرماتے تھے۔

عبدالرحمٰن نے از معمر ذکر کیا ہے کہ جس دم کے ساتھ حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا، وہ یہ تھا:

بسم اللہ ارقیك واللہ یشفیك من کل شیء یؤذیك ومن کل عین وحاسد وباسم اللہ ارقیك۔ اللہ کے نام سے میں تم کو دم کرتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے شفاء دے جو تم کو ایذاء پہنچائے اور ہر نظر بد سے اور ہر حاسد سے اور اللہ کے نام سے میں تم کو دم کرتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱۱ ص۱۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم درد کی جگہ پر دم کرتے وقت ہاتھ پھیرتے تھے، یہ اس نیک شگون کے لیے ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ دم کرتے وقت آپ کے ہاتھ پھیرنے کے سبب سے اس مرض کو دور کردے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج۲۷ ص۴۹۷، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری:۵۷۴۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کے درد پر دم کرنا جائز ہے، اور یہ امر ظاہر تھا اور سب لوگوں کو معلوم تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی انگشتِ شہادت کو زمین پر رکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ دم کرتے وقت انگشتِ شہادت کو زمین پر رکھنا چاہیے، پھر علامہ قرطبی نے کہا: اور ہمارے بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ زمین کی مٹی چونکہ بارد یابس ہے، تو وہ اس جگہ کی اصلاح کرتی ہے جس جگہ درد ہے، اور مواد کو نکلنے سے روکتی ہے، اور زخم کو خشک کرنے میں اور مندمل کرنے میں وہ نفع پہنچاتی ہے، اور آپ نے جو اپنی انگلی زمین پر رکھی تو ہوسکتا ہے اس کی کوئی خاصیت ہو یا کوئی حکمت ہو۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے: میں نے مباحثِ طبیہ کو دیکھا کہ لعابِ دہن کا مزاج کو معتدل کرنے میں دخل ہوتا ہے، اور وطن کی مٹی کی مزاج کی حفاظت میں تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ حکماء نے ذکر کیا ہے کہ مسافر کو چاہیے کہ جب سفر پر جائے تو اپنے وطن کی کچھ مٹی کو

اپنے ساتھ لے لے حتیٰ کہ جب وہ مختلف قسم کے پانی پر وارد ہو تو تھوڑی سی وطن کی مٹی اس میں ملالے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ بیمار تھے تو آپ نے دعا کی: اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو کھول دے، پھر آپ نے میدان سے مٹی لے کر اس کو پیالہ میں ڈالا، پھر اس میں لعاب دہن ڈالا، پھر وہ پانی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے اوپر پلٹ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی پر دعائیہ کلمات پڑھنے کی اصل ہے، پھر مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ شفاء کے حصول کا یہ طریقہ زخموں اور چھالوں میں ہوتا ہے، لیکن جو مرض عام ہے جیسا کہ بخار تو میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار میں یہ عمل کرتے ہوں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مٹی اور لعابِ دہن کو مریض کے تمام بدن کے اوپر لگایا جائے، یہ مشکل اور دشوار ہے، ہاں! وہ انگلی اس کے زخم کی جگہ یا پھنسی کی جگہ پر پھیری جائے۔ (شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۹۔ بَابُ: النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ

دم کرتے وقت تھتکارنا

(پھونک کے ساتھ لعاب دہن کی چھینٹیں نکالنا)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دم کرتے وقت تھتکارنا جائز ہے، یعنی اس طرح پھونک مارنا کہ پھونک میں لعابِ دہن کی چھینٹیں بھی شامل ہوں، اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس طرح دم کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور وہ الاسود بن یزید التابعی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۷۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ حِينَ يَسْتَيْقِظُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَإِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ فَمَا أُبَالِيهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا، انہوں نے کہا: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرے تو جب وہ بیدار ہو تو تین مرتبہ تھتکارے، اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے، پس بے شک وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

اور ابوسلمہ نے کہا: پس بے شک میں ایسا خواب دیکھتا تھا جو مجھ پر

پہاڑ سے بھی زیادہ گراں ہوتا تھا، پھر جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے، اب میں ایسے خواب کی پرواہ نہیں کرتا۔

(صحیح مسلم:۲۲۶۱، سنن ترمذی:۲۲۷۷، سنن ابوداؤد:۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ:۳۹۰۹، مسند احمد:۲۲۰۱۹، موطا امام مالک:۱۷۸۴، سنن دارمی:۲۱۴۱)

صحیح البخاری:۵۷۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

بعض شارحین نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ بیدار ہو کر تین مرتبہ تھتکارے، اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان سے مطابقت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: باب کا عنوان دم میں تھتکارنے کے متعلق ہے، اور حدیث میں مذکور ہے "کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ تین مرتبہ تھتکارے"۔ اور اس میں دم میں تھتکارنے کا ذکر نہیں ہے، تو اس سے حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ صرف تھتکارنے میں مطابقت ہے، کیونکہ جب برا خواب دیکھنے کے بعد تھتکارنا جائز ہے تو دیگر مواقع پر بھی تھتکارنا قیاساً جائز ہوگا اور اسی سے باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ہو جائے گی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا باب کے عنوان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیونکہ اس حدیث میں دم کرنے کا ذکر تو نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا یہی دم ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ بھی ان بعض شارحین کے کلام کی مثل ہے اور ان دونوں کے کلام سے باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر نہیں ہوتی اور نہ کسی پیاسے کو سیراب کرتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مخلد، اس کی روایت اس طرح بھی ہے: حدثنی خالد بن مَخلد، اور مَخلد میں میم پر زبر ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابن بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں۔ اور ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور ابوقتادہ کا ذکر ہے، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الرؤیا من اللہ" یعنی الرؤیا الصالحة من اللہ، اس کا معنی ہے: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندہ کے لیے بشارت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بندہ کو بشارت دیتا ہے تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت شکر ادا کرے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "والحلم من الشیطان"، حُلم میں حاء پر ضمہ ہے اور لام ساکن ہے، اس کا معنی ہے: ناپسندیدہ

خواب وہ ہوتا ہے جو شیطان اس کو دکھاتا ہے، تا کہ وہ اس کو غمزدہ کرے، پھر وہ اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کرے اور اس کا شکر کم ادا کرے، اس لیے حکم دیا کہ وہ بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے، اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے، گویا کہ وہ تھتکارنے سے شیطان کو دھتکارنے کا قصد کرتا ہے اور اس کی تحقیر اور تذلیل کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابوسلمہ نے کہا: میں ایسا خواب دیکھتا تھا جو مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوتا تھا'': یعنی اس خواب سے مجھے ایسے شر کا خطرہ ہوتا تھا جو پہاڑ سے بھی بھاری ہوتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے، میں برے خواب کی پرواہ نہیں کرتا''۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ خواب کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اعتقادات پیدا کرتا ہے، پس اگر وہ اعتقاد خیر پر علامت ہو تو اس کی تخلیق شیطان کے حاضر ہونے کے بغیر ہے، اور اگر وہ اعتقاد شر پر علامت ہو تو وہ شیطان کے حاضر ہونے کی وجہ سے ہے، اس میں شیطان کی طرف مجازاً نسبت کی گئی ہے، کیونکہ حقیقت میں شیطان کا کوئی فعل نہیں ہوتا اور سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پسندیدہ چیز کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اور یہ نسبت تشریف کے لیے ہے، اور مکروہ اور ناپسندیدہ چیز کی نسبت شیطان کی طرف ہے، اگرچہ دونوں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں اور اس کے پیدا کرنے سے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۱۔ ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذَلِكَ بِهِ قَالَ يُونُسُ كُنْتُ أَرَى ابْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ إِذَا أَتَى إِلَى فِرَاشِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عُروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر جاتے تو قل ھو اللہ احد اور المعوذتین اکٹھی پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر اس طرح دم کرتے کہ پھونک میں لعاب دہن کی آمیزش ہوتی۔ پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرہ پر پھیرتے اور جسم میں جہاں تک آپ کی ہتھیلیاں پہنچتیں وہاں تک پھیرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب آپ بیمار ہو جاتے تو مجھے حکم دیتے اور میں اس طرح اپنی ہتھیلیوں کو آپ کے جسم پر پھیرتی۔ یونس نے کہا: میرا خیال ہے کہ ابنِ شہاب بھی اس طرح کرتے تھے جب وہ اپنے بستر پر جاتے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۱۷، ۵۷۴۸، ۶۳۱۹، سنن ترمذی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۵۶، مسند احمد: ۲۴۳۳۲)

صحیح البخاری: ۵۷۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاویسی، یہ ان کے اجداد میں سے ایک اویس بن سعد کی طرف نسبت ہے، اور اس میں مذکور ہے سلیمان، وہ ابن بلال ہیں اور یونس کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللهِ إِنِّي لَرَاقٍ وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدْ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفُلُ وَيَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حَتَّى لَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي مَا بِهِ قَلَبَةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوا فَقَالَ الَّذِي رَقَى لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابی المتوکل از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے چند لوگ ایک سفر میں گئے، انہوں نے وہ سفر کیا حتیٰ کہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ میں جا کر ٹھہرے، پس ان لوگوں سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ان صحابہ کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا، پھر اس قبیلہ کے سردار کو بچھو سے ڈس لیا گیا، انہوں نے اس کے لیے ہر جتن کر لیا لیکن کسی چیز سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، تو ان میں سے کسی نے کہا: اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمہارے قبیلہ میں آ کر ٹھہرے ہیں، شاید ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کو شفاء ہو، سو وہ صحابہ کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: اے جماعت! ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے، ہم نے اس کے لیے ہر جتن کر لیا ہے اور کسی سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی ایک کے پاس کوئی چیز ہے؟ پس ان میں سے بعض نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! میں ضرور دم کرنے والا ہوں، لیکن اللہ کی قسم ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تھی، تم نے ہماری ضیافت نہیں کی، سو اب میں تم کو دم کرنے والا نہیں ہوں، حتیٰ کہ تم ہمارے لیے اتنی اجرت مقرر کرو، پس انہوں نے چند بکریوں کے ریوڑ پر صلح کر لی، پس وہ گئے اور وہ تھوکتے تھے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھتے تھے، حتیٰ کہ اس کی برکت سے وہ ایسا ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مصالحت کے مطابق وعدہ پورا کر دیا، پس

بعض صحابہ نے کہا: ان بکریوں کو تقسیم کردو، سوجنھوں نے دم کیا تھا، انہوں نے کہا: ابھی نہ کرو، حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے اس کا ذکر کریں، پھر ہم دیکھیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس کا آپ سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟ تم نے صحیح کیا، ان بکریوں کو تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

(صحیح البخاری:۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم:۲۲۰۱، سنن ترمذی:۲۰۶۴، سنن ابوداؤد:۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ:۲۱۶۵، مسند احمد:۱۱۰۰۶)

صحیح البخاری:۵۷۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فجعل یتفل'' اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ نفث، تفل سے کم ہے، کیونکہ نفث کا معنی ہے: تھتکارنا، اور تفل کا معنی ہے: تھوکنا۔ پس جب تھوکنا جائز ہے تو تھتکارنا بہ طریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نشط'' یعنی جو رسی سے بندھا ہوا ہو، وہ کھل جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وما بہ قلبۃ''، قلبۃ کا معنی ہے: ایسا درد جس کی وجہ سے انسان بستر پر کروٹیں بدل رہا ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل قلاب ہے، اور یہ ایک بیماری ہے جو اونٹ پر آتی ہے تو اس کے دل کو پکڑ لیتی ہے اور وہ اسی وقت مرجاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال الذی رقی'' یعنی جس نے دم کیا تھا، اس نے کہا، اور وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تقسیم کرو'' یہ تقسیم مروت اور تبرع کے قبیل سے ہے، ورنہ وہ بکریاں اس کی ملک تھیں جس نے دم کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے میرا حصہ بھی لگاؤ، یہ آپ نے ان کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے فرمایا اور اس بات کے بتانے میں مبالغہ کے لیے کہ ان بکریوں کا لینا حلال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابُ: مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى

دم کرنے والے کا درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرنے کا بیان

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دم کرنے والا درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرے۔

۵۷۵۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُعَوِّذُ بَعْضَهُمْ يَمْسَحُهُ بِيَمِينِهِ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو دم کرتے وقت ان پر اپنا دایاں

النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا فَذَكَرْتُهُ لِمَنْصُورٍ فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِهِ۔

ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا کرتے: ''اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو لے جا اور شفاء دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا اور کوئی شفاء نہیں ہے، ایسی شفاء جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی''۔ پس میں نے اس حدیث کا منصور سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''دم کرنے والے کا درد کی جگہ پر دایاں ہاتھ پھیرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو دم کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ بن ابی شیبہ، یہ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی ہیں، جو امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، اور اس حدیث میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں۔ اور مسلم کا ذکر ہے وہ ابوالضحیٰ ہیں۔ اور مسروق کا ذکر ہے، وہ ابن الاجدع ہیں۔

یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں درد کی جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت اور ایسی شفاء رکھی تھی کہ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے درد جاتا رہتا تھا، عام مسلمانوں کو اگرچہ یہ فضیلت تو حاصل نہیں ہے لیکن انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کیلئے درد کی جگہ پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے مریض کی تکلیف کم ہو جائے۔

۴۱۔ بَابُ: الْمَرْأَةِ تَرْقِي الرَّجُلَ — عورت کا مرد کو دم کرنے کا بیان

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت مرد کو دم کر سکتی ہے۔

۵۷۵۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ فَأَمْسَحُ بِيَدِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں جس میں آپ کی روح کو قبض کر لیا گیا، اپنے اوپر

نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا فَسَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ كَيْفَ كَانَ يَنْفِثُ قَالَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ

المعوذات کے ساتھ اس طرح دم کرتے تھے کہ پھونک میں لعاب دہن کی آمیزش ہوتی تھی، پھر جب آپ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہوگئی تو میں المعوذات کے ساتھ آپ کو دم کرتی تھی اور خود آپ کے ہاتھ کو پھیرتی تھی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔
معمر نے کہا: میں نے ابن شہاب سے پوچھا: وہ کس طرح دم کرتی تھیں؟ انہوں نے بتایا: وہ آپ کے ہاتھوں پر دم کرتیں، پھر آپ کے ہاتھوں کو آپ کے چہرہ پر پھیرتیں۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۹، ۵۰۱۶، ۵۷۳۵، ۵۷۵۱، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹، مسند احمد: ۲۴۳۱۰، موطا امام مالک: ۱۷۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی شرح "باب النفث فی الرقیہ" میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورت مرد کے اوپر دم کرسکتی ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم کرتی تھیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابٌ: مَنْ لَمْ يَرْقِ — ان لوگوں کا بیان جو دم نہیں کراتے

یعنی اس باب میں ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو دم نہیں کرواتے۔

۵۷۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي فَقِيلَ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ ثُمَّ قِيلَ لِي انْظُرْ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيلَ لِي انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن نمیر نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمن از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پس آپ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، پس ایک نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ایک مرد ہوتا، اور دوسرے نبی گزرتے اور ان کے ساتھ دو مرد ہوتے، اور ایک اور نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہوتی، اور ایک نبی گزرتے جن کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا، اور میں نے بہت زیادہ لوگ دیکھے جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، مجھے امید تھی کہ یہ میری امت ہوگی، پس بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، پھر

يُبَيَّنْ لَهُمْ فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوا أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ أَمِنْهُمْ أَنَا فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

مجھ سے کہا گیا کہ آپ دیکھئے، پس میں نے دیکھا تو بہت زیادہ لوگ تھے جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، مجھ سے کہا گیا آپ اس طرف دیکھیے اور اس طرف دیکھیے، تو میں نے بہت لوگ دیکھے جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، پس بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، اور ان کے ساتھ ستر ہزار ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، پھر لوگ منتشر ہو گئے اور ان کا بیان نہیں کیا گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپس میں بحث کرنے لگے، انہوں نے کہا: ہم لوگ تو وہ ہیں جو شرک میں پیدا کیے گئے، لیکن ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، لیکن یہ (ستر ہزار) لوگ ہمارے بیٹے ہوں گے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ بدشگونی کرتے ہوں گے، نہ دم کراتے ہوں گے، اور نہ داغ لگواتے ہوں گے اور وہ صرف اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہوں گے، پس حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: کیا میں ان میں سے ہوں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر ایک دوسرا کھڑا ہوا، اس نے کہا: کیا ان میں سے میں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۱۰، ۵۷۰۵، ۶۴۷۲، ۶۵۴۱، صحیح مسلم: ۲۲۰، سنن ترمذی: ۲۴۴۶، مسند احمد: ۲۴۴۴)

اس حدیث کی شرح ''باب من اکتوی'' میں گزر چکی ہے۔

۴۴۔ بَابُ: الطِّيَرَةِ — بدشگونی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب الطِّيَرَة کے بیان میں ہے، الطِّيَرَة میں طاء کے نیچے زیر ہے اور راء پر زبر ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز سے بدشگونی لینا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اسم ہے مصدر نہیں ہے، جیسے التِّوَلَة، التِّوَلَة کا معنی ہے: عورت خاوند کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے کوئی عمل کرے، حدیث میں ہے: التِّوَلَة شرک سے ہے، اس لیے کہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ التِّوَلَة فعل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خلاف تاثیر کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن

13 B

بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَالشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالدَّابَّةِ۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۹، ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۷۵۳، ۵۷۷۲)

محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور نہ بدشگونی ہے، اور بدشگونی صرف تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھر میں اور چوپائے (جانور) میں۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: ''لاعدویٰ'' یعنی کوئی مرض خود بخود کسی دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے مریض میں مرض پیدا کیا ہے، اسی طرح دوسرے مریض میں بھی مرض پیدا فرماتا ہے۔

گھر، عورت اور گھوڑے کی نحوست کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا طِیَرَۃَ''۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: اس لفظ کی تاویل میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا اعتقاد بیان کرنا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ خبر دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ثابت ہے کہ عادتاً ان میں بدشگونی ہے یعنی نحوست ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے اس طرح جاری کرتا ہے، اور جب چاہتا ہے اس کو جاری کرتا ہے، اور پہلا قول ساقط ہے، کیونکہ نبی ﷺ کو اس لیے نہیں مبعوث کیا گیا کہ آپ یہ خبر دیں کہ لوگ کیا اعتقاد رکھتے تھے، آپ کو صرف اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو بتلائیں کہ ان کو عمل کرنے کے لیے کیا چیز لازم ہے اور کیا اعتقاد ان کو رکھنا چاہیے اور الطِّیَرَۃ کی اصل یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ہرن کو اور پرندوں کو بھگاتے تھے، اگر وہ دائیں جانب کے راستہ کو اختیار کریں تو اس کو وہ متبرک قرار دیتے اور اپنی ضروریات کے اندر مصروف رہتے، اور اگر وہ ہرن یا پرندہ بائیں جانب کے راستہ کو اختیار کریں تو وہ اپنی ضرورت پوری کرنے سے رجوع کر لیتے اور اس سے بدفالی نکالتے، سو شریعت نے اس کو باطل کر دیا اور یہ بتایا کہ بدشگونی یا بدفالی کے اندر نفع یا ضرر کی کوئی تاثیر نہیں ہے، اور کہا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے تھے، پس جب کسی شخص کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو وہ دیکھتا کہ پرندہ کس طرف جا رہا ہے، اگر وہ پرندہ دائیں طرف جاتا تو وہ نیک فال لیتا اور اپنے کام کو برقرار رکھتا، اور اگر وہ دیکھتا کہ پرندہ بائیں طرف جا رہا ہے تو اس سے بدفالی نکالتا اور کام کو ترک کر دیتا۔ اور اس کا نام وہ السانح اور البارح رکھتے تھے، سانح اس کو کہتے ہیں جو بائیں طرف سے دائیں طرف جائے اور بارح اسے کہتے ہیں جو دائیں طرف سے بائیں طرف جائے۔

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: بدشگونی تین چیزوں میں ہے، بہ ظاہر یہ حدیث اس کے خلاف ہے کہ کوئی بدشگونی نہیں ہے،

علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ عام مخصوص البعض ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا اور بر سبیل عموم فرمایا کہ کوئی بدشگونی نہیں ہے، پھر ان تین چیزوں کو استثناء کرلیا، اس کا معنی ہے: اگر کسی چیز میں بدشگونی ہو سکتی ہے تو ان تین چیزوں میں ہوگی۔ یعنی گھر کی بدشگونی یہ ہے کہ جس میں رہائش ناپسند ہو، عورت کی بدشگونی یہ ہے کہ جس سے جماع کرنا ناپسند ہو، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ جس پر سوار ہونا ناپسند ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گھر کی نحوست یہ ہے کہ گھر تنگ ہو اور اس کے پڑوسی بداخلاق ہوں، اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ زبان دراز ہو اور اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر سوار نہ ہونے دے۔

امام مالک نے کہا: یہ اپنے ظاہر پر ہے، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہائش رکھنے کو ضرر کا سبب بنا دیتا ہے، اسی طرح کبھی معین عورت یا معین گھوڑے سے اللہ تعالیٰ کی قضاء سے ضرر حاصل ہوتا ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست یا بدشگونی ہو تو وہ ان تین چیزوں میں ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان پر سخت ناراض ہوئیں جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ بدشگونی اور نحوست ان تین چیزوں میں ہے: گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں۔ علامہ خطابی نے کہا: جب کہ انسان ان تین چیزوں سے مستغنی نہیں ہوتا، گھر سے، گھوڑے سے اور بیوی سے اور یہ کسی نہ کسی مکروہ عارضہ سے سلامت نہیں رہتیں تو ان کی طرف بدشگونی اور نحوست کی نسبت کردی گئی کہ وہ بدشگونی اور نحوست کا محل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۴۰۵۔۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۴، ۵۷۵۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی چیز میں بدفالی نہیں ہے، اور ان میں بہترین چیز فال ہے، صحابہ نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ نیک بات جو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، وہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان میں بہترین فال ہے''۔ اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب کسی چیز میں بدشگونی نہیں ہے تو پھر ان میں فال کے بہترین ہونے کا کیا معنی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے زعم کے اعتبار سے ہے، یعنی ان لوگوں کا زعم یہ تھا کہ فال اچھی چیز ہے، اور فال لینے کی اجازت دی ہے اور بدشگونی سے منع فرمایا ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو دیکھتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے، اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور اگر وہ اس کے بعد اس میں کوئی منحوس چیز دیکھے جو اس کو اس کے حاصل کرنے سے منع کرے تو وہ اس کو قبول نہ کرے، بلکہ وہ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہے، پس اگر اس نے اس نحوست کو قبول کر لیا اور اس اچھی چیز کو طلب کرنے کی کوشش سے باز آ گیا تو یہ بدفالی ہے، اور یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: خیر کی اضافت کرنا بدفالی کی طرف اس کی خبر دیتا ہے کہ فال نکالنا بھی بدفالی کی اقسام میں سے ہے۔

پھر علامہ کرمانی نے کہا: یہ اضافت محض توضیح کے لیے ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فال بدفالی کی اقسام میں سے ہو۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: الطِّیَرۃ جنس کے معنی میں ہے اور فال نوع کے معنی میں ہے، اور اسی سے یہ حدیث ہے کہ بہترین طِیَرۃ فال ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: فال خوشی کے مواقع میں بھی استعمال ہوتی ہے اور رنج اور پریشانی کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے، اور اس کا غالب استعمال خوشی کے مواقع میں ہے، اور الطِّیَرۃ کا استعمال صرف برے مواقع میں ہوتا ہے اور کبھی مجازاً خوشی کے موقع میں ہوتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: فال اور طِیَرۃ میں فرق یہ ہے کہ فال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہے، اور ''الطِّیَرۃ'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا پر اعتماد کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''صحابہ نے پوچھا: فال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے''۔

مثلاً کوئی شخص گھر سے اپنی ضرورت پوری کرنے کی طلب کے لیے نکلا تو اس نے سنا کہ ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا ہے: یا نجاح، یعنی اے کامیاب! تو اب وہ شخص یہ فال نکالے کہ وہ جس مہم پر جا رہا ہے اس میں اسے کامیابی ہوگی۔

الاصمعی نے کہا: میں نے ابن عون سے فال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مریض کسی شخص سے یہ سنے: اے سالم! یعنی وہ اس سے یہ فال نکالے کہ تم بیماری سے سلامت رہو گے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے فال نہیں نکالتے تھے، اور جب وہ کسی غلام کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے، اور اگر اس کا نام آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ پر ناخوشی کے آثار دکھائی دیتے، اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے، اور آپ کے چہرہ پر بشارت کے آثار دکھائی دیتے، اور اگر اس کا نام آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابُ: الْفَأْلِ — فال کا بیان

اس باب میں فال کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۷۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ

أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ قَالَ وَمَا الْفَالُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۴، ۵۷۵۵)

بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بدشگونی نہیں ہے، اور اس میں بہترین فال ہے، صحابہ نے پوچھا: اور فال کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ المسندی ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، یہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔ اس کے بعد الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں، جو عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۶، ۵۷۷۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے، اور مجھے اچھی فال پسند ہے، یعنی کوئی نیک بات۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الكلمة الحسنه" یعنی کوئی نیک بات۔ یہ اچھی فال کا بیان ہے، اور نبی ﷺ اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور اچھی فال کو پسند فرماتے تھے، جیسے آدمی اچھے منظر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یا صاف پانی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے خواہ اس کو نہ پیئے نہ استعمال کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ ستر سواروں کے ساتھ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے

ملاقات کرنے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کون؟ انہوں نے جواب دیا: بریدہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''برد امرنا وصلح'' ہمارا جنگ کا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور صلح ہو گئی، پھر آپ نے پوچھا ''ممن؟'' یعنی کس قبیلہ سے ہو، انہوں نے کہا: ''اسلم''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سلمنا'' یعنی ہم محفوظ ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''فممن؟'' یعنی قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے تعلق ہے، انہوں نے کہا: ''من بنی سهم''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خرج سهمنا''، ہمارا حصہ نکل آیا۔ (اکمال اکمال المعلم علی صحیح المسلم للابی، ج ۶ ص ۴۲، کتاب الطب، باب: قولہ علیہ السلام لا عدوی)

۴۵۔ بَابُ: لَا هَامَةَ

اُلّو کی نحوست نہیں ہے

۵۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الحکم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حصین نے خبر دی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدفالی ہے اور نہ اُلّو کی نحوست ہے اور نہ صفر کی نحوست ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
ان چار چیزوں کی تفصیل اور تفسیر باب الجذام میں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۴۶۔ بَابُ: الْكِهَانَةِ

اٹکل پچو سے غیب کی باتیں بتانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ''امور کہانۃ'' کا بیان کیا گیا ہے، اور علامہ ابن بطال نے اس باب کا عنوان لکھا ہے ''الکهانة والسحر'' اور امام بخاری نے سحر کا باب الگ قائم کیا ہے جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ آئے گا۔ اور کہانۃ کا لفظ کاف کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور کاف کے نیچے زیر کے ساتھ بھی ہے۔ اس کا معنی ہے: علم غیب کا دعویٰ کرنا۔ جیسا کہ ایسی خبریں دینا کہ عنقریب زمین میں ایسا ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے: علم نجوم کے ذریعہ سے یا قیافہ کے ذریعہ سے زمین کے اطراف میں واقع ہونے والی خبریں دینا۔ اور کاہن کا اطلاق قیافہ شناس اور نجومی دونوں پر ہوتا ہے۔ اور المحکم میں لکھا ہے: کاہن وہ شخص ہے جو غیب کا فیصلہ سناتا ہے، اور الجامع میں لکھا ہے: ہر وہ شخص جو کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے اس کی خبر دے، وہ کاہن ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: کاہن وہ لوگ ہوتے ہیں جو بہت ذہین ہوتے ہیں اور ان کے نفوس شدیدہ ہوتے ہیں اور ان کی طبیعت کو آگ کے ساتھ نسبت

ہوتی ہے، تو شیطان ان سے الفت رکھتے ہیں کیونکہ شیاطین اور ان کے درمیان تناسب پایا جاتا ہے، اور زمانہ جاہلیت میں عرب میں کہانت بہت تھی، کیونکہ اس زمانہ میں نبوت منقطع تھی، پھر جب اسلام آ گیا تو کہانت بالکل نادر ہوگئی حتیٰ کہ تقریباً مضمحل ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ كَيْفَ أَغْرَمُ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذیل کی دو عورتوں کے متعلق فیصلہ فرمایا جو آپس میں لڑی تھیں، پس ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مارا جو اس کے پیٹ پر لگا اور وہ عورت حاملہ تھی، تو اس نے اس کے پیٹ کے بچہ کو مار ڈالا، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا، آپ نے فیصلہ فرمایا کہ جو اس کے پیٹ میں بچہ ہے، اس کی دیت ایک غلام دینا ہے یا ایک باندی دینا ہے، تو جس عورت پر تاوان آیا تھا اس کے ولی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیسے اس کا تاوان دوں جس نے نہ پیا اور نہ کھایا اور نہ بولا اور نہ اس نے آواز نکالی، پس اس کی مثل تو رائیگاں کی جاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۵۷۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کہانۃ'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی ہے، یعنی اس نے جو مسجع اور مقفع عبارت بولی ہے، یہ ایسے ہے جیسے کاہن بولتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عفیر، یہ سعید بن کثیر بن عفیر المصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ھُذیل'' یہ ابن مدرکہ بن الیاس بن نضر کا قبیلہ ہے۔اس حدیث میں مذکور ہے''غُرّۃ'' اس کا معنی ہے: چہرہ کی سفیدی اور یہاں غُرّۃ سے مراد پورا جسم ہے اور جز بول کر کل کا ارادہ کیا ہے، یعنی پتھر مارنے والی عورت کو تاوان میں ایک غلام کا جسم بطورِ دیت دینا ہوگا یا ایک باندی کا جسم بطورِ دیت دینا ہوگا۔اور اس حدیث میں اَوْ کا لفظ ہے جس کا معنی ہے''یا'' اور وہ یہاں پر تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''عورت کے ولی نے کہا'' اس کا نام حمل بن مالک بن نابغہ الہذلی ہے، اور یہ صحابی ہیں۔یہ بصرہ میں ٹھہرے تھے اور ان کی کنیت ابوالفضلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ولا استھل'' جب بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلی رونے کی آواز نکالتا ہے تو اس کو استہلال کہتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''فمثل ذالك یطل'' اس کا معنی ہے: اس کی مثل باطل قرار دی جاتی ہے، یعنی اس کا خون رائیگاں ہے، اس کی دیت نہیں ہوگی۔بخاری کے ایک نسخہ میں بَطَلَ کا لفظ ہے یعنی اس کی مثل باطل قرار دی جاتی ہے اور اس کی دیت یا قصاص نہیں ہوتی، اس کا خون رائیگاں ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے''۔علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ نے اس شخص کو کاہنوں کے بھائیوں سے مشابہ قرار دیا، کیونکہ وہ مسجع کلام کر رہا تھا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کے مسجع کلام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فیصلہ کو تبدیل نہیں کیا، لیکن آپ نے اس شخص کے مسجع کلام کرنے کی وجہ سے اس شخص کی مذمت کی، کیونکہ کاہن جو جھوٹی بات گھڑتے ہیں، اس کو مسجع کلام کے ذریعہ مزین کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ وہم ڈالتے ہیں کہ اس میں کوئی فائدہ ہے، اور سجع کا معنی ہے: کلمہ کے آخر کے ساتھ لفظاً مناسبت، جیسے اس شخص نے کہا''من لا شرب ولا اکل ولا نطق ولا استھل''۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کاہنوں کی مذمت کی ہے اور جو کاہنوں کے مشابہ کلام کرے ان کی بھی مذمت کی ہے، کیونکہ اس شخص نے اپنے مسجع کلام کے ذریعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو رد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس لیے وہ مذمت کا مستحق ہوا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس طرح کا مسجع کلام تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے، مثلاً آپ نے فرمایا''صدق اللہ وَعْدَہٗ ونصر عَبْدَہٗ وھزم الاحزاب وَحْدَہٗ''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کے ولی کا کلام میں جو سجع تھا وہ تکلف سے تھا اور ارادۃً تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں جو الفاظ مناسب آئے وہ اتفاقاً تھے اور تکلفاً نہ تھے، اور اس کی مذمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مسجع کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو مسترد کرنا چاہا تھا۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی عورت کے پیٹ کے بچہ کو ہلاک کر دے تو اس کے تاوان میں ایک غُرّہ یعنی ایک غلام دیا جائے گا، بعض لوگوں نے کہا: اس میں کوئی چیز نہیں دی جائے گی اور ان کا یہ قول نص صریح کو باطل کر رہا ہے، لہٰذا اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں ہے کہ غلام کا غُرّہ ہو یا باندی کا غُرّہ ہو، امام مالک نے کہا کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ سیاہ فام غلام کے بجائے سفید فام غلام کو تاوان میں دیا جائے اور اگر ان کو سفید فام غلام دستیاب نہ ہو تو سیاہ فام غلام دیا جائے، کیونکہ غُرّہ کا معنی سفید چہرہ ہے۔ اور ابو عمرو بن العلاء نے کہا: صرف سفید رنگ کا غلام ہی قبول کیا جائے گا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غُرّہ نہ فرماتے، آپ فرماتے: غلام دیا جائے گا یا باندی دی جائے گی۔

اور امام مالک نے ربیعہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی قیمت دی جائے گی، وہ قیمت پچاس دینار ہیں یا چھ سو درہم ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس پیٹ کے بچہ کا وارث کون ہوگا؟ امام مالک نے کہا: وراثت کے قانون کے مطابق اس بچہ کا وارث مقرر کیا جائے گا، اور امام مالک کا دوسرا قول ہے کہ اس کی ماں اس کی وارث ہوگی، اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے ماں باپ دونوں وارث ہوں گے، باپ کو دو تہائی حصہ ملے گا اور ماں کو ایک تہائی۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں (لڑیں) ان میں سے ایک نے دوسری کے اوپر پتھر مارا، اور اس کے پیٹ کا بچہ گرا دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ایک غُرّہ کا فیصلہ فرمایا، غلام ہو یا باندی۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابو داؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۵۷۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دوسری سند کے ساتھ ہے اور اس میں اختصار کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۰۔ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِي الْجَنِينِ يُقْتَلُ فِي

اور از ابن شہاب از سعید بن المسیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس پیٹ کے بچہ کو اس کی ماں کے

بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ كَيْفَ أَغْرَمُ مَا لَا أَكَلَ وَلَا شَرِبَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ۔

پیٹ میں قتل کر دیا جائے اس میں ایک غُرّۃ دیا جائے گا غلام کا یا باندی کا، تو اس شخص نے کہا جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا: میں اس کا کیسے تاوان دوں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا اور نہ رو کر آواز نکالی اور اس کی مثل تو باطل ہونی چاہیے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تو صرف کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن داری: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۵۷۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ سعید بن المسیب تابعی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جس شخص کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا اور وہ شخص اس عورت کا ولی تھا، کیونکہ غرہ جب واجب ہوتا ہے تو وہ عاقلہ پر واجب ہوتا ہے یعنی قاتل کے ورثاء پر۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث از ابی مسعود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت اور فاحشہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳۷، ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱، صحیح مسلم: ۱۵۶۷، سنن ترمذی: ۱۱۳۳، سنن نسائی: ۴۲۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۹، مسند احمد: ۱۶۶۲۲، موطا امام مالک: ۱۳۶۳، سنن دارمی: ۲۵۶۸)

صحیح البخاری: ۵۷۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں کہانت کا ذکر ہے، اور اس حدیث کے آخر میں کاہن کی مٹھائی کا ذکر ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ المسندی ہیں۔ اور ابن عیینہ کا ذکر ہے، یہ سفیان ہیں۔ اور ابو مسعود کا ذکر ہے،

وہ عقبہ بن الحارث البدری الانصاری الکوفی صحابی ہیں۔
یہ حدیث کتاب البیوع میں ثمن الکلب کے تحت گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مھر البغی" البغی سے مراد ہے زانیہ اور اس کے مہر سے مراد ہے کہ وہ زنا پر جو اجرت لیتی ہے۔ اور "الحلوان" یعنی مٹھائی، اس سے مراد ہے کہانت کی جو اجرت دی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا مِنَ الْجِنِّيِّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مُرْسَلٌ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ ثُمَّ بَلَغَنِي أَنَّهُ أَسْنَدَهُ بَعْدَهُ

(صحیح مسلم: ۲۲۲۸، مسند احمد: ۲۴۰۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از یحییٰ بن عروہ بن الزبیر از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے، پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ہمیں بعض اوقات کوئی چیز بتاتے ہیں اور وہ برحق ہوتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ حق کا کلمہ جن نے (آسمان سے) سنا ہوتا ہے، پھر وہ جن اس کو اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں، علی نے کہا کہ امام عبد الرزاق نے بیان کیا کہ یہ حدیث "تلک الکلمۃ من الحق" تک مرسلاً روایت ہے، پھر انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ امام عبد الرزاق نے اس کے بعد اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسنداً روایت کیا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کھانۃ" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں نے آپ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن عروہ بن زبیر بن

عوام القرشی المدنی ہیں جو اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ الزہری سے اس حدیث کا سماع عروہ سے رہ گیا تھا، حالانکہ زہری عروہ سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں، پس انہوں نے اس حدیث کو عروہ کے بیٹے یحییٰ پر محمول کر دیا اور امام بخاری نے یحییٰ کی صرف اسی حدیث کی روایت کی ہے، اور یحییٰ چھت سے گر کر کسی جانور کے پیروں کے نیچے کچلے گئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیس بشیء'' یعنی کاہن جو بات کرتے ہیں وہ قابلِ شمار نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال عبد الرزاق: ھو مرسل الکلمۃ الحق'' یعنی ابن المدینی نے یہ ارادہ کیا کہ عبدالرزاق اتنی حدیث کو پہلے مرسلاً روایت کرتے تھے یعنی الکلمۃ الحق تک مرسلاً روایت کرتے تھے، پھر بعد میں انہوں نے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند کے ساتھ متصلاً روایت کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۱۔ ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۶۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کاہن کا معنی اور اس کا شرعی حکم

کہانت کا معنی ہے: مستقبل میں واقع ہونے والے مغیبات کی خبریں دینا اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی شخص بھی مستقبل کے حال کو نہیں جانتا سوائے اللہ عزوجل کے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا (لقمٰن: ۳۴) اور کوئی (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (النمل: ۶۵) آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (از خود) غیب نہیں جانتا، اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا○

کہانت کا حکم یہ ہے کہ جو آدمی کاہن کے پاس جائے اور اس کی تصدیق کرے، تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، اور اگر اس نے کاہن سے سوال کیا جب کہ وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا تھا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی، اور اگر اس نے کاہن سے سوال کیا تاکہ وہ اس کی آزمائش کرے اور اس کے جھوٹ کو معلوم کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد کی آزمائش کی تھی اور اس سے پوچھا تھا: بتاؤ میں نے تمہارے لیے کیا چھپایا ہے؟ اور آپ نے اس کے لیے دخان کے کلمہ کو چھپایا تھا، تو ابن صیاد نے کہا: آپ نے دُخ کو چھپایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو جاؤ، تم اپنے مرتبہ سے آگے نہیں بڑھ سکو گے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ دُخان کو چھپایا تھا، پورا دُخان اس پر منکشف نہیں ہوا تو اس نے صرف لفظِ دُخ کہا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۲۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اس پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز چھپائی تھی وہ پوری تو وہ نہیں بتا سکا یعنی دُخان، تو دُخ اس نے بتا دیا، اس سے بھی تو پتا چلتا ہے کہ اس کو کچھ نہ کچھ کشف تھا؟

اس کا جواب یہ کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا تھا کہ میں نے لفظِ دُخان چھپایا ہے تا کہ صحابہ کو بھی پتا چل جائے کہ جو چیز نبی ﷺ نے چھپائی ہے، اس تک یہ نہیں پہنچ سکتا، سو جب نبی ﷺ نے صحابہ کو بتایا تو شیطان نے اس کو سن لیا اور جا کر ابنِ صیاد کے کان میں پھونک دیا، اور چونکہ شیطان پورا دُخان نہیں سن سکا تھا، اس لیے اس نے صرف لفظِ دُخ کہا اور وہی ابن صیاد نے بتایا۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۷۔ بَابُ: السِّحْرِ

جادو کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرہ:۱۰۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے، وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے، اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ (فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو، وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتے، اور اللہ کی اجازت کے بغیر وہ اس (جادو) سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور وہ اس چیز کو سیکھتے جو ان کو نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے، اور بے شک وہ خوب جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خرید لیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ (طٰہٰ:۶۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا O

وَقَوْلِهٖ: اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾ (الانبیاء:۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم جانتے بوجھتے جادو کے پاس جا رہے ہو O

وَقَوْلِهٖ: فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ (طٰہٰ:۶۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں O

وَقَوْلِهٖ: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ (الفلق:۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے O

وَالنَّفَّاثَاتُ: السَّوَاحِرُ۔ تُسْحَرُوْنَ: تُعَمَّوْنَ۔

اور نفاثات کا معنی ہے: جادو کرنے والیاں، اور تسحرون کا معنی ہے: تم پر جادو کیا گیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب جادو کے بیان میں ہے، اور اس بات کے بیان میں ہے کہ جادو ثابت ہے اور محقق ہے، اسی وجہ سے امام بخاری نے ان آیات کو استدلال میں ذکر کیا ہے جو جادو پر دلالت کرتی ہیں، اور حدیث صحیح اور عرب، روم، ہند اور عجم کی اکثر امتیں اس کی قائل ہیں کہ جادو ثابت ہے اور اس کی حقیقت موجود ہے اور اس کی تاثیر ہے اور عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور مزین کلام کے صدور کے وقت کوئی خلافِ عادت فعل پیدا کردے، یا کئی اجسام کو اس طرح مرکب کرے کہ جس کو ہر شخص نہ پہچانتا ہو، اور جادو کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ امر ہے جو خلافِ عادت ہے اور کسی نفسِ شریر سے صادر ہوتا ہے اور اس سے معارضہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ اور ایک قوم نے جادو کی حقیقت کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ جو چیز جادو سے صادر ہوتی ہے، وہ خیالاتِ باطلہ ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور علامہ ابوجعفر الاستراباذی شافعی اور امام ابوبکر رازی حنفی اور ابن حزم الظاہری کا یہی مختار ہے۔ اور صحیح وہ قول ہے جس کو تمام علماء نے اختیار کیا ہے، جس پر کتاب وسنت کی دلالت ہے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سحر کو کتاب الطب میں وارد کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سحر بھی مرض کی ایک قسم ہے اور سحر مسحور کو بیمار کر دیتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تھا: سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے شفاء دے دی ہے جیسا کہ عنقریب یہ حدیث "ھل یستخرج السحر" کے باب میں آئے گی۔ اور شفاء اس مرض سے ہوتی ہے جو موجود ہو، پھر امام بخاری نے باب السحر اور باب الکھانۃ کو جمع کیا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا مرجع شیاطین ہیں اور گویا کہ یہ دونوں ایک وادی سے ہیں۔

امام بخاری کی ذکر کردہ آیات کی تفسیر از علامہ عینی

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ الآیہ	البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے، وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے۔

اس آیت میں جس جادو کے ساتھ یہود عمل کرتے تھے اس کی اصل کا بیان ہے، پھر یہ جادو وہ ہے جس کو شیاطین نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس رکھا تھا۔ اور اس کی اصل اس سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت پر شہرِ بابل میں نازل کیا تھا۔

ہاروت اور ماروت کا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا ہے، اور جادو بھی فرعون کے زمانہ میں پھیلا ہوا تھا، جس کا خلاصہ اس آیتِ کریمہ میں ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔	اور انہوں نے اس (جادو کے کفریہ کلمات) کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دورِ حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔ (البقرہ:۱۰۲)

السدی نے کہا ہے کہ شیاطین آسمان کی طرف چڑھتے تھے اور وہاں کسی جگہ گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے کہ زمین میں کیا ہوگا، کون مرے گا یا کب بارش ہوگی، یا کوئی نئی چیز ہوگی؟ پھر وہ شیاطین کاہنوں کے پاس آتے اور ان کو ان

باتوں کی خبر دیتے، پھر کاہن لوگوں سے یہ باتیں کرتے، پس ایسا ہی ہوتا جس طرح کاہنوں نے کہا ہوتا اور وہ ہر بات کے ساتھ ستر باتیں اپنی طرف سے ملا لیتے تھے۔ پھر لوگوں نے ان باتوں کو کتابوں میں لکھ دیا اور بنی اسرائیل کے زمانہ میں یہ مشہور ہو گیا کہ جن غیب کو جانتے ہیں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کو بھیجا تا کہ ان کتابوں کو جمع کرے، پھر ان کتابوں کو ایک صندوق میں رکھا، پھر اس کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا، اور لوگوں میں سے جو بھی اس کرسی کے قریب جانے کی کوشش کرتا وہ جل جاتا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نے کسی سے یہ سنا کہ شیاطین غیب کو جانتے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور وہ علماء بھی فوت ہو گئے جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس حکم کا علم تھا تو شیطان ایک انسان کی شکل میں بنی اسرائیل کی جماعت کے پاس آیا اور ان سے کہا: کیا میں تمہاری رہنمائی ایسے خزانہ پر کروں جو کبھی ختم نہیں ہو گا، لوگوں نے کہا: ہاں! تو اس نے کہا: اس کرسی کے نیچے کھودو، انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں مل گئیں، جب ان کتابوں کو نکالا تو شیطان نے کہا کہ سلیمان جو انسانوں، جنات اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے تو اس جادو کی وجہ سے کرتے تھے، پھر شیطان اڑ کر چلا گیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے، پھر بنی اسرائیل نے وہ کتابیں لے لیں، پس جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے مباحثہ کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ الآیہ

البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے، وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے۔ (البقرہ: ۱۰۲)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔

اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا۔ (البقرہ: ۱۰۲)

اس آیت میں بابل کا ذکر ہے، یہ وہ شہر ہے جس کو نمرود بن کنعان نے بنایا تھا، اور اسی شہر کی طرف جادو اور خمر منسوب ہیں اور آج کل وہ شہر کھنڈر بنا ہوا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ضحاک وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے بابل کو بنایا تھا، اور مؤید الدولہ نے کہا: بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

اس آیت میں ہاروت اور ماروت کا ذکر ہے، ان میں کافی اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو آسمان سے زمین کی طرف اتارا گیا، پھر ان کے معاملہ سے وہ ہوا جو ہوا اور ان کا قصہ مشہور ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔ (البقرہ: ۱۰۲)

اور وہ (فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو۔

ازجاج از ابن جریج اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جادو کرنے کی جرأت وہی کرے گا جو کافر ہو گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے: جادو کا عمل کرنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاک کرنے والے امور کو بیان کیا، ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض کفر نہیں ہیں بلکہ گناہِ کبیرہ ہیں۔ اگر جادو میں ایسا قول یا فعل ہو جس کا تقاضا کفر ہو تو جادو کفر ہے ورنہ کفر نہیں ہے، لیکن جادو کا سیکھنا اور سکھانا، سو وہ حرام ہے۔ پس اگر جادو کے کلمات میں ایسے کلمات ہوں جو

کفر کا تقاضا کریں تو وہ کفر ہے اور جادو کرنے والا کافر ہو جائے گا، اس سے توبہ طلب کی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اگر جادو کے کلمات میں کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جو کفر ہو، تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔

امام مالک سے منقول ہے کہ جادوگر کافر ہے، اس کو جادو کرنے کے سبب سے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ نہیں طلب کی جائے گی، بلکہ اس کو زندیق کی طرح لازماً قتل کر دیا جائے گا، اور قاضی عیاض نے بھی امام مالک کے قول کو اختیار کیا۔ اور امام احمد اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

الفتاوی الصغریٰ میں مذکور ہے: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جادوگر سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اور اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، اور ان کے نزدیک زندیق سے توبہ طلب کی جائے گی، اور امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اگر میرے پاس زندیق کو لایا گیا تو میں اس سے توبہ طلب کروں گا، پس اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا جادوگر سے یہ سوال کیا جائے گا کہ وہ اپنے جادو کا توڑ کر دے؟ سعید بن المسیب نے اس کی اجازت دی ہے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جادو کے توڑ کو صرف جادوگر ہی جانتا ہے۔ اور جادوگر کے پاس جانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سفیان نے روایت کی ہے از ابی اسحاق از ہبیرہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: جو جادوگر کے پاس گیا یا کاہن کی طرف گیا، پس اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس کا کفر کیا جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اور امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جادوگر کے پاس جانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ جادوگر کی تصدیق کی جائے، پس اگر وہ کسی اور مقصد سے جادوگر کے پاس گیا اور اس کو جادوگر کا علم تھا اور اس کے حال کا بھی علم تھا تو یہ ممنوع نہیں ہے اور نہ اس کے پاس جانا ممنوع ہے، اور بعض علماء نے دو وجہوں میں سے ایک وجہ کے ساتھ جادو سیکھنے کی اجازت دی ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ اس کو کفر اور غیر کفر کی تمیز حاصل ہو جائے اور دوسری وجہ ہے کہ جس پر جادو کیا گیا ہے اس کا ازالہ کیا جا سکے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾ (طٰہٰ: ٦٩) — اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا O

اس آیت میں جادوگر سے فوز اور فلاح کی نفی کی گئی ہے، اور اس میں وہ لفظ نہیں ہے جو کفر پر دلالت کرے اور قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ (طٰہٰ: ٦٦) — پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں O

یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ خیال لایا جاتا تھا کہ یہ سانپ دوڑ رہے ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی رسیوں میں پارہ کو چپکا دیا تھا، پس جب وہ دھوپ سے گرم ہو گیا تو ہلنے لگا اور حرکت کرنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ وہ سانپ ان کا قصد کر رہے ہیں۔ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ سحر صرف تخییل ہے اور ان کی اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت فرعون کے جادوگروں کے قصہ میں وارد ہے اور ان کا جادو اسی طرح ہوتا تھا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کی تمام اقسام محض تخییل ہوں۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

14
A

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (الفلق: ۴) اورگرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے O

نفاثات کی تفسیر جادوگرنیوں کے ساتھ کی گئی ہے اور یہ حسن بصری کی تفسیر ہے، اور جادوگرنیاں جادو کرتے وقت دھاگہ میں گرہ باندھتی ہیں۔

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ (المومنون: ۸۹) عنقریب وہ کہیں گے کہ سب کا اللہ ہی مالک ہے، پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے؟O

یعنی تم کیوں اس سے اندھے ہوجاتے ہو اور کیوں اس سے روگردانی کرتے ہو؟ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ سحر کا لفظ یہاں پر تخلیط کے معنی میں مجاز ہے، یعنی تم نے کس سے دھوکہ کھایا ہے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ آیات جو ذکر کی گئی ہیں، ان سے امام بخاری کا یہ استدلال مکمل نہیں ہوتا کہ جادو حرام ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جادو کی کئی اقسام ہیں: (۱) ان میں جادو کا ایک معنی ہے: جو چیز لطیف اور دقیق ہو، جب کسی بچہ کو محبوب رکھا جائے تو کہا جاتا ہے: وہ بچہ مسحور ہے۔ (۲) جو چیزیں محض تخیلات ہوں اور ان کی کوئی حقیقت نہ ہو جیسے شعبدہ باز کرتے ہیں یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں نے رسیوں میں پارہ چپکا کر انہیں سانپ بنا کر دکھایا تھا۔ (۳) جو کام شیطان کی مدد سے اور اس کا تقرب حاصل کرنے سے کیا جائے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ''وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ... الآیہ (البقرہ: ۱۰۲)''، جادو کی جو قسم حرام ہے وہ یہی ہے۔ (۴) جو ستاروں سے خطاب کے ذریعہ حاصل ہو اور ستاروں کی روحانیت کو نازل کرنے سے حاصل ہو۔ (۵) جو طلسمات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۳۔ ۴۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَحَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهُ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهُوَ عِنْدِي لَكِنَّهُ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَشَعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ فَقَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ مَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ قَالَ فِي أَيِّ شَيْءٍ قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعِ نَخْلَةٍ ذَكَرٍ قَالَ وَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ فَأَتَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي نَاسٍ مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بنو زُریق کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا جس کو لبید بن الاعصم کہا جاتا تھا، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک دن یا ایک رات کو آپ میرے پاس تھے لیکن آپ نے دعا کی اور دعا کی، پھر آپ نے کہا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کا جواب دیا جس چیز کے متعلق میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا؟ میرے پاس دو مرد آئے، پس ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی طرف بیٹھ گیا، پس ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے،

أَصْحَابِهِ فَجَاءَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ كَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ أَوْ كَأَنَّ رُءُوسَ نَخْلِهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا اسْتَخْرَجْتَهُ قَالَ قَدْ عَافَانِي اللهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ شَرًّا فَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَأَبُو ضَمْرَةَ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ وَقَالَ اللَّيْثُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ يُقَالُ الْمُشَاطَةُ مَا يَخْرُجُ مِنَ الشَّعَرِ إِذَا مُشِطَ وَالْمُشَاقَةُ مِنْ مُشَاقَةِ الْكَتَّانِ۔

اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن الاعصم نے، اس نے کہا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشہ میں رکھے ہوئے ہیں، اس نے سوال کیا: اور یہ جادو ہے کہاں؟ اس نے جواب دیا کہ ذروان کے کنوئیں میں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنوئیں پر اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا سرخ تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر شیطان کے سروں کی طرح تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں نکالا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ میں اب لوگوں کے درمیان اس برائی کو پھیلاؤں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جادو کا سامان دفن کرا دیا۔

ابو اسامہ، ابو ضمرہ اور ابن ابی الزناد نے عیسیٰ بن یونس کی متابعت کی ہے از ہشام۔ اور اللیث اور ابن عیینہ نے کہا از ہشام: کنگھی میں اور سر کے بالوں میں۔ مشاطۃ اس کو کہتے ہیں: کنگھی کرتے وقت کنگھی سے جو بال نکلتے ہیں۔ اور مُشاقۃ روئی کے تار یعنی سوت کو کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم: ۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵، مسند احمد: ۲۴۳۷۹)

صحیح البخاری: ۵۷۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "السحر" یعنی جادو، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرد نے جادو کیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن یونس کا ذکر ہے، یہ ابن ابی اسحاق سبیعی ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں، وہ اپنے

والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب ''صفة ابلیس'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کا نمبر ہے: ۳۱۷۵۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من بنی زریق'' یہ قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے، اور اسلام کے ظہور سے پہلے بہت سے انصار اور بہت سے یہودیوں میں محبت اور دوستی تھی اور انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کا حلف بھی اٹھایا ہوا تھا، پس جب اسلام کا ظہور ہوا تو انصار اسلام میں داخل ہو گئے اور یہودیوں سے بے زار ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کی مدت کے متعلق روایات

اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا واقعہ ہوا، یہ سال ۷ ہجری تھا۔ اس کو علامہ واقدی نے بیان کیا ہے اور اسماعیلی نے کہا ہے کہ آپ پر چالیس راتوں تک جادو کا اثر رہا اور مسند احمد میں ہے کہ چھ ماہ تک آپ پر اس جادو کا اثر رہا۔ اور سہیلی سے منقول ہے کہ ایک سال یہ اثر رہا، اس کو سہیلی نے جامع معمر از الزہری میں ذکر کیا ہے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی نے چالیس دن اور چھ ماہ کی دو روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن روایات میں چھ ماہ کا ذکر ہے ان سے جادو کے ابتدائی اثر سے لے کر آخر تک پوری مدتِ سحر مراد ہے، اور جن روایات میں چالیس دن کا ذکر ہے، اس سے تاثیر جادو سے استحکام والی مدت مراد ہے۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا، اس کی تطبیق کسی نے بیان نہیں کی۔ اور وہ روایت بہر حال متعارض ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے''۔

بعض فقہاءِ اسلام کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کی روایت کا انکار کرنا

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض مبتدعین نے اس حدیث کا انکار کیا ہے اور انہوں نے یہ زعم کیا ہے کہ یہ حدیث منصب نبوت کو کم کرتی ہے اور اس میں شک ڈالتی ہے اور ہر وہ چیز جو منصبِ نبوت کو کم کرے اور اس میں شک ڈالے وہ باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کو جائز قرار دینا شریعت کی ثقاہت کو ختم کرتا ہے اور ان پر رد کیا گیا ہے کہ اس پر دلیل قائم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی طرف سے جو احکام بیان کرتے ہیں، اس میں آپ صادق ہیں اور آپ تبلیغ میں معصوم ہیں۔ رہی وہ چیزیں جن کا تعلق بعض دنیاوی امور کے ساتھ ہے جن کی وجہ سے آپ کو مبعوث نہیں کیا گیا، سو وہ آپ پر اس طرح عارض ہوتی ہیں جیسے دوسرے بشر پر عارض ہوتی ہیں جیسے کہ بیماریاں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو اس کام کا وثوق ہو اور قاضی عیاض نے کہا ہے: جادو کا اثر جسم کے اوپر اور ظاہری اعضاء پر تسلط ہے اور اس کا اثر عقل اور معتقدات پر نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سعید بن المسیب کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ کی بینائی ضعیف ہو جاتی۔

آپ پر جادو کے اثر کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ ایک دن یا ایک رات کو (یہ راوی کو شک ہے) آپ میرے پاس تھے لیکن آپ نے دعا کی اور دعا کی''۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: لکنہ کا لفظ استدراک کے لیے ہوتا ہے، یہاں کس چیز سے استدراک کیا گیا ہے؟ پھر علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ میرے پاس تھے لیکن میرے ساتھ مشغول نہیں ہوئے بلکہ دعا میں مشغول ہوئے اور آپ کو یہ خیال ڈالا جاتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، لیکن وہ خیال فعل کے متعلق ہوتا تھا قول کے متعلق نہیں ہوتا تھا اور یہ معلوم ہے کہ آپ کی دعا صحیح تھی اور قانونِ مستقیم کے مطابق تھی اور امام مسلم نے ابنِ نُمیر سے روایت کی ہے: آپ نے دعا کی، پھر دعا کی، پھر دعا کی۔ اور یہی معلوم ہے کہ آپ دعا کا تین مرتبہ تکرار کرتے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اشعرتِ''یعنی اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بیماری کی خبر بتا دی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میرے پاس دو مرد آئے''اور مسند احمد اور طبرانی نے ہشام سے روایت کی ہے کہ میرے پاس دو فرشتے آئے، اور امام ابن سعد نے ان کا نام ذکر کیا ہے کہ ایک جبرائیل اور دوسرے میکائیل علیہم السلام تھے۔

پھر اس حدیث میں ہے ''ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا''ظاہر یہ ہے کہ جو سر کے پاس بیٹھے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، کیونکہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصیت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ان میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟''امام نسائی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہود کے ایک مرد نے جادو کیا تو آپ کئی دن تک اس کی وجہ سے بیمار رہے، پس آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، سو کہا کہ یہود کے ایک مرد نے آپ پر جادو کیا ہے اور اس نے آپ کے لیے گرہ لگا کر فلاں کنوئیں میں ڈال دی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن سے سوال کیا گیا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور سوال کرنے والے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ سوال اور جواب جس وقت ہوا تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سوئے ہوئے تھے یا بیدار تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اور جواب نیند میں ہوا، کیونکہ اگر حضرت جبرائیل اور میکائیل آپ کے پاس آتے اور آپ بیدار ہوتے تو وہ دونوں آپ کو مخاطب کرتے اور آپ ان کی بات کو سنتے، اور عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سوئے ہوئے تھے، اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک سندِ ضعیف کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ کے پاس دو فرشتے اترے اور آپ نیند اور بیداری کی کیفیت میں تھے اور ہر تقدیر کے اوپر انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ایک مرد نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ تو دوسرے نے کہا کہ یہ مطبوب ہیں''۔ یعنی ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اور جادو کو انہوں نے نیک فال کے لیے طِب سے تعبیر کیا یا طِب سے کنایہ کیا، جیسے جس کو سانپ یا بچھو نے ڈسا ہو اس کو نیک فال کے طور پر سلیم کہتے ہیں۔

اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ طِب کا لفظ لغت اضداد سے ہے، اس کا معنی بیماری بھی ہے اور اس کا معنی بیماری کا علاج بھی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی مشط ومشاطة" مُشط کا معنی وہ معروف آلہ ہے جس سے سر کے اور داڑھی کے بالوں کو سنوارا جاتا ہے (یعنی کنگھی)۔ اور "مشاطة" کا معنی ہے کہ بالوں میں کنگھی کرنے سے جو بال کنگھی میں رہ جاتے ہیں ان کو "مشاطة" کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وجف طلع نخلة ذکر" جُف کا اطلاق کھجور کے نر اور مادہ کھوکھلے خوشوں پر ہوتا ہے اور وہ بال نر کھجور کے خوشہ میں رکھے گئے تھے، اسی لیے بعد میں ذکر یعنی مذکر کا لفظ ذکر کیا۔ اور خوشہ سے مراد وہ غلاف ہے جس میں پہلے کھجور بند ہوتی ہے، پھر باہر نکلتی ہے اور وہ شگوفہ سفید رنگ کا ہوتا ہے اور اس کی بومنی کی طرح ہوتی ہے اور وہ شگوفہ ذروان نام کے ایک کنوئیں میں ہے، یہ مدینہ میں بنو زریق کا کنواں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتاها رسول الله ﷺ" یعنی نبی ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ اس کنوئیں پر گئے اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اس کنوئیں کا پانی مہندی کے تل چھٹ کی طرح ہے یعنی سرخ رنگ کی طرح ہے۔ اور آپ نے فرمایا: اس کھجور کے درختوں کے سر (یعنی ان کا اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کھجور کے درختوں کے سر کو شیطان کے سروں سے تشبیہ دی، حالانکہ ہم نے شیطان کے سروں کو نہیں دیکھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بہت قبیح تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کاش! آپ لبید بن اعصم کو قتل کر دیتے! آپ نے فرمایا: آخرت میں جو اس کو اللہ کا عذاب ہوگا، وہ بہت شدید ہوگا، اور عمرہ کی روایت میں ہے: نبی ﷺ نے اس کو پکڑ لیا اور اس نے جادو کرنے کا اعتراف کر لیا تو آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور جن چیزوں میں جادو کیا گیا تھا ان کو آپ نے دفن کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۵۔۴۱۸، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی ﷺ پر جادو کا اثر کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

(۱) بعض روایات میں ہے کہ کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا، ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔ (صحیح بخاری: ۵۷۶۶)

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہو گئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہو گئی تھی، یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔ (العیاذ باللہ)۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں، اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ

الناس نازل ہوئیں، آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتیں تھیں۔

(طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

(۷) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(۸) جو خبر واحد صحیح ہو، وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہوسکتی، جب کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس میں علل خفیہ قادحہ ہیں، یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے، نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعثِ عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: وہ مرد ہو، اس کی عقل کامل ہو، اس کی رائے قوی ہو، وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ بُرا جانتے ہیں، مثلاً اس کے آباء واجداد زنا نہ کرتے ہوں اور اس کے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں، مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروّت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ منشورات الرضی، ایران، ۱۴۰۹ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں، جیسے ماں باپ کی بدکاری اور ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔ (لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ (ص: ۴۷)

بے شک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں O

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنا دیا O

اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے، وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہوسکتا، سو اس قسم کی وضعی روایات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔

(۱۰) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قُویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو سکتاO

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ (الحجر: ۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا، سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گےO

(۱۱) یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے، یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں، ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن کا مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے، ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہوگئی، اور اس حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے، اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر لا کر رکھ رہے تھے، عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا، تاکہ پتھر کندھے میں نہ چبھے، آپ بے لباس ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا: میرا تہبند، میرا تہبند۔ یہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی، ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا: یہ حدیث معلل ہے اور درایتاً صحیح نہیں ہے، کسی کم عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ وہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے، لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے، اور یہ ناموسِ رسالت کے منافی ہے اور ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے۔ (اس کی مفصل بحث کے لیے دیکھئے تبیان القرآن، ج ۴ ص ۱۰۵۔۱۰۱)

(۱۲) اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہو سکتی ہے جو علامہ ابوبکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام بنا دیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے، حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کر لیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کی ہیں، یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المومنین پر بہتان ہے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی، تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے، اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قویٰ ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیئے جا سکتے تھے، حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلّم ہے، لیکن وہ بہرحال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کو چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہو گیا ہو، اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کا آخری قول

اب تک میں نے دلائل سے یہی سمجھا ہے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور یہ غلط ہے کہ چالیس راتوں تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا چھ ماہ تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا، لیکن چونکہ علماء امت کی عظیم اکثریت کا یہ مذہب ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا تو میں یہ سوچتا ہوں کہ علماء امت کی عظیم اکثریت کے مقابلہ میں میری منفرد رائے کیا حیثیت رکھتی ہے، ہوسکتا ہے یہاں پر ایسے دلائل ہوں جو مجھ پر منکشف نہ ہوئے ہوں اور ان دلائل کے اعتبار سے آپ پر جادو کا اثر ہوا ہو، سو اگر واقع میں ایسا ہے تو میں اپنی تحقیق سے رجوع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ میرے مطالعہ میں کمی ہو اور میری فکر میں نقص ہو اور میں اس معاملہ کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، میں نے وہی لکھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت اور آپ کی عظمت اور شان کے مطابق سمجھا، لیکن میں بہت گناہگار انسان ہوں اور میری فکر اور عقل بھی نارسا ہے، ہوسکتا ہے جس طرح جمہور علماء نے کہا ہے اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور آپ کی عظمت ہو اور میں اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، سو اگر ایسا ہے تو میں اپنی اس تحقیق سے رجوع کرتا ہوں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۸۔ بَابٌ: الشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوبِقَاتِ

شرک اور جادو ان گناہوں میں سے ہیں جو ہلاک کردیتے ہیں

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو استحقاقِ عبادت میں شریک کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو بھی عبادت کا مستحق جاننا اور ماننا اور جادو کرنا ان گناہوں میں سے ہیں جو انسان کو ہلاک کردیتے ہیں۔

۵۷۶۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اجْتَنِبُوا الْمُوبِقَاتِ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور جادو کرنا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۶، ۵۷۶۴، ۶۸۵۷، صحیح مسلم: ۸۹، سنن نسائی: ۳۶۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴)

صحیح البخاری: ۵۷۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد العزیز بن عبد اللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا

ذکر ہے، یہ ابن بلال ہیں۔ اور ثور بن زید کا ذکر ہے، یہ ابن زید الدئلی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالغیث کا ذکر ہے، ان کا نام سالم مولیٰ عبداللہ بن مطیع ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ دوسری حدیث میں سات مہلکات بیان کئے گئے ہیں اور یہاں پر صرف دو مہلکات پر اختصار کیا گیا ہے، اس کی وجہ سحر کی تاکید ہے اور بعض علماء نے یہ گمان کیا کہ حدیث میں صرف یہی دو امر ہیں۔ اور اس کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ (آل عمران: ۹۷) اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیت اللہ میں واضح نشانیاں ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں متعدد نشانیاں ہیں لیکن صرف دو کا ذکر فرمایا، مقامِ ابراہیم کا اور جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ امن والا ہے، لیکن حدیث میں اس طرح نہیں ہے، کیونکہ اصل میں سات مہلکات ہیں، امام بخاری نے پانچ کو حذف کر دیا اور آیت کی شان اس طرح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۳۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کہنا کہ سات مہلکات میں سے صرف دو کو ذکر کرنا اس لیے ہے کہ سحر کے امر کی تاکید کی جائے، یہ انتہائی ضعیف کلام ہے، کیونکہ اگر امام بخاری پوری حدیث ذکر کر دیتے اور اس میں اس کا یہی عنوان قائم کرتے تب بھی اس کے اندر سحر کے امر کی تاکید کی طرف اشارہ ہوتا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اور بعض علماء نے یہ گمان کیا کہ حدیث میں صرف یہی دو امر ہیں۔ اور اس کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ (آل عمران: ۹۷) اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

بعض علماء سے حافظ ابن حجر کی مراد ہے علامہ کرمانی، لیکن انہوں نے علامہ کرمانی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی ہے، کیونکہ علامہ کرمانی نے یہ نہیں کہا کہ صرف اتنی قدر حدیث ہے بلکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ صحیح بخاری میں جو صرف دو چیزیں بیان کی ہیں یعنی شرک اور جادو، اس میں طویل حدیث کا اختصار کیا گیا ہے، اس لیے فقط دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ آیت اس طرح نہیں ہے، یہ بھی کلام مردود ہے، آیت اس طرح کیوں نہیں ہے، کیونکہ آیت میں پہلے ذکر فرمایا ہے "فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ" یعنی بیت اللہ میں واضح نشانیاں ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ اس میں بہت ساری نشانیاں ہیں اور ذکر فقط دو کا کیا ہے، ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے اور دوسرا یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گا۔ اور علامہ زمخشری نے اس کی کئی وجوہ بیان کی ہیں، جو ان پر مطلع ہونا چاہے وہ علامہ زمخشری کی تفسیر کا مطالعہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

آل عمران: ۹۷ میں صرف دو نشانیوں کی تخصیص کی وجوہ

میں کہتا ہوں: علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ کی عبارت حسب ذیل ہے:

مقامِ ابراہیم: یہ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ کا عطفِ بیان ہے، پس اگر تم سوال کرو کہ جماعت کا بیان واحد سے کس طرح صحیح ہوگا؟ تو میں کہوں گا: اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم بہ ظاہر ایک نشانی ہے لیکن اس کو متعدد نشانیوں کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے کہ ان کے قدم کا نشان سخت پتھر کے اندر ظاہر ہوگیا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سخت پتھر کے اندر قدم کے نشان کا ہونا یہ بھی ایک نشانی ہے اور ٹخنوں تک اس میں پیر کا دھنسنا یہ دوسری نشانی ہے، اور اس پتھر کی تخصیص تیسری نشانی ہے اور اس نشانی کو باقی رکھنا نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں کو، یہ ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت ہے اور ان کے قدم کے نشان کو محفوظ رکھنا حالانکہ مشرکین میں بہت سارے ان کے دشمن تھے اور اہل کتاب بھی دشمن تھے اور ملحدین بھی دشمن تھے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان کا اس پتھر کے اندر محفوظ اور برقرار رہنا، یہ متعدد نشانیوں کے قائم مقام ہے۔ (الکشاف ص ۱۸۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۳۰ھ)

۴۹۔ بَابٌ: هَلْ يَسْتَخْرِجُ السِّحْرَ؟

کیا جادو کو نکالا جائے گا؟

وَقَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ

اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے پوچھا کہ ایک مرد پر جادو کیا گیا ہے یا اس کو اس کی بیوی سے روک دیا گیا ہے، کیا اس جادو کا توڑ کیا جائے گا یا کسی تعویذ سے اس کا علاج کیا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ لوگ اس سے اصلاح کا ارادہ کرتے ہیں، اور رہی وہ چیز جس سے کوئی نفع حاصل ہو تو اس سے منع نہیں کیا گیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ کیا جادو کو نکالا جائے گا؟ امام بخاری نے اس کو حرفِ استفہام کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "رجل به طب" یہاں طب کا معنی سحر ہے یعنی جادو، یعنی کسی شخص کے اوپر جادو کیا گیا۔ اس کے بعد مذکور ہے "او یوخذ" اس کا معنی ہے: کسی مرد کو اس کی بیوی کے ساتھ مباشرت سے روک دیا گیا اور وہ اس کے ساتھ جماع پر قادر نہ ہو سکا۔ اور "عقد الرجل" کے معنی میں یہی مشہور ہے۔

قتادہ نے پوچھا''ایحل عنه او ینشر''یعنی کیا اس جادو کا توڑ کیا جائے گا یا جس مرد کو اس کی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہے اس کا توڑ کسی تعویذ یا دم کے ذریعہ کیا جائے گا؟ تو سعید بن المسیب نے اس سے منع نہیں کیا اور کہا: جس کام سے فائدہ حاصل ہو وہ ممنوع نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جس شخص پر جادو کیا گیا ہو تو اس کے جادو کا توڑ کرنا اور اس جادو کو ختم کرنا جائز ہے اور جس شخص پر کوئی ایسا عمل کیا گیا ہو جس سے وہ جماع پر قادر نہ ہو تو اس کا کسی تعویذ کے ذریعہ علاج کرنا بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۵۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي آلُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ فَسَأَلْتُ هِشَامًا عَنْهُ فَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُحِرَ حَتَّى كَانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ قَالَ سُفْيَانُ وَهَذَا أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ السِّحْرِ إِذَا كَانَ كَذَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَعَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ مَا بَالُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ وَفِيمَ قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ قَالَ وَأَيْنَ قَالَ فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَاعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ قَالَتْ فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ فَقَالَ هَذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قَالَ فَاسْتُخْرِجَ قَالَتْ فَقُلْتُ أَفَلَا أَيْ تَنَشَّرْتَ فَقَالَ أَمَّا اللهُ فَقَدْ شَفَانِي وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن عیینہ سے سنا، وہ کہتے تھے: سب سے پہلے جس نے ہم کو یہ حدیث بیان کی وہ ابن جریج ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی آل عروہ نے از عروہ، پس میں نے ہشام سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ یہ خیال کرتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ نہیں گئے ہوتے، سفیان نے کہا: یہ سب سے شدید جادو کا اثر ہے جب کہ اس طرح ہو، پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کا جواب دے دیا جس کا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا، میرے پاس دو مرد آئے، پس ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کے پاس بیٹھ گیا، پس جو میرے سر کے پاس بیٹھا تھا اس نے دوسرے مرد سے کہا: اس مرد کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن الاعصم بنو زریق کے ایک مرد نے جو یہود کا حلیف ہے اور وہ منافق تھا، کہا: کس چیز میں جادو کیا ہے، اس نے کہا: کنگھی میں اور بالوں میں۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ نر کھجور کے کھوکھلے شگوفہ میں ہے ذروان کے کنویں میں کنویں کے پتھر کے نیچے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ اس کنویں پر گئے، حتیٰ کہ آپ نے اس کو (کنگھی اور بالوں کو) نکال لیا،

پس آپ نے فرمایا: یہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا تھا اور گویا کہ اس کا پانی مہندی کا تل چھٹ تھا اور اس کے کھجور کے درخت گویا کہ شیاطین کے سر تھے۔ آپ نے فرمایا: پھر وہ جادو کنویں سے نکالا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس میں نے پوچھا: آپ نے نُشرہ کیوں نہیں کرایا، یعنی جادو کا توڑ کیوں نہیں کرایا، آپ نے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دے دی ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں لوگوں میں سے کسی ایک کے اوپر شر کو پھیلاؤں۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵، مسند احمد: ۲۳۷۹)

صحیح البخاری: ۵۷۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کیا جادو کو نکالا جائے گا''۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کنگھی اور بالوں کو کنویں سے نکالا جائے، اور یہ حدیث ابھی باب السحر میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''راعوفۃ'' یہ الکشمیہنی کی روایت ہے، اور دوسروں کی روایت میں ''رعوفۃ'' ہے یعنی وہ کنگھی اور بال کنویں میں ایک پتھر کے نیچے تھے۔

اور روایات میں مشہور لفظ راعوفۃ ہے۔ اور یہ وہ پتھر ہے جو کنویں کے سر کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے، جس کو کوئی اکھاڑنے کی طاقت نہیں رکھتا اور پانی نکالنے والا اس کے اوپر کھڑا ہوتا ہے اور کبھی یہ پتھر کنویں کے اندر نیچے ہوتا ہے جب کنویں کی کھدائی کی جائے اور ابوعبید نے کہا: یہ بڑا پتھر ہے، جب کنویں کی کھدائی کی جائے تو اس کو کنویں کے نچلے حصہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس پر وہ شخص بیٹھتا ہے جو کنویں کی صفائی کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ نے نُشرہ کیوں نہیں کرایا یعنی جادو کا توڑ کیوں نہیں کرایا؟''

علامہ کرمانی نے کہا ہے: نُشرہ ایسے الفاظ کے ساتھ دم کرنے کو کہتے ہیں کہ جس مرد پر اس کی بیوی سے مباشرت کے اوپر گرہ لگائی گئی ہو تو ان الفاظ سے وہ گرہ کھل جائے۔ اور یہ حدیث نُشرہ کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ ان کے نزدیک مشہور ہے اور اس کا لغوی معنی اس میں ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جادوگر نے جس چیز کو لپیٹا ہے اس کو کھول دیا جائے یا جو گرہ باندھی ہے اس کو کھول دیا جائے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نُشرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ شیطان کا عمل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نُشرہ کا ذکر کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا، یہ نُشرہ کے جواز کی دلیل ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ نُشرہ شیطان کا عمل ہے، یہ اس نُشرہ پر محمول ہے کہ جس میں ایسے الفاظ کے ساتھ دم کیا جائے جن کے معانی معلوم نہ ہوں۔ شعبی نے کہا ہے: الفاظِ عربیہ کے ساتھ نُشرہ کا دم کرنا جائز ہے۔ وہب بن منبہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جس شخص پر ایسا جادو کیا گیا ہو کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے سے عاجز ہو جائے تو وہ سبز بیری کے سات پتوں کو لے اور ان کو دو پتھروں کے درمیان کوٹے اور پھر ان پر پانی ڈالے، پھر اس پر آیۃ الکرسی پڑھے اور چاروں قل پڑھے، پھر اس میں سے تین گھونٹ پیے اور باقی پانی سے غسل کرے تو اس سے ہر آفت دور ہو جائے گی اور یہ اس مرد کے لیے بہت عمدہ ہے جس کو اس کی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے سے جادو کے ذریعہ روک دیا گیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۱۔ ۴۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۰۔ بَابُ: السِّحْرِ جادو کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب سحر کے بیان میں ہے اور یہ باب مکرر ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ یہی باب دو باب پہلے ذکر کیا گیا ہے، اس لیے بعض راویوں نے اس کو صحیح بخاری کے نسخوں سے ساقط کر دیا ہے، اس لیے ابن بطال، علامہ اسماعیلی وغیرہما نے اس کو ذکر نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدِي دَعَا اللهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ قُلْتُ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ جَائَنِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ قَالَ فِيمَا ذَا قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کی طرف یہ خیال لایا جاتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا، حتیٰ کہ ایک دن جب آپ میرے پاس تھے تو آپ نے اللہ سے دعا کی اور پھر دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال کا جواب دے دیا جو میں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا؟ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: میرے پاس دو مرد آئے، پس ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے

فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ قَالَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ وَاللهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَأَخْرَجْتَهُ قَالَ لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللهُ وَشَفَانِي وَخَشِيتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا وَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ۔

پیروں کے پاس بیٹھ گیا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے، کہا: لبید بن الاعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے، کہا: کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور بالوں میں اور نر کھجور کے کھوکھلے شگوفہ میں، اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ تو اس نے بتایا وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ راوی نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ اس کنویں کی طرف گئے، پس آپ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے اوپر کھجور کا درخت تھا، پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹے، پس آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! گویا کہ اس کنویں کا پانی مہندی کا تلچھٹ تھا اور اس کے اوپر جو کھجور کا درخت تھا، وہ شیاطین کے سروں کی طرح تھا، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس کو نکالا؟ کہا نہیں: سنو! مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے عافیت دے دی اور شفاء دے دی اور مجھے ڈر ہے کہ میں لوگوں کے اوپر شر پھیلاؤں گے، پھر آپ کے حکم سے اس شگوفہ کو دفن کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری:۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم:۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ:۳۵۴۵، مسند احمد:۲۳۷۹)

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری:۵۷۶۵ میں مذکور ہے "فاستخرج" یعنی اس جادو کو کنویں سے نکالا گیا اور صحیح البخاری:۵۷۶۶ میں مذکور ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے اس جادو کو کنویں سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: نہیں"۔

یہ ان دو حدیثوں میں واضح تعارض ہے، اور اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۱۔ بَابٌ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا

بعض بیان سحر انگیز ہوتے ہیں

۵۷۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنهما أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی مشرق کی جانب سے آئے، سو انہوں نے خطبہ دیا تو لوگوں کو ان کے بیان سے بہت تعجب ہوا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بعض بیان ضرور سحر ہوتے ہیں،

یا فرمایا: بے شک بعض بیان کا سحر ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری:۵۱۴۶، ۵۷۶۷، صحیح مسلم:۸۶۹، سنن الترمذی:۲۰۲۸، سنن ابوداؤد:۵۰۰۷، مسند احمد:۷۶۳۴، موطا امام مالک:۱۸۵۰، سنن دارمی:۱۵۵۶)

صحیح البخاری:۵۷۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

مشرق کی طرف سے آنے والے دو مردوں کے اسماء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''مشرق کی طرف سے دو مرد آئے'': علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یہ دو مرد عمرو بن الاہتم اور زبرقان بن بدر تھے، الاہتم کا نام سنان بن خالد بن سمی ہے، یہ بنو تمیم سے تھے، اپنی قوم کے وفد میں آئے تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کرلیا، اور یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اور ان کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان میں زبرقان بن بدر بن امرأ القیس تھے، ان کی کنیت ابو عیاش تھی، یہ بھی مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کے صدقات کا والی بنا دیا، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو ان کے منصب پر برقرار رکھا۔ زبرقان کا معنی چاند ہے اور زبرقان اس مرد کو کہتے ہیں کہ جس کی داڑھی خفیف ہو اور ان کا نام الحصین بن بدر تھا۔ اور ان کو ان کے حسن کی وجہ سے زبرقان کا نام دیا گیا کیونکہ یہ چاند کے مشابہ تھے۔

بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دینے میں آیا بیان کی مدح ہے یا مذمت؟

علماء کی اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا: اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ بعض بیان سحر ہوتے ہیں یہ بطورِ مذمت ہے، اسی وجہ سے امام مالک نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا ہے ''باب مایکرہ من الکلام'' اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور سحر مذموم ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، کیونکہ سحر انگیز بیان میں باطل کو حق کی صورت میں دکھایا جاتا ہے اور دوسرے علماء نے کہا: اس حدیث کے اندر بیان کی مدح کی گئی ہے اور اس حدیث میں اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ ان دونوں کے بیان سے متعجب ہوئے اور متعجب ہونا اس کلام کے حسن اور اس کے سننے کی عمدگی کی وجہ سے تھا، انہوں نے کہا کہ سحر کے ساتھ تشبیہ دینا مدح ہے، کیونکہ سحر کا معنی ہے: کسی کو اپنی طرف مائل کرنا اور جو بھی تمہیں مائل کرے اس نے تم پر سحر کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ بلاغت کی فضیلت میں تمیز رکھنے والے تھے، تو آپ کو بھی یہ قول پسند آیا اور آپ نے اس کی تحسین کی، اسی وجہ سے اس کو سحر کے مشابہ قرار دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں بہترین بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نہ تو بیان کی بالکلیہ مذمت ہے اور نہ بالکلیہ مدح ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں لفظِ مِن کو داخل کیا ہے جو تبعیض کے لیے ہوتا ہے یعنی بعض بیان سحر ہوتے ہیں۔ اور بیان کی مذمت کیسے کی جائے گی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کو بطورِ نعمت ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن ۴۔۳) (اللہ تعالیٰ نے) انسان (کامل) کو پیدا کیا ۝ اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی ۝

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ دو آدمی مشرق سے آئے تھے'' اس سے مراد نجد کا علاقہ ہے، کیونکہ نجد مدینہ کے مشرق میں ہے اور وہیں پر بنو تمیم کی رہائش تھی جو عراق کی جہت سے آئے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''سحرا'' اس ارشاد سے بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ عمدہ بیان بھی عقول کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے اور اس حیثیت سے وہ خلافِ عادت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۳۔ ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلسِّحْرِ — جادو کا عجوہ کھجور سے علاج

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جادو کو دور کرنے اور باطل کرنے کے لیے عجوہ کھجور سے علاج کرنا چاہیے اور عجوہ کھجور مدینہ کی سب سے عمدہ کھجور ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ کھجور متوسط سائز کی ہوتی ہے اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: یہ صیحانی کھجور سے بڑی ہوتی ہے اور مائل بہ سیاہی ہوتی ہے، یہ ان کھجوروں میں سے ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مدینہ میں بویا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ أَخْبَرَنَا هَاشِمٌ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ذَلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ وَقَالَ غَيْرُهُ سَبْعَ تَمَرَاتٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر صبح کو چند عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو نہ زہر ضرر دے گا اور نہ جادو اس دن سے لے کر رات تک، اور دوسروں نے کہا: جس نے سات کھجوریں کھائیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، امام ابو نعیم نے المستخرج میں اور امام المزی نے الاطراف میں ذکر کیا ہے کہ یہ علی بن عبد اللہ بن المدینی ہیں۔ اور علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ یہ علی بن سلمہ ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مروان کا ذکر ہے، وہ ابن معاویہ الفزاری ہیں۔ اور ہاشم کا ذکر ہے، وہ ابن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص ہیں، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور اس میں عامر بن سعد کا ذکر ہے، وہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی

وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے: ''جس نے صبح کو چند عجوہ کھجوریں کھائیں''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے نہار منہ چند عجوہ کھجوریں کھائیں حتیٰ کہ اگر اس نے شام کو چند عجوہ کھجوریں کھائیں تو اس سے فائدہ مذکورہ حاصل نہیں ہوگا، یہ زمانہ کے ساتھ قید ہے اور بعض روایات میں مکان کی بھی قید ہے، ان روایات میں مذکور ہے کہ جس نے صبح کو عالیہ کھجوروں میں سے چند عجوہ کھجوریں کھائیں، اور عالیہ اس بستی کو کہتے ہیں جو مدینہ کی بالائی جانب ہے اور وہ نجد کی جہت میں ہے۔

(۲) اس حدیث میں کھجوروں کو العجوہ کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اس میں راز یہ ہے کہ عجوہ وہ کھجور ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اگایا اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''العجوة من الجنة'' یعنی عجوہ جنت کی کھجوروں میں سے ہے، اور یہ زہر سے شفاء ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عجوہ کھجور زہر میں نفع پہنچاتی ہے اور یہ اس کھجور کی خاصیت نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مدینہ کی کھجوروں کے لیے دعا فرمائی ہے، اس کی خاصیت ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مدینہ کا کوئی خاص کھجوروں کا درخت ہو جس کی اب پہچان نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کھجور میں یہ خاصیت ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہو، لیکن اس احتمال کو یہ بات رد کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی عجوہ کھجور کا یہ وصف بیان فرمایا ہے۔ علامہ المازری نے کہا ہے: یہ ایسی چیز ہے جس کا علم طب کے طریقہ سے معنی سمجھ میں نہیں آتا اور شاید کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے ساتھ خاص ہو یا آپ کے زمانہ کے اکثر لوگوں کے ساتھ خاص ہو۔

(۳) اس حدیث میں عددِ مذکور کی قید ہے، یعنی سات عجوہ کھجوریں نہار منہ کھائی جائیں۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ سات کے عدد کی تخصیص کی کوئی عقلی وجہ نہیں ہے جیسے نمازوں کے اعداد ہیں کہ مغرب میں تین رکعت ہیں اور عشاء، ظہر اور عصر میں چار رکعت ہیں اور فجر کی نماز میں دو رکعت ہیں، جس طرح ان رکعات کی تعداد کی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے اسی طرح سات عدد عجوہ کھجوروں کی بھی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے، یا جس طرح زکوٰۃ کے نصاب کی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے یعنی چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، اسی طرح سات عدد عجوہ کھجوروں کی بھی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے اور طبی امور میں سات کا ذکر کئی جگہ ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید بخار کی صورت میں فرمایا: مجھ پر سات مشکوں کا پانی ڈالو۔ اور تعویذ میں بھی سات عدد کا ذکر کیا ہے، یعنی سات بار اللہ کی پناہ طلب کرنا۔

(۴) اس حدیث میں فرمایا ہے: ''جو صبح نہار منہ سات کھجوریں کھالے گا تو اس کو اس دن سے لے کر رات تک زہر یا جادو ضرر نہیں پہنچائے گا''۔ اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ فائدہ مذکورہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ رات داخل ہو جائے، یہ اس کے حق میں ہے جس نے دن کے اول حصہ میں سات کھجوریں کھالیں، کیونکہ اس وقت میں ان کھجوروں کو کھانا اس کے لعابِ دہن کے ساتھ ہوگا۔ بعض شارحین نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں سات کھجوریں کھالے، تب بھی وہ کھجوریں لعابِ دہن کے ساتھ جمع ہو جائیں گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس احتمال کو ابن ابی ملیکہ کی حدیث مسترد کرتی ہے کہ شفاء اول البکرۃ (یعنی صبح کے ابتدائی حصہ) میں ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٧٦٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ سَمِعْتُ سَعْدًا رضی الله عنه يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: جس نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں اس کو اس دن نہ کوئی زہر ضرر دے گا اور نہ جادو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

اس حدیث کی شرح حسب سابق ہے۔

۵۳۔ بَابٌ: لَا هَامَةَ الو کی نحوست کوئی چیز نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ وہ باب ہے جس میں لاھامۃ کو ذکر کیا جائے گا اور اس کی تفسیر باب الجذام میں گزر چکی ہے۔

''لاھامۃ'' کا معنی

''الھامۃ'' کا معنی ہے: سر اور یہ ایک پرندے کا نام ہے اور وہی حدیث میں مراد ہے، کیونکہ لوگ اس پرندے سے بدفالی نکالتے تھے، کہا گیا ہے: وہ پرندہ اُلّو ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عرب یہ زعم کرتے تھے کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، تو میت کی ہڈیوں سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے: میرا بدلہ لو، میرا بدلہ لو، جب قاتل سے بدلہ لیا جائے یا قاتل مر جائے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا اور اس زعم سے منع فرمایا۔

اس میں اختلاف ہے کہ ھامۃ میں میم پر تشدید ہے یا نہیں؟ ابوزید نے کہا کہ میم پر تشدید ہے اور یہ لفظ اس سے ماخوذ ہے کہ جب کسی کام کا عزم کیا جائے تو کہا جاتا ہے: ''ھَمَّ بالامر'' اور اسی کے مطابق حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر سامہ سے اور ہر ھامہ سے'' سامہ سے مراد ہے زہریلی چیز اور ھامہ سے مراد ہے ایسی زہریلی چیز جو قتل کر دے اور اس کی جمع الھوام ہے۔ اور ایسی زہریلی چیز جو قتل نہ کرے وہ سامہ ہے جیسے بچھو اور ﺘﺘﯿﮧ یا بھڑ۔ اور کبھی ھوام کا اطلاق اس حیوان پر ہوتا ہے جو

زمین میں چلتا ہے اگر چہ وہ قتل نہیں کرتا جیسے حشرات الارض ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۰۔ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ یُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا عَدْوَی وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِیٌّ یَا رَسُولَ اللهِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِی الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِیرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَنْ أَعْدَی الْأَوَّلَ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، مسند احمد: ۷۵۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ صفر کی کوئی نحوست ہے اور نہ اُلو کی کوئی نحوست ہے، تب ایک اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کیا وجہ ہے کہ ایک اونٹ ریگستان میں ہوتا ہے، گویا کہ وہ ہرن کی طرح چمکدار ہوتا ہے، پھر اس اونٹ کے ساتھ خارش زدہ اونٹ ملتا ہے تو اس کے اندر بھی خارش پیدا کر دیتا ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی تھی؟

صحیح البخاری: ۵۷۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کانها الظباء" یہ ظبی کی جمع ہے، اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کے بدن کی صفائی اور خارش سے سلامتی میں یا اور دوسری بیماریوں سے سلامتی میں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "یخالطها" یعنی ایک خارش زدہ اونٹ تندرست اونٹوں میں داخل ہوتا ہے جنہیں خارش نہیں ہوتی تو وہ خارش زدہ اونٹ ان میں بھی خارش لگا دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمن اعدی الاول" یعنی پہلے اونٹ میں کس نے خارش پیدا کی ہے؟ یعنی کس کی خارش اس اونٹ میں سرایت کر گئی ہے، اگر تم کہو: کسی اور اونٹ کی خارش نے اس میں سرایت کی ہے تو پھر تسلسل لازم آئے گا اور اگر کہو کہ کوئی اور سبب ہے تو وہ سبب بیان کرو اور اگر تم کہو کہ جس نے پہلے اونٹ نے خارش پیدا کی ہے تو اس نے دوسرے اونٹ میں خارش پیدا کی ہے تو مدعا ثابت ہے، یعنی ان تمام اونٹوں میں خارش کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب انتہائی بلاغت میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۱۔ وَعَنْ أَبِی سَلَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَیْرَةَ بَعْدُ یَقُولُ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَی مُصِحٍّ

اور از ابو سلمہ انہوں نے بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا

وَأَنكَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَدِيثَ الْأَوَّلِ قُلْنَا أَلَمْ تُحَدِّثْ أَنَّهُ لَا عَدْوَى فَرَطَنَ بِالْحَبَشِيَّةِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَمَا رَأَيْتُهُ نَسِيَ حَدِيثًا غَيْرَهُ۔

جائے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث کا انکار کیا ہے۔ ہم نے کہا: کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان نہیں کی تھی: "لا عدوی" یعنی کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا؟، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حبشی زبان میں کوئی لفظ کہا۔ ابوسلمہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے سوا کوئی حدیث بھول گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۱، مسند احمد: ۹۳۲۹)

صحیح البخاری: ۵۷۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابوسلمہ نے کہا: میں نے بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا" یعنی پہلے ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور پھر بعد میں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بیمار کو ہرگز تندرست کے پاس نہ لایا جائے، اور بیمار سے مراد ہے کسی بیمار اونٹ کو ہرگز تندرست اونٹ کے پاس نہ لایا جائے۔ اور ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ مرض کے متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور آپ نے جو منع فرمایا کہ کسی بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے یہ اس لیے کہ کوئی آدمی یہ وہم نہ کرے کہ اس بیمار کی وجہ سے تندرست اونٹ بیمار ہو گیا ہے۔

اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے "لاعدوی" یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا، وہ اس لیے فرمایا کہ وہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ مرض خود بخود متعدی ہوتا ہے اور آپ نے اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ضرر کی نفی نہیں کی۔ اور وہ جو فرمایا کہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لے جاؤ، یہ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فعل اور اس کی قدرت کی وجہ سے تندرست اونٹ میں بیماری پیدا ہو گئی تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ یہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس لانے کی وجہ سے ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث کا انکار کیا" یعنی اس حدیث کا جس میں انہوں نے کہا تھا "لاعدوی" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فرطن بالحبشیة" علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عجمی زبان میں کوئی بات کہی جس کا کوئی معنی سمجھ نہیں آتا تھا، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ غضبناک ہو گئے اور ایسے لفظوں کے ساتھ کلام کیا جس کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا۔ اور حبشی زبان میں رطن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فما رایتہ غیرہ" یعنی میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث کو بھول گئے ہوں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ صحیح بخاری کے باب حفظ العلم میں یہ حدیث ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے چادر پھیلائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ داخل کیے اور پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگا لو، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ میں اس کے بعد کوئی چیز بھول گیا ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ میں اس کے بعد کوئی چیز بھول گیا ہوں، اور ان کے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ میں کوئی چیز نہ بھولے ہوں، اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے بعد یہ عبارت مذکور ہے کہ کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھول گئے، یا دو حدیثوں میں سے ایک حدیث منسوخ ہو گئی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس سے پہلے سنا ہو، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر میں لب بھر کر انہیں فرمایا تھا کہ اسے اپنے سینہ سے لگا لو، اور پھر اس کے بعد وہ کوئی حدیث نہیں بھولے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس دن کی احادیث کو نہیں بھولے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگا لو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے نسیان بالکلیہ مرتفع ہو گیا۔ اور ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ حدیث ثانی حدیث اول کے لیے ناسخ ہے یعنی لاعدویٰ منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۷۔ ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابٌ: لَا عَدْوَى — خود بخود مرض متعدی نہیں ہوتا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے اس باب کو سرے سے ساقط کر دیا ہے اور صحیح قول انہی کا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَحَمْزَةُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ اور حمزہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدشگونی ہے۔ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۹، ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۷۵۳، ۵۷۷۲)

صحیح البخاری: ۵۷۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح باب لاطیرۃ میں گزر چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا عَدْوٰى۔ (صحیح مسلم: ۲۲۲۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی۔

۵۷۷۴۔ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمُصِحِّ۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار (اونٹ) کو تندرست (اونٹوں) پر نہ لاؤ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۱، مسند احمد: ۹۳۲۹)

۵۷۷۵۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا عَدْوٰى فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَرَأَيْتَ الْإِبِلَ تَكُونُ فِي الرِّمَالِ أَمْثَالَ الظِّبَاءِ فَيَأْتِيهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَتَجْرَبُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ۔

اور از الزہری، وہ کہتے ہیں: مجھے سنان بن ابی سنان الدؤلی نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرض از خود متعدی نہیں ہوتا، پس ایک اعرابی کھڑا ہوا، اس نے کہا: یہ بتایئے کہ ریگستان میں اونٹ ہرنوں کی طرح صاف شفاف ہوتے ہیں، پھر ان میں ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے تو ان میں خارش لگا دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس پہلے اونٹ میں کس نے خارش لگائی تھی؟

(صحیح البخاری: ۵۷۱۷، ۵۷۵۷، ۵۷۷۰، ۵۷۷۳، ۵۷۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں سنان بن ابی سنان الدؤلی کا ذکر ہے، ان کا نام یزید بن امیہ ہے۔ اور امام بخاری کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہی ایک حدیث ہے۔ اور الدؤلی میں دؤیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف نسبت ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: کوئی مرض از خود متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور مجھے فال نکالنا پسند ہے، صحابہ نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا کلمہ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۶، ۵۷۷۶)

۵۵۔ بَابٌ: مَا يُذْكَرُ فِي سُمِّ النَّبِيِّ ﷺ

نبی ﷺ کو زہر دیے جانے کا بیان

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس قصہ کو عروہ نے بیان کیا ہے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی ﷺ کو جو زہر دیا گیا تھا۔ اور نبی ﷺ کی طرف زہر کی اضافت مفعول کی طرف اضافت ہے اور فاعل کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

یعنی عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ کو زہر دیا گیا تھا، امام بخاری نے اس تعلیق کو مغازی کے آخر میں بھی بیان کیا ہے، اس میں مذکور ہے از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی ﷺ کی وفات ہوگئی، اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس طعام کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جس کو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ اس زہر کے اثر سے میرے دل کی رگ کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اجْمَعُوا لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنَ الْيَهُودِ فَجُمِعُوا لَهُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب خیبر فتح کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ میں پیش کی گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جتنے یہودی یہاں پر

سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَبُوكُمْ قَالُوا أَبُونَا فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَذَبْتُمْ بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ فَقَالُوا صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ فَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَهْلُ النَّارِ قَالُوا نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَخْلُفُونَنَا فِيهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اخْسَئُوا فِيهَا وَاللَّهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لَهُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ قَالُوا نَعَمْ فَقَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هَذِهِ الشَّاةِ سَمًّا قَالُوا نَعَمْ فَقَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ قَالُوا أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَذَّابًا نَسْتَرِيحُ مِنْكَ وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۹، ۴۲۴۹، ۵۷۷۷، مسند احمد: ۲۷۲۳۱، سنن داری: ۶۹)

ہیں ان کو میرے پاس جمع کرو، پس یہودیوں کو آپ کے پاس جمع کیا گیا، پھر ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنے والا ہوں، کیا تم مجھے اس چیز کے متعلق سچ سچ بیان کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں یا ابا القاسم! پس ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا ہمارا باپ فلاں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا اور اچھا کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس چیز کے متعلق سچ بتاؤ گے اگر میں نے تم سے اس کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: ہاں یا ابا القاسم! اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ہمارے جھوٹ کو پہچان لیں گے جیسا کہ آپ نے ہمارے باپ کے متعلق جھوٹ کو پہچان لیا۔ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخی کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے، پھر ہمارے بعد آپ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: دفع ہو جاؤ دوزخ میں، اللہ کی قسم! ہم تمہارے بعد دوزخ میں کبھی بھی نہ رہیں گے، پھر آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم مجھے کسی چیز کے متعلق سچ بتاؤ گے اگر میں کسی چیز کے بارے میں تم سے سوال کروں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تمہیں زہر ملانے پر کس چیز نے ابھارا؟ انہوں نے کہا: ہم نے ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے راحت حاصل کرلیں گے اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو نقصان نہیں دے گا۔

صحیح البخاری: ۵۷۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیے جانے کا بیان'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے پوچھا: ''کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟'' ۔اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔اور یہ حدیث کتاب الجزیہ اور کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری میں زہر دینے والی یہودیہ عورت کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ فتح خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی، اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ وہ زہر آلود بکری آپ کو کس نے ہدیہ کی تھی، کتاب الھبہ میں اس کی وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودیہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زہر آلود بکری لے کر آئی، آپ نے اس میں سے کھایا۔الحدیث۔اس سے معلوم ہوگیا کہ جس نے وہ بکری ہدیہ کی تھی، وہ ایک یہودیہ عورت تھی لیکن اس حدیث میں بھی اس عورت کے نام کا ذکر نہیں ہے۔اور کتاب المغازی میں گزر چکا ہے کہ اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی، اس سے معلوم ہو گیا کہ زہر دینے والی عورت کا نام زینب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فھل انتم صادقی'' یعنی کیا تم مجھ سے سچ بولنے والے ہو؟۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم تخلفوننا'' یعنی پھر تم ہمارے بعد دوزخ میں داخل ہو گے اور دوزخ میں رہو گے۔

امام طبرانی نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے بحث کی، پس کہا: ہم دوزخ میں صرف چالیس راتیں داخل ہوں گے، پھر ہمارے بعد دوسری قوم آئے گی، ان کی مراد تھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے سروں پر رکھ کر فرمایا: بلکہ تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، اور تمہارے بعد اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرہ:۸۰) اور انہوں نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ان کو ہر گز آگ نہیں چھوئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخسؤا فیھا'' یہ لفظ خسأت الکلب سے ماخوذ ہے۔''خسأت الکلب'' اس وقت کہتے ہیں جب کتے کو دھتکارتے ہیں۔

جس عورت نے آپ کو زہر دیا تھا، آیا اس کو آپ نے قتل کیا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان کنت نبیا لم یضرك'' یعنی اس یہودی عورت نے کہا کہ اگر آپ برحق نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔اور الزہری کی مرسل روایت میں ہے کہ اس عورت نے زیادہ زہر کندھے کے گوشت میں اور دستی کے گوشت میں ملایا تھا، کیونکہ اس کو یہ بات پہنچی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے کندھے کا گوشت اور بکری کی دستی کا گوشت زیادہ پسند ہے، پس رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھے کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھایا، اور اس حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ چبایا تو آپ نے فرمایا کہ بکری نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ عورت کو قتل کر دیا تھا یا چھوڑ دیا تھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: آپ سے عرض کیا گیا: کیا آپ اس کو قتل نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اور ابن سحنون نے کہا ہے کہ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عورت کو قتل کر دیا تھا۔

جن لوگوں نے کسی کو زہر دے کر مار ڈالا، آیا ان سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

اور اس میں اختلاف ہے کہ جن لوگوں نے زہریلا کھانا کھایا یا زہریلا پانی پیا اور وہ اس سے فوت ہو گئے تو آیا ان کو زہر دینے والوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ علامہ ابن المنذر نے الکوفیین سے روایت کی ہے کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور ان کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ اور امام مالک نے کہا ہے: جب کسی نے کسی کو زبردستی زہر دیا اور وہ مر گیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور امام شافعی سے منقول ہے کہ جب کسی شخص کو زہر پلایا اور اس پر جبر نہیں کیا تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور یہ راجح قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن وہ گنہگار ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۷۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کھانے میں یا مشروب میں زہر کھلا دے اور وہ اس سے نہ مرے تو اس سے کوئی قصاص نہیں لیا جائے گا اور نہ اس پر کوئی حد ہوگی اور اس میں شدید سزا دی جائے گی اور جس طرح امام مناسب سمجھے اس طرح اس کی تادیب کی جائے گی۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ اس میں سزا کیسے دی جائے گی، حالانکہ شارع علیہ السلام نے اس کو سزا نہیں دی جس نے آپ کو زہر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی نہ کی جائے اور آپ منافقین اور یہود کی پہنچائی ہوئی ایذاؤں پر صبر فرماتے تھے۔ اور آپ پر لبید بن الاعصم نے سحر کیا اور آپ کو اس سے اتنا ضرر پہنچا جتنا زہر آلود بکری سے ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اور آپ نے سحر کرنے والے کو کوئی سزا نہیں دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضامن ہو گیا ہے کہ آپ کو کوئی مکروہ چیز نہیں پہنچے گی اور آپ اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اپنے دین کی تبلیغ فرما دیں اور آپ اپنی شریعت کو ادا کرنے کے درپے رہیں گے اور آپ دشمنوں کے ضرر سے محفوظ اور معصوم ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے اوپر کئی وجوہ سے واضح دلیل ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیب کی خبر دی ہے جس کو از خود کوئی نہیں جانتا ما سوا اس کے جسے اللہ مطلع فرمائے اور وہ غیب

جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب'' اور اس سے انکار معنیٰ لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس ﷺ قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں، مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا، جس طرح حضور اقدس ﷺ قطعاً عزت وجلالت والے ہیں، تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل ومحمد ﷺ غرض صدق وصورت معنیٰ کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں، نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنیٰ، امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں: ''کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق'' یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں فرق

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام کائنات سے زیادہ علم عطا کیا ہے اور تمام کائنات کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے قطرہ سمندر کے سامنے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہوتی ہے، کیونکہ قطرہ بھی متناہی ہے اور سمندر بھی متناہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا علم متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے الصمصام میں یہ تصریح کی ہے کہ کسی ایک چیز کے علم میں بھی رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں مساوات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی ایک ذرہ کا علم بھی ہوتا ہے تو وہ غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا جو علم اس ذرہ کے ساتھ ہو وہ متناہی وجوہ کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً اس ایک ذرہ کے اوپر کتنے ہوا کے جھونکے گزرے، کتنے پانی کے قطرے اس پر برسے، اس ایک ذرے کو کتنے انسانوں نے دیکھا، کتنے پرندوں نے دیکھا، کتنے حیوانات نے دیکھا، کتنے چرندوں نے دیکھا، کتنے درندوں نے دیکھا، اس ایک ذرہ کی نسبت دوسرے ذرات کے ساتھ کس طرح ہے اور اس ایک ذرہ میں کتنے فوائد ہیں، کتنے نقصانات ہیں، کتنی حکمتیں ہیں، کس کس نے اس سے فائدہ اٹھایا اور کس کس کو اس سے نقصان ہوا، غرض یہ کہ ایک ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور نبی ﷺ کو جو ذرہ کا علم ہوگا تو وہ بعض وجوہ سے ہوگا اور متناہی ہوگا، سو ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں مساوات نہیں ہے۔ اور رہا غیب کا علم، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں، رسولوں اور ولیوں کو ان کی اپنی اپنی استعداد کے مطابق علم غیب عطا فرمایا ہے اور سب سے زیادہ علم غیب رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کا علم بالذات ہے اور واجب ہے اور غیر منقطع ہے، بغیر کسی کی عطا کے ہے اور اس کا علم ازلی اور ابدی ہے، دائمی اور سرمدی ہے، اس علم پر نہ غفلت آسکتی ہے اور نہ وہ علم زائل ہوسکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا علم بالعطا ہے اور ممکن ہے اور حادث ہے، اس علم کی ابتداء بھی ہے اور اس علم کی انتہاء بھی ہے اور آپ کے علم پر غفلت آسکتی ہے، ذہول ہوسکتا ہے، توجہ ہٹ سکتی ہے، سہو ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ان تمام عوارض سے پاک اور مبرا و منزہ ہے۔ سو اس وجہ سے کسی ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں مساوات نہیں ہے اور یہی اعلیٰ حضرت اور تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے اور

یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان یہودیوں کے باپ کی معرفت تھی، کیونکہ جب انہوں نے اپنے باپ کا نام بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ غلط ہے، تمہارے باپ کا نام یہ نہیں ہے، تمہارے باپ کا نام یہ ہے اور یہود نے اس کی تصدیق کی۔

(۳) انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر آلود گوشت کھلایا اور یہ کہا کہ اگر آپ برحق نبی ہیں تو آپ کو اس زہر سے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ سو انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کے کھلائے ہوئے زہر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور آپ کی نبوت کا سنتر ظاہر ہوگیا، اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے گئے اور آپ پر ایمان نہیں لائے، حالانکہ وہ زہر کے معاملہ میں بھی آپ کی نبوت کی دلیل دیکھ چکے تھے اور غیب کی خبر دینے سے بھی آپ کی نبوت ان پر آشکارا ہو چکی تھی۔

(۴) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کو زہر کا علم ہو گیا تھا اور یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کو کھانے سے پہلے زہر کا علم ہوا تھا یا کھانے کے بعد زہر کا علم ہوا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت نے زہر آلود بکری پیش کی، آپ نے اس سے کھایا اور آپ کے بعض اصحاب نے بھی کھایا، پس آپ کے بعض اصحاب کی اس زہر آلود گوشت کی وجہ سے وفات ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو زہر کے اثر سے محفوظ اور برقرار رکھا، یہاں تک کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: خیبر میں جو لقمہ میں نے کھایا تھا، وہ مجھے مسلسل ضرر پہنچا تا رہا اور اب یہ میرے دل کی رگ کے منقطع ہونے کا وقت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۵۱۔ ۶۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

مشہور غیر مقلد شیخ محمد داؤد راز کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو آپ اسے اپنا ہاتھ نہ لگاتے، مگر بعد میں وحی سے معلوم ہوا، سچ فرمایا:

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (الاعراف: ۱۸۸)

اور اگر میں غیب کو جانتا تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

معلوم ہوا کہ آپ کے لیے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔

(ترجمہ وشرح صحیح البخاری: ج ۷ ص ۳۳۰، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین اہل سنت و جماعت (بریلوی مکتبہ فکر) پر یہ جھوٹا بہتان لگاتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی نے تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں مانتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندۂ مومن کی نسبت صریح لفظ ''یعلم الغیب'' وارد ہے، کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للملا علی قاری، بلکہ خود حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: ''کان یعلم علم الغیب'' مگر ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت عز

نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا۔

سنا، وہ حدیث بیان کرتے تھے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کر لیا (یعنی خودکشی کر لی) تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ ابداً اپنے آپ کو جہنم میں گراتا رہے گا، اور جس نے گھونٹ بھر کر زہر پی کر خودکشی کی، پس اس کا زہر اس کے ہاتھ میں رہے گا اور وہ جہنم کی آگ میں رہے گا اور وہ جہنم کی آگ میں اس کا ہمیشہ ہمیشہ ابداً گھونٹ بھرتا رہے گا۔ اور جس نے کسی ہتھیار سے خودکشی کی، پس اس کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ ابداً جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ کے اندر گھونپتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، سنن نسائی: ۱۹۶۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۰، مسند احمد: ۷۴۹۹، سنن داری: ۲۳۶۲)

صحیح البخاری: ۵۷۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب کے عنوان میں جو ابہام تھا، اس حدیث نے اس ابہام کو دور کر دیا ہے۔ اور یہی اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ مطابقت کی وجہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عبدالوہاب کا ذکر ہے، وہ ابومحمد الحجی البصری ہیں۔ یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، اور اس حدیث کی سند میں خالد بن الحارث کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان ابوعثمان البصری ہیں۔ اور اس میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور ذکوان کا ذکر ہے، وہ ابوصالح الزیات السمان المدینی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من تردی" اس کا معنی ہے: جس نے اپنے آپ کو کسی جگہ سے گرا دیا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: "تردی" اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کنویں میں گر جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ومن تحسی" اس کا معنی ہے: کسی چیز کو گھونٹ بھر بھر کر پینا۔ جب کوئی شخص شوربہ گھونٹ بھر کر پیئے تو اس وقت کہا جاتا ہے "حسوت المرق حسوا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یجاء بھا" اس کا معنی ہے: اپنے ہاتھ سے چھری مارنا۔

خودکشی کرنے والے پر دائمی عذاب کی وعید پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "خالدا مخلدا فیھا"۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی مومن نے خودکشی کی تو وہ دائماً

جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ بہتان تراش ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۔ بَابُ: شُرْبِ السُّمِّ وَالدَّوَاءِ بِهِ وَبِمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالْخَبِيثِ

زہر کو پینا اور زہر کی دوا بنانا اور جس چیز سے خوف اور خطرہ ہو، اس کی دوا بنانا اور خبیث چیزوں سے دوا بنانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں زہر کو پینے اور زہر سے دوا وغیرہ بنانے کا ذکر ہے، امام بخاری نے اس کا حکم ذکر نہیں کیا اور اس باب میں جو حدیث آرہی ہے، اس حدیث سے جو حکم سمجھ آتا ہے اس پر اکتفاء کر لی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تمام امور جائز نہیں ہیں، کیونکہ یہ امور قتلِ نفس یعنی خودکشی کی طرف لے جاتے ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب شہر حیرہ میں گئے تو ان سے کہا گیا: آپ زہر سے بچیں، کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں تو حضرت خالد بن ولید نے کہا: تم میرے پاس زہر لاؤ، لوگ ان کے پاس زہر لائے، انہوں نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا، پھر پڑھا ''بسم اللہ'' اور اس زہر کو منہ میں ڈال لیا، ان کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے، پس اس میں ان کی اتباع نہیں کی جائے گی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کو اور مؤکد کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دواءِ خبیث سے منع فرمایا ہے، امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: اس سے مراد ہے زہریلی دوا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۴۵)

نیز امام بخاری نے کہا: اور زہریلی دواء کا بیان، یعنی زہریلی دواء کو استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جن چیزوں کو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور امام بخاری نے کہا: اور جن چیزوں سے خطرہ ہو، یعنی ان کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کے استعمال کرنے سے موت کا خطرہ ہو یا مرض کے دوام کا خطرہ ہو، ان چیزوں کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے کہا: اور خبیث چیزیں: اس کے دو محمل ہیں۔ ایک محمل یہ ہے کہ وہ چیز نجس ہو جیسا کہ خمر ہے یا اس حیوان کا گوشت ہے جس کو کھایا نہیں جاتا۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ طبیعت اس کے کھانے سے متنفر ہوتی ہے۔ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ خبیث دواء کو استعمال کرنا ممنوع ہے۔ اور امام ابن حبان نے بھی اس کی سندِ صحیح سے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: میں نے ذکوان سے

جہنم میں کیسے رہے گا؟ کیونکہ خودکشی کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کی سزا دائماً جہنم نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص پر محمول ہے جو خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے، یا مراد یہ ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک دوزخ میں رہے گا، کیونکہ مومن دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اور علامہ ابن التین نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ایک معین شخص کے متعلق ہے جو کافر تھا۔ اور نقل کرنے والے نے اس کو ظاہر پر محمول کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۷۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی توجیہ

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس باب کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، تو یہ قول خوارج کے مذہب کے مطابق ہے اور اہل سنت و جماعت اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر دوام کا معنی مکثِ طویل ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا اس کا مستحق ہے کہ اس کو دائماً عذاب دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ سے نکال دے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور توحید پر ایمان کی وجہ سے اس کو کفار کے ساتھ دائماً عذاب میں نہیں رکھے گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے: دوزخ سے اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۲)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو خودکشی کو حلال سمجھ کر کرے، اور جو خودکشی کو حرام سمجھتا ہو اور حالات سے مجبور ہو کر خودکشی کا اقدام کرے، اور اس کو گناہ ہی سمجھتا ہو تو وہ اس وعید کا مصداق نہیں ہے۔ اور ایک جواب یہ ہے کہ وہ شخص اس سزا کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ کسی مسلمان اور مومن کو دوزخ میں دائمی عذاب کے لیے ڈال دے۔

بعض شوافع کا اس پر استدلال کہ قاتل نے جس کیفیت سے قتل کیا ہو اسی کیفیت سے اس سے قصاص لیا جائے

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا ہے، وہ دوزخ میں اپنے آپ کو پہاڑ سے گراتا رہے گا اور جس نے زہر کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو، تو وہ دوزخ میں زہر کو گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چھری ماری ہو تو وہ دوزخ میں اپنے آپ کو چھری مارتا رہے گا"۔ اللہ تعالیٰ خودکشی کرنے والے کو اسی کیفیت سے عذاب دے گا جس کیفیت سے اس نے خودکشی کی تھی۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ قصاص بھی اسی کیفیت سے لینا چاہیے جس کیفیت سے قاتل نے قتل کیا، لیکن علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فعل پر بندوں کے افعال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۵۶۵۔۵۶۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵۷۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ أَبُو بَكْرٍ أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن بشیر ابوبکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے خبر دی،

اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَنْ اصْطَبَحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا: وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو اس دن نہ کوئی زہر ضرر دے گا اور نہ جادو۔

(صحیح البخاری: ۵۴۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''زہریلی چیز کو پینا یا زہر کو بطور دوا کے استعمال کرنا'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس نے صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو اس دن زہر ضرر نہیں پہنچائے گا اور میں نے نہیں دیکھا کہ شارحین میں سے کسی نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی مناسبت بیان کی ہو خاص طور پر اس شارح نے بھی جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس فن میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور میرے لیے اس کی مناسبت میں انوار الٰہیہ سے ایک چیز ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ باب کے عنوان میں مطلقاً زہر کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اور حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جس نے علی الصبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں تو اس کو زہر سے ضرر نہیں ہوگا۔ تو اس طرح سے حدیث اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، اکثر روایات میں محمد کا لفظ بغیر نسبت کے مذکور ہے لیکن المستملی نے ذکر کیا کہ یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں احمد بن بشیر ابوبکر کا ذکر ہے، یہ عمرو بن حُریث الکوفی کی بیوی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ امام بخاری نے ان کا اسی حدیث میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور عثمان دارمی نے از ابن معین کہا کہ یہ راوی متروک ہے اور خطیب بغدادی نے ان پر رد کیا اور کہا: عثمان پر یہ نام اس شخص سے مشتبہ ہو گیا جس کا نام احمد بن بشیر ہے لیکن اس کی کنیت ابوجعفر ہے اور وہ بغدادی ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے احمد بن بشیر کی کنیت ابوبکر ذکر کی ہے تا کہ التباس نہ ہو اور احمد بن بشیر ابوبکر، وکیع کی وفات کے پانچ دن بعد فوت ہو گئے تھے اور وکیع کی وفات ۱۹۹ھ میں ہوئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۲۔ ۴۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۔ بَابُ: أَلْبَانِ الْأُتُنِ — گدھیوں کے دودھ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں گدھیوں کے دودھ کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور یہ حکم حدیث میں ہے۔ الأتن میں ہمزہ اور تاء پر پیش ہے، یہ لفظ

اتان کی جمع ہے اور اتان گدھی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

16 A

۵۷۸۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْهُ حَتَّى أَتَيْتُ الشَّأْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی ادریس الخولانی از حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

الزہری نے کہا: میں نے اس حدیث کو اس وقت تک نہیں سنا تھا حتیٰ کہ میں شام میں گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۲، ۱۹۳۶، سنن ترمذی: ۱۴۷۷، سنن نسائی: ۴۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۲، مسند احمد: ۱۷۲۸۴، ۱۷۲۹۳، موطا امام مالک: ۱۰۷۵، سنن دارمی: ۱۹۸۰)

صحیح البخاری: ۵۷۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کچلیوں والے جانوروں کا بیان

فقہاء کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، پس فقہاء کوفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس حدیث میں کچلیوں والے درندوں کو کھانے کی ممانعت تحریم کے لیے ہے۔ اور کچلیوں والے درندے اور ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریم سے بجو اور لومڑی کو مستثنیٰ کر لیا ہے، کیونکہ ان کی کچلیاں کمزور ہوتی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تعلیل حدیث کی نصِ صریح کے مقابلہ میں ہے، اس لیے فاسد ہے۔ اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ ممانعت کراہت پر محمول ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے بجو کو کھانے کی اجازت دی ہے۔ اس حدیث کی امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بجو کی بھی کچلیاں ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے کی تحریم سے کراہت کا ارادہ کیا ہے۔

اور اس باب میں خلاصہ یہ ہے کہ عطاء بن ابی رباح، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق نے بجو کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے اور ظاہر یہ یعنی غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور الحسن البصری، سعید بن المسیب، الاوزاعی، ثوری، عبد اللہ بن المبارک، امام یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ بجو کو نہیں کھایا جائے گا۔ اور ان کی دلیل یہ حدیث مذکور ہے، کیونکہ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر کچلیوں والے جانور کو شامل ہے اور بجو بھی کچلیوں والا ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مشہور نہیں ہے، جس میں بجو کو کھانے کی اجازت کا ذکر ہے اور یہ حدیث مُحلّل ہے اور جس حدیث میں ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، وہ مُحرِّم ہے۔ اور احکام میں حدیث مُحرِّم حدیث مُبیح پر راجح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جابر کی حدیث منسوخ ہے۔ اس لیے کہا جائے گا کہ حضرت جابر کی حدیث مقدم ہے اور حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موخر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت میں عبدالرحمن بن ابی عمار منفرد ہیں اور وہ اہلِ علم کے نزدیک مشہور نہیں ہیں اور نہ حجت ہیں۔ تو جب وہ منفرد ہوں تو ان کی روایت کا اعتبار کس طرح ہوگا جب کہ ان کی روایت اس سے زیادہ قوی حدیث کے مخالف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۵۔۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۱۔ وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَسَأَلْتُهُ هَلْ نَتَوَضَّأُ أَوْ نَشْرَبُ أَلْبَانَ الْأُتُنِ أَوْ مَرَارَةَ السَّبُعِ أَوْ أَبْوَالَ الْإِبِلِ قَالَ قَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَاوَوْنَ بِهَا فَلَا يَرَوْنَ بِذَلِكَ بَأْسًا فَأَمَّا أَلْبَانُ الْأُتُنِ فَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ لُحُومِهَا وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ أَلْبَانِهَا أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ وَأَمَّا مَرَارَةُ السَّبُعِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ۔

اور اللیث نے یہ اضافہ کیا ہے، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے ابوادریس سے سوال کیا، کیا ہم گدھی کے دودھ سے وضو کریں یا اس کو پئیں، یا ہم درندوں کا پتہ کھائیں، یا اونٹوں کا پیشاب پئیں؟ تو انہوں نے کہا: مسلمان اس کے ساتھ علاج کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، رہا گدھی کے دودھ کا سوال تو ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور ہم کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ آپ نے گدھی کے دودھ کے متعلق کچھ فرمایا ہو، اس کا دودھ پینے کا حکم دیا ہو یا اس کے دودھ پینے سے منع فرمایا ہو۔ رہا درندوں کا پتہ تو ابن شہاب نے کہا: مجھے ابوادریس الخولانی نے خبر دی کہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۲، ۱۹۳۶، سنن ترمذی: ۱۴۷۷، سنن نسائی: ۴۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۲، مسند احمد: ۱۷۲۸۴، ۱۷۲۹۳، موطا امام مالک: ۱۰۷۵، سنن دارمی: ۱۹۸۰)

صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت مخفی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ مسندی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم بن شہاب ہیں۔ اور ابوادریس کا ذکر ہے، وہ عائذ اللہ الخولانی ہیں۔ اور ابوثعلبہ الخشنی کا ذکر ہے، ان کے نام میں بہت اختلاف ہے، اور اکثر کا موقف یہ ہے کہ ان کا نام جرہم ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''وزاد اللیث''یعنی لیث بن سعد نے از یونس بن یزید از ابن شہاب زہری یہ اضافہ کیا ہے اور اس اضافہ کو امام ابونعیم نے المستخرج میں اس سند کے ساتھ وارد کیا ہے: از ابی ضمرہ از انس بن عیاض از یونس بن یزید۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''وسالتہ''یعنی ابن شہاب نے کہا: میں نے ابوادریس سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مسلمان پہلے اونٹوں کے پیشاب کو بطورِ دوا استعمال کرتے تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ اونٹوں کے دودھ کو بھی بطورِ دوا استعمال کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ گدھی کے دودھ کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ گدھی کا گوشت حرام ہے اور دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور درندوں کا پتہ اس لیے حرام ہے کہ آپ نے کچلیوں والے درندوں کو مطلقاً حرام فرمایا ہے، تو جب کچلیوں والا درندہ مطلقاً حرام ہے تو اس کا پتہ بھی حرام ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: گدھیوں کے دودھ میں اختلاف دو وجہ سے ہے، ایک یہ کہ ان کے گوشت کے متعلق اختلاف ہے، آیا وہ حرام ہے یا مکروہ ہے، دوسرا یہ کہ جب مان لیا جائے کہ گدھی کا گوشت حرام ہے تو کیا ان کا دودھ حلال ہے؟ جیسا کہ آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے اور اس کا دودھ پینا جائز ہے۔ اور درندوں کے پتہ میں بھی اختلاف ہے، آیا درندوں کا پتا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۳۔ ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پتہ کے متعلق ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابوادریس نے خبر دی ہے اور اس کو میں نے اپنے علماء سے نہیں سنا، پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندوں کے پتہ سے منع فرمایا ہے تو اس کے کھانے میں کوئی خیر نہیں ہے اور اس اضافہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہری اس حدیث کی صحت میں توقف کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے اس کو بالکل نہیں پہچانا جیسا کہ اکثر علماءِ حجاز کا طریقہ ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: زہری نے درندوں کے پتہ کے ممنوع ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے اور اسی کی مثل گدھیوں کے دودھ میں بھی لازم ہوگی اور وہ اس اضافہ سے غافل ہو گئے جو ابو ضمرہ کی روایت میں ہے اور گدھیوں کے دودھ میں اختلاف ہے اور جمہور کے نزدیک گدھیوں کا دودھ حرام ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق گدھیوں کا دودھ پینا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۴۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ گدھی کے گوشت کا حرام ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اس کا دودھ بھی حرام ہو، تو میں کہوں گا: بعض صورتوں میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے اور اس کا دودھ پینا جائز ہے۔ اور حق یہ ہے کہ آدمی کے دودھ کی طہارت اس کے

شرف کی بناء پر ہے۔ اور رہا زہری کا توقف کرنا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ گدھی کے گوشت کی حرمت کی علت میں علماء کا اختلاف ہے، کیونکہ ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ گدھوں کے گوشت کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ وہ بوجھ اٹھانے والے جانور ہیں۔ اگر ان کا گوشت کھانا جائز ہو تو سب گدھوں کو کھالیا جائے گا، پھر بوجھ اٹھانے کے لیے کوئی جانور نہیں رہے گا، تو گدھوں کے گوشت کی حرمت اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے۔ علامہ کورانی کا مطلب یہ ہے کہ گدھی کے گوشت کے حرام ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا دودھ بھی حرام ہو۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۵ ص ۳۰۹، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ)

۵۸۔ بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ — جب برتن میں مکھی گر جائے تو کیا کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب برتن میں مکھی گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ابو ہلال العسکری نے کہا کہ ذباب واحد ہے اور اس کی جمع ذِبان ہے جیسے غِربان ہے۔

کہا گیا ہے: مکھی کو ذباب اس کی بکثرت حرکت اور اضطراب کی وجہ سے کہا جاتا ہے، امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کی عمر چالیس راتیں ہوتی ہے۔ اور مکھیاں تمام دوزخ میں جائیں گی سوائے شہد کی مکھی کے۔ اور الجاحظ نے کہا: مکھیوں کا دوزخ میں جانا ان کو عذاب دینے کے لیے نہیں ہوگا بلکہ دوزخیوں کو عذاب دینے کے لیے ہوگا۔ اور افلاطون نے کہا: مکھی سب چیزوں سے زیادہ حریص ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ اپنے آپ کو اس چیز میں بھی گرا دیتی ہے جس میں گرنے سے اس کی ہلاکت ہوتی ہے اور یہ گندگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور مکھی کی آنکھ کی پلکیں نہیں ہوتیں کیونکہ اس کی آنکھ بہت چھوٹی ہوتی ہے اور پلکیں آنکھوں کی حفاظت کرتی ہیں تو مکھی اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہے، پس یہ مستقل اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتی رہتی ہے۔ اور اس کی تخلیق کی ادنیٰ حکمت یہ ہے کہ مکھی سے جابروں کو اذیت پہنچائی جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ مَوْلَى بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْآخَرِ دَاءً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عتبہ بن مسلم جو بنو تیم کے آزاد شدہ غلام ہیں از عبید بن حنین جو بنو زریق کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر جائے تو پوری مکھی کو ڈبو دو اور پھر اس کو نکال کر پھینک دو، کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں شفاء ہے اور دوسرے پر میں بیماری ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۲۰، ۵۷۸۲، سنن ابو داؤد: ۳۸۴۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۵، مسند احمد: ۸۹۱۸، سنن دارمی: ۳۰۳۸)

صحیح البخاری: ۵۷۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں یہ متعین نہیں کیا کہ اس کے کون سے پر میں شفاء ہے؟ اور بعض علماء سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے غور کیا کہ وہ اپنے الٹے پر کو بچاتی ہے، تو معلوم ہوا کہ اس کے سیدھے پر میں شفاء ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے، یعنی اس کے ایک پر میں زہر ہے اور اس کی وضاحت حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ زہر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء کو موخر کرتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کا وہی انکار کرے گا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے نورِ معرفت نہ عطا کیا ہو۔ جیسے سانپ ہے، اس کا زہر قاتل ہے اور اس کے گوشت میں تریاق اکبر ہے، پس اس کا لعاب بیماری ہے اور اس کا گوشت شفاء ہے۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو ثابت کرنے کے لیے نظائر کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اہل طب کے اقوال صرف تجربہ سے حاصل ہوتے ہیں اور تجربہ میں خطرہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علاج کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث ۱: صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لیے شفاء بھی اتاری"۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، الحدیث: ۵۶۷۸، ج ۴ ص ۱۶)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر بیماری کے لیے دوا ہے، جب بیمار کو دوا پہنچ جائے گی، اللہ (عزوجل) کے حکم سے اچھا ہو جائے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء... الخ الحدیث: ۶۹۔ (۲۲۰۴) ص ۱۲۱۰)

حدیث ۳: امام احمد و ترمذی و ابوداؤد نے اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم دوا کریں؟ فرمایا: "ہاں اے اللہ (عزوجل) کے بندو! دوا کرو، کیونکہ اللہ (عزوجل) نے بیماری نہیں رکھی مگر اس کے لیے شفاء بھی رکھی ہے، سوا ایک بیماری کے وہ بڑھاپا ہے"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب الرجل یتداوی، الحدیث: ۳۸۵۵، ج ۴ ص ۵، سنن ترمذی: الحدیث: ۲۰۴۵، ج ۴ ص ۴)

حدیث ۴: ابوداؤد نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیماری اور دوا دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اتارا، اس نے ہر بیماری کے لیے دوا مقرر کی، پس تم دوا کرو مگر حرام سے دوامت کرو"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروھۃ، الحدیث: ۳۸۷۴، ج ۴ ص ۱۰)

حدیث ۵: ابوداؤد نے ام منذر بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میرے یہاں تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نقاہت تھی یعنی بیماری سے ابھی اچھے ہوئے تھے، مکان میں کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، حضور

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان میں سے کھجوریں تناول فرمائیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانا چاہا، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ تم نقیہ (یعنی بیماری کی وجہ سے کمزور) ہو۔ کہتی ہیں کہ جو اور چقندر پکا کر حاضر لائی، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اس میں سے لو کہ یہ تمہارے لیے نافع ہے''۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض کو پرہیز کرنا چاہیے، جو چیزیں اس کے لیے مضر (نقصان دہ) ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔(سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الحمیۃ، الحدیث:۳۸۵۶، ج ۴ ص ۵)

حدیث ۶: امام احمد و ترمذی و ابوداؤد نے عمران بن حُصین اور ابن ماجہ نے بریدہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے سے''، یعنی ان دونوں میں زیادہ مفید ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذالک، الحدیث:۲۰۶۴، ج ۴ ص ۱۲)

حدیث ۷: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اولادِ جعفر کو جلد نظر لگ جایا کرتی ہے، کیا جھاڑ پھونک کراؤں؟ فرمایا: ''ہاں کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظرِ بد سبقت لے جاتی''۔(سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقیۃ من العین، الحدیث:۲۰۶۶، ج ۴ ص ۱۳)

حدیث ۸: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بد سے جھاڑ پھونک کرانے کا حکم فرمایا ہے''۔(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ من العین، الحدیث:۵۷۳۸، ج ۴ ص ۳۱)

حدیث ۹: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے گھر میں ایک لڑکی تھی جس کے چہرہ میں زردی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے جھاڑ پھونک کراؤ، کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ من العین، الحدیث:۵۷۳۹، ج ۴ ص ۳۱)

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا۔عمرو بن حزم کے گھر والوں نے حاضر ہو کر یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جھاڑنے کو منع فرمایا اور ہمارے پاس بچھو کا جھاڑ ہے، اور اس کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کیا۔ارشاد فرمایا: ''اس میں کچھ حرج نہیں، جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے، نفع پہنچائے''۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین، الحدیث:۶۳، (۲۱۹۹) ص ۱۲۰۷)

حدیث ۱۱: صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عدویٰ نہیں، یعنی مرض لگنا اور متعدی ہونا نہیں ہے اور نہ بد فالی ہے اور نہ ہامہ (ہامہ سے مراد الو ہے، زمانہ جاہلیت میں عرب اس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھتے تھے، اور اب بھی لوگ اس کو منحوس سمجھتے ہیں، جو کچھ بھی حدیث نے اس کے متعلق یہ ہدایت کی ہے کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے) ہے، نہ صَفَر (ماہِ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں، حدیث میں فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں) اور مجذوم سے بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الجذام، الحدیث:۵۷۰۷، ج ۴ ص ۲۴)

دوسری روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی کیا وجہ ہے کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح (صاف ستھرا) ہوتا ہے اور خارشی اونٹ (یعنی وہ اونٹ جس کو خارش ہو) جب اس کے ساتھ مل جاتا ہے تو اسے بھی خارشی کر دیتا ہے؟ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''پہلے کو کس نے مرض لگا دیا''، یعنی جس طرح پہلا اونٹ خارشی ہو گیا دوسرا بھی ہو گیا۔(صحیح البخاری،

کتاب الطب، باب لاصفر، الحدیث: ۵۷۱۷، ج ۴ ص ۲۶)

مرض کا متعدی ہونا (یعنی ایک کا مرض دوسرے کو لگنا) غلط ہے اور مجذوم سے بھاگنے کا حکم سدِ ذرائع (یعنی ذرائع روکنے) کے قبیل سے ہے، کہ اگر اس سے میل جول میں دوسرے کو جذام پیدا ہوجائے تو یہ خیال ہوگا کہ میل جول سے پیدا ہوا، اس خیالِ فاسد (یعنی برے خیال) سے بچنے کے لیے یہ حکم ہوا کہ اس سے علیحدہ رہو۔

حدیث ۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدفالی کوئی چیز نہیں اور فال اچھی چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی: فال کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''اچھا کلمہ جو کسی سے سنے''، یعنی کہیں جاتے وقت یا کسی کام کا ارادہ کرتے وقت کسی کی زبان سے اگر اچھا کلمہ نکل گیا، یہ فال حسن ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الطیرۃ، الحدیث: ۵۷۵۴، ج ۴ ص ۳۶)

حدیث ۱۳: ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طیرہ (بدفالی) شرک ہے، اس کو تین مرتبہ فرمایا (یعنی مشرکین کا طریقہ ہے) جو کوئی ہم میں سے ہو یعنی مسلمان ہو، وہ اللہ (عزوجل) پر توکل کرکے چلا جائے''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، الحدیث: ۳۹۱۰، ج ۴ ص ۲۳)

حدیث ۱۴: ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کام کے لیے نکلتے تو یہ بات حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پسند تھی کہ یا راشد، یا نجیح سنیں''، یعنی اس وقت اگر کوئی شخص ان ناموں کے ساتھ کسی کو پکارتا یہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اچھا معلوم ہوتا کہ یہ کامیابی اور فلاح کی فال نیک ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الطیرۃ، الحدیث: ۱۶۲۲، ج ۳ ص ۲۸۸)

حدیث ۱۵: ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی (بدفالی) نہیں لیتے، جب کسی عامل کو بھیجتے اس کا نام دریافت کرتے، اگر اس کا نام پسند ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ میں ظاہر ہوتے اور اگر اس کا نام ناپسند ہوتا تو اس کے آثار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ میں دکھائی دیتے اور جب کسی بستی میں جاتے اس کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام پسند ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ میں دکھائی دیتے اور ناپسند ہوتا تو کراہیت کے آثار چہرہ میں دکھائی دیتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، الحدیث: ۳۹۲۰، ج ۴ ص ۲۵)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ناموں سے آپ بدشگونی لیتے بلکہ اچھے نام حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پسند تھے اور برے نام ناپسند تھے۔

حدیث ۱۶: ابوداؤد نے عروہ بن عامر سے مرسلاً روایت کی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور براشگون کسی مسلم کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جارہا تھا اور براشگون ہوا تو واپس نہ آئے، چلا جائے جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو ناپسند ہے یعنی براشگون پائے تو یہ کہے ''اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیأت الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، الحدیث: ۳۹۱۹، ج ۴ ص ۲۵)

حدیث ۱۷: صحیح بخاری و مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب سنو کہ فلاں جگہ طاعون ہے، تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہوجائے جہاں تم ہو، تو وہاں سے نہ نکلو''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، الحدیث: ۵۷۲۸، ج ۴ ص ۲۸)

حدیث ۱۸: صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون عذاب کی نشانی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو اس میں مبتلا کیا، جب سنو کہ کہیں ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہو جائے جہاں تم ہو تو بھاگو مت''۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرہ۔۔الحدیث: ۹۳۔(۲۲۱۸) ص ۱۲۱۵)

حدیث ۱۹: امام احمد و بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون عذاب تھا، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس کو بھیجتا ہے۔ اس کو اللہ (عزوجل) نے مومنین کے لیے رحمت بنا دیا۔ جہاں طاعون واقع ہو اور اس شہر میں جو صبر کر کے اور طلب ثواب کے لیے ٹھہرا رہے اور یہ یقین رکھے کہ وہی ہو گا جو اللہ (عزوجل) نے لکھ دیا ہے، اس کے لیے شہید کا ثواب ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب القدر، الحدیث: ۶۶۱۹، ج ۴ ص ۲۸۷)

حدیث ۲۰: امام بخاری و مسلم و احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون ہر مسلم کے لیے شہادت ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، الحدیث: ۵۷۳۲، ج ۴ ص ۳۰)

علاج کے متعلق مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: دوا علاج کرنا جائز ہے جب کہ یہ اعتقاد (عقیدہ، یقین) ہو کہ شافی (صحت یا شفا دینے والا) اللہ (عزوجل) ہے، اس نے دوا کو ازالہ مرض (یعنی مرض کو دور کرنے کے لیے) سبب بنا دیا ہے اور اگر دوا ہی کو شفا دینے والا سمجھتا ہو تو ناجائز ہے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی، ج ۵ ص ۳۵۴)

مسئلہ ۲: انسان کے کسی جز کو دوا کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے۔ خنزیر کے بال یا ہڈی یا کسی جز کو دواءً استعمال کرنا حرام ہے۔ دوسرے جانوروں کی ہڈیاں دوا میں استعمال کی جا سکتی ہیں بشرطیکہ ذبیحہ کی ہڈیاں ہوں یا خشک ہوں کہ اس میں رطوبت باقی نہ ہو۔ ہڈیاں اگر ایسی دوا میں ڈالی گئی ہوں جو کھائی جائے گی تو یہ ضروری ہے کہ ایسے جانور کی ہڈی ہو جس کا کھانا حلال ہے اور ذبح بھی کر دیا ہو، مردار کی ہڈی کھانے میں استعمال نہیں کی جا سکتی۔ (الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی، ج ۵ ص ۳۵۴)

مسئلہ ۳: حرام چیزوں کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرنا ناجائز ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا: ''جو چیزیں حرام ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے شِفاء نہیں رکھی ہے''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی الحدیث: ۷۴۹، ج ۲۳ ص ۳۲۶)

بعض کتب میں یہ مذکور ہے کہ اگر اس چیز کے متعلق یہ علم ہو کہ اسی میں شفاء ہے تو اس صورت میں وہ چیز حرام نہیں اس کا حاصل بھی وہی ہے، کیونکہ کسی چیز کی نسبت ہرگز یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے مرض زائل ہی ہو جائے گا، زیادہ سے زیادہ ظن اور گمان ہو سکتا ہے نہ کہ علم و یقین، خود علمِ طب کے قواعد و اصول ہی ظنی ہیں، لہٰذا یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہاں ویسا یقین بھی نہیں ہو سکتا جیسا بھوکے کو حرام لقمہ کھانے سے، پیاسے کو شراب پینے سے جان بچ جانے میں ہوتا ہے۔

(الدر المختار، ورد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹ ص ۶۴۱)

انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔

مسئلہ ۴: بیماری کے متعلق طبیب نے یہ کہا کہ خون کا غلبہ ہے، فصد وغیرہ کے ذریعہ سے خون نکالا جائے۔ مریض نے ایسا نہ کیا اور مر گیا تو اس علاج کے نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ یقین نہیں ہے کہ اس علاج سے شفاء ہو ہی جائے گی۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب

الحظر والاباحۃ ج ۲ ص ۳۶۵)

میں کہتا ہوں: ایلو پیتھک کی گولیاں اور کپسول ہوتے ہیں، ان میں تو الکوحل اور اسپرٹ کی آمیزش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جو ایلو پیتھک مائع دوائیں (Syrup) ہوتی ہیں ان میں بہت کم مقدار میں الکوحل شامل ہوتی ہے اور اس کا ایک چمچہ یا دو چمچہ پیا جاتا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ایک یا دو قطرہ الکوحل ہوتی ہے اور اس میں دوسرے کیمیائی اجزاء اور نمکیات بھی شامل ہوتے ہیں جس سے اس کا شرعی حکم بدل جاتا ہے اور کم مقدار الکوحل بھی مغلوب ہو جاتا ہے جب کہ خالص خمر میں بھی نمک ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور اس کا پینا جائز ہے اس لیے ہماری تحقیق یہ ہے کہ ڈاکٹر کی تشخیص کردہ ایلو پیتھک ادویات کا استعمال جائز ہے۔ واضح رہے کہ ایلو پیتھک کھانے اور پینے کی ادویات میں اسپرٹ بالکل شامل نہیں ہوتی، الکوحل کی مکمل بحث کے لیے دیکھیے: شرح صحیح مسلم ج ٦۔ (سعیدی غفرلہ)

مسئلہ ۵: بعض امراض میں مریض کو بے ہوش کرنا پڑتا ہے، تاکہ گوشت کاٹا جاسکے یا ہڈی وغیرہ کو جوڑا جاسکے یا زخم میں ٹانکے لگائے جائیں، اس ضرورت سے دوا سے بے ہوش کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ٦: اِسقاطِ حمل کے لیے دوا استعمال کرنا یا دائی سے حمل ساقط کرانا منع ہے، بچہ کی صورت بنی ہو یا نہ بنی ہو، دونوں کا ایک حکم ہے، ہاں اگر عذر ہو مثلاً عورت کے شیر خوار بچہ ہے اور باپ کے پاس اتنا نہیں کہ دایہ مقرر کرے یا دایہ دستیاب نہیں ہوتی اور حمل سے دودھ خشک ہو جائے گا اور بچہ کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو اس مجبوری سے حمل ساقط کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس کے اعضاء نہ بنے ہوں اور اس کی مدت ایک سو بیس دن ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹ ص ۷۰۸،۷۰۹)

(بہارِ شریعت، جلد سوم، حصہ شانزدہم ص ۵۰۰۔۵۰۷، مکتبۃ المدینہ، دعوتِ اسلامی ۱۴۳۲ھ)

تنبیہ: کتاب الطب میں ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے اٹھارہ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ ان میں پچاسی (۸۵) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث تینتیس (۳۳) ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین! یہاں پر کتاب الطب ختم ہوگئی اور اب ان شاء اللہ کتاب اللباس شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۷۷- كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی اس کتاب میں لباس کی اقسام اور احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ لباس کا معنی ہے: جن کپڑوں کو پہنا جائے۔ علامہ ابن بطال نے اس کتاب کو "کتاب الاستیذان" کے بعد ذکر کیا ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱- باب:

قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (الاعراف: ۳۲)

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا فِيْ غَيْرِ اِسْرَافٍ وَّلَا مَخِيْلَةٍ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ أَوْ مَخِيْلَةٌ۔

۱- باب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو، جب تک کہ تم دو چیزوں سے بچتے رہو، فضول خرچی اور تکبر سے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاعراف: ۳۲ کی تفسیر

علامہ نسفی نے کہا ہے کہ یہ آیت ہر مباح چیز میں عام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ طواف کرنے میں لباس کو کس نے حرام کیا ہے اور کس نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جن کو مشرکین نے از خود حرام کر لیا ہے مثلاً بحیرہ وغیرہا کو۔

اور الفراء نے کہا ہے کہ عرب کے قبیلے حج کے ایام میں گوشت نہیں کھاتے تھے اور برہنہ طواف کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسی طرح ابراہیم نخعی، سدی، زہری، قتادہ اور دوسروں سے روایت ہے کہ یہ آیت مشرکین کے طواف کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کے بعد فرمایا ہے: "وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" (الاعراف: ۳۲) یعنی کھانے کی لذیذ چیزیں، اور ایک قول یہ ہے کہ رزقِ حلال کو کس نے حرام کیا۔

اس آیت کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے: کھاؤ اور پیؤ اور لباس پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔
یہ تعلیق فقط المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے، اور دوسروں نے اس تعلیق کو ذکر نہیں کیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از یزید بن ہارون، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی ہمام نے از قتادہ از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر یہ حدیث ذکر کی۔

اسراف اور مخیلۃ کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: ''من غیر اسراف'' اس کا تعلق مجموعہ کے ساتھ ہے، یعنی کھانے پینے اور لباس پہننے کے ساتھ ہے۔ اور اسراف کا معنی ہے: کسی چیز کو اس سے زیادہ خرچ کرنا جتنا خرچ کرنا چاہیے۔
نیز اس حدیث میں فرمایا: ''ولا مخیلۃ'' اس کا معنی ہے: تکبر، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: ''الکبر من الخیلاء'' اور علامہ ابن التین نے کہا: ''المخیلۃ'' مفعلۃ کے وزن پر ہے۔ جو تکبر کرتا ہے تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے: ''اختال''۔

حدیث مذکور کا انسان کی مصلحتوں کے لیے جامع ہونا

الموفق عبد اللطیف البغدادی نے کہا: یہ حدیث انسان کی تدبیر کے فضائل کی جامع ہے۔ اس میں نفس کی مصلحتوں کی تدبیر ہے اور دنیا اور آخرت میں جسم کی مصلحت کی تدبیر ہے، کیونکہ ہر چیز میں فضول خرچی معیشت کو ضرر پہنچاتی ہے اور یہ ہلاکت تک لے جاتی ہے اور نفس کو ضرر پہنچاتی ہے، کیونکہ وہ اکثر احوال میں جسم کے تابع ہوتا ہے اور تکبر نفس کو اس وقت ضرر پہنچاتا ہے جب انسان خوشی سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور آخرت میں ضرر پہنچاتا ہے، کیونکہ اس سے گناہ حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں ضرر پہنچاتا ہے، کیونکہ تکبر کرنے سے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی شرح

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا: جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو جب تک کہ تم دو چیزوں سے بچتے رہو، فضول خرچی سے اور تکبر سے۔
اس تعلیق کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور اس کا معنی ہے: تم حلال چیزوں میں سے جو چاہو کھاؤ اور حلال کپڑوں میں سے جو چاہو پہنو، جب تک کہ تم دو خصلتوں سے تجاوز کرتے رہو۔
علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جب تک کہ دو خصلتیں تم سے تجاوز کرتی رہیں۔ اور اخطأ کا معنی صواب سے تجاوز ہے یا ما نافیہ ہے، یعنی دو چیزیں تم کو خطائیں واقع نہ کریں اور خطا سے مراد گناہ ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۶۔ ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ يُخْبِرُونَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع و عبداللہ بن دینار و زید بن اسلم، یہ تینوں امام مالک کو خبر دیتے ہیں از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: اللہ عزوجل اس مرد کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتا جو اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۵، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث تھی، اس میں بھی تکبر سے اجتناب کا حکم تھا اور اس سے پہلے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اس میں بھی یہی فرمایا تھا کہ کھاؤ، پیئو، پہنو اور صدقہ کرو اور اسراف اور تکبر نہ کرو۔ اور اب جو حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ذکر کی ہے، اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو نہیں دیکھتا جو اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکاتا ہے، سو یہ تینوں حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ تکبر سے کپڑے کو پہننا اور تکبر سے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا منع ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من جر ثوبہ خیلاء" یعنی جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکایا۔ کپڑے کے عموم میں تہبند، چادر، قمیص، شلوار، جبہ اور اچکن سب داخل ہیں، یعنی ہر وہ چیز جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ عمامہ بھی اس میں داخل ہے۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے سالم بن عبد اللہ سے روایت کی ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا: کپڑے کو لٹکانا تہبند میں، قمیص میں اور عمامہ میں ہے، جس نے ان میں سے کسی چیز کو تکبر سے لٹکایا، اللہ عزوجل اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں کرے گا"۔ اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ متکبر کی طرف غضب سے دیکھتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "خُیَلَاءَ" (خاء پر پیش اور یاء پر زبر) اس کا معنی ہے: تکبر اور اترانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۷)

اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو نہ چیر سکو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکو گے ۝

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا، جو اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے، وہ مسکین تھا اللہ تعالیٰ نے

کے لیے نہ ملے اور یہ ایسا ہے جیسے علاج کے لیے شرم گاہ کو کھولنا جائز ہے۔ اور اس کے علاوہ جو رخصت کے اسباب مبیحہ ہیں۔
علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تکبر نہ ہو اور پھر بھی بغیر ضرورت کے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تکبر کی نیت سے اور بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانے میں فرق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۷-۴۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذَلِكَ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے تکبر سے اپنے کپڑے کو گھسیٹا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بے شک میرے تہبند کی دو شقوں میں سے ایک شق لٹک جاتی ہے، سوا اس کے کہ میں خصوصیت سے اس کی حفاظت کروں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو ایسا تکبر کی نیت سے کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۵، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے اپنے کپڑے کو بغیر تکبر کی نیت کے لٹکایا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے تہبند کا ایک حصہ لٹک جاتا ہے، سوا اس کے کہ میں اس کا خصوصیت سے خیال رکھوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔
اور اس حدیث کی سند میں زُہیر کا ذکر ہے، زُہیر، زہر کی تصغیر ہے، یہ ابن معاویہ ابو خیثمہ ہیں۔ اور سالم کا ذکر ہے، وہ ابن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

اس کو عزت دے کر سر بلند کیا اور وہ مغرور ہو گیا، اس نے یہ گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو علم سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے، حالانکہ قرآن مجید میں وہ پڑھتا ہے:

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮ (بنی اسرائیل:۸۵) اور تم کو جتنا علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے O

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ⑯ (یوسف:۷۶) اور ہر ہر تمام علم والے کے اوپر (اس سے زیادہ) علم والا ہے O

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرامِ فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا کہ وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے، اگر انسان اپنی ابتداء اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتداء بھی مٹی ہے اور انتہاء میں بھی وہ مٹی میں مل جائے گا تو وہ اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔ (فتح المنعم ج ۸ ص ۳۳۹، دار الشروق، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا، ایک مرد نے کہا: بے شک مرد یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کی جوتی اچھی ہو، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر حق (بات) کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔
(صحیح مسلم:۹۱، سنن ابوداؤد:۴۰۵۱، ۲۰۰۵، سنن ابن ماجہ:۴۱۷۱)

کپڑے کو لٹکانے کی ممانعت کی تفصیل از مصنف

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کپڑے کو لٹکانے کی جو ممانعت ہے، وہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے پر محمول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند نصف پنڈلیوں تک ہوتا تھا، تو افضل تو یہی ہے کہ سنت کے مطابق نصف پنڈلیوں تک تہبند یا شلوار یا پاجامہ کو رکھا جائے، تاہم ٹخنوں سے اوپر تک رکھنے کی رخصت ہے۔ اگر اتفاقاً کسی کا ازار یا کسی کی شلوار ٹخنوں سے نیچی ہو تو اس میں حرج نہیں ہے اور زینت کے قصد سے ٹخنوں سے نیچی رکھی جائے تو وہ مکروہ تنزیہی ہے اور تکبر کی نیت سے ٹخنوں سے نیچی رکھی جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر تہبند یا شلوار اتنی نیچی ہو کہ چلنے میں کپڑے کو گھسیٹ کر چلے تو یہ ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے تکبر کی نیت ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس میں اسراف ہے اور بغیر کسی صحیح وجہ کے کپڑے کو لمبا رکھنا ہے۔

۲- بَابُ: مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ جس نے اپنے تہبند کو بغیر تکبر کے لٹکایا یا گھسیٹا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے تہبند کو تکبر کی نیت کے بغیر کھینچا اس کا کیا حکم ہے؟ سو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ کوئی کراہت ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے دفعِ ضرر کے لیے تہبند کو نیچے لٹکایا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے زخم ہو یا خارش ہو یا اس طرح کی اور کوئی چیز ہو تو اگر وہ ٹخنوں سے نیچے کپڑے کو نہیں لٹکائے گا تو حشرات الارض اور مکھیاں وغیرہ اس کے زخم کے اوپر بیٹھیں گی اور اسے تکلیف ہو گی اور تہبند یا چادر یا لمبی قمیص کے علاوہ اسے اور کوئی چیز زخم کو ڈھانپنے

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان احد شقی ازاری یسترخی'' یعنی میرے تہبند کا ایک حصہ لٹک جاتا ہے، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت دبلے اور کمزور تھے، اس لیے ایک جانب سے ان کا تہبند لٹک جاتا تھا سوا اس کے کہ وہ اس کا خصوصیت سے خیال رکھیں، پھر بھی غفلت سے وہ تہبند نیچے لٹک جاتا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کا تہبند اس کے قصد کے بغیر لٹک جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ ہر حال میں تہبند کے لٹکانے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خود اس باب کی حدیث کی روایت کی ہے، لہٰذا ان پر اس کا حکم مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَامَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ مُسْتَعْجِلًا حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ وَثَابَ النَّاسُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَجُلِّيَ عَنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللّٰهَ حَتَّى يَكْشِفَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عبدالاعلیٰ نے از یونس از الحسن از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گہن لگ گیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت بیٹھے ہوئے تھے، آپ جلدی سے کھڑے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے حتیٰ کہ مسجد میں آئے، اور لوگ بھی جلدی آ گئے۔ پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی، پس سورج کا گہن کھل گیا، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب تم ان میں سے کوئی چیز دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو حتیٰ کہ سورج کا گہن کھل جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۰، ۱۰۴۸، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۵۷۸۵، سنن نسائی: ۱۵۰۲، مسند احمد: ۱۹۸۷۷)

صحیح البخاری: ۵۷۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے کھڑے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے۔ اور ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چادر کو گھسیٹنا بغیر تکبر کے تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری نے ان کے نام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں لکھی۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: وہ محمد بن یوسف البخاری البیکندی ہیں، کیونکہ وہ عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور یہاں بھی محمد نے عبد الاعلیٰ سے روایت کی ہے۔ اور اسماعیلی نے روایت کی ہے از محمد بن المثنی از عبدالاعلیٰ۔ پس ہوسکتا ہے کہ مثنیٰ ان کے باپ ہوں اور عبدالاعلیٰ سے مراد ابن عبدالاعلیٰ السامی البصری ہوں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، وہ ابن عبید البصری ہیں۔ اور حسن کا ذکر ہے، وہ حسن بصری ہیں۔ اور ابوبکرہ کا ذکر ہے، ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔

یہ حدیث ابواب الکسوف کی ابتداء میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مکمل شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مستعجلا" یعنی آپ جلدی سے کھڑے ہوئے، اس میں یہ دلیل ہے کہ تہبند کا گھسیٹنا جب تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وثاب الناس" یعنی لوگ مسجد کی طرف لوٹے جب کہ پہلے مسجد سے نکل گئے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فجلی" یعنی سورج منکشف ہو گیا اور کھل گیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کو کھول دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابُ: التَّشْمِيرِ فِي الثِّيَابِ — کپڑے کو اوپر اٹھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے کو اوپر اٹھانا جائز ہے اور اس حدیث کے عنوان میں "التشمیر فی الثیاب" لکھا ہے یعنی کپڑے کو اوپر اٹھانا، اور مراد یہ ہے کہ تہبند کو اوپر اٹھانا، یعنی کپڑے کے نچلے حصہ کو اوپر اٹھانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ فَرَأَيْتُ بِلَالًا جَاءَ بِعَنَزَةٍ فَرَكَزَهَا ثُمَّ أَقَامَ الصَّلَاةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ فِي حُلَّةٍ مُشَمِّرًا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى الْعَنَزَةِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ وَرَاءِ الْعَنَزَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ابی زائدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جُحیفہ نے خبر دی از والد خود حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ نیزہ لے کر آئے اور اس کو گاڑ دیا، پھر نماز کی اقامت کہی، پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حلّہ اوپر اٹھائے ہوئے نکلے، پس آپ

نے نیزہ کی طرف دو رکعتیں پڑھیں اور میں نے دیکھا کہ لوگ اور سواریاں آپ کے آگے سے گزر رہی تھیں نیزہ کے پیچھے سے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷، ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۱، ۶۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶، ۵۸۵۹، صحیح مسلم: ۵۰۳، سنن نسائی: ۴۷۰، سنن ابو داؤد: ۶۸۸، مسند احمد: ۱۸۲۶۸، سنن داری: ۱۴۰۹)

صحیح البخاری: ۵۷۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کپڑے کو اوپر اٹھانا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حُلّہ کو اوپر اٹھائے ہوئے نکلے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ یا تو ابراہیم ہیں یا ابن منصور ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ابن ابراہیم وہ ابن راہویہ ہیں اور ابن منصور، وہ ابراہیم بن منصور بن کوثر المروزی ہیں۔ بعض شارحین نے کہا: وہ ابن راہویہ ہیں۔ اور ابو نعیم نے المستخرج میں اس پر بہت وثوق کیا۔ میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ یہ ابن راہویہ ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شمیل، یہ شمل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن ابی زائدہ، اور یہ زکریا بن ابی زائدہ الہمدانی الکوفی کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو جحیفہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبد اللہ بن سوائی ہے، یہ صغار صحابہ میں سے ہیں، کہا گیا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت تک یہ بالغ نہیں ہوئے تھے اور یہ کوفہ میں رہے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں اس باب ''سترۃ الامام سترۃ لمن خلفہ'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''عنزۃ'' کا ذکر ہے، عنزۃ کا معنی ہے: ''نیزہ'' اور یہ عصا سے لمبا ہوتا ہے اور اس کے پچھلے سرے میں لوہا لگا ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''حُلّۃ'' حُلّۃ کا معنی ہے: ازار اور تہبند، اور کوئی چیز حلہ نہیں ہوتی جب تک کہ وہ دو کپڑے نہ ہوں، اور اس کی جمع حُلل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تہبند کو اوپر اٹھانا مباح ہے، اور کام کاج کے وقت اور ضرورت کے وقت بھی تہبند کو اوپر اٹھانا مباح ہے اور یہ تواضع سے ہے اور تکبر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی نفی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

17
B

۴۔ بَابٌ: مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ
جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے۔ اور حدیث میں اس طرح نہیں ہے بلکہ حدیث میں اس طرح سے ہے: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے اور امام بخاری نے عنوان میں صرف جز ثانی پر اقتصار کیا ہے اور اس کو مطلق رکھا ہے اور تہبند کے ساتھ مقید نہیں کیا تا کہ عموم رہے، خواہ قمیص ٹخنوں کے نیچے ہو یا تہبند ٹخنوں کے نیچے ہو یا کوئی اور کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ۔

(سنن نسائی: ۵۳۳۱، مسند احمد: ۹۶۱۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید المقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہے وہ دوزخ میں ہوگا تو کپڑے کا کیا گناہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کپڑے سے مراد کپڑا پہننے والا ہے اور کپڑے کو پہننے والے کے بدن سے کنایہ کیا ہے۔

اور اس حدیث میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ جس نے تکبر کی نیت سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا، وہ دوزخ میں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۔ باب: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ
جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا اس کا کیا حکم ہے اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ ''من الخیلاء'' میں مِن تعلیل اور سببیت کے لیے ہے۔

۵۷۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت

(صحیح مسلم: ۲۰۸۷، مسند احمد: ۸۷۷۸) کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا۔

صحیح البخاری: ۵۷۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، ان کا نام ہے عبداللہ بن ذکوان۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "الاعرج" یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

عورتوں کو دو بالشت تک کپڑا لٹکانے کی اجازت

اس حدیث میں مذکور ہے "من جرازارہ" یعنی جس نے اپنے تہبند کو گھسیٹا۔ اس حدیث میں لفظ "مَن" اس وعید میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اس فعلِ مخصوص پر شامل ہے، کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا کہ عورتیں اپنے لمبے دامن کو کس طرح کریں؟ جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر عورتیں اپنے لمبے دامنوں کے ساتھ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ایک بالشت لٹکالیں۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر ان کے پیر کھل جائیں گے، تو آپ نے فرمایا: ان کو ایک ذراع لٹکالیں اور اس سے زیادہ نہ کریں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں عورتوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے تہبند کو گھسیٹ لیں، کیونکہ یہ ان کے لیے زیادہ ستر کا سبب ہے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ظاہر یہ ہے کہ ذراع سے مراد ہاتھ کا ذراع ہے اور وہ دو بالشت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امہات المومنین کو ایک بالشت کپڑا لٹکانے کی اجازت دی، پھر انہوں نے اس میں اضافہ طلب کیا تو آپ نے ایک بالشت کا اور اضافہ کیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بطرا" اس کا معنی ہے: طغیاناً وتکبراً، یعنی جو سرکشی اور تکبر سے کپڑے کو گھسیٹے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ إِذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا انہوں نے کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(صحیح مسلم: ۲۰۸۸، مسند احمد: ۸۸۲۲، سنن داری: ۴۳۷)

ایک زمانہ میں ایک مرد ایسا حُلّہ پہنے ہوئے اتراتا ہوا جا رہا تھا جو اس کے دل کو بہت اچھا لگ رہا تھا، اس نے اپنے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور اپنے بالوں کے گچھے کو سنوارا ہوا تھا، اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

صحیح البخاری: ۵۷۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص ایسا حُلّہ پہنے ہوئے اِتراتا ہوا جا رہا تھا جو اس کے دل کو بہت اچھا لگ رہا تھا، اور اس میں بھی تکبر سے کپڑے کو گھسیٹنے کا معنی ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے یہ مرد اس امت سے ہو اور عنقریب بعد میں یہ واقعہ ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مرد گزشتہ امتوں میں سے ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہو چکا ہے اس کی خبر دی ہو، ایک قول یہ ہے کہ وہ قارون تھا، اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس کا نام ہیزن تھا، اور علامہ الکلاباذی نے اور علامہ الجوہری نے وثوق سے کہا ہے کہ وہ قارون تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ مرد حُلّہ پہنے ہوئے جا رہا تھا'' یعنی دو چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے جا رہا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے: ایک مرد دو چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے جا رہا تھا جو اس کو اچھی لگ رہی تھیں اور وہ اِترا رہا تھا، اچانک زمین نے اس کو دھنسا لیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ اور اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ ایک زمانہ میں ایک مرد نازو نخرے سے اپنی دو چادروں کے درمیان چل رہا تھا جو اس کے دل کو اچھی لگ رہی تھیں۔ الحدیث۔ اور حُلّہ کا معنی دو چادریں ہیں جس کو ہم نے عنقریب ذکر کیا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''مُرَجِّلٌ'' یہ ترجیل سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: سر کے بالوں کو سنوارنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جُمَّتَهٗ'' میم پر تشدید ہے، یہ سر کے بالوں کا مجموعہ ہے جو الوَفرۃ سے بڑا ہوتا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ بال ہیں جو سر سے لے کر کندھے تک لٹکتے ہیں یا اس سے بھی نیچے تک لٹکتے ہیں۔ اور جو سر کے بال کانوں سے متجاوز نہ ہوں، ان کو الوَفرۃ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یتجلجل'' یہ تجلجل سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں: حرکت کرنا۔ اس کا معنی ہے وہ حرکت کرتا رہے گا اور اضطراب سے نیچے کی جانب جائے گا، اور قاضی عیاض نے روایت کی ہے ''یتجلل'' اس کا معنی ہے: ڈھانپنا، یعنی زمین

اس کو ڈھانپ لے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

اپنے لباس پر اترانے والے کو زمین میں دھنسا دیا گیا، اس پر اشکال کا جواب از مصنف

اس حدیث پر بہ ظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا اپنے لباس یا اپنے جوڑے کو پسند کر کے خوش ہونا کیا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا میں اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک ہے، وہ اپنی مخلوق میں جو چاہے کرے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الانبیاء: ۲۳) اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے، اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی ○

اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کسی چھوٹے سے جرم پر بڑی سے بڑی سزا دے تو وہ مالک ہے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ جب اس کو کوئی نعمت ملے اور وہ اس نعمت پر خوش ہو تو وہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور احسان سمجھے اور اس کا شکر ادا کرے۔ اور اگر وہ اس نعمت کو اپنا استحقاق سمجھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے تو پھر وہ عذاب کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾ (ابراہیم: ۷) اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے ○

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ شخص کافر تھا، جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ وہ شخص قارون تھا تو اس کو اتنی سخت سزا دی گئی وہ اس کے کفر کی وجہ سے تھی اور اس کفر کے ساتھ ناشکری کا عذاب بھی شامل ہو گیا۔

۵۷۹۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَّلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَابَعَهُ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَرْفَعْهُ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ عَمِّهِ جَرِيرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَلَى بَابِ دَارِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ان کے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی زمین پر اپنی ازار کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ وہ دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائے گا، ان کی متابعت یونس نے کی از الزہری، اور شعیب نے اسے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت نہیں کیا، امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد

نے خبر دی از عمِ خود جریر بن زید، انہوں نے بیان کیا کہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر کے ساتھ ان کے گھر کے دروازہ پر تھا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل سنی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۹۰، ۳۴۸۵، سنن الترمذی: ۲۴۹۱، سنن نسائی: ۵۳۲۶، مسند احمد: ۵۳۱۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وہب بن جریر اس حدیث کی روایت کرتے ہیں اپنے والد جریر بن حازم بن زید الازدی سے از عمِ خود جریر بن زید ابی سلمہ البصری، اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

اور جریر بن زید کی روایت کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی روایت میں کہا ہے کہ میں سالم کے ساتھ ان کے گھر کے دروازہ پر تھا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، یہ اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ سالم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر اس کو یاد رکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۱۔ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ لَقِيتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ عَلَى فَرَسٍ وَهُوَ يَأْتِي مَكَانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ أَذَكَرَ إِزَارَهُ قَالَ مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيصًا تَابَعَهُ جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَزَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَقُدَامَةُ بْنُ مُوسَى عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں محارب بن دثار سے ملا، وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور وہ اپنے اس مکان پر جا رہے تھے جس میں وہ مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے، میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی، پس کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا، اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) سے نہیں دیکھے گا۔ میں نے محارب سے پوچھا: کیا انہوں نے تہبند کا ذکر کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ انہوں نے تہبند کی تخصیص کی اور نہ قمیص کی۔ محارب بن دثار کی متابعت جبلہ بن سحیم اور زید بن اسلم اور زید بن عبداللہ نے کی ہے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور اللیث نے بیان کیا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی کی مثل۔
اور نافع کی متابعت موسیٰ بن عقبہ اور عمر بن محمد اور قدامہ بن موسیٰ نے کی ہے از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۵، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۲۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''مخیلہ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: تکبر اور عجب یعنی اِترانا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے محارب سے پوچھا: کیا انہوں نے تہبند کا ذکر کیا تھا؟''۔ یہ کہنے والے شعبہ ہیں، انہوں نے محارب بن دثار سے سوال کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں تہبند کا ذکر کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نہ تہبند کی تخصیص کی تھی اور نہ قمیص کی، خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے کپڑے کا ذکر کیا تھا اور کپڑا تہبند اور قمیص وغیرہ سب کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ: الْإِزَارِ الْمُهَدَّبِ

جھالر یا پھندنے والے تہبند کو پہننا

وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً۔

زہری، ابوبکر بن محمد، حمزہ بن ابی اسید اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے جھالر والے یا پھندنے والے تہبند کو پہنا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی تہبند کا پھندنا یا جھالر ہو، اس کو پہننے کا کیا حکم ہے؟ اور مُھدّب کا معنی ہے: ایسا ازار جس کی جھالر ہو یا پھندنا ہو، اور یہ عموماً تزیین کے لیے کیا جاتا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ کپڑے کی طرف میں جو دھاگے نکلے ہوئے ہوتے ہیں، اس کو جھالر کہتے ہیں۔

اس باب کی تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ہیں۔ اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری کا ذکر ہے، یہ مدینہ کے قاضی ہیں۔ اور حمزہ بن ابی اُسید کا ذکر ہے، یہ الانصاری الساعدی ہیں۔ اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کا ذکر ہے، یہ ابن ابی

طالب المدنی التابعی ہیں۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر پہن کر اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے اور اس چادر کا پلو آپ کے قدموں پر تھا، اور اس حدیث میں ہے کہ تم اپنے آپ کو چادر کے لٹکانے سے بچاؤ، کیونکہ چادر کا لٹکانا تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۴۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنَا جَالِسَةٌ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَإِنَّهُ وَاللهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا مِثْلُ هٰذِهِ الْهُدْبَةِ وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ جِلْبَابِهَا فَسَمِعَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ قَوْلَهَا وَهُوَ بِالْبَابِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ قَالَتْ فَقَالَ خَالِدٌ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَنْهٰى هٰذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَا وَاللهِ مَا يَزِيدُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى التَّبَسُّمِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلٰى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ فَصَارَ سُنَّةً بَعْدَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے بتایا کہ حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور میں بیٹھی ہوئی تھی اور آپ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، انہوں نے مجھے طلاق دے دی اور مغلظ طلاق دے دی، پھر میں نے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کر لیا اور بے شک اللہ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کے ساتھ تو اتنا ہے جتنا یہ پھندنا ہے اور انہوں نے اپنی چادر سے پلو (یا پھندنا) بنایا، حضرت خالد بن سعید دروازہ پر تھے، انہوں نے اس عورت کی بات سنی، انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پس خالد نے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کو نہیں روکتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے ایسی باتیں کر رہی ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم زیادہ ہو رہا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: شاید تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں! حتیٰ کہ وہ (عبدالرحمٰن بن الزبیر) تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور تم تھوڑا سا اس کا شہد چکھ لو۔ پھر اس کے بعد یہ سنت ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۲۶۶۰، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

صحیح البخاری: ۵۷۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جھالر یا پھندنے والا تہبند'' اور اس حدیث میں ذکر ہے: اس عورت نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کے پاس تو بس اتنا ہے جتنا یہ پھندنا ہے۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا''، یعنی تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رفاعہ کے پاس واپس جاؤ حتیٰ کہ عبدالرحمٰن تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لیں اور تھوڑا سا شہد چکھنے سے بطورِ کنایہ جماع کی لذت مراد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر بعد میں یہ سنت ہو گیا'' یہ زہری کا قول ہے، یعنی بعد میں یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، وہ پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۵۔۴۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: الْأَرْدِيَةِ — چادروں کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ جَبَذَ أَعْرَابِيٌّ رِدَاءَ النَّبِيِّ ﷺ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ کی چادر کھینچی۔

اس باب میں ''اردیۃ'' کا ذکر ہے، اردیۃ، رداء کی جمع ہے اور رداء کا معنی ہے چادر، جو کندھے پر رکھی جاتی ہے یا جو کپڑا دو کندھوں کے درمیان رکھا جاتا ہے خواہ کسی طریقہ سے رکھا جائے۔

علامہ عینی نے اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھا ہے: یہ تعلیق ایک حدیث کی طرف ہے جس کی امام بخاری نے ''باب البرود والحبرۃ'' میں روایت کی ہے اور یہ حدیث نو ابواب کے بعد آئے گی۔ اس تعلیق میں ''جَبَذَ'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کھینچا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا ﷺ قَالَ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس نبی ﷺ نے اپنی چادر منگوائی، پھر آپ پیدل جا رہے تھے اور میں اور زید بن حارثہ

آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، حتیٰ کہ وہ گھر آ گیا جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، پس آپ نے اجازت طلب کی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۹، ۲۳۷۵، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳، ۵۷۹۳، صحیح مسلم: ۱۹۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶، مسند احمد: ۱۲۰۴)

صحیح البخاری: ۵۷۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "چادریں" اور اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی" اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے۔ اور اس میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن زید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

یہ حدیث پوری تفصیل سے "باب فرض الخمس" میں گزر چکی ہے، اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو ایک جوان اونٹنی ملی تھی اور ایک جوان اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کو عطا فرمادی تھی، ان کا منصوبہ تھا کہ ان دو اونٹنیوں پر اِذخر گھاس کو لاد کر فروخت کریں گے اور اس کی آمدنی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا ولیمہ کریں گے، اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب کے نشہ میں تھے اور اسی نشہ میں انہوں نے ان اونٹنیوں کو مار کے ان کی کلیجیاں نکال لیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر اوڑھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس بات کرنے گئے، الحدیث۔۔۔۔

اس حدیث میں "حمزۃ" کا ذکر ہے، وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فاذنوالهم" یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت دے دی۔

امام بخاری کا مقصود صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر اوڑھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: لُبْسِ الْقَمِيْصِ — قمیص پہننے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنْ يُوْسُفَ: اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حضرت یوسف کا قول نقل کرتے ہوئے:

هٰذَا فَأَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا - (یوسف: ۹۳)
''میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔

یعنی یہ باب قمیص پہننے کے بیان میں ہے، امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ قمیص پہننا کوئی نئی چیز نہیں ہے، اگر چہ عرب میں چادر اور تہبند کا رواج ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کریمہ کا ذکر کیا ہے، یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ قمیص پہننا قدیم ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ قمیص پہننا امر قدیم سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ مَا هُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مُحرم کپڑوں میں سے کیا پہنے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: مُحرم قمیص نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور موزے نہ پہنے، سوا اس صورت کے کہ اس کے جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''قمیص پہننا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''محرم قمیص نہ پہنے''۔ بہر حال اس حدیث میں قمیص کا ذکر آ گیا، اس وجہ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابن زید ہیں اور ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم کے اندر اس باب میں گزر چکی ہے ''باب من اجاب السائل باکثر مما سألہ'' اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے

عنهما قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ قَبْرَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ وَوُضِعَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ واللهُ أَعْلَمُ

خبر دی از عمرو اور انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ بن ابی کے پاس آئے، جب کہ اس کو قبر میں داخل کیا جاچکا تھا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کو قبر سے نکالا گیا اور اس کو آپ کے گھٹنوں پر رکھ دیا گیا، تو آپ نے اس کے اوپر اپنا لعابِ دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔ واللہ اعلم

(صحیح البخاری: ۱۲۷۰، ۱۳۵۰، ۳۰۰۸، ۵۷۹۵، صحیح مسلم: ۲۷۷۳، سنن نسائی: ۲۰۱۹، مسند احمد: ۱۴۵۶۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''قمیص پہننا'' اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو اپنی قمیص پہنائی اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ المسندی ہیں۔ اور ابن عیینہ کا ذکر ہے، وہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، وہ عمرو بن دینار ہیں۔

یہ مکمل حدیث کتاب الجنائز میں اس باب ''هل يخرج الميت من القبر'' میں گزر چکی ہے۔ اور اس کی شرح وہاں ہو چکی ہے۔ اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق تھا، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس کو لعابِ دہن عطا کیا اور اپنی قمیص پہنائی، اس میں آپ کی کیا حکمت تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

عبد اللہ بن ابی کو قمیص عطا فرمانے کی حکمتیں

میں کہتا ہوں کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ عبد اللہ بن ابی کا بیٹا حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی خالص مسلمان تھا اور وہ معزز صحابی تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے باپ کے لیے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اپنی قمیص عطا فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کی دلجوئی کے لیے قمیص عطا فرمائی، یا اس لئے کہ غزوۂ بدر میں حضرت عباس جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، قید تھے اور ان کا لمبا قد تھا، کسی کی قمیص ان پر پوری نہیں آرہی تھی، تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی قمیص دی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمِ محترم پر اس کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لیے اس کو قمیص عطا فرمائی۔ نیز امام ابو جعفر طبری نے روایت کی ہے کہ میری قمیص اور میرا لعابِ دہن اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا، میں نے تو اپنا لعابِ دہن اور اپنی قمیص اس کو اس لیے عطا کی ہے تاکہ میرے اس حسنِ سلوک کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں، سو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۷۹۶۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ وَقَالَ إِذَا فَرَغْتَ مِنْهُ فَآذِنَّا فَلَمَّا فَرَغَ آذَنَهُ بِهِ فَجَاءَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَجَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكَ اللهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ:۸۰) فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ (التوبہ:۸۴) فَتَرَكَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی نافع نے از عبد اللہ، انہوں نے کہا: جب عبد اللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے، میں قمیص میں عبد اللہ بن ابی کو کفن دوں گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھیے اور اس کے لیے استغفار کیجئے، سو آپ نے اس کو قمیص عطا فرما دی اور ان سے فرمایا: جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو ہمیں خبر دینا، سو جب وہ فارغ ہو گئے تو انہوں نے آپ کو خبر دی، پس آپ اس پر نماز پڑھنے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچ لیا، پس کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ پس نبی ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ (التوبہ:۸۰)، (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار دیا ہے) پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور جو ان میں سے مر جائے، آپ ان میں سے کبھی کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (التوبہ:۸۴)۔ اس کے بعد آپ نے منافقین پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶۹، ۴۶۷۰، ۴۶۷۲، ۵۷۹۶، صحیح مسلم: ۲۷۷۴، سنن ترمذی: ۳۰۹۸، سنن نسائی: ۱۹۰۰، سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳، مسند احمد: ۴۶۶۲)

صحیح البخاری: ۵۷۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے قمیص کو پہننا، اور اس حدیث میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے کہا: آپ مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے تاکہ میں اس میں اس کو کفن پہناؤں، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صدقہ کا ذکر ہے، اور وہ ابن الفضل ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عمر العمری ہیں۔

یہ حدیث سورۃ برائۃ (سورۂ توبہ) میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی تفسیر ہو چکی ہے۔

علامہ ابن العربی پر علامہ عینی کا تعاقب

علامہ ابن العربی نے لکھا ہے کہ میں نے قمیص کا ذکر صحیح صرف سورۂ یوسف کی آیت میں دیکھا ہے اور ابن ابی کے قصہ میں دیکھا ہے اور کسی تیسری جگہ میں نے قمیص کا ذکر نہیں دیکھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہو۔

علامہ ابن العربی پر رد کیا گیا ہے کہ قمیص کا ذکر اس کے علاوہ اور بھی متعدد جگہوں پر متعدد احادیث میں آیا ہے:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں زیادہ پسند قمیص تھی۔

(۳) حضرت اسماء بنت یزید بن السکن کہ حدیث ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین پہنچے تک تھی۔ اس حدیث کی ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قمیص پہنتے تو اس کی دائیں طرف سے ابتداء کرتے، اس حدیث کی بھی امام ترمذی نے روایت کی ہے، پھر امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کو متعدد راویوں نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور اس کو مرفوع بیان نہیں کیا، اس کو صرف عبد الصمد بن عبد الوہاب نے شعبہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور اسی سند سے امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس کی بھی امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا طلب کرتے تو اس کا نام لیتے، عمامہ یا قمیص یا چادر۔ اور امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ حماد بن ابوسلمہ اور عبد الوہاب نے اس حدیث کی مرسلاً روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷-۴۸۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۹۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قمیص طلب کی اور نماز پڑھانے کی درخواست کی، اس کی توجیہ

امام طبری نے الشعبی کی سند سے بیان کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی پر موت کا وقت آیا تو اس کا بیٹا عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے نبی! میرے والد پر موت کا وقت آ گیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپ تشریف لائیں اور اس کی نماز پڑھیں،

آپ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: الحباب، آپ نے فرمایا: بلکہ تم عبد اللہ ہو، حباب تو شیطان کا نام ہے۔ اور یہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی فضلاء صحابہ میں سے تھے، غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے، ان کے مناقب میں سے یہ ہے کہ جب ان کو ان کے باپ عبد اللہ بن ابی کی بعض باتیں پہنچی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تھیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ ان کو قتل کر دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تم ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

امام عبد الرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا، جب آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: یہود کی محبت نے تم کو ہلاک کر دیا تو اس نے کہا: یارسول اللہ: میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ میرے لیے استغفار کریں، اور اس لیے نہیں بلایا ہے کہ آپ مجھے ملامت کریں، پھر آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص عطا کریں اور اس قمیص میں اس کو کفن دیا جائے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات منظور کر لی۔

امام طبرانی نے روایت کی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس سے باتیں کیں، تو عبد اللہ بن ابی نے کہا: مجھے معلوم ہے آپ کیا فرمائیں گے، آپ مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی قمیص میں مجھے کفن دیں اور میری نماز پڑھیں، سو آپ نے ایسا کیا، اور عبد اللہ بن ابی نے اس درخواست سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے نفس سے اور اپنے بیٹے سے اور اپنے قبیلہ سے عار کو دور کرے، سو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں رغبت ظاہر کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوال کو پورا کر دیا۔

شیخ عثیمین کہتے ہیں: یہ زیادہ ظاہر ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اس لیے طلب کیا تھا کہ وہ اپنے خاندان والوں سے عار کو دور کرے اور یہ اس کی اسلام میں رغبت نہیں تھی۔ (شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۶۰ ۴، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ ھ)

۹۔ بَابُ: جَيْبِ الْقَمِيْصِ مِنْ عِنْدِ الصَّدْرِ وَغَيْرِهِ
قمیص کے گریبان کا بیان جو سینہ وغیرہ کے پاس ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخیل اور سخی کی مثال بیان فرمائی ہے۔

۵۷۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تَغْشَى أَنَامِلَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَجَعَلَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از الحسن از طاؤس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال بیان فرمائی ہے جیسے دو مرد ہوں اور ان کے اوپر لوہے کے دو کوٹ ہوں اور ان کے ہاتھ ان کی چھاتیوں اور ان کی

الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ هَكَذَا فِي جَيْبِهِ فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَوَسَّعُ تَابَعَهُ ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ فِي الْجُبَّتَيْنِ وَقَالَ حَنْظَلَةُ سَمِعْتُ طَاوُسًا سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ جُبَّتَانِ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ حَيَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ جُنَّتَانِ۔

ہنسلیوں تک سکڑ گئے ہوں، پس صدقہ دینے والا جب بھی صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا لوہے کا کوٹ فراخ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے نشانوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور بخیل جب بھی صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لوہے کا کوٹ سکڑ جاتا ہے اور کوٹ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس طرح اپنے گریبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے، پس اگر تم اس کو دیکھتے کہ آپ یہ بتا رہے تھے کہ بخیل اس میں وسعت پیدا کرنا چاہ رہا تھا لیکن اس میں وسعت پیدا نہیں ہوگی۔

حسن کی متابعت ابن طاؤس نے کی ہے از والد خود اور ابو الزناد نے کی ہے از الاعرج دو جبوں میں، اور حنظلہ نے کہا: میں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جُبتان، اور جعفر بن حیان نے کہا از الاعرج جُنتان۔ جُبة کا معنی کوٹ ہے اور جُنة کا معنی: ڈھال ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۲۹۱۷، ۵۲۹۹، ۵۷۹۷، صحیح مسلم: ۱۰۲۱، سنن نسائی: ۲۵۴۸، مسند احمد: ۲۸۱۴)

صحیح البخاری: ۵۷۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''قمیص کا گریبان'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس طرح اپنے گریبان میں اشارہ کرتے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ بن محمد، وہ المسندی ہیں، اور اس حدیث میں مذکور ہے ابو عامر، وہ عبد الملک العقدی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن نافع، وہ المخزومی ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے الحسن، وہ ابن مسلم بن یناق المکی ہیں۔

18
A

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو آدمیوں کے ساتھ دی ہے کہ ان میں سے ہر ایک زرہ پہننے کا ارادہ کرتا ہے، پھر آپ نے مثال دی کہ خرچ کرنے والا ایسی زرہ پہنتا ہے جو اس کے تمام بدن کو ڈھانپ لیتی ہے، اور بخیل ایسی زرہ پہنتا ہے جس میں اس کا ہاتھ گردن اور ہنسلی تک بندھا ہوا ہوتا ہے اور وہ زرہ اس کے اوپر ثقل اور وبال ہو جاتی ہے، اور وہ کشادہ نہیں ہوتی بلکہ تنگ ہوتی رہتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب بھی صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کی انگلیوں کے پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے اور چلنے سے جو اس کے قدموں کے نشان پڑتے ہیں ان کو مٹا دیتی ہے، یعنی وہ زرہ اس قدر لمبی ہو جاتی ہے کہ اس کے چلنے کے نشانات مٹتے جاتے ہیں۔ اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اور سکڑ جاتی ہے اور اس کی ہر کڑی اپنی جگہ پر جم جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی سے اس طرح گریبان کی طرف اشارہ کیا"۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان آپ کے سینہ پر تھا، کیونکہ اگر وہ گریبان آپ کے ہاتھ میں ہوتا تو آپ کے دونوں ہاتھ چھاتیوں اور ہنسلیوں کی طرف محبوس نہ ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتلایا کہ بخیل اپنے کوٹ کو کشادہ کرنا چاہتا ہے تو وہ کشادہ نہیں ہوتا بلکہ اور تنگ ہوتا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۸۔ ۴۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابُ: مَنْ لَبِسَ جُبَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ فِي السَّفَرِ — جس نے تنگ آستینوں والا جبہ (کوٹ) سفر میں پہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے سفر میں تنگ آستینوں والا کوٹ پہنا، کتاب الصلوٰۃ میں اس باب کا عنوان ہے "جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا" اور کتاب الجہاد میں اس باب کا عنوان ہے "سفر اور حرب میں جبہ پہننا"۔

۵۷۹۸۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الضُّحَى قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقٌ قَالَ حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى خُفَّيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوالضحیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مسروق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے، پھر آپ آئے تو میں وضو کا پانی لے کر آپ سے ملا، سو آپ نے وضو کیا اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا، آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا،

18 B

پھر آپ اپنے ہاتھوں کو آستینوں سے نکالنے لگے تو وہ آستینیں تنگ تھیں، تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا، اور ان کو دھویا، پھر سر پر مسح کیا، پھر موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۴۵، سنن نسائی: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۴۹، مسند احمد: ۱۷۶۶۸، موطا امام مالک: ۷۳، سنن داری: ۷۱۳)

صحیح البخاری: ۵۷۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس بن حفص، یہ الدارمی البصری ہیں اور یہ ۲۲۷ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔ اور ابوالضحیٰ کا ذکر ہے، یہ مسلم بن صبیح ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ نے اپنے ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا" اور علی بن السکن کی روایت میں ہے: آپ نے اپنے ہاتھوں کو چھوٹی زرہ کے نیچے سے نکالا۔ (عمدة القاری ج ۲۱ ص ۴۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۱۱۔ بَابُ: لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ — غزوہ میں اون کا جبہ پہننا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اون کے جبہ کو پہننے کا بیان ہے اور غزوہ سے مراد ہے سفر۔ امام مالک سے منقول ہے کہ جس کو اور کوئی جبہ نہ ملے تو اس کے لیے اون کا جبہ پہننے کو میں مکروہ نہیں کہتا اور جس کو کوئی اور جبہ مل جائے تو اس کے لیے میں اون کے جبہ کو مکروہ کہتا ہوں۔ امام مالک اونی جبہ کو اس لیے مکروہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں یہ خطرہ ہے کہ اونی جبہ پہننے والا آدمی زُہد میں مشہور ہو جائے اور شہرت کے نقصانات سے بچنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے، اس لیے خفاء بہتر ہے۔ امام بخاری اونی جبہ پہننے کی حدیث کو ذکر کر کے امام مالک کا رد کر رہے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲۱ ص ۴۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۷۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي سَفَرٍ فَقَالَ أَمَعَكَ مَاءٌ قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ الْإِدَاوَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر از عروہ بن المغیرہ از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ

فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

سواری سے اترے، پھر چلے گئے حتیٰ کہ رات کے اندھیرے میں میری نظر سے غائب ہو گئے، پھر آپ آئے تو میں نے چمڑے کے مشکیزہ سے پانی آپ کے اوپر ڈالا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور ہاتھوں کو دھویا اور آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا تو اس کی آستینوں سے ہاتھوں کا نکالنا مشکل ہوا حتیٰ کہ آپ نے جبہ کے نیچے سے آستینوں کو نکال لیا، پھر اپنی کلائیوں کو دھویا، پھر سر پر مسح کیا، پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا، تو آپ نے فرمایا: رہنے دو، میں نے وضو کر کے موزوں کو پہنا تھا، پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۴۵، سنن نسائی: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۴۹، مسند احمد: ۱۷۶۶۸، موطا امام مالک: ۷۳، سنن دارمی: ۷۱۳)

صحیح البخاری: ۵۷۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اونی جبہ کو پہننا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونی جبہ پہنا ہوا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، ان کا نام ہے الفضل بن دکین۔ اور زکریا کا ذکر ہے، یہ ابن ابی زائدہ ہیں۔ اور عامر کا ذکر ہے، یہ شعبی ہیں۔ اور عروہ بن المغیرہ کا ذکر ہے جو اپنے والد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں باب "اذا دخل رجليه وهما طاهرتان" میں گزر چکی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جب پیروں کو دھو کر موزے پہنے ہوں تو بعد میں وضو کے وقت پیروں کو دھونا ضروری نہیں ہے بلکہ پیروں پر مسح کر لیا جائے تو یہ کافی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲- بَابُ: الْقَبَاءِ وَفَرُّوجِ حَرِيرٍ وَهُوَ الْقَبَاءُ وَيُقَالُ هُوَ الَّذِي لَهُ شَقٌّ مِنْ خَلْفِهِ

اچکن، اور ریشم کے اچکن اور یہ وہ اچکن ہے جس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قباء کا ذکر ہے، اور فروج بھی قباء ہے لیکن اس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج

دونوں وہ کپڑا ہے جس کی آستینیں تنگ ہوتی ہیں اور درمیان میں اس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے، اس کو سفر میں اور جنگ میں پہنا جاتا ہے کیونکہ اس کو پہن کر حرکت کرنا آسان ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: قباء عجمیوں کا لباس ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: قباء کا معنی اردو میں اچکن یا شیروانی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۸۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اچکنیں تقسیم کیں اور (حضرت) مخرمہ کو کوئی چیز نہیں دی، تو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بیٹے! رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، پس میں ان کے ساتھ گیا، پھر انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو میرے لیے بلاؤ، تو انہوں نے کہا: پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے لیے بلایا، پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور آپ کے پاس ان اچکنوں میں سے ایک اچکن تھی، آپ نے فرمایا: یہ میں نے تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی، تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت مخرمہ نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہا: مخرمہ راضی ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۹، ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۱۸، سنن نسائی: ۵۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۸، مسند احمد: ۱۸۴۴۸)

صحیح البخاری: ۵۸۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ملیکہ، ان کا نام عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، یہ دونوں صحابی ہیں۔ حضرت مخرمہ بن نوفل الزہری قریش کے رؤسا میں سے تھے اور حسب ونسب کے عارفین میں سے تھے، ان کا اسلام لانا فتح مکہ تک مؤخر تھا اور یہ غزوۂ حنین میں حاضر ہوئے اور حنین کے مالِ غنیمت میں سے ان کو مؤلفۃ القلوب کے ساتھ حصہ دیا گیا، حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ایک سو پندرہ (۱۱۵) سال تھی، اس کا ذکر محمد بن سعد نے کیا ہے۔

یہ حدیث کتاب الہبہ میں گزر چکی ہے اور کتاب الشہادات اور کتاب الخمس میں بھی یہ حدیث گزری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت مخرمہ نے حضرت مسور (رضی اللہ عنہما) سے کہا کہ تم داخل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ''۔ حاتم بن وردان کی روایت میں ہے کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے والد دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے باتیں کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز کو پہچان لیا۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر آئے تھے اور اسی وقت حضرت مسور رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے اور آپ کے اوپر ان اچکنوں میں سے ایک اچکن تھی''۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ اچکن ریشم کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ریشم کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ آپ باہر آئے اور اپنے ہاتھوں پر اس اچکن کو پھیلایا۔ اور حاتم کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے اور آپ کے ساتھ وہ اچکن تھی اور آپ اس کے محاسن ان کو دکھا رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''مخرمہ راضی ہو گیا''۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اپنے اصحاب کی تالیف قلب کرنی چاہیے اور جس شخص کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو، وہ چیز اس کی طرف منتقل کر دی جائے تو یہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۱۔ ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ ثُمَّ قَالَ لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ عَنِ اللَّيْثِ وَقَالَ غَيْرُهُ فَرُّوجٌ حَرِيرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی فروج ہدیہ کی گئیں، آپ نے اس کو پہنا، پھر اس میں نماز پڑھائی، پھر آپ واپس مڑے اور آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا جیسے اس کو ناپسند کر رہے ہوں، پھر آپ نے فرمایا: متقین کو یہ پہننی نہیں چاہیے۔ قتیبہ بن سعید کی متابعت عبداللہ بن یوسف نے کی ہے از لیث، اور دوسروں نے کہا: فروج حریر۔ (یعنی یہ موصوف صفت ہیں)۔

(صحیح البخاری: ۳۷۵، ۵۸۰۱، صحیح مسلم: ۲۰۷۵، سنن نسائی: ۷۷۰، مسند احمد: ۱۶۸۹۲)

صحیح البخاری: ۵۸۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے قباء یعنی شیروانی، اور اس حدیث میں فروج حریر کا ذکر ہے اور فروج کا معنی بھی شیروانی ہے، یعنی ریشم کی شیروانی، تو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی حبیب کا ذکر ہے، ان کا نام سوید المصری ہے۔ اور ابوالخیر کا ذکر ہے، ان کا نام مرثد بن عبد اللہ الیزنی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فروج حریر'' التوضیح میں مذکور ہے کہ ابن فارس نے کہا: یہ چھوٹی قمیص ہے، اور کہا: یہی شیروانی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''نزعا شدیدا'' یعنی آپ نے اپنی معروف عادت کے خلاف اس کو بہت سختی سے اتارا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اسی وقت ریشم کی تحریم نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''متقین کو یہ نہیں پہننی چاہیے''۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اشارہ ریشم کی طرف ہو، کیونکہ ریشم کی حرمت اسی وقت نازل ہوئی تھی۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ممکن ہے آپ نے اس کو اس وجہ سے سختی سے اتارا ہو کہ یہ خالص ریشم کی بنی ہوئی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس کو اس لیے سختی سے اتارا ہو کہ یہ عجمیوں کا لباس ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: متقین سے مراد مومنین ہیں، کیونکہ مومنین ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اپنے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۲۔ ۴۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: اَلْبَرَانِسِ — ٹوپیوں کا بیان

اس باب میں ٹوپیوں کے پہننے کا ذکر ہے، اور برانس، برنس کی جمع ہے اور اس کا معنی: ٹوپی ہے۔

۵۸۰۲۔ وَقَالَ لِی مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِی قَالَ رَأَیْتُ عَلَی أَنَسٍ بُرْنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: اور مجھ سے مسدد نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ایک زرد رنگ کی ٹوپی دیکھی جو ریشم سے بنی ہوئی تھی۔

صحیح البخاری: ۵۸۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مسدد کا ذکر ہے اور وہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور گویا کہ امام بخاری نے اپنے شیخ سے اس حدیث کو

مذاکرہ کے دوران حاصل کیا، لیکن یہ حدیث موصول ہے۔
اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''قال لی'' یعنی مسدد نے مجھ سے کہا: اور النسفی کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔ پھر یہ تعلیق ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اوپر ریشم کی ٹوپی دیکھی، اور مؤتمر جو کہ الحاج کے بھائی ہیں، اس کو اپنے والد سلیمان التیمی سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''برنس'' عبداللہ بن ابی بکر نے ذکر کیا ہے کہ ہر قاری کے پاس ایک ٹوپی ہوتی تھی۔ امام مالک سے اس ٹوپی کو پہننے کے متعلق سوال کیا گیا: کیا آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں؟ کیونکہ یہ نصاریٰ کا لباس ہے، تو امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اب بھی لوگ اس کو پہنتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''من خز'' خز کا معنی ''موٹا ریشم'' ہے اور اس کی اصل خرگوش کی اون سے ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: ''الخز'' وہ ہے جو ریشم اور اون سے بنایا گیا ہو۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ یہ ریشم ہے، جس کے ساتھ اون مخلوط ہوتا ہے۔ ابن العربی نے کہا ہے: متقدمین کی ایک جماعت نے خز کو پہنا ہے اور دوسروں نے اس کو مکروہ کہا ہے، پس جنہوں نے خز کو پہنا ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں، حضرت ابن عباس ہیں، حضرت ابوقتادہ ہیں، حضرت ابن ابی اوفیٰ ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں، حضرت انس ہیں، اور حضرت ابوسعید الخدری ہیں، اور حضرت عائشہ ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں سے ابن ابی لیلیٰ، شریح، شعبی، عروہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عمر بن عبدالعزیز ہیں، عمر بن عبدالعزیز نے اپنی حکومت کے ایام میں خز کو پہنا۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یہ اضافہ کیا ہے: القاسم بن محمد، عبید اللہ بن عبداللہ، الحسین بن علی، قاسم بن ابی حازم، شبیر بن عذرہ، ابوعبید بن عبداللہ، محمد بن علی بن حسین، علی بن حسین، السعید بن المسیب، علی بن زید، ابن عون ہیں۔
اور خیثمہ سے روایت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیرہ اصحاب خز کو پہنتے تھے۔ اور ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک سے مروی ہے: مجھے خز کا پہننا پسند نہیں ہے اور نہ میں اس کو حرام کہتا ہوں۔
علامہ الابہری نے کہا ہے: امام مالک نے خز کا لباس پہننے کو اسراف کی وجہ سے مکروہ کہا ہے اور اس کو خز کا لباس ہونے کی وجہ سے مکروہ نہیں کہا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سالم اور حسن اور محمد اور ابن جبیر نے خز کے پہننے کو مکروہ کہا ہے۔
اور امام ابوداؤد نے عبداللہ بن سعید کی اپنے والد سے روایت ذکر کی ہے کہ میں نے بخارا میں ایک مرد کو دیکھا وہ خچر پر سوار تھا اور اس نے خز کا سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا، پس انہوں نے کہا کہ مجھے یہ عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنایا ہے۔ امام نسائی نے کہا: بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ مرد عبداللہ بن حازم السلمی تھے جو خراسان کے امیر تھے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے: میری یہ رائے نہیں ہے کہ انہوں نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ذہبی نے تجرید الصحابہ میں عبداللہ بن حازم بن اسماء بنت الصلت کا ذکر کیا ہے اور ابوصالح السلمی خراسان کے امیر ہیں اور مشہور بہادر ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یہ صحابی ہیں اور انہوں نے بہت ساری جنگوں میں حصہ لیا، ہم نے اس کا ذکر التاریخ الکامل میں کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۳-۵۴،

دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرْسُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محرم کپڑوں میں سے کیا پہنے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور نہ عمامے پہنو، نہ شلواریں پہنو، نہ ٹوپیاں پہنو، نہ موزے پہنو، مگر یہ کہ کسی شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور نہ وہ کپڑا پہنو جس کو زعفران نے چھوا ہو یا ورس (ایک قسم کی جڑی بوٹی جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) نے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۱۶/۷، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں اس شخص کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے، جس کو جوتے نہ ملیں، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے، اس کے برخلاف امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ محرم ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹے بغیر بھی ان کو پہن سکتا ہے، ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں، وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۰، صحیح مسلم: ۱۱۷۸، الرقم المسلسل: ۲۷۴۸، سنن ترمذی: ۸۳۴، سنن نسائی: ۲۶۷۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جوتے نہ ملیں، وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن لے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۹، الرقم المسلسل: ۲۷۵۱)

چونکہ ان احادیث میں موزوں کو کاٹنے کی شرط نہیں ہے، اس لیے امام احمد نے کہا ہے کہ موزوں کو کاٹے بغیر بھی پہننا جائز ہے، اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی جس حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے، وہ ان احادیث سے منسوخ ہے

اوران کا زعم یہ ہے کہ موزوں کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے۔
امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹے بغیر ان کا پہننا جائز نہیں ہے، اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی احادیث جو مطلق ہیں، ان کو ان احادیث پر محمول کرنا واجب ہے، جن میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے اور ثقہ راوی کی حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں، ان کو قبول کرلیا جاتا ہے، اوران کا موزوں کے کاٹنے کو مال کا ضائع کرنا قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جو کام کیا جائے، اس کو تضییع مال کہنا جائز نہیں ہے۔
امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جس نے ضرورت کی بناء پر موزے پہنے، اس پر فدیہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر اس پر فدیہ واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتادیتے، اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اس پر فدیہ واجب ہے، جیسے اس محرم پر فدیہ واجب ہوتا ہے جو سر میں جوؤں کے عذر کی وجہ سے سر منڈائے۔
حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن سکتا ہے، امام شافعی اور جمہور کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ عذر کی حالت میں محرم شلوار پہن سکتا ہے۔
(شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۱۷۲-۳۱۷۶، ملخصا، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)
علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن سکتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کو فدیہ دینا ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۸)
(نعمۃ الباری ج ۱۱ ص ۵۰۱-۵۰۲، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۳۰ھ)

۱۴- باب: السَّرَاوِيلِ — شلوار کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں شلوار کا ذکر کیا جائے گا، علامہ الجوہری نے کہا ہے "سراویل" کا لفظ معروف ہے، یہ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی، اوراس کی جمع السراویلات ہیں۔
ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سب سے پہلے شلوار کو پہنا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس حدیث کی ابونعیم الاصبہانی نے روایت کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ پس جب کہ انہوں نے لباس کی اس قسم (یعنی شلوار) کو بنایا جو باقی لباسوں کی بہ نسبت زیادہ شرمگاہ کو چھپانے والی ہے، تو ان کو یہ جزا دی گئی کہ سب سے پہلے قیامت کے دن ان کو لباس پہنایا جائے گا۔
اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شلوار پہننا مستحب ہے۔

نیز امام ترمذی نے روایت کی ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا، اس دن موسیٰ علیہ السلام کے اوپر ایک اونی چادر تھی اور ایک اونی ٹوپی تھی، اور اونی جبہ تھا اور اونی شلوار تھی، اور ان کی جوتیاں مردہ گدھے کے چمڑوں کی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۴۔۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شلوار پہننے کے متعلق احادیث

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اہلِ کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم شلوار پہنو اور تہبند باندھو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۴)

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں کہ یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار کو خریدا۔ حضرت مالک بن عمیر الاسدی بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کے ہجرت کرنے سے پہلے آیا تو آپ نے مجھ سے شلوار خریدی اور مجھے اس کی قیمت زیادہ دی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شلوار خریدنے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس کی قیمت کا وزن کرو اور زیادہ دینا، میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ شلوار پہنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! سفر میں، حضر میں اور رات میں اور دن میں، کیونکہ مجھے شرمگاہ کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور شلوار سے زیادہ میں نے کوئی چھپانے والا کپڑا نہیں پایا۔

(المعجم الاوسط ج ۶ ص ۳۴۹، حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے یوسف بن زیاد بصری اور وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۲)

امام ابونُعیم نے حضرت مالک بن العتاہیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو نمازی شلوار پہن کے نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے زمین استغفار کرتی ہے۔ (معرفۃ الصحابہ: ۲۰۸۹، ج ۵ ص ۲۴۶۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۶۱۹۔۶۲۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں شلوار سے متعلق کوئی حدیث اپنی شرط کے مطابق ذکر نہیں کی، اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار کا ایک پائنچہ سوید بن قیس سے خریدا، اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور امام احمد نے مالک بن عُمیرہ الاسدی سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ آیا تو آپ نے مجھ سے شلوار خریدی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو فضول اور عبث نہیں خریدتے تھے، اگرچہ آپ کا غالب پہناوا تہبند تھا۔ اور امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بازار میں داخل ہوا، پس آپ

بزاز کی طرف بیٹھے، پھر آپ نے چار درہم میں شلوار خریدی۔ الحدیث۔۔۔اور اس میں ہے: میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ شلوار پہنیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! سفر میں، حضر میں، رات میں اور دن میں، کیونکہ مجھے شرمگاہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس بن زیاد البصری ہے، وہ ضعیف راوی ہے۔ اور ابن القیم نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار خریدی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ آپ نے شلوار کو پہننے کے لیے خریدا۔ پھر انہوں نے کہا کہ حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار پہنی ہے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کی اجازت سے شلوار پہنتے تھے۔

اور امام غزالی نے الاحیاء میں ذکر کیا ہے کہ شلوار کی قیمت تین درہم تھی اور جو پہلے گزرا ہے، وہ یہ ہے کہ چار درہم تھی، وہ روایت اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۸۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس کو تہبند نہ ملے، پس وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۰، ۱۸۱۲، ۱۸۴۱، ۱۸۴۳، ۵۸۰۴، ۵۸۵۳، صحیح مسلم: ۱۱۷۸، سنن ترمذی: ۸۳۴، سنن نسائی: ۲۶۷۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱، مسند احمد: ۲۵۲۲، سنن داری: ۱۷۹۹)

صحیح البخاری: ۵۸۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''شلوار کا بیان'' اور اس حدیث میں ذکر ہے ''جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے''۔ اس میں اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، یہ ابن دینار ہیں۔ اور جابر بن زید کا ذکر ہے، یہ ابوشعثاء الازدی الجوفی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ إِذَا أَحْرَمْنَا قَالَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَالسَّرَاوِيلَ وَالْعَمَائِمَ وَالْبَرَانِسَ وَالْخِفَافَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد کھڑا ہوا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم احرام باندھیں تو آپ ہمیں کس چیز کے پہننے کا

أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ۔

حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلوار نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور ٹوپیاں نہ پہنو، اور موزے نہ پہنو، مگر یہ کہ کسی مرد کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔ اور کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران نے چھوا ہو یا ورس (ایک قسم کی جڑی بوٹی جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) نے چھوا ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

اس حدیث کی شرح کتاب الحج میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: الْعَمَائِمِ — عماموں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عمائم کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸، رقم الحدیث: ۲۴۹۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن مجھے سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھے پر ڈال دیا اور آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین کے دن میری فرشتوں کے ساتھ مدد کی تھی جو اس طرح کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان عمامہ آڑ (فرق) ہے۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۸۱۰، سنن بیہقی، ج ۱۰ ص ۱۴، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۹۰، مسند ابو داؤد الطیالسی ج ۱ ص ۱۳۰۔۱۳۱)

حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ خیبر کے دن بھیجا اور ان کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ ان کے پیچھے اور بائیں کندھے کے ساتھ ڈال دیا۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے اوپر عمامہ تھا جو تیل سے چکنا تھا۔
(شمائل ترمذی: ۱۱۹)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ (ہمارے) عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ (سنن ابو داؤد: ۴۰۷۸، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۸)

فائدہ:

احادیث موضوعہ میں ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا ان ستر نمازوں سے افضل ہے جو بغیر عمامہ کے پڑھی جائیں۔ (التوضیح

لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۲۱۔ ۶۲۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت عمرو بن حریث سے روایت کی ہے: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا اور آپ نے اس کی ایک طرف دو کندھوں کے درمیان ڈالی ہوئی تھی۔

امام طبرانی اور امام ترمذی نے علل المفرد میں از حضرت ابوالملیح بن اسامہ از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ باندھا کرو تمہارے وقار میں اضافہ ہوگا۔

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق عمامے ہیں۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔ اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور القاسم اور سالم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۱ دار المعرفہ بیروت)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں عمائم کا ذکر کیا جائے گا، عمائم، عمامۃ کی جمع ہے، عممتہٗ کا معنی ہے: میں نے اس کو عمامہ پہنایا۔ اور عمائم عرب کا تاج ہے۔ امام بخاری نے اس باب میں عمامہ کے امور سے متعلق کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا، پس گویا کہ امام بخاری کے نزدیک عمامہ کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

امام ابن عاصم نے کتاب الجہاد میں یہ حدیث ذکر کی ہے: ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، پس کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا عمامہ سنت ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور تم اپنے کپڑے لٹکاؤ اور اپنے ہتھیار پہنو، سوانہوں نے ایسا کیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کپڑوں کو کھینچ لیا جس کو انہوں نے لٹکایا تھا، پھر آپ نے ان کو عمامہ باندھا اور ان کے پیچھے اس کے شملہ کو لٹکایا۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از الحسن بن علی روایت کی ہے کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی از رشد از ابن عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو سیاہ سوتی عمامہ باندھا اور ان کے سامنے اس کا شملہ لٹکایا۔

اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عوف کو سیاہ سوتی عمامہ باندھا اور ان کے پیچھے چار انگشت کے برابر اس کا شملہ لٹکایا۔

امام ابوداؤد نے حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور

آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا، آپ نے اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اپنے عمامہ کے شملہ کو دو کندھوں کے درمیان لٹکاتے، نافع نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ قاسم اور سالم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو سامنے اور پیچھے لٹکاتے، اس حدیث کی سند میں الحجاج بن یوسف ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

ابوعبیدہ الحمصی نے از عبداللہ بن بشر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خیبر کے دن بھیجا اور ان کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ ان کے پیچھے رکھا اور بائیں کندھے کی طرف رکھا۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب شملہ سامنے ڈالا جائے جیسا کہ صوفیاء کی ایک جماعت اور اہلِ علم کی ایک جماعت کرتی ہے تو کیا اس میں مشروع ہے کہ بائیں جانب شملہ کو ڈالا جائے جیسا کہ اب بھی اسی طرح رواج ہے یا اس کو دائیں جانب رکھا جائے دائیں جانب کے شرف کی وجہ سے۔ اور میں نے کوئی حدیث نہیں دیکھی جو دائیں جانب کی تعیین پر دلالت کرتی ہو، سوائے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے، لیکن وہ ضعیف ہے۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں از جمیع بن ثوب از ابی سفیان از حضرت ابوامامہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو والی نہیں بناتے تھے حتیٰ کہ اس کے اوپر عمامہ باندھتے اور اس کا شملہ دائیں جانب کان کی طرف ڈالتے۔ اور جمیع بن ثوب ضعیف راوی ہے۔

ہمارے شیخ نے کہا ہے: اس حدیث کے ثبوت کی تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ شملہ دائیں جانب ڈالتے ہوں پھر اس کو بائیں جانب ڈال دیتے ہوں جیسا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں مگر یہ امامیہ کا شعار ہے۔

امام ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالاعلیٰ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرخم کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو عمامہ باندھا اور عمامہ کا شملہ ان کے پیچھے رکھا، پھر فرمایا: اسی طرح عمامہ باندھا کرو، کیونکہ عمائم اسلام کی علامت ہیں اور یہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۵۔ ۴۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُمَا فَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: محرم قمیص نہ پہنے، اور نہ عمامہ پہنے، اور نہ شلوار پہنے اور نہ ٹوپی پہنے، اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو زعفران نے چھوا ہو، اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو ورس نے چھوا ہو، اور نہ موزے پہنے، مگر وہ شخص جو

جوتے نہ پائے، پس اگر وہ جوتے نہ پائے تو موزے پہنے مگران کو
ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

عمامہ کے رنگ کا بیان

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ کے ہو جاتے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ کا خضاب کیوں لگاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کو کوئی چیز اس رنگ سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور آپ اپنے کپڑوں کو بھی زرد رنگ سے رنگتے تھے حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۴، سنن نسائی: ۵۱۰۰)

اس سے پہلے سیاہ رنگ کے عمامہ کے متعلق بہ کثرت احادیث گزر چکی ہیں۔ اور اس حدیث میں زرد رنگ کے عمامہ کا بھی ثبوت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کا حُلّہ پہنا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ، از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا، وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا، پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا، انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ حُلّہ پہنے ہوئے نکلے، آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا، آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مویشی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۷۶)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط القامت تھے اور آپ کے دو کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا، اور آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے، اور میں نے آپ کو سرخ حلہ پہنے ہوئے دیکھا اور میں نے اس سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳)

اور سفید رنگ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو، یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور اسی رنگ کے کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد: ۴۰۶۱، سنن ترمذی: ۹۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۶۶)

اور سبز رنگ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابورمثہ بیان کرتے ہیں، میں اپنے والد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے آپ کے اوپر دو سبز چادریں

دیکھیں۔(سنن ابوداؤد:۴۰۶۵،سنن نسائی:۱۵۷۱)

تاہم عمامہ کے متعلق خصوصیت سے حدیث میں سیاہ رنگ کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد کی روایت میں زرد رنگ کا بھی ذکر ہے۔ اور دوسرے رنگ کے لباس بھی آپ نے پہنے ہیں، جن میں سفید، سرخ اور سبز رنگ شامل ہیں۔ تاہم خصوصیت سے سفید رنگ کے عمامہ یا سرخ رنگ کے عمامہ یا سبز رنگ کے عمامہ کے متعلق حدیث ہماری نظر سے نہیں گزری۔ تاہم ان رنگوں کے عمامہ کو پہننا بھی جائز ہے، لیکن جب تک کسی حدیث سے یہ ثابت نہ ہو کہ آپ نے ان رنگوں کا عمامہ باندھا ہے، اس رنگ کے عمامہ کو سنت کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

۱۶۔ بَابُ: التَّقَنُّعِ

سر اور چہرہ کے اکثر حصہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ کے اوپر ایک سیاہ پٹی تھی۔

وَقَالَ أَنَسٌ: عَصَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے اوپر چادر کا ایک کونا باندھا ہوا تھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق ذکر کی ہے، یہ مناقبِ انصار میں مذکور حدیث کی ایک طرف ہے، وہ حدیث اس طرح ہے کہ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے اپنے کندھے کے اوپر ایک چادر لپیٹی ہوئی تھی اور آپ کے اوپر سیاہ پٹی تھی۔ الحدیث

اس حدیث میں ''دسماء'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: جو صاف ستھری نہ ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پٹی کی یہ صفت بیان کرنا کہ وہ صاف نہیں تھی، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کمی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: دسماء سے مراد ہے: وہ سیاہ پٹی تھی۔ اور ابن الاثیر نے وثوق سے کہا ہے کہ دسماء کا معنی سیاہ ہے۔

توضیح میں مذکور ہے کہ مرد کے لیے ضرورت کے وقت اپنے سر اور چہرہ کو ڈھانپنا مباح ہے۔ ابن وہب نے کہا: میں نے امام مالک سے دریافت کیا کہ کپڑے سے تقنع کرنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جو مرد گرمی یا سردی محسوس کرتا ہو یا کوئی اور ایسی بات محسوس کرتا ہو جس میں سر ڈھانپنے کا عذر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اور علامہ الابہری نے کہا: جب کسی نے نقصان سے بچنے کے لیے سر کو ڈھانپا تو یہ مباح ہے اور اس کے علاوہ مکروہ ہے، کیونکہ یہ ان لوگوں کا فعل ہے جن پر کوئی تہمت ہوتی ہے، اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص ایسا کام کرے جس سے اس کے اوپر تہمت کا گمان کیا جائے۔

اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو تعلیق ذکر کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے اوپر چادر کے ایک کونے سے پٹی باندھی، اس پر اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے جو سر پر پٹی باندھی تھی اس کو تقنع کے تحت داخل کرنا

صحیح نہیں ہے، کیونکہ تقنّع کا معنی ہے: سر کو ڈھانپنا اور ''عصابة'' کا معنی ہے: کسی پھٹے ہوئے کپڑے کو سر کے گرد لپیٹنا۔
اس کا جواب یہ ہے: عصابة کا معنی مطلقاً سر کو کسی پھٹے ہوئے کپڑے کو باندھنا ہے، اور یہ تقنّع کے منافی نہیں ہے۔

19 A.

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۷۔ ۴۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ هَاجَرَ نَاسٌ إِلَى الْحَبَشَةِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَوَ تَرْجُوهُ بِأَبِي أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لِصُحْبَتِهِ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَيْنَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِنَا فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَقَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِدًا لَكَ أَبِي وَأُمِّي وَاللهِ إِنْ جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ حِينَ دَخَلَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ قَالَ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ فَالصُّحْبَةُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِالثَّمَنِ قَالَتْ فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَضَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا فَأَوْكَأَتْ بِهِ الْجِرَابَ وَلِذَلِكَ كَانَتْ تُسَمَّى ذَاتَ النِّطَاقِ ثُمَّ لَحِقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ ثَوْرٌ فَمَكَثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بعض مسلمان مرد حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کرنے کی تیاری کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ٹھہرو، کیونکہ مجھے امید ہے مجھے بھی (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! کیا آپ کو ہجرت کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت اور رفاقت کے حصول کے لیے روک لیا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں، ان کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے، عُروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس ایک دن دوپہر کے وقت ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو سر پر کپڑا اڈالے ہوئے اس وقت آ رہے ہیں اور آپ اس وقت ہمارے پاس آیا نہیں کرتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں، اور اللہ کی قسم! اس وقت جو آپ تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی کام ہوگا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے، آپ نے اجازت طلب کی، آپ کو اجازت دی گئی، پھر آپ داخل ہوئے، پس جب آپ داخل ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو نکال لو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر میرا باپ فدا ہو، وہ سب آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس بے شک مجھے یہاں سے نکلنے کی

شَابٌ لَقِنٌ ثَقِفٌ فَيَرْحَلُ مِنْ عِنْدِهِمَا سَحَرًا فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذَلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعَى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلِهِمَا حَتَّى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۸۳، مسند احمد: ۲۵۰۹۸)

اجازت دے دی گئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں تو کیا میں آپ کا مصاحب ہوں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرا باپ فدا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیمت کے ساتھ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ہم نے ان کے لیے سامانِ سفر بہت جلد تیار کیا اور ایک تھیلے میں ان کے لیے ناشتہ رکھا، پس حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے اس تھیلے کے منہ کو باندھ دیا، اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین (دو کمر بند والی) کہا جاتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہوئے جس کو ثور کہا جاتا ہے۔ پھر اس غار میں تین راتیں رہے، ان دونوں کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن ابوبکر رہے، وہ نوجوان لڑکے تھے اور ذہین اور سمجھدار تھے، وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے نکل آتے اور قریش کے پاس مکہ میں اس طرح صبح کرتے جیسا کہ رات مکہ میں رہے ہوں، پھر وہ جو بھی ایسی بات سنتے جس میں ان دونوں کے خلاف کوئی مکر یا سازش کی گئی ہو، اس کو یاد رکھتے اور پھر جب رات کا اندھیرا پھیل جاتا تو وہ ان دونوں کو اس کی خبر پہنچا دیتے، اور عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہاں پر ان بکریوں کو چراتے تھے جن کو دودھ کے عطیہ کے لیے ہبہ کیا گیا تھا۔ پس وہ ان بکریوں کو ان کے پاس لاتے جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا۔ پس آپ دونوں ان بکریوں کے دودھ پر رات گزارتے حتیٰ کہ صبح کو منہ اندھیرے عامر بن فہیرہ ان بکریوں کو لے جاتے، اور ان تین راتوں میں سے ہر رات کو عامر بن فہیرہ اسی طرح کرتے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۸۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''تقنع'' یعنی سر پر کپڑا رکھ کر سر کو چھپانا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر کپڑا ڈالے ہماری طرف آ رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، اور وہ ابن یوسف ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے معمر، وہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''راحلتین'' یہ ''راحلة'' کا تثنیہ ہے، اور یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سفر کرنے اور بوجھ اٹھانے کی قوت رکھتا ہو، اور اس میں مذکر اور مونث برابر ہیں۔ اور راحلة میں تاء مبالغہ کے لیے ہے، یعنی جس اونٹ کو اس کی خوبصورتی اور اس کی جسمانی قوت کے مکمل ہونے کے اعتبار سے اختیار کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الصحبة'' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی رفاقت کو اختیار کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبه سمیت اسماء ذات النطاقین'' یعنی اسی وجہ سے حضرت اسماء کو ذات النطاقین (یعنی دو کمر بند والی) کہا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر لیے تھے، ایک ٹکڑے سے ناشتہ دان کو باندھ لیا تھا اور ایک ٹکڑے سے اپنی کمر کو باندھ لیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لقن'' اس کا معنی ہے ''سریع الفهم'' یعنی بہت ذہین۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ثقف'' اس کا معنی ہے: بہت سمجھدار اور ماہر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''منحة'' اس کا معنی ہے: وہ بکری جو تم دوسرے شخص کو دو تا کہ وہ اس کا دودھ پیئے پھر تمہیں واپس کر دے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فی رسلها'' یعنی اس کا دودھ۔ (عمدة القاری ج ۲۱ ص ۴۵۹۔ ۴۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۰۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار میں چھپنے کے فوائد

(۱) جب مشرکین نے اللہ کے نبی کے ساتھ مکر اور سازش کا ارادہ کیا اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے غارِ ثور میں چھپ گئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۚ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تا کہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کریں، وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے

بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے O

یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو تلاش کرنا چھوڑ دیا، پھر آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تا کہ یہ آپ کی امت کے لیے سنت ہو جائے، ورنہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ ان کفار کو اللہ تعالیٰ اندھا کر دے یا ان کو زمین میں دھنسا دے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان تھا۔

اسی طرح اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں: جو شخص خوف کے وقت اپنے گھر میں چھپ گیا یا کسی قلعہ میں چلا گیا تو وہ توکل سے بری ہو گیا، کیونکہ نقصان اور نفع اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں داخل ہونے کا حکم دیا اور مخلوق کے شر سے چھپنے کا حکم دیا حالانکہ آپ سید المتوکلین ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا کہنا بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا: جو اللہ کے سوا کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شارع علیہ السلام سے کہا: اگر ان میں سے کسی ایک نے قدم اٹھایا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، پس ان دونوں کو ضرر ہوگا اور اس کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبہ:۴۰)

اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا، درآں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، سو اللہ نے ان پر طمانیت قلب نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے، اور اللہ بہت غلبہ والا، بڑی حکمت والا ہے O

سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو فضیلت اور کرامت عطا فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بلند درجہ تھا، کیونکہ آپ نے تمام امت میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سفرِ ہجرت کے لیے پسند فرمایا اور اپنا رازدار بنایا، اور جس سفر کو آپ نے تمام صحابہ سے مخفی رکھا تھا، اس سفر کا حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر منکشف کر دیا، کیونکہ جو ایام آپ نے غار میں گزارے، ان ایام میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد اور ان کے آزاد شدہ غلام اور ان کے نوکر ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے واقف تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خاص رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو اس فضیلت میں شریک نہیں کیا، پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قدر اور منزلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی امان اور امانت کے لیے اختیار کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا سبب

اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے لقب کے مستحق تھے، کیونکہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کے لیے اپنے آپ کو روک کے رکھا، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت دی جائے گی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے صدق کی طرف رغبت کی اور سفرِ ہجرت کی تیاری کی اور دو اونٹنیوں کو اس سفر کے لیے تیار کیا اور سفرِ ہجرت کے لیے اپنے مال کو خرچ کیا جیسا کہ اس سفر میں انہوں نے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالا تھا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر سے بڑھ کر مجھ پر اپنی جان اور مال سے احسان کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے راز کی حفاظت کرے اور کسی کو اس پر مطلع نہ کرے سوا ان کے جن کو اس پر کامل اعتماد ہو، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو یہاں سے نکال لو تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تنہائی میں ہجرت کی خبر دیں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آپ کے اہل ہیں اور ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر شفقت ایسے ہے جیسے اپنے اہل پر شفقت ہوتی ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی اس راز پر مطلع کر دیا اور آپ نے بتایا کہ آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلدی سے کہا کہ اس سفر میں، میں آپ کا رفیق ہوں اور یہ اس سے بہت بلیغ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ وفا کرنے والے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۶۳۲۔ ۶۳۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ یہ آپ کے اہل ہیں اس لیے تھا کہ ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں اور بیوی کے گھر والے بھی اہل ہی کے مثل ہوتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ) واللہ اعلم بالصواب

۱۷۔ بَابُ: الْمِغْفَرِ   خود (لوہے کی ٹوپی) کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''المِغفَر'' یعنی خود کا بیان کیا جائے گا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ایک قسم کی لوہے کی زِرہ ہے جو سر کے سائز کے مطابق تیار کی جاتی ہے اور اس کو سر کی حفاظت کے لیے ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: الاصمعی سے اسی طرح منقول ہے، اور علامہ الداؤدی نے کہا ہے: یہ ایسی زِرہ ہے جس سے سر اور کندھوں کو ڈھانپا جاتا ہے، اور علامہ ابن بطال نے کہا: المغفر لوہے کی ٹوپی ہے اور یہ جنگ کے آلات میں سے ہے۔ اور علامہ ابن الاثیر نے کہا: المِغفَر وہ زرہ ہے جس کو سر کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ یہ جالی دار بُنی ہوئی زِرہ ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ

۵۸۰۸۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے

مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ۔

حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتحِ مکہ کے سال داخل ہوئے اور آپ کے سر کے اوپر خود تھا۔

(صحیح البخاری:۱۸۴۶، ۳۰۴۴، ۴۲۸۶، ۵۸۰۸، صحیح مسلم:۱۳۵۷، سنن ترمذی:۱۶۹۳، سنن نسائی:۲۸۶۷، سنن ابوداؤد:۲۶۸۵، سنن ابن ماجہ:۲۸۰۵، مسند احمد:۱۲۵۲۱، موطا امام مالک:۹۶۴، سنن دارمی:۱۹۳۸)

صحیح البخاری:۵۸۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔

مکہ میں دخول کے وقت خود اور عمامہ پہننے کی حدیثوں کے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا۔ سو ان دو حدیثوں میں تعارض ہے۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیک وقت خود بھی پہنا ہوا ہو اور عمامہ بھی پہنا ہوا ہو۔ گویا کہ پہلے آپ نے عمامہ پہنا، پھر اس کے اوپر خود پہن لیا یا خود نیچے تھا اور اس کے اوپر عمامہ پہن لیا یا ہم یہ کہتے ہیں کہ جب آپ پہلے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا، پھر آپ نے اس کو اتار دیا اور سیاہ عمامہ پہن لیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا اور آپ نے خطبہ اس وقت دیا تھا جب آپ کعبہ میں داخل ہونے کے بعد کعبہ کے دروازے کے پاس تھے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن خود اس وقت پہنا ہوا تھا جب آپ برسرِ قتال تھے اور آپ محرم نہیں تھے۔ بخاری کی یہ حدیث امام مالک کی ان منفرد احادیث میں سے ہے جو انہوں نے زہری سے روایت کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ جب فتحِ مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر کے اوپر سیاہ عمامہ تھا، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور آپ کے اوپر خود نہیں تھا، لیکن امام نسائی نے زہری سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ کے سر پر خود تھا۔ پھر ان دو حدیثوں میں اسی طرح تطبیق دی گئی ہے جس طرح ہم نے ابھی تطبیق دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۸۔ بَابٌ: الْبُرُودِ وَالْحِبَرَةِ وَالشَّمْلَةِ

چادروں اور یمنی چادروں کا بیان

وَقَالَ خَبَّابٌ شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی اور اس وقت آپ اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

البرود، الحِبَرَۃ اور الشملۃ کے معانی

اس باب میں البرود کا ذکر کیا جائے گا اور بُرود، بُردۃ کی جمع ہے۔ اور یہ سیاہ چوکور چادر ہے۔ دیہاتی یہ چادر اپنے بچوں کو پہناتے ہیں۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ البرود، الاردیۃ (رداء کی جمع، یعنی چادر) اور المیازر (میزر کی جمع، یعنی تہبند) کی مثل ہے۔ اوران میں بعض، بعض سے افضل ہوتے ہیں۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: دھاری دار چادر اور سادہ چادر دونوں برابر ہیں۔

الحِبَرَۃ، اس میں حاء کے نیچے زیر ہے اور باء پر زبر ہے، یہ عِنَبَۃٌ کے وزن پر ہے اور یہ یمنی چادر ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ سبز رنگ کی چادر ہے، کیونکہ سبز رنگ کی چادریں اہل جنت کا لباس ہیں، اس لیے سبز رنگ کی چادریں کفن میں مستحب ہیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ چادر ڈالی گئی تھی اور سفید رنگ کی چادر اس سے بہتر ہے اور اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن دیا گیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں سے ایک سبز رنگ کی چادر تھی اور سفید رنگ کی چادر کی زیادہ روایات ہیں۔ علامہ الہروی نے کہا ہے: ''الحِبَرَۃ'' کا معنی ہے: جس کے کنارے پر دھاریاں ہوں۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ''البرود'' یہ یمن کی سوتی چادریں ہیں اوران کے نزدیک یہ سب سے افضل کپڑا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کے اوپر یمنی چادر ڈالی گئی تھی۔ اگر کوئی چیز یمنی چادر سے افضل ہوتی تو وہ آپ کے اوپر ڈالی جاتی۔

''الشملۃ'': یہ وہ چادر ہے جس کو لپیٹا جاتا ہے، یہ جوہری کا قول ہے اور علامہ داؤدی نے کہا کہ یہ عام چادر ہے۔

امام بخاری کی تعلیق کی شرح

حضرت خباب کا نام ہے خباب بن الارت، انہوں نے کہا کہ ہم نے کفار کی ایذاء رسانی کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی اور یہ حدیث المبعث النبوی میں گزر چکی ہے اس باب میں ''ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ بمکۃ''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی جس کا کنارا موٹا تھا، پس ایک دیہاتی نے آپ کو پالیا، سو اس نے آپ کو آپ کی چادر کے ساتھ زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر اس کے شدت سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے

اللهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔

موٹے کنارے کا نشان پڑ گیا تھا، پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد! (ﷺ)، آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے، اس مال میں سے آپ مجھے عطا کرنے کا حکم دیجئے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، پھر آپ ہنسے، پھر آپ نے اس کے لیے عطا کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۴۹، ۵۸۰۹، ۶۰۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳، مسند احمد: ۱۲۱۳۹)

صحیح البخاری: ۵۸۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''الحِبَرَة'' کا ذکر ہے، اور الحبرۃ کا معنی ہے: یمنی چادر۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے نجرانی چادر، اور نجران بھی یمن کا شہر ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہوگئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عبداللہ کا ذکر ہے، اور وہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وعلیه برد نجرانی'' یعنی آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی، نجران یمن کا شہر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اثرت بھا'' یعنی اس اعرابی نے اس زور سے چادر کو کھینچا کہ اس کا نشان آپ کے کندھے پر پڑ گیا۔ اور ہمام کی روایت میں ہے کہ وہ چادر پھٹ گئی اور اس کا کنارہ آپ کی گردن میں آ گیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اعرابی سے یہ کام اس وقت ہوا جب نبی ﷺ اپنے حجرہ تک پہنچ گئے تھے۔ اور ہمام کی روایت اور بخاری کی روایت میں مطابقت اس طرح ہے کہ وہ اعرابی آپ سے مسجد کے باہر ملا تو وہ آپ کے پیچھے آیا، جب کہ آپ اپنے حجرہ میں داخل ہونے والے تھے، اس نے آپ سے بات کی اور آپ کے کپڑے کو پکڑ لیا جب آپ مسجد میں داخل ہوئے، پھر جب آپ حجرے میں داخل ہونے لگے تو اسے یہ خوف ہوا کہ اب اس کی آپ سے ملاقات نہیں ہو سکے گی، تو اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کے حلم اور آپ کی جان اور مال میں ایذاء پر صبر کرنے کا بیان ہے، اور سخت رویہ سے تجاوز کرنے کا ذکر ہے، آپ یہ چاہتے تھے کہ اس دیہاتی کی اسلام سے تالیف کریں اور تاکہ آپ کے بعد جو حکام آنے والے ہیں، وہ آپ کے اس خلقِ جمیل کی پیروی کریں اور زیادتی سے درگزر کریں اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۱۔ ۴۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَائَتْ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرِي مَا الْبُرْدَةُ قَالَ نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ فَجَسَّهَا رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اكْسُنِيهَا قَالَ نَعَمْ فَجَلَسَ مَا شَاءَ اللهُ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک بُردہ (سیاہ چوکور چادر) لے کر آئی، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو بردہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ وہ چادر ہے جس کے کناروں میں بُنائی کی ہوئی تھی، اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ آپ اس کو پہنیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر لے لی، جب کہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف آئے اور آپ نے اس چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا، پس صحابہ میں سے ایک مرد نے اس چادر کو چھوا، پس کہا: یارسول اللہ! یہ چادر مجھے پہنا دیجئے، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، پھر آپ مجلس میں اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر اللہ نے چاہا، پھر آپ واپس گئے، اس چادر کو لپیٹا اور اس مرد کی طرف بھیج دیا، تو صحابہ نے اس مرد سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا، تم نے اس چادر کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سائل کو رد نہیں کرتے، اس مرد نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس چادر کا اس لیے سوال کیا تھا کہ جب میں مروں تو یہ چادر میرا کفن بن جائے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بتایا، پھر وہ چادر اس مرد کا کفن ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۷۷، ۲۰۹۳، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵، سنن نسائی: ۵۳۲۱، مسند احمد: ۲۲۳۱۸)

صحیح البخاری: ۵۸۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یعقوب بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن عبداللہ القاری ہیں، یہ لفظ القارۃ سے ہے، یہ عرب کا ایک قبیلہ ہے، یہ اصل میں مدنی ہیں اور اسکندریہ میں انہوں نے رہائش کی۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فجسّها'' جیم اور شین کی تشدید کے ساتھ، یعنی اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا، اور دوسری روایت میں ہے ''فحسّنها'' یعنی اس چادر کی اس مرد نے تحسین کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ قَالَ ادْعُ اللهَ لِي يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ۔

(صحیح بخاری: ۶۵۴۲، صحیح مسلم: ۲۱۶، مسند احمد: ۸۹۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے اس طرح روشن ہوں گے جس طرح چاند روشن ہے، پس حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ اپنی چادر کو اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے، آپ نے دعا کی: اے اللہ! ان کو ان میں سے کردے، پھر انصار میں سے ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ ان میں سے کردے، آپ نے فرمایا: عکاشہ نے تم پر سبقت کرلی۔

صحیح البخاری: ۵۸۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں چادروں کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں النمرۃ کا ذکر ہے، یہ وہ چادر ہے جس میں مختلف رنگ کی دھاریاں ہوں، گویا کہ یہ چیتے کی کھال سے بنائی گئی ہے، کیونکہ چیتے کی کھال میں بھی مختلف رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، یہ حکم بن نافع ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سبقك عكاشة'' یعنی دعا کی طلب میں عکاشہ نے تم پر سبقت کرلی۔ اور کتاب الطب میں گزرا ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے یہ اس قصہ میں کہا تھا جس قصہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے، جو نہ دم کراتے ہوں گے اور نہ بدفالی کرتے ہوں گے، اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی قصہ میں وارد ہیں، سوان

میں منافات نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَيُّ الثِّيَابِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْبَسَهَا قَالَ الْحِبَرَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون سا کپڑا زیادہ پسند تھا؟ تو انہوں نے کہا: الحِبَرۃُ یعنی یمنی چادر۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱۳، صحیح مسلم: ۲۰۷۹، سنن ترمذی: ۱۷۸۷، سنن نسائی: ۵۳۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۶۰، مسند احمد: ۱۳۶۹۴)

صحیح البخاری: ۵۸۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن عاصم کا ذکر ہے، یہ القیسی البصری ہیں، اور ہمام کا ذکر ہے، یہ ابن یحییٰ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یمنی چادر زیادہ پسند تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ زینت نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں میل کی زیادہ گنجائش ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ یمنی چادر کا لباس پہننا پسند تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱۳، صحیح مسلم: ۲۰۷۹، سنن ترمذی: ۱۷۸۷، سنن نسائی: ۵۳۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۶۰، مسند احمد: ۱۳۶۹۴)

اس حدیث کی شرح بھی حسبِ سابق ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۱۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الحِبرۃ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: یمنی چادر، یہ الجوہری کا قول ہے۔ (الصحاح ج ۲ ص ۶۲۱)

علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ سبز رنگ کا کپڑا ہے، کیونکہ سبز رنگ کا کپڑا اہل جنت کا لباس ہے، اسی لیے اس میں کفن مستحب ہے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو سبز رنگ کی چادر سے ڈھانپ دیا گیا اور سفید رنگ کی چادر اس سے بہتر ہے، اور سفید رنگ کے کپڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن دیا گیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کے کفن میں سے ایک حبرۃ تھا، علامہ

الہروی نے کہا ہے: یہ وہ کپڑا ہے کہ جس کے کناروں پر دھاریاں ہوتی ہیں۔ (غریب الحدیث ج ۱ ص ۶۰)

صحیح البخاری: ۵۸۰۹ میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے زور سے آپ کی چادر کو کھینچا، جس سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گیا اور اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے، اس میں سے مجھے دینے کا حکم کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، آپ ہنسے، اور پھر اس کو عطا کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت، شریف اخلاق کی تھی اور جاہلوں کی جفا پر صبر کرنے کی تھی اور ان سے درگزر کرنے کی تھی اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے جب اعرابی نے چادر پکڑ کر کھینچی، پھر آپ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیا اور اس سے مواخذہ نہیں کیا۔

اور صحیح البخاری: ۵۸۱۰ میں مذکور ہے کہ ایک عورت آپ کے لیے چادر بن کر لائی، آپ کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی، آپ نے اس کو پہن بھی لیا، پھر ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) یہ چادر مجھے دے دیجئے، تو آپ نے چادر اس کو عطا کر دی، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینے کا حال معلوم ہوا، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرنا چاہیے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۴۰۔۶۴۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جب صالحین کے کپڑے اور ان کے آثار کا وسیلہ بھی اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے تو خود ان صالحین کا وسیلہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا مقبول ہوگا ان کی زندگی میں بھی اور ان کی حیات کے بعد بھی اور جب ایک صحابی کا عمل ہو تو ہم وسیلہ سے کیسے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۲۴۳۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو آپ کو یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔

۱۹۔ بَابُ: الْأَكْسِيَةِ وَالْخَمَائِصِ

عام چادروں اور سیاہ اونی چادروں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''اکسیۃ'' کا بیان ہے، اور اکسیۃ، کساء کی جمع ہے۔ اور خمائص کا بیان ہے، خمائص، خمیصۃ کی جمع ہے۔ اور خمیصۃ سیاہ اونی چادر کو کہتے ہیں یا چوکور ریشمی چادر جس میں بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں۔ اور کساء کو اس وقت تک خمیصہ

نہیں کہتے جب تک اس میں بیل بوٹوں کے نقش ونگار نہ ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خمیصہ اس چادر کو کہتے ہیں جس میں ریشم کے بیل بوٹے ہوں یا نقش ونگار ہوں اور یہ سلف صالحین کا لباس تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۵، ۵۸۱۶۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ پر مرض وفات طاری ہوا تو آپ اپنی سیاہ اونی چادر پھر اپنے چہرے پر ڈال لیتے جب آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ اپنا چہرہ کھول دیتے، اسی حال میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا، آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۵، ۳۴۵۴، ۴۴۴۴، ۵۸۱۶، صحیح مسلم: ۵۳۱، سنن نسائی: ۷۰۳، مسند احمد: ۱۸۸۷، سنن دارمی: ۱۴۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''الخمائص'' یعنی سیاہ اونی چادریں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض وفات طاری ہوا تو آپ کے چہرہ پر ''خمیصہ'' یعنی سیاہ اونی چادر ڈال دی گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، اور یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عقیل کا ذکر ہے، یہ ابن خالد ہیں۔ اور ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لما نزل'' اس سے مراد ہے: جب مرضِ موت نازل ہوا۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''طفق'' یعنی رسول اللہ ﷺ بخار کی وجہ سے اپنے چہرہ سے اونی چادر کو ہٹا دیتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''یحذر'' یعنی آپ مسلمانوں کو بتوں کی عبادت سے ڈراتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی التوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے، پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور ان کے صالحین پیروکار مراد ہیں، کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنالیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۳۴) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے تھے اور اس پر بت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر ان کے بت بناتے تھے، اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر ان کے بت بنالیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے ان کی پیروی کی، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی ان کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے اور ان میں ان کے بت نصب کرتے تھے اس لیے ان کی مذمت کی گئی اور مزارات انبیاء اور صالحین کی قبور کے پاس مسجد بنانا تاکہ اس میں خالص اللہ کی عبادت کی جائے جائز ہے، جس کا ثبوت سورۃ الکہف میں ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۷ میں سورۃ الکہف کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۱۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي خَمِيصَةٍ لَهُ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ غَانِمٍ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ اونی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جس میں بیل بوٹے اور نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نقش ونگار کی طرف نظر کی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا: میری یہ اونی چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ، کیونکہ اس نے ابھی نماز میں مجھے مشغول رکھا اور میرے پاس ابوجہم بن حذیفہ بن غانم بن بنی عدی بن کعب کی سادہ چادر لے آؤ۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶، سنن نسائی: ۷۷۱، سنن ابوداؤد: ۹۱۴، مسند احمد: ۲۳۵۶۷)

صحیح البخاری: ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''خمائص'' اور اس حدیث میں ذکر ہے: میری یہ خمیصہ یعنی اونی چادر لے جاؤ، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد کا ذکر ہے، یہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں ''باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام'' میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ معمر صحابہ میں سے ہیں، انہوں نے کعبہ کی تعمیر میں دو مرتبہ حصہ لیا، ایک مرتبہ زمانہ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی، اس وقت یہ نوجوان اور قوی تھے، اور دوسری مرتبہ زمانۂ اسلام میں جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کی تعمیر کی تھی، اس وقت یہ شیخ فانی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقش ونگار والی سیاہ اونی چادر ہدیہ کی تھی، جس کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے تھے، تو آپ نے وہ چادر ان کو واپس کر دی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو سیاہ اونی چادریں آئی تھیں، ایک چادر کو آپ نے پہن لیا اور دوسری چادر آپ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو نماز کے بعد واپس کر دی تھی اور ان سے دوسری چادر طلب کی تھی۔

اور اس حدیث میں ''الانبجانیۃ'' کا ذکر ہے، یہ موٹی چادر کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اس چادر میں نقش ونگار اور بیل بوٹے ہوں تو اس کو خمیصۃ کہتے ہیں، اور جب یہ چادر سادہ ہو تو اس کو انبجانیۃ کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوحُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي هَذَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک سادہ چادر نکالی اور ایک موٹا تہبند نکالا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دو کپڑوں میں وفات ہوئی تھی۔

(صحیح مسلم: ۲۰۸۰، سنن ترمذی: ۱۷۳۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۱، مسند احمد: ۲۳۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۸۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا تذکرہ ہے، اور وہ ابن علیہ ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام عامر بن ابی موسیٰ الاشعری ہے۔

اس حدیث کی شرح کتاب الخمس میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابُ: اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ — اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''اشتمال الصماء'' یعنی اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹنے کا بیان کیا جائے گا۔ محدثین نے اشتمال الصماء کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ مرد اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور اس کپڑے کی کوئی جانب اوپر نہ اٹھائے۔ اس کو صماء اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مرد اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے منافذ اور شگافوں اور سوراخوں کو بند کر دیتا ہے، اور وہ ایسی ٹھوس چٹانوں کی طرح ہو جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں ہوتا۔ اور فقہاء کے نزدیک اشتمال الصماء کا معنی یہ ہے: کہ ایک مرد ایک کپڑا اس طرح اوڑھے کہ کوئی دوسرا کپڑا اس کے جسم پر نہ ہو، پھر جب وہ ایک جانب سے کپڑا اٹھائے اور اس کو کندھے پر رکھ دے تو اس کی شرمگاہ کھل جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ وَأَنْ يَحْتَبِيَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا اور دو نمازوں سے منع فرمایا، فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اور اس سے منع فرمایا کہ مرد ایک کپڑا اس طرح لپیٹ لے کہ اس کی شرمگاہ کے اوپر اس کے اور آسمان کے درمیان کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو اور اس سے منع فرمایا کہ وہ اشتمال الصماء کرے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۸، ۵۸۴، ۵۸۸، ۱۹۹۲، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱، سنن ترمذی: ۱۳۱۰، سنن نسائی: ۴۵۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۹، مسند

احمد: ۲۷۲۴۵، موطا امام مالک: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۵۸۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''صمّاء'' اور ''احتباء'' کا معنی

صمّاء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے، جس سے اس کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ کھل جائے۔ اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے، اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرمگاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۲)

ملامسہ اور منابذہ کی تفسیر اس کے بعد والی حدیث میں آرہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا يُقَلِّبُهُ إِلَّا بِذَلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ وَيَنْبِذَ الْآخَرُ ثَوْبَهُ وَيَكُونَ ذَلِكَ بَيْعَهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَيْنِ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ فَيَبْدُو أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْأُخْرَى احْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے لباس اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ آپ نے بیع میں الملامسہ اور المنابذہ سے منع فرمایا۔ ملامسہ یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے کپڑے کو اپنے ہاتھ سے چھوئے رات میں یا دن میں اور اس کو الٹ پلٹ کر نہ دیکھے، اور منابذہ یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کی طرف اپنے کپڑے کو پھینک دے اور دوسرا اپنا کپڑا اس کی طرف پھینک دے اور یہ عمل ان کے درمیان بیع قرار پائے بغیر غور سے دیکھنے اور بغیر رضا مندی کے اظہار کے، اور دو قسم کے لباس یہ ہیں: ان میں سے ایک اشتمال الصمّاء ہے، اور صمّاء یہ ہے کہ وہ اپنے کپڑے کو اپنے کسی ایک کندھے پر رکھے، پس اس کی دوسری شق ظاہر ہو جس کے اوپر کپڑا نہ ہو۔ اور لباس کی دوسری قسم احتباء ہے، یعنی وہ اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر زمین پر بیٹھ جائے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا حصہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷، ۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲، ۶۲۸۴، سنن النسائی: ۵۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۹، مسند

20.B

احمد: ۱۰۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۸۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، اور وہ ابن زید ہیں۔ اور عامر بن سعد کا ذکر ہے، وہ ابن سعد بن ابی وقاص ہیں۔ اور سعید خدری کا ذکر ہے، وہ سعد بن مالک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یقلبہ الا بذٰلک'' یعنی ایک مرد دوسرے مرد کے کپڑے کو رات یا دن میں ہاتھ سے چھوئے اور اس کے علاوہ اور کوئی تصرف نہ کرے، یعنی نہ کپڑے کو کھولے اور نہ اس کو غور سے دیکھے۔ اور اس کے چھونے کو دیکھنے کے قائم مقام قرار دے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تراض'' یعنی کوئی ایسا لفظ نہ بولے جو اس بیع پر رضامندی کو ظاہر کرے اور وہ ایجاب وقبول ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیع میں دونوں فریقوں کو ثمن اور مبیع پر راضی ہونا ضروری ہے ورنہ بیع المکرہ بالاتفاق باطل ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''احتباءہ''۔ علامہ الجوہری نے کہا ہے: مرد کا احتباء یہ ہے کہ وہ اپنی پشت اور پنڈلیوں کو عمامہ کے ساتھ باندھ لے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انسان اپنی سرین کے اوپر بیٹھ جائے اور اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے کسی کپڑے سے باندھ لے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۱۔ بَابُ: اِلاحْتِبَاءِ فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ — ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنا

اس باب میں ایک کپڑے میں بہ طورِ احتباء بیٹھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور احتباء کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے۔

۵۸۲۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدِ شِقَّيْهِ وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرد ایک کپڑے میں بہ طورِ احتباء بیٹھے اور اس کی شرمگاہ کے اوپر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو، اور دوسری قسم یہ ہے کہ مرد اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے

اور وہ کپڑا اس کی دو شقوں میں سے ایک شق پر نہ ہو۔ اور آپ نے الملامسہ اور اور المنابذہ سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۸، ۵۸۴، ۵۸۸، ۱۹۹۲، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱، سنن ترمذی: ۱۳۱۰، سنن نسائی: ۴۵۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۹، مسند احمد: ۲۷۲۴۵، موطا امام مالک: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۵۸۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور ابوالزناد کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں، یہ عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۸۲۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے منع فرمایا۔ اور اس سے منع فرمایا کہ مرد ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھے اور اس کی شرمگاہ کے اوپر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷، ۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲، ۶۲۸۴، سنن النسائی: ۵۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۹، مسند احمد: ۱۰۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۸۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مخلد کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الحرانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر ہے، یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۲۲۔ بَابٌ: الْخَمِيصَةِ السَّوْدَاءِ — سیاہ اونی چادر کا بیان

اس باب میں ''الخمیصۃ السوداء'' کا ذکر ہے اور الخمیصۃ کی تفسیر عنقریب گزر چکی ہے اور سوداء کے معنی ہیں: سیاہ۔

٥٨٢٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ فُلَانٍ هُوَ عَمْرُو بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ فَقَالَ مَنْ تَرَوْنَ أَنْ نَكْسُوَ هَذِهِ فَسَكَتَ الْقَوْمُ قَالَ ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ فَأَخَذَ الْخَمِيصَةَ بِيَدِهِ فَأَلْبَسَهَا وَقَالَ أَبْلِي وَأَخْلِقِي وَكَانَ فِيهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ أَوْ أَصْفَرُ فَقَالَ يَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سَنَاهْ وَسَنَاهْ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی از والد خود سعید بن فلاں، وہ عمرو بن سعید بن العاص ہیں، از ام خالد بنت خالد، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے، ان میں چھوٹی سی سیاہ اونی چادر بھی تھی، تو آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے ہم یہ چادر کس کو پہنائیں، تو صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ، پھر ان کو اٹھا کر لایا گیا، تو نبی ﷺ نے وہ سیاہ اونی چادر اپنے ہاتھ میں پکڑی اور ام خالد کو پہنا دی اور فرمایا: تم اس کو پہنو اور اس اس کو بوسیدہ اور پرانی کردو، اور اس چادر میں سبز یا زرد نشان تھے، آپ نے فرمایا: اے ام خالد! یہ خوبصورت ہے۔ اور سنا کے لفظ کا حبشی زبان میں معنی ہے: خوبصورت۔

(صحیح البخاری: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۸۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، ان کا نام الفضل بن دکین ہے۔ اور اسحاق بن سعید کا ذکر ہے، یہ سعید بن عمرو بن العاص ابوخالد بن سعید الاموی القرشی ہیں، یہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ ام خالد سے روایت کرتے ہیں، ام خالد کا نام امۃ بنت خالد بن سعید بن العاص ہے۔ ان کی کنیت ان کے بیٹے خالد بن زبیر بن العوام کے نام پر رکھی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا، تو ان سے ان کے دو بیٹے ہوئے خالد اور عمر۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ام خالد حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئی تھیں اور فتح خیبر کے بعد اپنے باپ کے ساتھ آئیں، اس وقت یہ سمجھدار تھیں۔ اور ان کے والد خالد بن سعید بن العاص ہیں، وہ قدیماً اسلام لائے تھے اور تین میں کے تیسرے یا چار میں کے چوتھے مسلمان تھے اور حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں شام میں شہید ہوئے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتی بھا تحمل" یعنی حضرت ام خالد کو اٹھا کر لایا گیا اور ان کو اٹھا کر اس لیے لایا گیا کہ وہ کم سن

اور کم عمر تھیں، لیکن وہ اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ سمجھدار ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابلی واخلقی" یعنی تم اس سیاہ چادر کو بوسیدہ کرو اور پرانا کرو، یعنی تمہاری عمر اتنی طویل ہو کہ تمہاری عمر میں یہ چادر بوسیدہ اور پرانی ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سناہ" حبشی زبان میں سناہ کا معنی ہے: یہ بہت خوبصورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حبشی زبان کا لفظ استعمال کیا، کیونکہ وہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں، یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ لَمَّا وَلَدَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَالَتْ لِي يَا أَنَسُ انْظُرْ هَذَا الْغُلَامَ فَلَا يُصِيبَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُحَنِّكُهُ فَغَدَوْتُ بِهِ فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ حُرَيْثِيَّةٌ وَهُوَ يَسِمُ الظَّهْرَ الَّذِي قَدِمَ عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ام سلیم کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے انس! اس بچہ کو دیکھتے رہو، اس کے پیٹ میں کوئی چیز نہ جائے حتیٰ کہ صبح اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانا اور آپ اس کو گھٹی دیں۔ پس میں صبح اس بچہ کو لے کر گیا، اس وقت آپ باغ میں تھے اور آپ کے اوپر سیاہ اونی حریثی چادر تھی۔ اور آپ اس سواری پر نشان لگا رہے تھے جس پر سوار ہو کر آپ فتح مکہ کے دن گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۰۲، ۵۵۴۲، ۵۸۲۴، صحیح مسلم: ۲۱۱۹، سنن ابوداؤد: ۲۵۶۳، مسند احمد: ۱۲۵۴۶)

صحیح البخاری: ۵۸۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، یہ محمد بن عدی ہیں۔ اور ابی عدی کا نام ہے ابراہیم البصری۔ اور اس میں ابن عون کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عون ہیں۔ اور اس میں محمد کا ذکر ہے، یہ محمد بن سیرین ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ام سلیم کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حرایثیۃ" اس میں حریث کی طرف نسبت ہے اور یہ بنو قضاعہ کے ایک مرد کا نام ہے۔ اور ابن السکن کی روایت میں ہے "خیبریۃ" اس میں خیبر کی طرف نسبت ہے جو معروف شہر ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ایک روایت میں ''حوتکیة'' ہے، اس کا معنی ہے: چھوٹی، یعنی وہ چادر چھوٹی تھی۔ اور ایک روایت ہے ''حوتیة'' اس میں الحوت کی طرف نسبت ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے۔ اور ایک روایت ہے ''جونیة'' یہ قبیلہ الجون کی طرف نسبت ہے یا اس کے رنگ کی طرف نسبت ہے، کیونکہ اس میں سفید اور سیاہ رنگ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھو یسم الظھر'' یعنی آپ اونٹوں پر نشان لگا رہے تھے اور اونٹ کو ظہر سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ اونٹ کی پشت کے اوپر سامان لادا جاتا ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''یسم'' یہ الوسم سے بنا ہے، یعنی آپ لوہے کو گرم کر کے اونٹ کے اوپر داغ لگا رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الفتح'' یعنی فتح مکہ کے زمانہ میں۔ اور داغ لگانے کا فائدہ ہے تا کہ وہ اونٹ دوسرے اونٹوں سے ممتاز ہو جائے۔

نومولود کو گھٹی دینے کا استحباب

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم متواضع تھے اور اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور مسلمانوں کی مصلحتوں میں غور وفکر کرتے تھے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو نیا بچہ پیدا ہو اس کو گھٹی دینا مستحب ہے۔ اور جو بچہ پیدا ہو، اس کو نیک لوگوں اور بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے تا کہ وہ ان کو گھٹی دیں تا کہ بچہ کے پیٹ میں جو پہلی چیز داخل ہو وہ صالحین کا لعاب دہن ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۔ ۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابُ: ثِيَابِ الْخُضْرِ
سبز رنگ کے کپڑوں کا بیان

اس باب میں سبز رنگ کے کپڑوں کا بیان کیا جائے گا۔

۵۸۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَعَلَيْهَا خِمَارٌ أَخْضَرُ فَشَكَتْ إِلَيْهَا وَأَرَتْهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقَى الْمُؤْمِنَاتُ لَجِلْدُهَا أَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِهَا قَالَ وَسَمِعَ أَنَّهَا قَدْ أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِي إِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا أَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِأَغْنَى عَنِّي مِنْ هٰذِهِ وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ ثَوْبِهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از عکرمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر اس سے حضرت عبد الرحمن بن الزبیر القرظی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس عورت کے سر پر سبز دوپٹہ تھا، اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے شوہر کی شکایت کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کھال کے اوپر چوٹ کے سبز نشان دکھائے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے آئے اور عورتوں کی عادت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں، تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جتنی تکلیف اس

فَقَالَ كَذَبَتْ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَأَنْفُضُهَا نَفْضَ الْأَدِيمِ وَلَكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيدُ رِفَاعَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَإِنْ كَانَ ذَلِكِ لَمْ تَحِلِّي لَهُ أَوْ لَمْ تَصْلُحِي لَهُ حَتَّى يَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ قَالَ وَأَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ لَهُ فَقَالَ بَنُوكَ هَؤُلَاءِ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَذَا الَّذِي تَزْعُمِينَ مَا تَزْعُمِينَ فَوَاللهِ لَهُمْ أَشْبَهُ بِهِ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ۔

عورت پر آئی ہے، میں نے اتنی تکلیف کسی مسلمان عورت پر نہیں دیکھی، اس کی کھال اس کے سبز کپڑوں سے زیادہ سبز ہے (یعنی شوہر کے مارنے کی وجہ سے)، عکرمہ نے کہا: حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر نے بھی سن لیا کہ ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی ہے، سو وہ بھی آگئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو اس بیوی سے پہلی بیوی سے پیدا ہوئے تھے، اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم میں اس پر کوئی تہمت نہیں لگاتی، سوا اس کے کہ اس کے ساتھ صرف اتنا ہے جو میری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا اور اس نے کپڑے کا پلو پکڑ کر دکھایا (اس کی مراد یہ تھی کہ اس کا یہ شوہر نامرد ہے) تب حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر نے کہا: یہ جھوٹ بولتی ہے، اور اللہ کی قسم، یا رسول اللہ (ﷺ)! بے شک میں (جماع کے وقت) اس کو اس طرح پٹخ دیتا ہوں جس طرح چمڑے کو دباغت کے وقت پٹختے ہیں، لیکن یہ نافرمان ہے اور حضرت رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: اگر واقعی اس طرح ہے تو تم رفاعہ کے لیے حلال نہیں ہو یا تم اس کے لیے جائز نہیں ہو، حتیٰ کہ یہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے۔ عکرمہ نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کے ساتھ دو بیٹے دیکھے، تو آپ نے پوچھا: یہ تمہارے بیٹے ہیں، تو حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اچھا یہ ہے وہ چیز جس کی وجہ سے تم وہ زعم کرتی ہو جو زعم کرتی ہو، پس اللہ کی قسم! یہ بچے عبدالرحمٰن بن زبیر کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہ ہیں جتنا کوا، کوے کے ساتھ مشابہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

صحیح البخاری: ۵۸۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے سبز کپڑے، اور اس حدیث میں مذکور ہے: اس عورت کے سر پر سبز دوپٹہ تھا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید ثقفی ہیں۔ اور اس کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔ اور عکرمہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت رفاعہ کا ذکر ہے، رِفاعہ میں راء کے نیچے زیر ہے۔ ان کا پورا نام ہے: رفاعہ بن شموال القرظی، یہ بنو قریظہ سے تھے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: ان کو رفاعہ بن رفاعہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اور ہم لگاتار (اپنا) کلام لوگوں کے لیے بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O (القصص:۵۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب کی خبر دی ہے جو ابتداء میں قرآن مجید پر ایمان لے آئے تھے، جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان وغیرہما، اور ان میں وہ علماء نصاریٰ بھی داخل ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور یہ چالیس افراد تھے، ان میں سے بتیس (۳۲) افراد تو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ (۸) افراد شام سے آئے تھے، یہ لوگ نصاریٰ کے ائمہ تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رفاعہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

نہ صحیح بخاری میں اور نہ بقیہ کتب صحاح ستہ میں حضرت رفاعہ کی بیوی کا ذکر ہے، اور امام مالک نے اپنی روایت میں ان کا نام تمیمہ بنت وہب ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ بن شموال کی بیوی کا قصہ جس میں تھوڑے سے شہد کے چکھنے کا ذکر ہے، اس قصہ کے سوا میں نے ان کا اور کوئی قصہ نہیں دیکھا۔ اور اس عورت کے دوسرے شوہر حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر ہیں، الزَّبیر میں زاء پر زبر ہے اور باء کے نیچے زیر ہے، یہ ابن باطا یا ابنِ باطیا ہیں۔ الزَّبیر کو بنو قریظہ کے غزوہ میں قتل کردیا گیا تھا، کیونکہ عبدالرحمٰن بن الزَّبیر بنو قریظہ سے تھے۔ ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابنِ مندہ اور ابونعیم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزَّبیر انصار کے قبیلہ اوس میں سے تھے اور انہوں نے کہا ہے: عبدالرحمٰن بن الزَّبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن مالک بن الاوس ہیں، سو یہ درست نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی اور اپنی کھال پر سبز نشان دکھائے جو حضرت عبدالرحمٰن بن الزَّبیر کے مارنے کی وجہ سے اس پر پڑ گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''مالی الیہ من ذنب الا ان مامعہ لیس باغنی عنی من ھذہ''یعنی اس عورت نے کہا: عبدالرحمٰن بن زَبیر کے پاس جو جماع کا آلہ ہے، وہ میری ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا، اس نے کپڑے کا پلّو بنا کر دکھایا، وہ اس طرح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت عبدالرحمٰن بن الزَبیر نے کہا: یہ عورت جھوٹ بولتی ہے، میں جماع کے وقت اس عورت کو اس طرح پٹخ دیتا ہوں جس طرح کپڑے کو رنگنے کے وقت پٹختے ہیں''، اور یہ اس سے کنایہ ہے کہ ان کے پاس بہت زیادہ جماع کی قوت تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''ناشز''حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر نے کہا: یہ عورت ناشز ہے، یعنی نافرمان ہے، انہوں نے ''ناشزۃ''نہیں کہا، کیوں کہ یہ صفت عورت کے ساتھ مختص ہے جیسے حائض کہا جاتا ہے اور حائضۃ نہیں کہا جاتا اور طامس کہا جاتا ہے طامسۃ نہیں کہا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''یہ دونوں بیٹے عبدالرحمٰن بن الزَبیر کے اس سے زیادہ مشابہ ہیں جس طرح کوا، کوے سے مشابہ ہوتا ہے''۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دلیل کے ساتھ اس عورت کے جھوٹ پر حکم لگایا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے لیے جائز ہے کہ جب بیوی نافرمانی کرے تو وہ اس کو مارے اور اس کی مار کے نشان بیوی کی کھال پر بھی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کم کرتا ہو تو وہ اس کی شکایت امام سے کرے اور اس میں عورتوں پر کوئی عار نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۔ ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۲۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سبز رنگ کے کپڑوں کی فضیلت پر دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ۔ اور وہاں ریشم کے ہلکے اور دبیز سبز کپڑے پہنیں گے۔

(الکہف: ۳۱)

اور یہ آیت سبز رنگ کے کپڑوں کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔ نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابورمثہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف گیا تو میں نے آپ کے اوپر دو سبز چادریں دیکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۵)،

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۵۲۔ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۴۔ بَابُ: الثِّيَابِ الْبِيضِ — سفید کپڑوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سفید کپڑوں کا ذکر ہے، اور سفید رنگ کا لباس تمام کپڑوں میں افضل ہے، کیونکہ یہ فرشتوں کا لباس ہے، جن فرشتوں نے غزوۂ احد وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید رنگ کے کپڑے پہنتے تھے اور لوگوں کو سفید رنگ کے کپڑے پہننے پر برانگیختہ کرتے تھے اور آپ یہ حکم دیتے تھے کہ مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے سفید کپڑوں میں سے پہنو، کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُ بِشِمَالِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَبِيَمِينِهِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ يَوْمَ أُحُدٍ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ۔

(صحیح البخاری: ۴۰۵۴، ۵۸۲۶، صحیح مسلم: ۲۳۰۶، مسند احمد: ۱۴۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از والد خود از حضرت سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے غزوۂ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب اور دائیں جانب دو مرد دیکھے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، نہ میں نے ان کو اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد۔

صحیح البخاری: ۵۸۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی کا ذکر ہے، یہ ابن راہویہ ہیں۔ اور محمد بن بشر کا ذکر ہے، یہ العبدی ہیں۔ اور مِسعَر کا ذکر ہے، یہ ابن قدام الکوفی ہیں۔ اور سعد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ اپنے والد ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجلین" یعنی دو مرد دیکھے، شارحین نے کہا ہے: وہ حضرت جبرائیل اور میکائیل تھے۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک حضرت اسرافیل تھے۔ بعض شارحین نے کہا ہے: جس نے کہا: ان دو میں سے ایک

اسرائیل تھے، اس نے صحیح نہیں کہا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: انہوں نے بغیر دلیل کے علامہ کرمانی کا رد کیا ہے اور غزوۂ احد میں فرشتے دو مردوں کی شکل میں متشکل ہو کر آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رضی اللہ عنہ حَدَّثَهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ هَذَا عِنْدَ الْمَوْتِ أَوْ قَبْلَهُ إِذَا تَابَ وَنَدِمَ وَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ غُفِرَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبد اللہ بن بریدہ از یحییٰ بن یعمر، انہوں نے حدیث بیان کی کہ ابو الاسود الدؤلی نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اوپر سفید کپڑے تھے اور آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے، میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، آپ نے فرمایا: جس بندہ نے لا الٰہ الا اللہ کہا (یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) پھر وہ اسی قول پر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے کہا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، میں نے کہا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے تھے: وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب اس نے مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہا ہو یا اس نے موت سے پہلے لا الٰہ الا اللہ کہا جب کہ وہ اپنے گناہوں پر توبہ کر چکا ہو اور نادم ہو چکا ہو۔ اور اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد:

۲۰۹۰۵)

صحیح البخاری: ۵۸۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سفید کپڑے پہننا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومعمر، ان کا نام عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسین، یہ المعلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن بریدہ، یہ مرو کے قاضی ہیں۔ اور یحییٰ بن یعمر کا ذکر ہے، یہ بھی مرو کے قاضی ہیں اور ابوالاسود کا ذکر ہے، ان کا نام ظالم بن عمرو الدولی (دال پر پیش ہے اور واؤ پر زبر ہے) ہے، یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اشارہ سے نحو میں کلام کیا۔

اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور آپ کے اوپر سفید کپڑے تھے''۔ اور اس حدیث میں آپ کی نیند اور بیداری کا ذکر کیا ہے تاکہ سننے والوں کے ذہن میں یہ حدیث راسخ ہو جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وان زنی وان سرق'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کلام میں حرفِ استفہام مقدر ہے اور انہوں نے گناہوں میں سے صرف زنا اور چوری کا ذکر کیا، کیونکہ گناہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہو، اور ایک وہ ہیں جن کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے۔ اور زنا کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہے اور چوری کا تعلق بندوں کے حق سے ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''علی رغم انف ابی ذر'' یعنی وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں ملاتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ یہ کلام بطورِ مجاز مستعمل ہے، یعنی خواہ ابوذر کو ناپسند ہو، پھر بھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے بار بار یہ سوال کیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ بعید تھا کہ جس آدمی نے گناہِ کبیرہ کیے ہوں، وہ جنت میں داخل ہو اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکایت کرنا اور یہ کہنا کہ وہ ابوذر کی ناک کو خاک آلودہ کرتے ہوئے جنت میں جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے محبت اور شرف اور افتخار کی وجہ سے تھا۔

مرتکبِ کبیرہ کے جنت میں داخل ہونے کی وضاحت

زنا اور چوری گناہِ کبیرہ ہیں اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہے اور اس کے جنت میں داخل ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔ اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ محض سے اس کو جنت میں داخل کر دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں

داخل کر دیا جائے۔ اور مومن دائماً دوزخ میں نہیں رہے گا، تو ہو سکتا ہے کچھ عرصہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

امام بخاری کی تفسیر کا بیان اور اس پر علامہ ابن التین اور علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "قال ابو عبد اللہ" یعنی امام بخاری نے کہا۔ امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر کی ہے، آپ نے فرمایا: جس بندہ نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، پھر وہ اسی قول پر فوت ہو گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جس نے اپنے رب کی توحید کا اقرار کیا اور اپنے گناہوں پر توبہ کر کے اسی پر فوت ہو گیا تو اس کے متعلق حدیث میں یہ بشارت ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام بخاری کی یہ تفسیر حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے، کیونکہ اگر جنت میں دخول کے لیے توبہ شرط ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے "خواہ وہ زنا کرے اور خواہ وہ چوری کرے" اور حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ جو مسلمان مرا وہ جنت میں داخل ہوگا، دوزخ میں دخول سے پہلے یا دخول کے بعد۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ وہ اسی شخص کے لیے مغفرت کو واجب قرار دیتے ہیں جو توبہ کر لے، اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے توبہ نہیں کی، اس کے اوپر وعید لامحالہ نافذ ہوگی، یعنی جس مسلمان نے توبہ نہیں کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ نیز امام بخاری کی تفسیر ایک اور تفسیر کی محتاج ہے، کیونکہ توبہ اور ندامت اس گناہ میں نفع دیتے ہیں جو بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہے، لیکن بندوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم کیے ہیں، وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوں گے جب تک کہ ان کے حقوق ادا نہ کیے جائیں یا جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کر دے۔ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو توحید پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ اس نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اور وہ دوزخ میں دائماً نہیں رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی تفسیر صحیح ہے، جس نے موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تو وہ فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا، یا جو کلمہ پڑھتے ہی فوت ہو گیا وہ بھی فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے تو اس کو معاف فرما دے اور جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو کچھ عرصہ اس کو سزا دینے کے بعد جنت میں داخل فرمائے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں الخوارج اور المعتزلہ کا رد ہے، جن کا دعویٰ ہے کہ جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مر جائے، وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۔ ۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ باب: لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَافْتِرَاشِهِ لِلرِّجَالِ وَقَدْرِ مَا يَجُوْزُ مِنْهُ

ریشم کو پہننا اور مردوں کے لیے ریشم کو بچھانا، اور کتنی مقدار ریشم مردوں کے لیے جائز ہے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے ریشم پہننے کا کیا حکم ہے اور مردوں کے لیے ریشم کو بچھانے کا کیا حکم ہے؟ اور اس قید سے عورتوں کو نکال دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ أَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِأَذْرَبِيجَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ قَالَ فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّهُ يَعْنِي الْأَعْلَامَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان النہدی سے سنا، انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا اور ہم اس وقت عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذربائیجان میں تھے، اس مکتوب میں لکھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے مگر اتنا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ان دو انگلیوں سے اشارہ کیا جو انگوٹھے کے قریب تھیں۔ ابوعثمان نہدی نے کہا: ہمیں اس کے متعلق یہ علم ہے کہ آپ کی مراد اتنی مقدار سے ریشم کے بیل بوٹے بنانے کی تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان النہدی، ان کا نام ہے عبدالرحمٰن بن مل النہدی ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عتبہ بن فرقد السلمی ابوعبداللہ، ابوعمر نے کہا: یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے بعض فتوحاتِ عراق کے امیر تھے۔ اور شعبہ نے از حصین از زوجۂ عتبہ بن فرقد روایت کی ہے کہ عتبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو غزوں میں شرکت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "آذربائیجان" یہ ایک معروف ملک ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ ماورائے عراق ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے، بلکہ عراق اس کے جنوب میں ہے اور اس کے شمال میں عقیق کے پہاڑ ہیں اور اس کے مغرب میں بلادِ روم کی حدود ہیں اور کچھ علاقہ الجزیرہ کا ہے۔ اور اس کے مشرق میں الجیل کے پہاڑ ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ وہ حدیث ہے کہ امام دارقطنی نے بخاری کے اوپر استدراک کیا ہے، اور دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوعثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نہیں سنا بلکہ انہوں نے اپنی کتاب سے اس کی خبر دی ہے اور یہ استدراک باطل ہے، کیونکہ صحیح یہ ہے کہ کتاب کے ساتھ عمل کرنا اور کتاب کی روایت کرنا جائز ہے۔ اور ان کے نزدیک اس کا حدیث متصل میں شمار ہوتا ہے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امراء کی طرف اور عمال کی طرف مکاتیب لکھتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد کی طرف مکتوب لکھا اور اس لشکر میں بہت سارے صحابہ تھے۔ سو یہ اس پر دلیل ہے کہ ان کا اتفاق ہو گیا اور یہ ابو عثمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اسلام لائے تھے اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی اور انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر ہیں اور حضرت ابن عباس ہیں اور حضرت عائشہ ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نھی عن الحریر" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "واشار" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھے کے قریب جو دو انگلیاں ہیں، ان کی طرف اشارہ کیا، سبابہ اور وسطی سے، یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے۔ عاصم کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "قال فیما علمنا" یعنی ابو عثمان نے کہا: ہمارے علم میں یہ حاصل ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو انگلیوں کی مقدار سے ریشم کے نقش و نگار بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی حکمت

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی کیا حکمت ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں تکبر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور ابن دقیق العید نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی علت کفار کے ساتھ مشابہت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: ریشم ان کے لیے دنیا میں ہے اور ہمارے لیے آخرت میں۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ اور ہمارے شیخ زین الدین نے کہا کہ اسراف مردوں کے حق میں بھی ممنوع ہے اور عورتوں کے حق میں بھی ممنوع ہے اور آپ نے مردوں کو ریشم پہننے سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ ریشم عورتوں کی زینت ہے اور عورتوں کو بناؤ سنگھار کرنے اور زینت اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث جمہور کی حجت ہے کہ ریشم مردوں پر حرام ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔

ریشم کی تحریم میں اقوالِ فقہاء

قاضی ابو بکر بن العربی نے اس مسئلہ میں دس اقوال ذکر کیے ہیں۔

(۱) اول یہ ہے کہ ریشم مردوں اور عورتوں دونوں پر حرام ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۲) ریشم سب کے لیے حلال ہے۔

(۳) جنگ کے سوا باقی حالات میں ریشم حرام ہے۔

(۴) سفر کے سوا ریشم حرام ہے۔

(۵) بیماری کے سوا ریشم حرام ہے۔

(٦) غزوات کے سوا ریشم حرام ہے۔

(۷) ریشم کے نقش ونگار اور بیل بوٹے بنانے کے سوا ریشم حرام ہے۔

(۸) ریشم کا بستر بنانا جائز ہے اور ریشم کو اوپر پہننا نا جائز ہے۔

(۹) ریشم کے ساتھ اگر کوئی اور چیز ملالی جائے تب بھی حرام ہے۔

(۱۰) اگر نماز پڑھنے کے لیے کوئی اور کپڑا نہ ملے تو پھر ریشم جائز ہے۔

چار انگل کی مقدار ریشم کے نقش ونگار بنانے میں اختلافِ فقہاء

اور اس میں ان کی حجت ہے جو کہتے ہیں کہ دو انگلیوں کی مقدار ریشم کے بیل بوٹے جائز ہیں۔

لیکن امام ابوداؤد نے از حماد بن سلمہ از عاصم الاحول یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم سے منع کیا ہے مگر جو اس طرح ہو اور اس طرح ہو، آپ نے دو انگلیوں اور تین انگلیوں اور چار انگلیوں سے اشارہ کیا۔

اور امام مسلم نے از حضرت سوید بن غفلہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے مگر دو انگلیوں کی جگہ یا تین انگلیوں کی جگہ یا چار انگلیوں کی جگہ، اور یا کا لفظ جو یہاں پر ذکر کیا گیا ہے، یہ تقسیم اور اختیار کے لیے ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ریشم مناسب نہیں ہے مگر جو اس طرح ہو اور اس طرح ہو اور اس طرح ہو، یعنی دو انگلیوں کی مقدار اور تین انگلیوں کی مقدار اور چار انگلیوں کی مقدار۔

اور ہمارے شیخ زین الدین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو ریشم کے بیل بوٹے یا نقش ونگار بنائے تو اگر وہ چار انگل سے زائد ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے اور چار انگل یا اس سے کم میں جائز ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے جنہوں نے اس کا ذکر کیا ہے وہ علامہ البغوی ہیں، انہوں نے التہذیب میں اس کو ذکر کیا ہے اور علامہ الرافعی نے ان کی پیروی کی ہے اور علامہ نووی نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ ہمارے شیخ کی عبارت ختم ہوئی۔

ہمارے اصحابِ حنفیہ میں سے علامہ زاہدی نے ذکر کیا ہے کہ جب عمامہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چار انگلیوں کے برابر ریشم کا ہو اور یہ ہماری بالشت کے برابر ہے اور وہ چار انگلیاں نہ تو بالکل ملی ہوئی ہوں اور نہ کھلی ہوئی ہوں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ چار انگلیاں اپنی ہیئت کے اوپر ہوں۔ اور تیسرا قول ہے کہ چار انگلیاں منتشر ہوں۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ کھلی ہوئی منتشر انگلیوں سے اجتناب کیا جائے۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر چاندی کے نقش ونگار عمامہ میں چار انگشت کے برابر ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور سونے کے نقش ونگار بنانا مکروہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۔۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ وَنَحْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث

بِأَذْرَبِيجَانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا هَكَذَا وَصَفَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِصْبَعَيْهِ وَرَفَعَ زُهَيْرٌ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی عثمان، وہ بیان کرتے ہیں: ان کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکتوب لکھا اور ہم آذربائیجان میں تھے، کہ نبی ﷺ نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا مگر جو اس طرح ہو اور نبی ﷺ نے ہمارے لیے اس کا بیان اپنی انگلیوں سے کیا، اور زہیر نے درمیانی انگلی اور انگشتِ شہادت کو اوپر اٹھایا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

یہ اس حدیث مذکور کی دوسری سند ہے جس کو امام بخاری نے احمد بن یونس سے روایت کیا ہے اور وہ احمد بن عبداللہ بن یوسف ہیں اور وہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اور اسی نسبت سے وہ منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زہیر کا ذکر ہے، یہ زہیر بن معاویہ بن ابی خیثمہ الجعفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عاصم کا ذکر ہے، یہ عاصم بن سلیمان الاحول ہیں جو ابوعثمان عبدالرحمٰن مذکور سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "كتب الينا عمر" اکثر کی روایت اسی طرح ہے، مسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ اور الكشميهني کی روایت میں ہے "كتب اليه" یعنی عتبہ بن فرقد کی طرف لکھا، اور دونوں روایتیں صحیح ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر کی طرف لکھا اور یہ وہی ہیں جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا تھا اور ان کی طرف حکم لکھ کر بھی بھیجا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ورفع زهير السبابة والوسطى" یعنی زہیر نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو اٹھایا اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان دونوں انگلیوں کو نیچے رکھ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۔ ۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يُلْبَسُ الْحَرِيرُ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لَمْ يُلْبَسْ فِي الْآخِرَةِ مِنْهُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ وَأَشَارَ أَبُو عُثْمَانَ بِإِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از تیمی از ابی عثمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عتبہ کے ساتھ تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مکتوب لکھا، کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے، وہ آخرت میں اس میں سے کچھ بھی نہیں پہنے گا۔

21 B

ہمیں الحسن بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی اور ابو عثمان نے اپنی انگشتِ مسبّحہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۸، ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں، پہلی سند کے ساتھ جو حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کو دو طرح پڑھا گیا ہے صیغۂ مجہول کے ساتھ بھی اور صیغۂ معروف کے ساتھ بھی۔ صیغۂ مجہول کے ساتھ اس طرح ہوگا کہ دنیا میں ریشم نہیں پہنا جائے گا مگر وہ اس ریشم سے آخرت میں نہیں پہنا جائے گا اور صیغۂ معروف کے ساتھ روایت اس طرح ہے کہ کوئی شخص دنیا میں ریشم کو نہیں پہنے گا مگر اس میں سے کوئی چیز آخرت میں نہیں پہنے گا۔

اور دوسری سند کے ساتھ جو حدیث ہے اس میں المسبّحه کا لفظ ہے، المسبّحه انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو کہتے ہیں، کیونکہ نمازی نماز پڑھتے وقت اس انگلی سے توحید کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریک سے تنزیہہ بیان کرتا ہے اور اس کو سبابہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ لوگ سب وشتم کے وقت اس انگلی سے اشارہ کر کے سبّ وشتم کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۔۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ وَقَالَ إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَالْحَرِيرُ وَالدِّيبَاجُ هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، سو انہوں نے پانی مانگا، پس ان کے پاس دہقان چاندی کے ایک برتن میں پانی لے کر آیا، انہوں نے وہ برتن پھینک دیا اور انہوں نے کہا کہ میں نے اس برتن کو صرف اس لیے پھینکا ہے کہ میں نے اس دہقان کو (کئی مرتبہ) چاندی کے برتن میں پانی دینے سے منع کیا ہے مگر یہ باز نہیں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی اور ریشم اور دیباج یہ دنیا میں ان (کافروں) کے لیے ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن

ماجہ: ۳۴۱۴ مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مردوں کے لیے ریشم پہننا اور ریشم بچھانے کا حکم" اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے سونا اور چاندی اور ریشم اور دیباج جائز نہیں ہے، تو مفہوم کے اعتبار سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی ریشم اور دیباج کا استعمال جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ چاندی کے برتن میں پینا حرام ہے، اور چاندی کے برتن میں پینا عورتوں پر بھی حرام ہے اور مردوں پر بھی حرام ہے، تو ریشم اور دیباج کا حکم بھی اسی طرح ہوگا کیونکہ وہ بھی ان کے ساتھ مذکور ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں لفظِ مذکر کے ساتھ خطاب ہے اور مونث کا اس میں داخل ہونا اختلافی ہے اور مختلف فیہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصولیین کے نزدیک مؤنث اس خطاب میں داخل نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے بلکہ تسلی بخش جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے سونے اور ریشم کی اباحت دوسری حدیث سے ثابت ہے جو ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحکم کا ذکر ہے (حاء اور کاف دونوں پر زبر ہے)، یہ حکم بن عتیبہ ہیں، اور عُتَیبہ، عتبہ کی تصغیر ہے جس کا معنی ہے: دروازہ کی چوکھٹ، اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہے، ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اور ابولیلیٰ کا نام یسار ہے، جو یمین کی ضد ہے اور عبدالرحمٰن کوفہ کے قاضی تھے، اور اس حدیث کی سند میں حضرت حذیفہ کا ذکر ہے، اور یہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستسقی" یعنی انہوں نے پانی کو طلب کیا۔

اور اس حدیث میں المدائن کا ذکر ہے، یہ ایک شہر کا نام ہے جو ایرانیوں کا دارالخلافہ تھا۔

اور اس حدیث میں دہقان کا ذکر ہے، دہقان اسے کہتے ہیں جو کسانوں کا کارمختار یا منشی ہو یا کسانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولھم" یعنی کفار کے لیے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ واقع کا بیان ہے اور کفار کے لیے دنیا میں سونے چاندی اور ریشم کو حلال کرنا مراد نہیں ہے، یعنی واقع میں کفار ان چیزوں کو دنیا میں استعمال کرتے ہیں اور یہ مطلب نہیں ہے

کہ دنیا میں ان کے لیے ان چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ کفار بھی فروع کے مکلف ہیں۔ اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ کفار فروع کے مکلف نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۔ ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۸۳۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ أَعَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ شَدِيدًا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا: میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ تو انہوں نے سخت غصہ سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم دنیا میں پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۳، سنن نسائی: ۵۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۸۸، مسند احمد: ۱۱۵۷۴)

صحیح البخاری: ۵۸۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال شعبة فقلت" یعنی میں نے عبدالعزیز سے کہا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟" یعنی کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ اور علی بن الجعد کی روایت میں مذکور ہے از شعبہ، میں نے عبدالعزیز بن صہیب سے ریشم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، پس میں نے کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ تو انہوں نے کہا: "شدیدا" یعنی عبدالعزیز نے غضبِ شدید سے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سوال کیا، یعنی اس سوال کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ قرینہ اس کی خبر دیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے انہوں نے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۸۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ يَقُولُ قَالَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ خطبہ دے رہے تھے اور خطبہ میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۳، سنن نسائی: ۵۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۸۸، مسند احمد: ۱۱۵۷۴)

صحیح البخاری: ۵۸۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ثابت کا ذکر ہے، وہ البنانی ہیں۔ اور ابن الزبیر کا ذکر ہے، وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرسل ہے اور صحابہ کی مراسیل جمہور کے نزدیک حجت ہیں، کیونکہ یا تو ان میں سے کسی ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا، یا انہوں نے کسی اور صحابی سے سنا ہوگا۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے کسی تابعی سے سنا ہو، کیونکہ ایسی بھی روایت ہے کہ بعض صحابہ نے تابعین سے روایت کی ہے، تو میں کہوں گا: یہ نادر ہے اور نادر کالمعدوم ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لم یلبسه" اس حدیث میں لم کا لفظ ہے اور بعض شارحین نے کہا یہ اصل میں لن ہے یعنی لن یلبسه فی الأخرة"، علامہ عینی اس کا رد فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں لم یلبسه ہے، لم کے لفظ کے ساتھ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي ذِبْيَانَ خَلِيفَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيدَ قَالَتْ مُعَاذَةُ أَخْبَرَتْنِي أُمُّ عَمْرٍو بِنْتُ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ سَمِعَ عُمَرَ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی ذبیان خلیفہ بن کعب، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا۔

اور ابو معمر نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از یزید، معاذہ نے کہا: مجھے ام عمرو بنت عبداللہ نے خبر دی کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل سنا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۳، سنن نسائی: ۵۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۸۸، مسند احمد: ۱۱۵۷۴)

صحیح البخاری: ۵۸۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن الجعد، یہ ابن عبید الجوہری البغدادی ہیں۔ امام بخاری نے ان سے اپنی کتاب میں بارہ حدیثیں ذکر کی ہیں، امام بخاری نے کہا: یہ آخر رجب ۲۳۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو ذبیان، اور ان کا نام خلیفہ بن کعب التیمی البصری ہے۔ امام بخاری نے صرف اسی جگہ ان کی روایت ذکر کی ہے۔ امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور علی بن السکن نے از الفربری از ابی الظبیان روایت کی ہے اور اس میں ذال کی جگہ ظاء ہے، محدثین نے کہا: یہ خطاء ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سمعت ابن الزبیر یقول: سمعت عمر یقول'' النظر بن شمیل کی روایت ہے از شعبہ، انہوں نے کہا: ہمیں خلیفہ بن کعب نے روایت بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے سنا، وہ کہتے تھے: تم اپنی عورتوں کو ریشم نہ پہناؤ، کیونکہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم دنیا میں پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا، اس حدیث کی امام نسائی نے از جعفر بن میمون از خلیفہ بن کعب روایت کی ہے، اور انہوں نے اپنی سند میں حضرت عمر کا ذکر نہیں کیا، اور شعبہ جعفر بن میمون سے زیادہ حافظ ہے۔

اور امام نسائی نے جعفر بن میمون کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: جس نے ریشم کو آخرت میں نہیں پہنا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (الحج: ۲۳) اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا ○

ایک قول یہ ہے کہ یہ اضافہ حدیث میں مدرج ہے، اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے، اس کو بھی امام نسائی نے شعبہ کی سند سے بیان کیا ہے، پس انہوں نے اس کی اس باب کی حدیث کی سند کی مثل روایت کی۔ اسی طرح اسماعیلی نے اس کی علی بن الجعد کی سند سے از شعبہ روایت کی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے سے کہا کہ: جس نے آخرت میں ریشم کو نہیں پہنا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (الحج: ۲۳) اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔

اس کے بعد امام بخاری نے ذکر کیا اور ہم سے ابو معمر نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از یزید۔۔۔ الیٰ آخرہ۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی دوسری سند ہے۔

اس سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعید ہیں۔ اور اس سند میں یزید کا ذکر ہے، الغسانی نے کہا: وہ یزید الرشک ہیں اور اس کا معنی ہے کہ وہ قسام ہیں، وہ مکانوں کی تقسیم کرتے تھے اور ان کی پیمائش کرتے تھے اور مکہ میں رہتے تھے اور ۱۳۳ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں معاذہ کا ذکر ہے، یہ بنت عبداللہ العدویہ البصریہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ام عمرو کا ذکر ہے،

وہ بنت عبداللہ بن زبیر بن العوام الاسدیہ ہیں، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن زبیر سے سنا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔

اس سند کے آخر میں لکھا ہے "اس حدیث کی مثل" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ جس نے دنیا میں ریشم کو پہنا وہ آخرت میں ریشم کو نہیں پہنے گا اور اس کی ایک اور سند ہے از شیبان بن فروخ از عبدالوارث، اس کے ساتھ مذکور ہے: سو اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں ریشم نہیں پہنائے گا، اور امام احمد نے از جابر از خالہ خود ام عثمان از جویریہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم کا کپڑا پہنا، اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۔ ۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْحَرِيرِ فَقَالَتْ ائْتِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَلْهُ قَالَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَلِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَفْصٍ يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ فَقُلْتُ صَدَقَ وَمَا كَذَبَ أَبُو حَفْصٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنِي عِمْرَانُ وَقَصَّ الْحَدِيثَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عمران بن حطان، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ریشم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: تم ابن عباس کے پاس جا کر ان سے سوال کرو، عمران نے کہا: پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، تو انہوں نے کہا: تم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرو، سو میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، تو انہوں نے کہا: مجھے ابوحفص نے خبر دی یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ریشم کو دنیا میں صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پس میں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا اور ابوحفص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا۔

عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی از یحییٰ، انہوں نے کہا: مجھے عمران نے حدیث بیان کی اور اس حدیث کا قصہ بیان کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں عثمان بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن فارس البصری العبدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں علی بن المبارک کا ذکر ہے، یہ الہنائی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمران بن حطان کا ذکر ہے، یہ السدوسی ہیں، یہ خوارج کے سردار اور ان کے شاعر تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کی اپنے اشعار میں مدح کی تھی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ایسے شخص کے ذکر کو ترک کرنا واجبات میں سے ہے، پس امام بخاری نے اس شخص کے قول کو کیسے قبول کرلیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا؟

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے عمران بن حطان کی حدیث کو اپنے اس قاعدہ کے موافق روایت کیا ہے کہ وہ بدعتی کی احادیث کی بھی روایت کرتے ہیں جب کہ وہ کلام میں سچا ہو اور دین دار ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمران نے اپنی بدعت سے توبہ کر لی تھی اور یہ بہت بعید ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۰ طبع لاہور)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عمران بن حطان کی حدیث کو روایت کرنے کے لیے امام بخاری کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور امام مسلم نے عمران بن حطان کی حدیث کو روایت نہیں کیا، اور یہ کہاں سے اپنے کلام میں صادق ہو گئے؟ حالانکہ اس نے ابن ملجم اللعین کی مدح میں بڑھ چڑھ کر بے حیائی سے جھوٹ بولا ہے، اور جو دین دار ہو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے قتل سے کیسے خوش ہوگا؟ حتیٰ کہ ان کے قاتل کی مدح کرے، اور عمران بن حطان کی روایت صحیح بخاری میں صرف اسی جگہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے کہا کہ انہوں نے سچ کہا اور ابوحفص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے نہیں ہیں''۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس قول کا قائل عمران بن حطان المذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۔ ۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: مَسِّ الْحَرِيرِ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ — جس نے ریشم کو پہنے بغیر اس کو چھوا

وَيُرْوَى فِيهِ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ریشم کو چھونے کے متعلق الزبیدی نے از زہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس شخص نے ریشم کو مس کیا اور اس پر تعجب کیا اور اس کو پہنا نہیں، اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ریشم کا پہننا تو حرام ہے لیکن اس کو چھونا حرام نہیں ہے، اسی طرح ریشم کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانا بھی حرام نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں از زبیدی از زہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلیق ذکر کی ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق از محمد بن الولید الزبیدی سے منقول ہے، زبیدی میں زبید کی طرف نسبت ہے اور وہ منبہ بن سعد ہیں اور وہی زبید اکبر ہیں اور انہی کی طرف زبید کے قبائل رجوع کرتے ہیں اور یہ زبیدی محمد بن مسلم الزہری کے صاحب ہیں۔ امام بخاری نے ان سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استبرق (دبیز ریشم) کا ایک حلہ ہدیہ کیا گیا، پس صحابہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مس کرتے تھے اور اس پر تعجب کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو، پس اللہ کی قسم! سعد کے جنت میں جو رومال ہیں وہ اس سے زیادہ حسین ہیں۔

امام الدارقطنی نے کہا: اس حدیث کی روایت میں محمد بن الولید الزہری سے منفرد ہیں، اور عبداللہ بن سالم الحمصی کے سوا اور کسی نے اس کی روایت نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۔۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه قَالَ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثَوْبُ حَرِيرٍ فَجَعَلْنَا نَلْمُسُهُ وَنَتَعَجَّبُ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَتَعْجَبُونَ مِنْ هَذَا قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا، پس ہم اس کو چھوتے تھے اور اس پر تعجب کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو، ہم نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا: سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۹، ۳۸۰۲، ۵۸۳۶، ۶۶۴۰، صحیح مسلم: ۲۴۶۸، سنن ترمذی: ۳۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷، مسند احمد: ۱۸۰۷۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس نے ریشم کو پہنے بغیر اس کو مس کیا" اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا کپڑا ہدیہ کیا گیا، سو ہم اس کو ہاتھوں سے مس کرتے تھے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابو محمد العبسی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسرائیل کا ذکر ہے، یہ ابن یونس بن ابی اسحاق عمرو السبیعی ہیں۔ اور اسرائیل اپنے دادا ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ریشم کے جس کپڑے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کو دومہ کے حاکم اکیدر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا، اور اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ وہ انصار کے سردار تھے، اور شاید کہ اس کپڑے کو چھو کر تعجب کرنے والے بھی انصار تھے۔ اور رومال کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا ہے کہ رومال کو نیچے بچھایا جاتا ہے، تو جو رومال سے اوپر درجہ کا کپڑا ہوگا، وہ بہ طریق اولیٰ بہتر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابُ: افْتِرَاشِ الْحَرِيرِ — ریشمی بچھونے کا حکم

وَقَالَ عَبِيدَةُ: هُوَ كَلُبْسِهِ۔

اور عبیدة نے کہا: ریشم کا بچھونا اس کے پہننے کی مثل ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ ریشم کا بستر یا بچھونا یا اس کا فرش بنانا جائز ہے یا نہیں اور آیا ریشم کا بستر بھی اس کے پہننے کی طرح حرام ہے یا نہیں؟ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ریشم کو بچھانا اور اس کا بستر بنانا یہ بھی ریشم کو پہننے کی طرح حرام ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کو ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے اور اس باب کی حدیث عنوان میں ذکر کیے گئے حکم کی وضاحت کرتی ہے۔

• امام بخاری نے اس باب میں تعلیق ذکر کی ہے کہ عبیدہ نے کہا: ریشم کو بچھانا اس کو پہننے کی مثل ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں عبیدہ کا ذکر ہے، اس میں عین پر زبر ہے، یہ عبیدہ بن عمر السلمانی ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ریشم کو پہننے اور اس کا بستر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ دونوں حرمت میں برابر ہیں۔ اور الحارث بن ابی اسامہ نے از محمد بن سیرین اس تعلیق کی موصولاً روایت کی ہے، محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے عبیدہ سے پوچھا: کیا ریشم کا بچھونا اس کے پہننے کی مثل ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَانَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَشْرَبَ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی نجیح سے سنا از مجاہد از ابن ابی لیلیٰ از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے، اور ہمیں ان برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں ریشم اور دیباج کے پہننے سے منع فرمایا اور ہمیں ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ریشم کے بچھونے کا حکم، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اور ریشم پر بیٹھنا اسی وقت متصور ہوگا جب ریشم بچھا ہوا ہو اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ ریشم کا بچھونا ممنوع ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہب بن جریر، وہ اپنے والد جریر بن حازم الازدی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی نجیح کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے، اور نجیح کے والد کا نام یسار ہے، اور ابن ابی لیلیٰ کا نام عبدالرحمٰن ہے، اور ابو لیلیٰ کا نام یسار ہے، جیسے نجیح کے والد کا نام ہے۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ اور کتاب الاشربہ میں دو جگہ گزر چکی ہے، اور کتاب اللباس میں بھی دو جگہ گذر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے، اور ان تمام حدیثوں میں یہ لفظ نہیں ہے کہ ہمیں ریشم پر بیٹھنے سے منع کیا گیا۔

یہ حدیث امام بخاری کی مفردات میں سے ہے، اسی وجہ سے امام حمیدی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔

ریشم کے اوپر بیٹھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور مالکیہ اور شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ریشم کے اوپر بیٹھنا حرام ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ریشم پر بیٹھنے کی اجازت دی ہے، اور ابن الماجیشون نے اور بعض شافعیہ نے اور عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور ان کے بیٹے عبدالملک نے۔ ان فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی وکیع نے از مسعر از راشد مولیٰ بنی تمیم روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں ریشم کا تکیہ دیکھا۔

ابن سعد نے روایت کی کہ ہمیں عبدالوہاب بن عطاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ابی المقدام نے خبر دی از مؤذن بنی وداعہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ اس وقت ریشم کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور سعید بن جبیر ان کے دونوں پاؤں کے پاس بیٹھے تھے۔

اور ان فقہاء نے جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا، یہ تحریم میں صریح نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے مجموعہ سے منع فرمایا ہو، یعنی ریشم کے پہننے سے اور ریشم پر بیٹھنے سے، نہ صرف ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اور اس لیے بھی کہ بیٹھنا، پہننا نہیں ہے۔

پس اگر وہ کہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں اپنی ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ عرصہ پہننے کی وجہ سے سیاہ

ہوگئی تھی، تو ہم کہیں گے کہ اس کا معنی ہے: وہ زیادہ عرصہ استعمال کی وجہ سے سیاہ ہوگئی تھی، کیونکہ ہر چیز کا پہننا اس کے حال کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور مرفقة کا معنی ہے: گدا یا تکیہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۳۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن وہب نے از ابن لہیعہ از ابی النضر روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عامر نے کوئی اہم کام کیا اور لوگوں کو دعوت دی اور ان لوگوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس جب وہ آئے تو عبداللہ بن عامر نے تخت کے اوپر جو ریشم کی چادر بچھی ہوئی تھی اس کو اتارنے کا حکم دیا، پھر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے تو ان سے ابن عامر نے کہا: اے ابواسحاق! اس تخت کے اوپر ریشم کی ایک چادر بچھی ہوئی تھی، جب ہم نے آپ کے آنے کا سنا تو ہم نے وہ چادر اتار لی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں درخت الغضا کے انگاروں پر بیٹھوں تو یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ریشم کی چادر پر بیٹھوں۔

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: عورتوں کے ریشم کے اوپر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ عورتوں کا ریشم کے اوپر بیٹھنا حلال ہے۔

فقہاءِ احناف میں سے الزاہدی نے کہا ہے کہ ریشم کے لحاف کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پہننا ہے، اور دیباج کے تکیہ کی طرف ٹیک لگانا مکروہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ریشم کا استعمال اس وقت حرام ہے جب وہ بدن سے ملا ہوا ہو، اور امام ابویوسف کے نزدیک پہننا عام ہے۔ اور یہ اس بات کی تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس ریشم کا پہننا مکروہ نہیں ہے جو جسم کے ساتھ متصل نہ ہو حتیٰ کہ نیچے کوئی سوتی کپڑا پہنا اور اس کے اوپر کوئی ریشم کا کپڑا پہنا تو وہ امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور جب ریشم کو قبا کے اوپر پہنا یا کوئی اور کپڑا پہنا اور جب ریشم کا جبہ ہو اور اس کے اندر ریشم کا کپڑا نہ ہو تو یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۷۷۔۶۷۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابُ: لُبْسِ الْقَسِّيِّ

وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ مَا الْقَسِّيَّةُ قَالَ ثِيَابٌ أَتَتْنَا مِنَ الشَّامِ أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ فِيهَا حَرِيرٌ وَفِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُنْجِ وَالْمِيثَرَةُ كَانَتِ النِّسَاءُ تَصْنَعُهُ لِبُعُولَتِهِنَّ مِثْلَ الْقَطَائِفِ يُصَفِّرْنَهَا وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ يَزِيدَ فِي حَدِيثِهِ الْقَسِّيَّةُ ثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ مِصْرَ فِيهَا الْحَرِيرُ وَالْمِيثَرَةُ جُلُودُ السِّبَاعِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَاصِمٌ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي الْمِيثَرَةِ۔

''قسّی'' کو پہننے کا بیان

قاسم نے کہا از ابی بردہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: القسی کیا چیز ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہ وہ کپڑا ہے جو ہمارے ہاں (حجاز میں) شام یا مصر سے آتا تھا، اس میں ریشم کی چوڑی دھاریاں ہوتی تھیں اور اس میں سنگترے کی مثل نقوش ہوتے تھے، اور مثیرۃ وہ کپڑا ہے جس کو عورتیں اپنے شوہروں کے لیے بناتی تھیں جو مخملی چادر کی مثل ہوتا تھا اور اس کو زرد رنگ میں رنگتی تھیں۔ اور جریر نے اپنی حدیث میں از یزید کہا: کہ قسی چوڑی دھاریوں والا کپڑا ہے جس کو مصر سے لایا جاتا تھا، اور اس میں ریشم

ہوتا تھا۔ اور میثرہ درندوں کی کھال کی زین ہے، امام ابوعبداللہ
بخاری نے کہا: میثرہ کی جو تفسیر عاصم نے کی ہے، وہ زیادہ لوگوں
سے منقول ہے اور زیادہ صحیح ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''قسی'' کپڑے کو پہننے کا بیان کیا گیا ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: ''القسی'' ایک شہر کی طرف منسوب ہے جس کو القس کہتے ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں: ''القس'' سمندر کے ساحل پر ایک شہر ہے، اس شہر میں ریشم کے کپڑے بنے جاتے تھے، اور آج کل وہ شہر ویران ہے۔

امام ابوعبید نے کہا ہے: محدثین قِسی (قاف کے نیچے زیر) کہتے ہیں اور اہل مصر اس پر زبر پڑھتے ہیں۔

ابن سیدہ نے کہا ہے: ''القس'' ایک جگہ ہے جس کی طرف وہ کپڑے منسوب کیے جاتے ہیں جن کو مصر سے لایا جاتا ہے اور الحسن بن محمد المہلبی المصری نے کہا ہے کہ القس ایک قلعہ ہے جس میں لوگ رہتے تھے اور یہ شام سے دس فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ القزی ہے، سین کی جگہ زاء کے ساتھ اور قز موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ قس، تنیس کی ایک بستی ہے اور یہ بحر دمیاط کے ساحل پر ایک جزیرہ میں ہے جو اب ویران ہو چکا ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق صحیح مسلم کی ایک حدیث موصول کی ایک طرف ہے، جس کی انہوں نے از عبداللہ بن ادریس از عاصم بن کلیب از ابی بردہ اور وہ ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں قسی کے پہننے سے اور میاثر کے استعمال سے منع فرمایا۔ رہا قسی تو یہ وہ کپڑا ہے جس میں پسلی کی طرح چوڑی چوڑی دھاریاں ہوں۔ الحدیث۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہمارے پاس شام سے آتا تھا یا مصر سے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ مصر سے آتا تھا یا شام سے آتا تھا۔

''مضلعة فيها حرير'': یعنی اس میں پسلیوں کی طرح چوڑی چوڑی ریشم کی لکیریں ہوتی تھیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کی چوڑی چوڑی دھاریوں کو پسلیوں کے مشابہ قرار دیا۔

''والميثرة'': یہ نرم ریشم کا کپڑا ہوتا تھا۔

''كانت النساء تصنعه لبعولتهن'': یعنی اپنے شوہروں کے لیے بناتی تھیں، اور بعولة کا لفظ بعل کی جمع ہے اور اس کا معنی

شوہر ہے۔اس کپڑے کو زین کے اوپر رکھ دیا جاتا اور وہ کپڑا ریشم کا ہوتا تھا۔

''مثل القطائف'': یہ قطیفة کی جمع ہے جس کا معنی ہے مخملی چادر، یہ زین کی صفت ہے۔ ابوعبید نے کہا ہے: یہ عجمیوں کی سواریاں ہوتی تھیں جس میں دیباج یا ریشم کے کپڑے کو زین کے اوپر بچھایا جاتا تھا، اور علامہ ہروی نے کہا ہے: میثرة وہ نرم کپڑا ہے جس کو سرخ رنگ میں رنگنے کے بعد زین پر بچھایا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریشم کے کپڑے سے یا اونی کپڑے سے زین کو ڈھانپا جاتا تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ چھوٹے بستر کی طرح ہوتا تھا جو ریشم سے بنایا جاتا تھا اور اس میں سوت سے بھی کام کیا جاتا تھا اور سوار اس کپڑے کو پالان کے اوپر بچھاتا تھا۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

''والمیثرة جلود السباع'': یعنی میثرة درندوں کی کھالوں کو کہتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ''میثرة'' کی یہ تفسیر صرف صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے: میثرہ کی تفسیر کھالوں کے ساتھ کرنا باطل قول ہے اور مشہور قول کے خلاف ہے جس پر محدثین کا اتفاق ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: درندوں کی کھالیں ممنوع نہیں ہیں، اور حدیث میں ''میثرة'' کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یا تو وہ ریشم کا کپڑا ہوتا تھا، یا اسراف کی وجہ سے اس سے منع فرمایا ہے، یا اس وجہ سے کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔

''قال ابوعبداللہ عاصم اکثر'': یعنی امام بخاری نے کہا کہ میثرة کی تفسیر جو عاصم نے کی ہے اس کو اکثر لوگوں نے نقل کیا ہے، یعنی وہ ریشم کا نرم کپڑا ہے جس کو عورتیں اپنے شوہروں کی زین پر بچھاتی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۔ ۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ وَالْقَسِّيِّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اشعث بن ابی شعثاء، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سوید بن مقرن نے حدیث بیان کی از حضرت براء بن عازب، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی ﷺ نے سرخ میاثر اور قسی سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۵۸۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''قسی'' اور اس حدیث میں بھی قسی کا ذکر ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہوگئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں محمد بن مقاتل کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو سرخ میاثر سے منع فرمایا، یعنی سرخ نرم ریشم کے پہننے سے منع فرمایا۔

امام ابوعبید نے کہا ہے: المیاثر حمر جن سے منع کیا گیا ہے، یہ وہ کپڑے ہیں جن کو عجمی لوگ اپنی سواریوں کی زین پر دیباج یا ریشم کا کپڑا بچھاتے تھے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب زین کے اوپر ریشم یا دیباج نہ ہو اور اونی سرخ کپڑا ہو تو اس پر بیٹھ کر سواری کرنا جائز ہے اور اس سے ممانعت اس طرح نہیں ہے جس طرح سرخ ریشم سے ممانعت ہے، اور ابن وہب نے کہا: امام مالک سے سوال کیا گیا: آیا سرخ ریشم پر سواری کی جائے گی یعنی سرخ ریشم کو زین پر ڈال کر سواری کی جائے گی؟ تو امام مالک نے کہا: میرے علم میں یہ حرام نہیں ہے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔ (اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے۔ (الاعراف: ۳۲)

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا گیا ہے کہ میں ارجوان پر سواری نہیں کرتا؟ اور علامہ خطابی نے بتایا کہ ارجوان سرخ رنگ کو کہتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ آپ نے اس سے سرخ ریشم کا ارادہ فرمایا۔ اور کبھی وہ کپڑا دیباج اور ریشم سے بنایا جاتا ہے اور اس کے متعلق ممانعت وارد ہو چکی ہے، کیونکہ اس میں جہالت ہے اور یہ مردوں کا لباس نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے از قتادہ از حسن از عمران بن حصین روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سرخ رنگ پر سواری نہیں کرتا اور نہ زرد رنگ پر اور نہ وہ قمیص پہنتا ہوں جس میں ریشم کے بٹن لگائے گئے ہوں اور امام ابویعلیٰ الموصلی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھیوں سے اور قسی سے اور سرخ رنگ میں رنگے ہوئے میثرۃ (نرم ریشم) سے اور زرد رنگ میں رنگے ہوئے میثرہ (نرم ریشم) سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابُ: مَا يُرَخَّصُ لِلرِّجَالِ مِنَ الْحَرِيرِ لِلْحِكَّةِ

خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشم پہننے کی رخصت کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی رخصت دی گئی ہے۔

۵۸۳۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی، کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔

(صحیح بخاری: ۲۹۱۹، ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۵۸۳۹، صحیح مسلم: ۲۰۷۶، سنن ترمذی: ۱۷۲۲، سنن نسائی: ۵۳۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲، مسند احمد: ۱۱۸۷۹)

صحیح البخاری: ۵۸۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سلام ہیں۔ علی بن السکن کی روایت میں محمد بن سلام مذکور ہے اور اکثرین کی روایت میں صرف محمد مذکور ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت زبیر کا ذکر ہے اور یہ حضرت الزبیر بن العوام ہیں اور عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لحكة بهما" کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی، یعنی ان دونوں کے بدنوں میں خارش تھی۔

امام غزالی نے الوسیط میں لکھا ہے: جس صحابی کے لیے ریشم پہننے کی اجازت دی گئی تھی، وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ غلط ہے۔

اور امام شافعی سے منقول ہے کہ یہ رخصت حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کے ساتھ مخصوص تھی۔

التوضیح میں مذکور ہے: ہمارے بعض اصحاب شافعیہ نے فرق کیا ہے، انہوں نے ریشم پہننے کو سفر میں جائز قرار دیا ہے اور حضر میں جائز نہیں قرار دیا، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ یہ رخصت سفر میں تھی۔ اور الروضہ میں بھی اس رخصت کو جوؤں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ امام رافعی نے خارش کے متعلق لکھا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ خارش کی وجہ سے سفر اور حضر میں ریشم کو پہننا جائز ہے اور جس نے کہا کہ یہ سفر کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا قول بہت بعید ہے۔ اگرچہ علامہ ابن الصلاح نے اس کو اختیار کیا ہے، کیونکہ امام مسلم اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان دونوں کو ریشم پہننے کی اجازت اس لیے دی تھی کہ ان دونوں نے ایک غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تھی۔ واللہ اعلم

۳۰- بَابُ: الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ — ریشم کا خواتین کے لیے جواز

یعنی اس باب میں خواتین کے لیے ریشم پہننے کے جواز کو بیان کیا گیا ہے۔ 22 A

۵۸۴۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَسَانِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَخَرَجْتُ فِيهَا فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی ح اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن میسرہ از زید بن وہب از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سیراء کا (ریشمی دھاریوں والا) حُلّہ (جوڑا) عطا فرمایا، میں وہ پہن کر نکلا تو میں نے آپ کے چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے، پھر میں نے اس حلہ کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۱۴، ۵۳۶۶، ۵۸۴۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۱، سنن نسائی: ۵۲۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۷۵۷)

صحیح البخاری: ۵۸۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی نے ریشمی کپڑا پہنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ریشمی دھاریوں والا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ کپڑا اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حلة سيراء": یہ کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ تہبند اور چادر کو حلّہ کہتے ہیں، اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حُلّہ اس وقت ہوتا ہے جب دو کپڑے ایک جنس سے ہوں۔ امام مالک نے کہا ہے: سیراء کا معنی یہ ہے کہ اس کپڑے کے کنارے ریشم کے ہوں، اور اصمعی نے کہا ہے: وہ ایسا کپڑا ہے جس میں ریشم کی یا قز کی دھاریاں اور خطوط (لکیریں) ہوں، اور خلیل نے کہا ہے کہ پسلیوں کی طرح ریشم کی چوڑی چوڑی لکیریں ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ کپڑا ہے جس میں مختلف رنگوں کے لمبے لمبے خطوط (لکیریں) ہوں، اور الجوہری نے کہا ہے: یہ وہ چادر ہے جس میں زرد رنگ کے خطوط ہوں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ "حلة سيراء" آیا اس میں اضافت ہے یا نہیں؟ پس اکثر کے نزدیک حلةٌ کے او پر تنوین ہے، اور سیراء کا لفظ عطفِ بیان ہے یا صفت ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: "حلة سيراء" اس طرح ہے جیسے وہ کہتے ہیں ناقة عشراء۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر غضب کے آثار دیکھے'': اور امام مسلم نے ابوصالح سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کپڑا میں نے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہنو، بلکہ یہ میں نے اس لیے تمہارے پاس بھیجا تھا کہ تم اس کے ٹکڑے کر کے اپنی عورتوں کے دوپٹے بناؤ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس کے الفواطم کے درمیان دوپٹے بنادیے۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا: الفواطم سے مراد ہیں فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، اور میں تیسری فاطمہ کو نہیں جانتا۔ اور امام طحاوی نے روایت کی ہے، ہمیں احمد بن داؤد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن عیینہ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی زیاد از ابی فاختہ الجعدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ آذربائیجان کے امیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا میثرہ (یعنی ریشم کی دھاریوں والا حلہ) ہدیہ میں بھیجا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حلہ میری طرف بھیج دیا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میں اس کو پہنوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں تمہارے لیے اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جس کو میں اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں، اس کے تم الفواطم کے دوپٹے بنالو، اس کے میں نے چار دوپٹے بنائے، ایک دوپٹہ میں نے فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کو دیا جو علی بن ابی طالب کی والدہ ہیں اور دوسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور تیسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب کو دیا اور چوتھا دوپٹہ ایک اور فاطمہ کو دیا جن کا نام میں بھول گیا، امام طحاوی کی عبارت ختم ہوئی۔

قاضی عیاض نے کہا کہ شاید یہ چوتھی فاطمہ عقیل بن ابی طالب کی زوجہ ہیں اور یہ شیبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں، اور دوسرا قول ہے کہ یہ بنت عتبہ بن ربیعہ ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا''۔ یعنی میں نے اس کو کاٹ کر ان عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اور عورتوں سے مراد وہی ہیں جن کی ابوصالح کی روایت میں تفسیر ہے کہ انہوں نے وہ الفواطم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت علی نے جو کہا: میں نے اس کو اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا، اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ان کی رشتہ دار تھیں اور یہ الفواطم المذکورہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۔ ۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ رضي الله عنه رَأَى حُلَّةَ سِيَرَاءَ تُبَاعُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ ابْتَعْتَهَا تَلْبَسُهَا لِلْوَفْدِ إِذَا أَتَوْكَ وَالْجُمُعَةِ قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ حَرِيرٍ كَسَاهَا إِيَّاهُ فَقَالَ عُمَرُ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِيهَا مَا قُلْتَ فَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَبِيعَهَا أَوْ تَكْسُوَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی دھاریوں والا حُلّہ فروخت ہوتے دیکھا، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ اس کو خرید لیں، اور جب کوئی وفد آپ سے ملاقات کے لیے آئے، اس دن آپ اس کو پہنیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنیں، آپ نے فرمایا: اس کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت کے اجر میں کوئی حصہ نہیں

ہوتا، اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ریشمی دھاریوں والا ریشم کا حُلّہ بھیجا، آپ نے وہ حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنایا، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے یہ حلہ مجھے پہنایا ہے حالانکہ میں آپ سے سن چکا ہوں جو آپ نے اس کے پہننے کے متعلق فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: میں نے یہ حلہ تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم اس کو فروخت کردو یا کسی کو پہنادو۔

(صحیح البخاری: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۱۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۱، مسند احمد: ۵۷۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۰۵)

صحیح البخاری: ۵۸۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''خواتین کے لیے ریشم پہننے کا جواز'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے یہ ریشمی حلہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم اپنے علاوہ عورتوں میں سے کسی عورت کو یہ حلہ ہبہ کردو، اس سے یہ معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے ریشمی حلہ پہننا جائز ہے اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جویریہ کا ذکر ہے، یہ جاریہ کی تصغیر ہے اور یہ ابن اسماء الضبعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''للوفد''، اس کا معنی ہے: جب چند آدمی کسی بڑے آدمی سے ملاقات کے لیے آئیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''والجمعة'' یعنی آپ جمعہ کے دن اس کو پہنیں۔ اور سالم کی روایت میں ہے ''للعید'' یعنی آپ عید کے دن اس کو پہنیں۔ اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ جب عرب کے وفود آپ کے پاس ملنے کے لیے آئیں تو آپ اس حلہ کے ساتھ عمدہ لباس پہنیں اور جب آپ عید یا غیر عید کے دن لوگوں کو خطبہ دیں تو اس کو پہنیں۔ اور عرب کے وفود اس لیے کہا ہے کہ آپ کے پاس اکثر عرب کے وفود آتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من لا خلاق له'': یعنی جس کا قیامت کے دن نیکیوں میں سے کوئی حصہ نہ ہو۔

اس اشکال کا جواب کہ جب ریشمی حلہ مردوں کے لیے ناجائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ حلہ کیسے پہنایا؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''کساھا ایاہ'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حلہ مذکورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ

کہنا ان کی فہم کے اعتبار سے ہے، ورنہ باقی حدیث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف وہ حلہ اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ وہ اس کو خود پہنیں۔ اور امام مالک نے اس حدیث کے آخر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا اور امام نسائی کی روایت میں ہے: وہ ان کا ماں شریک بھائی تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ۔

(سنن نسائی: ۵۲۹۷، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے ام کلثوم علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ریشمی دھاریوں والی ریشم کی چادر کو دیکھا۔

صحیح البخاری: ۵۸۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں ابوالیمان کا ذکر ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔

امام طحاوی نے اس حدیث کو پانچ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور پانچویں سند میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ریشمی دھاریوں والی ریشم کی چادر دیکھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں سات (۷) ہجری میں فوت ہو گئی تھیں، اور حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی تھیں، اور یہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کے اسلام لانے کے بعد ان کی طرف واپس کر دیا تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ نکاحِ جدید کے ساتھ واپس کیا تھا، اور دوسرا قول ہے کہ پہلے نکاح کے ساتھ واپس کیا تھا۔ اور یہ آٹھ (۸) ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو دیکھنا کس طرح جائز ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ نابالغ تھے، اور حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں بالغ ہوئے ہیں اور یہ واقعہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرتِ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا تھا تو یہ حضرت عقبہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس کی امام نسائی اور امام ابن حبان نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کو ریشم پہننے سے اور زیورات پہننے سے منع فرماتے تھے، اور اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد دیکھا تو یہ اس پر دلیل ہوگی کہ حضرت عقبہ کی حدیث منسوخ ہوگئی تھی۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے امام طحاوی کے اوپر اس تردید کی وجہ سے اعتراض کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طحاوی پر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی موت مخفی رہی، کیونکہ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوگئی تھیں جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، پس معارضہ کا دعویٰ مردود ہے، اسی طرح نسخ کا دعویٰ بھی مردود ہے۔ پھر اس معترض نے یہ کہا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے یعنی حضرت انس کی حدیث اور حضرت عقبہ بن ابی عامر کی حدیث کے درمیان، کہ حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کو ریشم اور زیورات پہننے سے منع فرماتے تھے، تو یہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۴، دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث نہیں ہوسکتی، کیونکہ امام بخاری کی تصحیح دوسرے ائمہ کی تصحیح سے زیادہ قوی ہے اور معارضہ مساوات کا تقاضا کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۔۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۔ بَابُ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَتَجَوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ وَالْبُسْطِ

اس کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس پہننے اور بستر بچھانے میں توسع کو اختیار کرتے تھے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس اور بستر میں تخفیف فرماتے تھے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ بستر میں توسع فرماتے تھے اور کسی ایک قسم کے بستر یا ایک قسم کے لباس کی پابندی نہیں کرتے تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ عمدہ لباس اور عمدہ بستر کو طلب نہیں کرتے تھے بلکہ جو لباس یا جیسا بستر میسر ہو جاتا اس کو استعمال فرماتے۔ اور اس عنوان میں جو "بُسط" کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ چیز ہے جس پر بیٹھا یا لیٹا جائے، حافظ ابن حجر نے کہا ہے: یہ لفظ بَسط ہے، باء کے زبر کے ساتھ۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ) اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ لفظ بُسط ہے باء کی پیش کے ساتھ۔ اور میرا گمان یہی ہے کہ جو علامہ کرمانی نے کہا ہے وہی صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ لَبِثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عبید بن حنین از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک ٹھہرا رہا اور

عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلْتُ أَهَابُهُ فَنَزَلَ يَوْمًا مَنْزِلًا فَدَخَلَ الْأَرَاكَ فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ فَقَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَا نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ وَذَكَرَهُنَّ اللَّهُ رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذَلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا مِنْ غَيْرِ أَنْ نُدْخِلَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِنَا وَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ امْرَأَتِي كَلَامٌ فَأَغْلَظَتْ لِي فَقُلْتُ لَهَا وَإِنَّكِ لَهُنَاكِ قَالَتْ تَقُولُ هَذَا لِي وَابْنَتُكَ تُؤْذِي النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَيْتُ حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا إِنِّي أُحَذِّرُكِ أَنْ تَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَتَقَدَّمْتُ إِلَيْهَا فِي أَذَاهُ فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ لَهَا فَقَالَتْ أَعْجَبُ مِنْكَ يَا عُمَرُ قَدْ دَخَلْتَ فِي أُمُورِنَا فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ فَرَدَّدَتْ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غَابَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَشَهِدْتُهُ أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَشَهِدَ أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ مَنْ حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدِ اسْتَقَامَ لَهُ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَلِكُ غَسَّانَ بِالشَّامِ كُنَّا نَخَافُ أَنْ يَأْتِيَنَا فَمَا شَعَرْتُ إِلَّا بِالْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ قُلْتُ لَهُ وَمَا هُوَ أَجَاءَ الْغَسَّانِيُّ قَالَ أَعْظَمُ مِنْ ذَاكَ طَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ فَجِئْتُ فَإِذَا الْبُكَاءُ مِنْ حُجَرِهِنَّ كُلِّهَا وَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ قَدْ صَعِدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ وَعَلَى بَابِ الْمَشْرُبَةِ وَصِيفٌ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِي فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ وَتَحْتَ رَأْسِهِ مِرْفَقَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَإِذَا أُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ وَقَرَظٌ فَذَكَرْتُ الَّذِي قُلْتُ لِحَفْصَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَالَّذِي

میں یہ ارادہ کرتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں جنہوں نے نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی، پس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا، پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جگہ گئے اور پیلو کے درخت کے درمیان (قضائے حاجت کے لیے) داخل ہوئے، جب باہر آئے تو میں نے سوال کیا کہ (وہ دو عورتیں کون تھیں؟) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے، پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا ذکر کیا، تو پھر ہم نے یہ جانا کہ عورتوں کے بھی ہم پر حقوق ہیں، سوا اس کے کہ ہم ان کو اپنے معاملات اور اپنے کاموں میں مداخلت کرنے دیں، ایک دن میرے اور میری بیوی کے درمیان کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو میری بیوی نے مجھ سے سختی سے بات کی، تو میں نے اس سے کہا: اب تمہاری جرأت یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ تو میری بیوی نے کہا: آپ مجھ سے اس طرح کہتے ہیں اور آپ کی بیٹی تو نبی ﷺ کو ایذاء پہنچاتی ہے، پس میں حفصہ کے پاس گیا، سو میں نے اس سے کہا: میں تم کو اس سے خبردار کرتا ہوں کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو، رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے کے معاملہ میں بات کرنے کے لیے میں پہلے حفصہ کے پاس گیا، پھر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، سو میں نے ان سے بھی کہا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے عمر! میں تم پر تعجب کرتی ہوں، تم ہمارے معاملات میں دخل دے رہے ہو، صرف یہی بات رہ گئی تھی کہ تم رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے درمیان مداخلت کرو (سو تم اس میں بھی دخل دینے لگے ہو) پس انہوں نے میری بات کو رد کر دیا، میں واپس آ گیا اور انصار میں سے ایک مرد تھا، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا تو میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور اس دن جو

رَدَّتْ عَلَیَّ أُمُّ سَلَمَۃَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَبِثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ۔

احکام نازل ہوتے، وہ میں آ کر اس کو بتاتا۔ اور جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور اس دن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام دیئے ہوتے وہ آ کر مجھے بتاتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جو حکمران تھے، ان سب سے معاملات درست تھے، صرف شام کا بادشاہ غسان تھا جس سے ہم ڈرتے رہتے تھے کہ وہ ہم پر حملہ کرے گا، پھر ایک دن مجھے اس انصاری کے آنے کی خبر اس طرح ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا: ایک بہت سنگین معاملہ ہو گیا ہے، میں نے اس سے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کیا غسانی نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی سنگین بات ہو گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، پھر میں آیا تو تمام ازواج کے حجروں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانہ میں چڑھ کر چلے گئے تھے، اور بالا خانے کے دروازہ پر ایک نوجوان پہرہ دار تھا، میں اس کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا: میرے لئے اجازت طلب کرو، اس نے اجازت طلب کی، پس میں داخل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشانات نقش ہو گئے تھے اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور وہاں چند کچی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور کیکر کے پتے بھی تھے، پھر میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا جو میں نے حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہی تھی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے میری بات رد کر دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، آپ انتیس راتوں تک بالا خانہ پر رہے اور پھر نیچے اتر آئے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۳۱۸، سنن نسائی: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۲۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر بچھانے میں توسع کو اختیار کرتے تھے اور اس حدیث میں ہے کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص بستر کی پابندی نہیں کرتے تھے بلکہ جو چیز میسر آتی اس پر لیٹ جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تظاھرتا" یعنی وہ دو عورتیں کون ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ حضرت عمر نے بتایا کہ وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فدخل فی الاراك" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیلو کے درختوں کے درمیان قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانك لھنا ك" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اب اس مقام پر پہنچ گئی ہو اور تمہاری یہ جرأت ہے کہ تم مجھ سے سختی سے بات کر رہی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وتقدمت الیھا فی اذاہ" یعنی میں سب سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس سے پہلے کہ میں آپ کو ایذاء پہنچانے کے معاملہ میں بات کرنے کے لیے آپ کی کسی اور زوجہ کے پاس جاتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فاتیت ام سلمه" حضرت ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور ان کا نام ہند ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس اس لئے گئے کہ وہ ان کی رشتہ دار تھیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کی خالہ تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وكان من حول رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جو بادشاہ اور حکام تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اجاء الغسانی ؟ قال اعظم من ذاك طلق رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نساءه": اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ازواج کو طلاق دینا دشمن کے مدینہ پر حملہ کرنے سے زیادہ سنگین کیسے ہو گیا؟

اس کا جواب یہ ہے: کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ملال ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعتبار سے یہ اس لیے زیادہ سنگین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی بیٹی سے الگ ہو جانا ان کے نزدیک بہت سنگین تھا اور ان کو یہ اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے حملوں اور ان کے شر سے محفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا ○ (النساء: ۱۴۱)

کافروں کے مسلمانوں پر غلبہ کے اشکال کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہمارے دور میں تو ہر جگہ کفار مسلمانوں پر غالب آرہے ہیں، عراق کی جنگ میں دیکھ لیں، افغانستان میں دیکھ لیں، فلسطین میں دیکھ لیں، برما میں، مقبوضہ کشمیر میں، حتیٰ کہ پاکستان میں بھی ہر جگہ کفار کا مسلمانوں پر غلبہ ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ دلیل اور حجت کے اعتبار سے کبھی بھی کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ نہیں ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۳) لیکن اس آیت کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ کافر دنیا کی جنگوں میں بھی ہرگز ہرگز مسلمانوں پر غلبہ نہیں پاسکیں گے، بہ شرطیکہ مسلمان اللہ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں اور کسی برائی میں مبتلا نہ ہوں، اور گناہوں پر اصرار نہ کریں، اور توبہ کو نہ چھوڑیں اور جب وہ برے کاموں میں ملوث ہوجائیں اور اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دیں اور لڑائی میں کافران پر غالب آجائیں تو یہ صرف ان کی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؁ (الشوریٰ: ۳۰)

اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو وہ معاف کر دیتا ہے O

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؁ (آل عمران: ۱۳۹)

اور نہ تم کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے O

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس انصاری نے کہا: ''طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس انصاری نے یہ کیسے کہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے حجروں سے نکل کر بالا خانہ پر آگئے تھے اور ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں گئے، اس سے اس انصاری نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وصیف'' اس سے مراد ہے خادم جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مرفقة'' اس کا معنی ہے تکیہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وھب'' یہ اھاب کا مبالغہ ہے، اس کا معنی ہے: کچی کھال جو ابھی رنگی نہ گئی ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''قرظ'' اس سے مراد ہے: کیکر کے درخت کے پتے جن سے کھال کو رنگا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۔۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۴۳، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) انسان کبھی سوال کرنے سے شرمندہ ہوتا ہے تو وہ اپنے سوال کرنے کو مؤخر کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سال تک تاخیر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرعوب رہے کہ ان سے یہ سوال کرتے کہ وہ دو عورتیں کون تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ملامت کی اور فرمایا: اگر تم مجھ سے سوال کرو تو اگر میرے پاس علم ہوگا تو میں تمہیں ضرور اس کی خبر دوں گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دینا صحیح تھا اور انسان کو یہ

نہیں چاہیے کہ وہ کسی کو علم کے طلب کرنے میں شرمندہ کرے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جو حیاء کرنے والا ہو وہ بھی علم حاصل نہیں کرسکتا اور جو تکبر کرنے والا ہو وہ بھی علم حاصل نہیں کرسکتا، کیونکہ جو انسان بہت حیاء کرنے والا ہو وہ علم کو حاصل کرنے سے رکا رہے گا اپنی حیاء کی وجہ سے، اور جو تکبر کرنے والا ہو وہ بھی سوال کرنے میں اپنی کمی محسوس کرے گا اور سوال نہیں کرے گا۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام نے عورتوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کیا، اس کے برعکس زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ ان کو کوئی حیثیت دی جاتی تھی۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی چیزوں سے عیش و آرام حاصل نہیں کرتے تھے، بلکہ جو چیز میسر ہوتی اسی پر اکتفاء کر لیتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی بیٹی کی خیر خواہی کرے اور اس کو نصیحت کرے اور اس کو اللہ کے عذاب اور اس کے غضب سے ڈرائے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کبھی کوئی خاتون مرد کو اس کے اقدام سے باز رکھتی ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کریں گے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض نہ کریں، لیکن جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ تمہاری نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ازواج کے درمیان مداخلت کرنے لگے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اقدام سے رک گئے۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ خوفِ طبعی خوفِ شرعی کے منافی نہیں ہے، کیونکہ مسلمان غسان کے بادشاہ سے ڈرتے تھے اور یہ باتیں کرتے تھے کہ وہ عنقریب ان پر حملہ کرنے والا ہے۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان کو کوئی ایسی بات کرنی چاہیے جس سے دوسرے انسان کا غم اور غصہ چلا جائے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا ذکر کیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۱۶۔ ۵۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۸۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ كَمْ مِنْ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَتْ هِنْدٌ لَهَا أَزْرَارٌ فِي كُمَّيْهَا بَيْنَ أَصَابِعِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ہند بنت الحارث نے خبر دی از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور آپ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، آج رات کس قدر فتنے نازل ہوئے اور کس قدر خزانے نازل کیے گئے، حجروں والیوں کو کون بیدار کرے گا، کتنی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں لباس پہنے ہوئے ہوں گی اور آخرت میں

برہنہ ہوں گی۔
الزہری نے کہا کہ ہند اپنی آستینوں میں انگلیوں کے درمیان بٹن لگاتی تھیں (تاکہ صرف انگلیاں کھلیں اور اس سے آگے آستینیں نہ کھلیں)۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵، ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، سنن الترمذی: ۲۱۹۶، مسند احمد: ۲۶۰۰۵، موطا امام مالک: ۱۶۹۵)

صحیح البخاری: ۵۸۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو اور تمام مومن عورتوں کو باریک کپڑوں کے لباس کے پہننے سے منع فرمایا، ایسے باریک کپڑے جو جسم کی نمائش کریں، آپ نے فرمایا: کتنی عورتیں دنیا میں لباس پہننے والی ہوں گی اور آخرت میں برہنہ ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسا لباس پہننے والی کی سزا یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن برہنہ ہوگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ المسندی ہیں اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن یوسف الصنعانی ہیں۔ اور معمر کا ذکر ہے، وہ ابن راشد ہیں۔ اور الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور ہند بنت الحارث کا ذکر ہے، وہ الفراسیہ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ القرشیہ ہیں، وہ محمد بن المقداد بن الاسود کے نکاح میں تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کا نام ہند ہے۔
یہ حدیث کتاب العلم میں اس باب میں گذر چکی ہے ''باب العلم والعظة باللیل'' اور صلوٰۃ اللیل میں بھی گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الفتن میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ماذا'' یہ استفہام ہے اور تعجب اور تعظیم کے معنی کو متضمن ہے، یعنی آپ نے خواب میں دیکھا کہ عنقریب آپ کے بعد لوگوں کے لیے فتنے واقع ہوں گے اور اس میں ان کے لیے خزانے ہوں گے، یا آپ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو خزانوں سے تعبیر فرمایا اور عذاب کو فتنوں سے تعبیر فرمایا، کیونکہ یہ فتنے عذاب تک پہنچاتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''عاریة'' یعنی کتنی لباس پہننے والی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہوں گی، یعنی جو باریک لباس پہنتی ہیں، ایسا باریک لباس جو کھال کے رنگ کے دکھائی دینے سے مانع نہیں ہوتا، انہیں آخرت میں یہ سزا دی جائے گی کہ وہ برہنہ ہوں گی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو دنیا میں نفیس اور عمدہ لباس پہنتی ہوں گی، وہ آخرت میں نیکیوں سے خالی ہوں گی، اس میں اس پر برانگیختہ

کیا ہے کہ وہ اسراف کو ترک کریں اور لباس کی اتنی مقدار اپنے پاس رکھیں جوان کے لیے کافی ہو اور باقی لباس کو صدقہ کر دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لھا ازرار'' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے ڈرتی تھیں کہ کھلی آستینوں کے سبب سے ان کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے، اس لیے وہ آستینوں میں گھنڈیاں یا بٹن لگا لیتی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۔ ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۲۔ بَابُ: مَا يُدْعَى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

جو نیا کپڑا پہنے اس کو کیا دعا دی جائے

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے، اس کو کیا دعا دی جائے۔

۵۸۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ خَالِدٍ بِنْتُ خَالِدٍ قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ قَالَ مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوهَا هَذِهِ الْخَمِيصَةَ فَأُسْكِتَ الْقَوْمُ قَالَ ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَلْبَسَنِيهَا بِيَدِهِ وَقَالَ أَبْلِي وَأَخْلِقِي مَرَّتَيْنِ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَلَمِ الْخَمِيصَةِ وَيُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَيَّ وَيَقُولُ يَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سَنَا وَيَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سَنَا وَالسَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشِيَّةِ الْحَسَنُ قَالَ إِسْحَاقُ حَدَّثَتْنِي امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِي أَنَّهَا رَأَتْهُ عَلَى أُمِّ خَالِدٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کچھ کپڑے آئے جن میں ایک سیاہ چادر تھی، آپ نے فرمایا: تمہاری کیا رائے ہے، یہ چادر ہم کس کو پہنائیں؟ پس صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ، پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مجھے وہ چادر پہنائی اور دو مرتبہ فرمایا: تم اس کو بوسیدہ کرو اور پرانا کرو، پھر آپ اس چادر کے نقش ونگار کی طرف دیکھنے لگے اور ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے: ام خالد! یہ سنا ہے یعنی بہت عمدہ ہے، اور سنا حبشی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں۔

اسحاق نے کہا: میرے گھر کی ایک عورت نے بتایا کہ اس نے ام خالد کے اوپر یہ چادر دیکھی تھی۔

(صحیح البخاری: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۸۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ ''نیا کپڑا پہننے والے کو کیا دعا دی جائے؟'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کو وہ سیاہ چادر پہنا کر یہ دعا دی کہ تم اس کو پرانا کرو اور بوسیدہ کرو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ام خالد کا ذکر ہے، ام خالد کا نام بن الزبیر بن العوام بنت خالد بن سعید بن العاص ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابلی'' یہ الابلاء سے ماخوذ ہے، اور وہ کسی کپڑے کو پرانا کرنا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اخلقی'' اس کا معنی ہے: تم اس کو پھاڑو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں ''خمیصة سوداء'' کا ذکر ہے، اور کتاب الجہاد میں ذکر ہے قمیص الاصغر، یعنی وہ چھوٹی قمیص تھی، پھر کہا: ان میں جمع کرنا ممتنع نہیں ہے، کیونکہ ان کے وجود میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال اسحاق'' یعنی اسحاق کے گھر کی ایک عورت نے بتایا کہ انہوں نے ام خالد کے اوپر اس چادر کو دیکھا، اس میں یہ دلیل ہے کہ ام خالد طویل زمانہ تک زندہ رہیں۔

اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک کپڑا دیکھا تو آپ نے دعا دی: تم نیا کپڑا پہنو اور تعریف کیے ہوئے زندہ رہو اور شہادت کی موت مرو۔

اور امام نسائی اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی ایک علت بیان کی ہے۔

نیا کپڑا پہننے کی دعائیں

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے صحتِ سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لیتے، عمامہ یا قمیص یا چادر، پھر دعا کرتے:

اللهم لك الحمد انت كسوتنيه اسألك من خيره وخير ما صنع له واعوذبك من شره وشر ما صنع له۔

اے اللہ تیرے لئے ہی حمد ہے، تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس کے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں، اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی نیا کپڑا پہنا پھر یہ دعا کی:

الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی۔ | اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس سے میں اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں اور جس کے ساتھ میں اپنی زندگی میں خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔

پھر اس نے پرانے کپڑے کا قصد کیا اور اس کو صدقہ کر دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور زندگی اور موت میں اللہ تعالیٰ کے سائے میں رہے گا۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو حسن قرار دیا۔

اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی کپڑا پہنا، پھر یہ دعا کی:

الحمد لله الذی کسانی هذا ورزقنیه من غیر حول منی ولا قوة۔ | اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور جس نے مجھے یہ کپڑا عطا کیا بغیر میری طاقت اور قوت کے۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

اور امام بخاری نے ان حدیثوں میں سے کسی حدیث کی روایت نہیں کی، کیونکہ یہ احادیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۳۲۔ ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابُ: النَّهْيِ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ — مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کے استعمال کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کے استعمال کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مردوں کی قید سے عورتوں سے احتراز کیا ہے، کیونکہ عورتوں کے لیے زعفرانی رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔ | امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو زعفرانی رنگ کے استعمال سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۱، سنن ترمذی: ۲۸۱۵، سنن نسائی: ۵۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۱۷۹، مسند احمد: ۱۱۵۶۷)

صحیح البخاری: ۵۸۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد الوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید البصری ہیں۔ اور عبد العزیز کا ذکر ہے، یہ ابن صہیب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"ان یتزعفر الرجل": اس حدیث میں مرد کو زعفران کے استعمال سے منع فرمایا۔

علامہ ابن التین اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ ممانعت جسم کے ساتھ مخصوص ہے اور کراہت پر محمول ہے، کیونکہ جسم کو زعفرانی رنگ کے ساتھ رنگنا زندگی کی ایسی آسودگی ہے جس سے شارع نے منع فرمایا۔

رہا یہ کہ یہ حدیث کراہت پر محمول ہے اور تحریم پر محمول نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے جسم پر زرد رنگ کا اثر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا اور نہ حکم دیا کہ اس رنگ کو دھوؤ، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ جسم پر زعفرانی رنگ لگانا اس کے لیے ممنوع ہے جو دولہا نہ ہو۔ اور یہ کراہت پر محمول ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ امام ابوداؤد نے حضرت عمار کی یہ حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر رات کے وقت آیا اور میرے ہاتھوں میں پھٹن تھی، پس گھر والوں نے اس پر زعفران لگا دی، پھر صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اور نہ مجھے مرحبا کہا، پس فرمایا: جاؤ! تم یہ زعفران کا رنگ دھوؤ، میں گیا اور زعفران کو دھویا اور آیا، اور ابھی اس کا کچھ رنگ ہاتھوں پر باقی تھا، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اور نہ مجھے مرحبا کہا، اور فرمایا: جاؤ! اس کو دھوؤ، پھر میں گیا اور میں نے دھویا، اور پھر میں آیا اور آپ کو سلام کیا، تو آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے مرحبا کہا اور فرمایا: فرشتے کافر کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے اور نہ اس کے جنازے پر جس نے اپنے ہاتھوں پر زعفران کا رنگ لگایا ہو اور نہ جنبی پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں، تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو صحیح بخاری کے پائے کی نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۔۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابٌ: الثَّوْبِ الْمُزَعْفَرِ — زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے کا کیا حکم ہے۔

۵۸۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ أَوْ بِزَعْفَرَانٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ محرم ورس یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا اپہنے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، ان کا نام الفضل بن دکین ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وَرْس'' (واؤ پر زبر اور راء ساکن)، یہ یمن کی ایک گھاس ہے جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے۔

غیر محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کا حکم

اس حدیث میں مُحرم کی قید لگائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غیر مُحرم زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کو بھی پہن سکتا ہے اور ورس کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے کو بھی پہن سکتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک اور فقہاء کی ایک جماعت نے غیر محرم کے لیے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کے پہننے کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ممانعت صرف محرم کے لیے ہے، اور امام شافعی اور فقہاء احناف نے اس حدیث کو محرم اور غیر محرم دونوں پر محمول کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو بھی ''النعال السبتیہ'' کے باب میں آنے والی ہے، وہ بھی جواز پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ خضاب لگاتے تھے یا کپڑوں کو رنگتے تھے۔

اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر دو کپڑے تھے جو زعفران سے رنگے ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن مصعب بن زبیر ایک ضعیف راوی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابُ: الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ — سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا کیا حکم ہے؟ اور امام بخاری نے عنوان میں اس کا حکم نہیں بیان کیا، کیونکہ اس باب کی احادیث سے اس کا حکم سمجھ میں آ رہا ہے۔

۵۸۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرْبُوعًا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط قامت کے تھے، اور میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلہ میں دیکھا، اور میں نے آپ سے زیادہ حسین چیز کوئی نہیں دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۱، ۵۸۴۸، ۵۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن الترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۸۰۰۵)

صحیح البخاری: ۵۸۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: 23 A

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سرخ رنگ کے کپڑے پہننا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا، یعنی سرخ رنگ کا تہبند باندھا ہوا تھا اور جسم کے اوپر سرخ رنگ کی چادر تھی۔ اس سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی ہوگئی اور یہ حکم بھی معلوم ہوگیا کہ مردوں کے لیے سرخ رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسحاق، ان کا نام عمرو بن عبداللہ السبیعی ہے، انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربوع تھے، یعنی آپ لمبے قد اور کوتاہ قد کے درمیان تھے اور آپ کی صفت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ مربوع سے لمبے تھے۔

سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور ان کی توجیہات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کو ناپسند کرتے تھے، اور آپ نے فرمایا: جنت میں سرخ رنگ نہیں ہے۔

(۲) عباد بن کثیر از ہشام از والد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبز رنگ کو پسند کرتے تھے اور سرخ رنگ کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(۳) خارجہ بن مصعب از عبداللہ بن سعید بن ابی ہند از والد خود اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

(۴) حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرخ رنگ شیطان کی زینت ہے اور شیطان سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان تمام احادیث کی اسانید غیر مستقیم ہیں اور ان میں سے اکثر احادیث مراسیل ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المفدم سے منع فرمایا اور یہ وہ کپڑا ہے جس کو زرد رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ پورا کپڑا ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہو، اس کے باوجود کہ یہ امام ابن ماجہ کی روایت ہے، یہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت کے مقابلہ کی نہیں ہے کیونکہ وہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق فقہاء کے اقوال

(۱) سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً جائز ہے، یہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت البراء رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ

23 B

متعدد صحابہ کا قول ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، النخعی، الشعبی، ابوقلابہ، ابووائل اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

(۲) سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً ممنوع ہے اور اس کی بناء وہ احادیث ہیں جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) گہرے سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا مکروہ ہے، اور جس میں ہلکا سرخ رنگ ہو وہ مکروہ نہیں ہے۔ یہ عطاء، طاؤس اور مجاہد کا قول ہے۔

(۴) سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً مکروہ ہے جب کہ زینت کے قصد سے پہنا جائے اور دکھاوے کے قصد سے پہنا جائے، اور گھروں میں اور کام کاج کے وقت سرخ رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۵) سرخ رنگ کا کپڑا اس وقت ممنوع نہیں ہے جب کپڑا بننے سے پہلے دھاگہ کو رنگ لیا جائے، اور جب کپڑا بننے کے بعد اس کو سرخ رنگ میں رنگا جائے، تو پھر یہ ممنوع ہے۔ علامہ خطابی کا اسی طرف میلان ہے۔

(۶) زرد رنگ کا کپڑا ممنوع ہے، اور اس کے علاوہ کسی رنگ میں کپڑے کو رنگنا جائز ہے۔

(۷) سرخ رنگ میں کپڑے کو رنگنا اس وقت ممنوع ہے جب پورے کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے، لیکن اگر اس میں کسی اور رنگ کی دھاریاں ہوں، سفید رنگ کی دھاریاں ہوں یا سیاہ رنگ کی دھاریاں ہوں، تو وہ ممنوع نہیں ہے۔ اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا، وہ بھی اسی پر محمول ہے کہ آپ نے ایسا حلہ پہنا ہوا تھا جس میں دوسرے رنگ کی دھاریاں تھیں، کیونکہ یمن کے بنائے ہوئے حلے عموماً ایسے ہوتے ہیں جس میں سرخ رنگ یا دوسرے رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۔۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ باب: الْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ — سرخ زین بچھانے کا حکم

اس باب میں ''میثرۃ الحمراء'' یعنی سرخ زین کے بچھانے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔ اور میثرۃ اس نرم ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں جس کو زین کے اوپر بچھایا جاتا ہے، اس کو زین پوش بھی کہتے ہیں۔

۵۸۴۹۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِسَبْعٍ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اشعث از معاویہ بن سوید بن مقرن از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ کے ساتھ جانا، اور چھینکنے والے کو دعا دینا، اور ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا: ریشم کے پہننے سے اور دیباج (نرم ریشم) اور قسی سے اور استبرق (دبیز ریشم) سے اور سرخ زین پوشوں سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن

الترمذی: ۲۸۰۹، سنن النسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۵۸۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا، ان میں تین کا ذکر تو اس حدیث میں مذکور ہے اور باقی چار یہ ہیں: دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا، بہ کثرت سلام کرنا، مظلوم کی مدد کرنا، اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔

اور اس حدیث میں دیباج کا لفظ ہے، یہ فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی بنایا گیا ہے اور یہ نرم ریشم کو کہتے ہیں۔

اور اس حدیث میں استبرق کا لفظ ہے، یہ دبیز ریشم کو کہتے ہیں اور جب کہ یہ دونوں دو مختلف جنسیں ہو گئیں تو ان کا الگ الگ ذکر کیا۔

اس حدیث میں قسی اور میثرہ کی ممانعت بھی مذکور ہے۔ اور اس کو سرخ رنگ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، حالانکہ جب یہ ریشم کے کپڑے ہیں تو مطلقاً ممنوع ہیں، عام ازیں کہ سرخ رنگ کے ہوں یا کسی اور رنگ کے ہوں، اس لیے اس کے مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں ہے اور باقی دو چیزیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا، وہ سونے کی انگوٹھیاں ہیں اور چاندی کے برتن ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷۔ بَابُ: النِّعَالِ السِّبْتِيَّةِ وَغَيْرِهَا بالوں سے صاف کیے ہوئے چمڑے وغیرہ کی جوتیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب نعال کے بیان میں ہے، نعال کا لفظ نعل کی جمع ہے جس کا معنی ہے: جوتی۔ المحکم میں لکھا ہے کہ النعل و النعلۃ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے قدم کی حفاظت کی جاتی ہے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: النعل انبیاء علیہم السلام کا لباس ہے اور لوگوں نے نعل کے علاوہ کسی اور چیز کو لباس بنا لیا، کیونکہ ان کی زمین میں کیچڑ ہوتی ہے۔ اور کبھی نعل کا اطلاق ہر اس چیز پر کیا جاتا ہے جو قدم کو محفوظ رکھے۔

''السِبْتِية'': یہ اس جوتی کو کہا جاتا ہے جس سے بال کاٹ کر یا مونڈ کر صاف کر لیے جائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ السبتیة اس چمڑے کو کہتے ہیں جس کو کیکر کے پتوں سے رنگا جائے اور عرب کی عادت تھی کہ وہ جوتیوں کو اس کے بالوں سمیت پہنتے تھے اور رنگے بغیر پہنتے تھے۔

امام ابو عبید نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں خوش حال لوگوں کے سوا کوئی رنگے ہوئے چمڑے کی جوتی نہیں پہنتا تھا۔ اور الاصمعی سے منقول ہے کہ سبتیہ رنگے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں۔ اور ابو عمرو شیبانی نے کہا ہے: جس کو کیکر کے پتوں سے رنگا جائے۔ اور اس

کو السبتیۃ اس لیے کہتے تھے کہ جس چمڑے سے بال صاف کر لیے جائیں وہ چمڑا نرم ہو جاتا ہے۔

اور امام بخاری نے کہا ''وغیرھا'': یعنی جس چمڑے سے بال کاٹ کر صاف کر لیے گئے ہوں اس چمڑے کی جوتی ہو یا اس کے علاوہ اس چمڑے کی جوتی ہو جس سے بال صاف نہ کیے گئے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۔ ۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدٍ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سعید ابی مسلمۃ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

(صحیح البخاری: ۳۸۶، ۵۸۵۰، صحیح مسلم: ۵۵۵، سنن الترمذی: ۴۰۰، سنن النسائی: ۷۷۵، مسند احمد: ۱۱۵۶۵، سنن الدارمی: ۱۳۷۷)

صحیح البخاری: ۵۸۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، اور وہ ابن زید ہیں۔ اور سعید کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو مسلمۃ کا ذکر ہے، یہ الازدی البصری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں ''باب الصلوٰۃ فی النعال'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا، جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے، آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آکر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا، پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے، پس اگر اس کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر لے، پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰، سنۃ ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۲، مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو، وہ جوتے اور موزے پہن کر

نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

۵۸۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ مَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سعید المقبری، از عبید بن جریج، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو ایسے چار کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کے باقی اصحاب میں سے کوئی بھی وہ کام نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ کون سے چار کام ہیں اے ابن جریج؟ تو انہوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف ارکانِ یمانیہ کو مس کرتے ہیں، اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ ایسے چمڑے کی جوتی پہنتے ہیں جس سے بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا گیا ہو، اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہیں، اور میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ تو ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ یوم ترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے۔ تو ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رہا ارکانِ یمانیہ کو مس کرنا تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ارکانِ یمانیہ کو مس کرتے تھے، اور رہا ایسے چمڑے کی جوتی کو پہننا جس سے بال مونڈ کر صاف کر لیے گئے ہوں، تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جوتے پہنتے تھے جن میں بال نہیں ہوتے تھے، اور انہی جوتوں میں وضو کرتے تھے تو میں بھی پسند کرتا ہوں کہ میں بھی ایسے جوتے پہنوں۔ اور رہا زرد رنگ کا خضاب تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ

کا خضاب لگاتے تھے، تو میں بھی زرد رنگ کا خضاب لگانا پسند کرتا ہوں۔ اور رہا آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھنا، تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت احرام باندھتے تھے جب آپ کی اونٹنی کھڑی ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۶۶، ۱۵۱۴، ۱۵۵۲، ۱۶۰۹، ۲۸۶۵، ۵۸۵۱، صحیح مسلم: ۱۱۸۷، سنن النسائی: ۱۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲، مسند احمد: ۴۴۴۸)

صحیح البخاری: ۵۸۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارکانِ یمانیین'' رُکنِ یمانی کعبہ کا وہ کونہ ہے جس میں حجرِ اسود نصب ہے، اور دوسرا کونہ جو اس کونے کے ساتھ ہے، یہ دونوں کونے یمن کی جانب ہیں، اس لیے ان کو ارکانِ یمانیین کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یصبغ'' اس کا معنی ہے: رنگنا، ایک قول ہے کہ اس سے کپڑوں کو زرد رنگ میں رنگنا مراد ہے، دوسرا قول ہے: اس سے بالوں کو زرد رنگ سے رنگنا مراد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اھل'' یعنی احرام باندھنا، اور ہلال سے مراد ہے ہلالِ ذوالحجہ، اور یوم ِترویہ سے مراد ہے آٹھ ذی الحجہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحرم کو زعفران میں یا ورس میں رنگے ہوئے کپڑے کے پہننے سے منع فرمایا۔ اور آپ نے فرمایا: جس کو جوتے نہ ملیں، وہ موزے پہن لے۔ اور ان موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سبتیۃ اور غیر سبتیۃ جوتوں کا پہننا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مُحرم کو جوتے نہ ملیں، وہ موزوں کو پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

محرم کے لیے حالتِ احرام میں چپل پہننے کی تحقیق

میں کہتا ہوں: بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں کعب سے مراد وسطِ قدم کی ہڈی ہے، اور یہ دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لو، اور اس کے لیے کعبین کا لفظ ہے جو تثنیہ کا صیغہ ہے تو وسطِ قدم کی ہڈی تو ایک ہوتی ہے دو تو نہیں ہوتیں، لہٰذا وہ کیسے مراد ہو سکتی ہے؟ دوسرا اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ جب موزے کو وسطِ قدم سے کاٹ لیا جائے گا تو پھر جوتے کی جگہ اس کٹے ہوئے موزے کو پہن کر چلنا تو بہت دشوار ہوگا، اس کے برخلاف جب ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹا جائے تو جوتے کی طرح چلنا ممکن ہوگا، اسی لیے جو حجاجِ کرام حج کے لیے جاتے ہیں وہ ایسی چپل پہن سکتے ہیں جو ٹخنوں کے نیچے سے کھلی ہوئی ہو، خواہ پورا پیر ڈھکا ہوا ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِزَارٌ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۶، مسند احمد: ۱۹۱۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ازار (تہبند) نہ ہو وہ شلوار پہنے، اور جس کے پاس دو جوتے نہ ہوں، تو وہ دو موزے پہن لے۔

صحیح البخاری: ۵۸۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس چمڑے پر بال نہ ہوں، اس کے جوتوں کا بیان" اور اس حدیث میں مذکور ہے "جس کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے"۔ اس طرح اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جابر بن زید، وہ ابوالشعثاء الازدی البصری الفقیہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۸۔ بَابٌ: یَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْیُمْنٰی جوتا پہننے کی ابتداء دائیں پیر سے کرنی چاہیے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی مرد جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں جوتا پہنے۔ اس عنوان میں ''یبدأ'' لکھا ہوا ہے صیغۂ مجہول کے ساتھ، اور صیغہ معلوم کے ساتھ ہونا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اشعث بن سُلیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ از مسروق حدیث بیان کرتے تھے اور وہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اپنے وضو میں اور کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸، ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸، سنن الترمذی: ۶۰۸، سنن نسائی: ۴۲۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱، مسند احمد: ۲۵۰۱۸)

صحیح البخاری: ۵۸۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جوتا پہننے کی ابتداء دائیں پیر سے کرنی چاہیے'' اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ اپنے وضو میں اور کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اشعث بن سُلیم، یہ اپنے والد سلیم بن الازدی المحاربی الکوفی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسروق، یہ مسروق بن الاجدع ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضو کے اس باب میں گزر چکی ہے ''باب التیمن فی الوضوء والغسل'' اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

نیز اس حدیث میں ''الترجل'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہیں: بالوں کو سنوارنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۹۔ بَابٌ: يَنْزِعُ نَعْلَهُ الْيُسْرَى — جوتا اتارتے وقت پہلے بایاں جوتا اتارے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی مرد اپنا جوتا اتارے تو پہلے بائیں پیر سے جوتا تارے۔

۵۸۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِيَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ۔

(صحیح مسلم: ۵۴۹۵، مسند احمد: ۱۰۰۰۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں جوتا پہنے اور جب جوتا اتارے تو پہلے بائیں پیر سے جوتا اتارے، تا کہ سیدھا پیر جوتا پہننے میں اول ہو اور جوتا اتارنے میں آخر ہو۔

صحیح البخاری: ۵۸۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبد اللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبد الرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے کتاب اللباس میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اذا انتعل'' یعنی جب جوتا پہنے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''بالیمین'' اس کا معنی ہے: دائیں پیر میں پہنے۔

اس حدیث میں دائیں جانب کی بائیں جانب پر فضیلت کا بیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابٌ: لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ — ایک جوتا پہن کر نہ چلنے کا بیان

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کوئی مرد ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔

۵۸۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا۔
نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، یا تو دونوں ننگے پیر ہوں یا دونوں پیروں میں جوتے ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۷، سنن الترمذی: ۱۷۷۴، سنن ابوداؤد: ۴۱۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۷، مسند احمد: ۷۳۰۲، موطا امام مالک: ۱۷۰۱)

صحیح البخاری: ۵۸۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لایمشی احدکم فی نعل واحدۃ"۔

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ نعل کا لفظ مؤنث ہے اور نعل وہ ہے جس کو چلتے وقت پہنا جاتا ہے اور اس کی تصغیر نعیلۃ آتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوتی پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے چلنے میں مشقت ہوگی اور یہ بھی خطرہ ہے کہ آدمی چلتے وقت لڑکھڑا کر گر پڑے گا، اور جو ایک جوتی پہن کر چل رہا ہو، وہ بہت قبیح المنظر ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اس کا ایک پیر چھوٹا ہے اور ایک پیر بڑا ہے، اور علامہ ابن العربی نے لکھا ہے کہ یہ شیطان کے چلنے کا طریقہ ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اگر عذر ہو تو تھوڑی دور کے لیے ایک جوتا پہن کر چل سکتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا ایک تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے تسمہ کے ساتھ نہ چلے حتیٰ کہ پہلے تسمہ کو ٹھیک کرلے۔

ایک جوتی پہن کر چلنے کی روایت کی تحقیق

صاحب التوضیح نے کہا ہے "العلل الترمذی" میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوتی پہن کر چلے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک جوتی پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور زید بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے سالم کو دیکھا وہ مدائن میں ایک جوتی پہن کر چل رہے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اہل علم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا اعتبار نہیں کیا، اور حضرت عبداللہ بن عمر اور سالم کی جو روایات ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ انہوں نے ایک جوتا پہننے کی ممانعت کو تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان تک ممانعت نہ پہنچی ہو۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق امام بخاری سے پوچھا: تو انہوں نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے، یعنی یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۔ ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابُ: قِبَالَانِ فِي نَعْلٍ وَمَنْ رَأَى قِبَالًا وَاحِدًا وَاسِعًا

ایک جوتے میں دو تسموں کا ہونا، اور جس کے نزدیک ایک تسمہ بھی کافی ہے

۵۸۵۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رضي الله عنه أَنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَانَ لَهَا قِبَالَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جوتوں میں دو تسمے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۷، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، سنن ترمذی: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۵۳۶۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۳۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۵، مسند احمد: ۱۲۴۲۳)

صحیح البخاری: ۵۸۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں قبال کا ذکر ہے "قبال" جوتی کے اس تسمے کو کہتے ہیں جو اوپر سے جا کر پاؤں کے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی کے درمیان نیچے جوتے میں جڑا ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیوں میں دو تسمے تھے جیسا کہ حدیث باب میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ خَرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ بِنَعْلَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ هَذِهِ نَعْلُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری طرف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آئے وہ دو جوتے پہنے ہوئے تھے جن کے دو تسمے تھے۔ پس ثابت البنانی نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۷، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، سنن ترمذی: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۵۳۶۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۳۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۵، مسند احمد: ۱۲۴۲۳)

صحیح البخاری: ۵۸۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن مقاتل المروزی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ

عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور عیسیٰ بن طہمان کا ذکر ہے، یہ البکری الکوفی ہیں۔

یہ حدیث بہ ظاہر مرسل ہے، کیونکہ ثابت نے یہ تصریح نہیں کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حدیث کی خبر دی ہے، اور الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۔ ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابُ: الْقُبَّةِ الْحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمٍ سرخ چمڑے کے خیمہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سرخ چمڑے کے خیمہ کا ذکر کیا جائے گا، اور یہ وہ چمڑا ہے جو رنگا ہوا ہوتا ہے اور اس کو سرخ رنگ سے رنگا جاتا ہے اس سے پہلے کہ اس کا خیمہ بنایا جائے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: چمڑے کا خیمہ، اس کو بادیہ نشین اور خانہ بدوش لوگ استعمال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَبْتَدِرُونَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ سرخ چمڑے کے خیمہ میں تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو پکڑا ہوا تھا اور لوگ اس پانی کی طرف جھپٹ رہے تھے۔ پس جس کو اس پانی سے کچھ مل جاتا تو وہ اس کو اپنے جسم پر لگاتا اور جس کو اس میں سے کچھ نہ ملتا تو وہ اپنے صاحب کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا۔

(صحیح بخاری: ۱۸۷، ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۱، ۶۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶، ۵۸۵۹، صحیح مسلم: ۵۰۳، سنن نسائی: ۴۷۰، سنن ابوداؤد: ۶۸۸، مسند احمد: ۱۸۲۶۸، سنن دارمی: ۱۴۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو جحیفہ، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے، پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور ان کے وضوء، ان کے طعام، ان کے مشروب اور ان کے لباس کی بچی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے کا ثبوت ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۳۵۷۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ آپ کے وضوء سے جو پانی بچا تھا، اس کو صحابہ نے تقسیم کرلیا تھا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء سے لگ کر جو وضوء کا پانی گرا تھا، اس کو صحابہ نے حاصل کیا تھا اور اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے کی واضح دلیل ہے۔
(فتح الباری ج ۱ ص ۴۷۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے پر واضح دلیل ہے، اور اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جو آپ کے اعضاء سے لگ کر گرا تھا، اور اگر اس سے مراد وہ پانی ہو جو آپ کے وضوء کے بعد برتن میں بچ گیا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ اس پانی کو بہ طور تبرک لے رہے تھے، یہ پانی طاہر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ لگنے کی وجہ سے اس کی طہارت زیادہ ہوگئی تھی، نیز اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور یہ سفر کا واقعہ ہے، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرکے دو رکعت پڑھا جاتا ہے اور جب صحراء میں نماز پڑھی جائے تو امام کے سامنے نیزہ کو بہ طور سترہ گاڑ دینا چاہیے۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پانی سے مراد برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہوسکتا ہے اور وہ پانی بھی مراد ہوسکتا ہے، جو آپ کے اعضاء مبارکہ سے لگ کر گرا تھا، حضرت سائب بن یزید نے اس پانی کو پیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰، صحیح مسلم: ۲۳۴۵، سنن ترمذی: ۳۶۴۳)

یہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ حضرت سائب نے اس پانی کو تبرک کے قصد سے پیا تھا اور اس صورت میں یہ حدیث مستعمل پانی کی طہارت پر دلیل ہوگی اور اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانی انہوں نے دوا اور علاج کے طور پر پیا تھا، یعنی یہ مستعمل پانی نجس ہی تھا۔ (یہ جواب مردود ہے، کیونکہ حضور کے جسم سے لگ کر گرنے والا پانی نجس نہیں ہوسکتا۔ سعیدی غفرلہٗ) یا اس مستعمل پانی کا پاک ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواص میں سے ہے یا یہ ابتداء کا واقعہ ہے اور مستعمل پانی کا طاہر نہ ہونا بعد کا حکم ہے، اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ اس پر ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی شرح میں یہ کہا ہے کہ جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر بہا ہو، وہ نجس نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے اکثر اصحاب کا مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات بھی طاہر ہیں۔ (مرقاۃ: ۶۷۴۴، ج ۲ ص ۱۷۳، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے لگنے کی وجہ سے وہ مستعمل پانی نجس نہیں ہوا، حالانکہ بعض علماء نے آپ کے فضلات کو بھی پاک کہا ہے کیونکہ آپ کا وجود سرتاپا ظاہر و باطن مزکی و مطہر ہے، یعنی پاک کرنے والا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۶۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

٥٨٦٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ﷺ قَالَ أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْأَنْصَارِ وَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ

(صحیح مسلم:١٠٥٩)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، ح اور اللیث نے کہا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلوایا اور انہیں چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا۔

صحیح البخاری:٥٨٦٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" سرخ چمڑے کا خیمہ" اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا اور اس حدیث میں سرخ چمڑے کا ذکر نہیں ہے، تو اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے: یہ حدیث باب کے عنوان کے ایک جز کے مطابق ہے، اور کئی مرتبہ امام بخاری باب کے صرف کسی ایک جز کے ساتھ مطابقت کا ارادہ کرتے ہیں۔

بعض شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے مطلق کو مقید پر محمول کر دیا، کیونکہ ان دونوں حدیثوں کا قصہ متقارب ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جس قصہ کا ذکر کیا ہے، اس کا تعلق غزوۂ خیبر کے ساتھ ہے اور حضرت ابوجحیفہ نے جس قصہ کی روایت کی ہے، اس کا تعلق حجۃ الوداع کے ساتھ ہے، اور ان دونوں قصوں میں دو سال کا عرصہ ہے۔ اس لیے ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی خیمہ ہے، پس جب حضرت ابوجحیفہ نے دوسری مرتبہ اس کا ذکر کیا تو سرخ خیمہ کہا یعنی پہلے وقت میں وہ سرخ خیمہ نہیں تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض شارحین نے جو جواب ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا معاملہ نہیں ہے اور ان کا باقی کلام بھی بعید ہے اور اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اختصار کیا اور خیمہ کے ساتھ سرخ کے لفظ کو چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٢۔ ٤٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٤٣ـ بَابُ: الْجُلُوسِ عَلَى الْحَصِيرِ وَنَحْوِهِ چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چٹائی پر بیٹھنے کا کیا حکم ہے؟ اور نحوہ سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو چیزیں زمین پر بچھائی جاتی ہیں اور ان پر بیٹھا جاتا ہے تو ان کا کیا حکم ہے؟ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

۵۸۶۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَحْتَجِرُ حَصِيرًا بِاللَّيْلِ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَثُوبُونَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ حَتَّى كَثُرُوا فَأَقْبَلَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ

امام بخاری [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چٹائی کا حجرہ بنا لیتے تھے اور اس پر نماز پڑھتے تھے اور دن میں اس کو بچھا دیتے، پھر اس پر بیٹھ جاتے، پھر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے لگے اور وہ آپ کی نماز کی اقتداء میں نماز پڑھتے حتیٰ کہ ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم اتنے اعمال کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اجر دینے سے نہیں اکتاتا حتیٰ کہ تم عمل کرنے سے اکتا جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال وہ ہیں جس کو عمل کرنے والا ہمیشہ کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۸۲، سنن نسائی: ۷۶۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۶۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۴۰)

صحیح البخاری: ۵۸۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "چٹائی پر بیٹھنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کو وہ چٹائی بچھا دیتے اور اس پر بیٹھتے اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، یہ مقدمی ہیں۔ اور معتمر کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے وہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور سعید کا ذکر ہے، وہ المقبری ہیں۔ اور ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن کا ذکر ہے، وہ ابن عوف ہیں۔ اور یہ سب کے سب مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "یحتجر" اس کا معنی ہے: آپ اپنے لیے حجرہ بنا لیتے تھے، "احتجر الارض" اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی جگہ کو اپنے لیے خاص کر لے اور دوسروں کو اس سے منع کرے، اور الکشمیہنی کی روایت میں "یحتجز" کا لفظ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "یثوبون" اس کا معنی ہے: لوگ جمع ہو جاتے تھے، یہ کرمانی کا قول ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ

لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، کیونکہ ''ثاب'' کا معنی ہے: رجوع کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یمل'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرتا ہے حتیٰ کہ تم تھک جاؤ، کیونکہ جو کام تم تھکاوٹ اور اکتاہٹ سے کرو، اس کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ علامہ خطابی نے کہا: یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دینا ترک نہیں کرتا جب تک کہ تم عمل کو ترک نہ کرو۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس باب کی حدیث کے وہ روایت معارض ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے شریح بن ہانی کی سند سے ذکر کیا ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾ (بنی اسرائیل: ۸) اور ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو قید خانہ بنادیا ہے O

بہ ظاہر اس آیت کا ترجمہ ہے ''ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے حصیر یعنی چٹائی بنادیا'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹائی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے اور صحیح بخاری کی صحیح حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی، اور اس میں تطبیق بھی ممکن ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ چٹائی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ''ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے قید کی جگہ بنادیا ہے''، کیونکہ قید خانے کو محصر اور حصیر کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۔ ۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابُ: الْمُزَرَّرِ بِالذَّهَبِ سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنے کا بیان

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنا جائز ہے۔

۵۸۶۲۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ أَبَاهُ مَخْرَمَةَ قَالَ لَهُ يَا بُنَيَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدِمَتْ عَلَيْهِ أَقْبِيَةٌ فَهُوَ يَقْسِمُهَا فَاذْهَبْ بِنَا إِلَيْهِ فَذَهَبْنَا فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ لِي يَا بُنَيَّ ادْعُ لِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَعْظَمْتُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَدْعُو لَكَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا بُنَيَّ إِنَّهُ لَيْسَ بِجَبَّارٍ فَدَعَوْتُهُ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرٌ بِالذَّهَبِ فَقَالَ يَا مَخْرَمَةُ هٰذَا خَبَأْنَاهُ لَكَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

اور اللیث نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند اچکنیں آئی ہیں اور آپ ان کو تقسیم کر رہے ہیں، پس ہم آپ کی طرف چلیں، سو ہم گئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر میں پایا، انہوں نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلا کر لاؤ، پس میں نے اس بات کو بہت سنگین سمجھا (کہ میں اپنے والد کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاؤں) تو میں نے کہا: میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاؤں؟ تو میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس میں نے آپ کو بلایا تو آپ باہر آئے اور آپ کے اوپر دیباج کی ایک اچکن تھی جس میں سونے کی گھنڈی یا بٹن لگا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے مخرمہ! یہ

24 A

اچکن ہم نے تمہارے لیے چھپا کے رکھی تھی، پس آپ نے وہ اچکن میرے والد کو دے دی۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۹، ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۱۸، سنن نسائی: ۵۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۸، مسند احمد: ۱۸۴۴۸)

صحیح البخاری: ۵۸۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر دیباج کی اچکن تھی جس میں سونے کی گھنڈی یا بٹن لگا ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو لیث سے تعلیقاً ذکر کیا ہے، کیونکہ لیث نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، اور عنقریب یہ حدیث سندِ موصول کے ساتھ "باب القباء وفروج الحریر" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند اخلاق کہ کسی کے لیے آپ کو بلانا آپ پر گراں نہیں گزرتا

اس حدیث میں مذکور ہے "فاعظمت ذالك" یعنی میرے والد نے جو کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ، تو میں نے اس کو بہت سنگین سمجھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو کسی شخص کے لیے بلایا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کیا میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاؤں؟" حضرت مسور بن مخرمہ نے اپنے والد سے یہ بہ طورِ انکار کہا۔ پھر جب حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبار نہیں ہیں یعنی آپ کو یہ بات گراں نہیں گزرے گی، تو پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۵۔ بَابٌ: خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ — سونے کی انگوٹھیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواتیم، خاتم کی جمع ہے، اور اس میں چار لغات ہیں۔ خاتَم تاء پر زبر ہو اور خاتِم تاء کے نیچے زیر ہو اور خیتام اور خاتام۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما يَقُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اشعث بن سُلیم نے حدیث بیان کی، انہوں

نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ سَبْعٍ نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ قَالَ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيبَاجِ وَالْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ وَالْقَسِّيِّ وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ وَأَمَرَنَا بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ۔

نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں سے منع فرمایا: آپ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا، یا کہا: آپ نے سونے کے چھلے سے منع فرمایا اور ریشم سے اور استبرق (دبیز ریشم) سے اور دیباج (نرم ریشم) سے اور میثرۃ (نرم ریشم کا زین پوش) سے اور الحمراء (یعنی سرخ رنگ کے کپڑے) سے اور القسی (ریشم کی چوڑی دھاریوں والا کپڑا) سے اور چاندی کے برتن سے، اور ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت کرنے کا اور جنازوں کے ساتھ جانے کا، اور چھینکنے والے کو جواب میں دعا دینے کا، اور سلام کا جواب دینے کا، اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے کا، اور قسم کھانے والے کی قسم کو پوری کرنے کی کوشش کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا (حکم دیا)۔

(صحیح بخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۵۸۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث ابواب الجنائز کے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور اس باب میں اوامر کا ذکر نواہی پر مقدم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَقَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ النَّضْرَ سَمِعَ بَشِيرًا مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

اور عمرو نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ، انہوں نے نضر سے سنا انہوں نے بشیر سے سنا اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۲۰۸۹، سنن نسائی: ۵۲۷۳، مسند احمد: ۹۷۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النضر، یہ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں البشیر بن نہیک کا ذکر ہے، یہ السدوسی البصری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ فَاتَّخَذَهُ النَّاسُ فَرَمَى بِهِ وَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ أَوْ فِضَّةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کے قریب رکھا، سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھی بنالی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا اور آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اتخذ خاتما" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنانے کا حکم دیا تو آپ کے لیے انگوٹھی بنائی گئی، سو آپ نے اس کو پہن لیا، یا آپ کو بنی بنائی انگوٹھی ملی تو آپ نے اس کو پہن لیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "واتخذ خاتما من ورق او فضة" یعنی راوی کو شک ہے کہ ورق کا لفظ کہا تھا یا فضہ کا لفظ کہا تھا، دونوں کا معنی چاندی ہے۔

مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننے کا حکم

یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث دونوں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کو پہننا حرام ہے۔

اور علامہ النووی نے کہا ہے: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کے حرام ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے، سوا اس کے کہ ابن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کو مردوں کے لیے مباح قرار دیا ہے، اور بعض فقہاء سے منقول ہے کہ یہ مردوں

کے لیے مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔

جن بعض صحابہ سے سونے کی انگوٹھی پہننا منقول ہے

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہے، پس صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک، حضرت البراء بن عازب، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت زید بن ارقم، حضرت زید بن حارثہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت صہیب بن سنان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبداللہ بن یزید اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عکرمہ مولیٰ ابن عباس، اور ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم اور دوسرے تابعین ہیں۔

بعض صحابہ کے سونے کی انگوٹھی پہننے کے دو جواب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ شاید ان تک مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت کی حدیث نہیں پہنچی تھی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید انہوں نے اس ممانعت کو کراہتِ تنزیہی پر محمول کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سونے کی انگوٹھی کو پھینکا تھا، اس کو اس پر محمول کیا کہ آپ دنیا کی زینت سے تنزہ کرتے تھے، جس طرح آپ اپنے اہل کو زیور پہننے سے منع کرتے تھے، حالانکہ عورتوں کے لیے زیور پہننا مباح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کا سونے کی انگوٹھی پہننے پر استدلال اور اس کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ جن صحابہ سے سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بھی ہیں، تو میں کہوں گا کہ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننے کا عمل صرف حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اور دیگر صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھی پہنی ہے، پس یا تو جب سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی گئی تو اس وقت حضرت البراء رضی اللہ عنہ کم عمر تھے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کم عمر مرد کا یعنی جو بالغ نہ ہو اس کا سونے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ دونوں حدیثیں متعارض ہیں، پس ہو سکتا ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی ہو اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا ہو، اگر تاریخ معلوم ہو جائے تو اس تاریخ کے مطابق عمل کیا جائے گا، ورنہ ممانعت کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ممانعت کی حدیث زیادہ صحیح ہے، کیونکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کی متفق علیہ حدیث ہے۔ اور جس حدیث سے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے سونے کی انگوٹھی پہننے کے جواز پر استدلال کیا ہے، یہ وہ ہے جس کی امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

از محمد بن مالک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور لوگ کہہ رہے تھے: تم نے سونے کی انگوٹھی کیوں پہنی؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ تو حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور آپ کے سامنے مالِ غنیمت تھا، آپ اس کو تقسیم فرما رہے تھے، آپ قیدیوں کو بھی تقسیم فرماتے رہے، آپ اسی طرح مالِ غنیمت کو تقسیم کرتے رہے حتیٰ کہ یہ سونے کی انگوٹھی بچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے نظر اٹھا کر اپنے اصحاب کی طرف دیکھا، پھر نظر جھکا لی، پھر آپ نے نظر اٹھا کر اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور پھر نظر جھکا لی، پھر تیسری مرتبہ آپ نے نظر اٹھا کر اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور نظر جھکا لی، اور فرمایا: اے براء! پس میں آپ کے پاس حاضر ہوا حتیٰ کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے وہ انگوٹھی پکڑی پھر فرمایا: لو پہنو، جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول نے پہنایا ہے۔ الحدیث

اور ہمارے شیخ نے کہا: اس حدیث کی محمد بن مالک نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور وہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بہت خطاء کرتے تھے، اور جس حدیث کی روایت کرنے میں وہ متفرد ہوں اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، اس کے باوجود امام ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا مگر انہوں نے کہا کہ محمد بن مالک نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی، ہمارے شیخ نے کہا کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ محمد بن مالک نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور شاید کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو کہ صرف خصوصیت سے ان کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے، اس کے باوجود صحیح وہ ہے جو جمہور فقہاء اور محدثین کا موقف ہے کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ اس کی فہم کا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہمارے نزدیک راوی کے اجتہاد اور اس کی فہم کا اعتبار ہے جیسا کہ یہ چیز اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵-۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۶- بَابُ: خَاتَمِ الْفِضَّةِ — مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا حکم

اس باب میں چاندی کی انگوٹھی کے متعلق احادیث کا ذکر ہے اور اس کے استعمال کے جواز کا بیان ہے۔

۵۸۶۶- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی یا چاندی کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا (یعنی ہتھیلی کے اندرونی جانب کی طرف رکھا) اور اس میں "نقش تھا محمد رسول اللہ" تو لوگوں نے بھی اس کی مثل انگوٹھی بنالی، جب آپ نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے اس کی مثل انگوٹھی بنالی ہے تو آپ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا اور فرمایا: میں اس کو اب کبھی بھی نہیں پہنوں گا، پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی، پس لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنالیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت

ابوبکر نے انگوٹھی پہنی، پھر حضرت عمر نے انگوٹھی پہنی، پھر حضرت عثمان نے انگوٹھی پہنی، حتیٰ کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان سے ''بئر اریس'' (اریس نامی کنویں) میں گرگئی۔ (رضی اللہ عنہم)

(صحیح البخاری:۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم:۲۰۹۱، سنن ترمذی:۱۷۴۱، سنن نسائی:۵۲۹۳، مسند احمد:۴۶۶۳، موطا امام مالک:۱۷۴۳)

صحیح البخاری:۵۸۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد القطان الکوفی ہیں جن کی رہائش بغداد میں تھی اور یہ دو سو باون ہجری (۲۵۲ھ) میں فوت ہو گئے تھے، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں ابواسامہ کا ذکر ہے، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عمر العمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مثلہ'' یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی تھی، اسی طرح صحابہ نے بنالی۔ اور اس کی وضاحت امام ابوداؤد کی درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

از نصیر بن الفرج از ابواسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا اور اس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''، سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوالی ہیں تو آپ نے سونے کی انگوٹھی کو پھینک دیا۔ الحدیث

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے لکھا ہے: ہوسکتا ہے کہ مثلیت سے مراد یہ ہو کہ وہ انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مطلقاً انگوٹھی بنوانے کی مثل مراد ہو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس کلام کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ لوگوں نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، اور معنی صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جس کو امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہنا یعنی اپنی خلافت کے ایام میں، پھر اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنا یعنی اپنی خلافت کے ایام میں، پھر اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا حتیٰ کہ وہ انگوٹھی ''بئر اریس'' میں گرگئی۔ اریس سے مراد وہ باغ ہے جو مسجد قباء کے قریب تھا، یعنی اس باغ میں ایک کنواں تھا جس کو

''بئر اریس'' کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۔۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چھ سال رہی اور اس کے بعد وہ اریس کے کنویں میں گر گئی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۴۷۔ باب:

۴۷۔ باب:

یہ باب بلا عنوان ہے اور یہ اس سے پہلے باب کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

۵۸۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ فَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبد اللہ بن دینار از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، پس آپ نے اس کو پھینک دیا، پھر فرمایا: میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں، اور اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے از عبد اللہ بن دینار روایت کیا ہے، اور سفیان ثوری نے بھی اس کو عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا ہے اور وہ اس سے زیادہ مکمل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ﷺ أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اصْطَنَعُوا الْخَوَاتِيمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوهَا فَطَرَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَاتَمَهُ فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَزِيَادٌ وَشُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ ابْنُ مُسَافِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أُرَى خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی، پھر لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں اور ان کو پہنا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی، سو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ یونس کی متابعت ابراہیم بن سعد نے اور زیاد نے اور شعیب نے کی ہے از الزہری اور ابن مسافر نے کہا از الزہری، میرا گمان ہے کہ

''خاتما من ورق'' مذکور ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۳، سنن نسائی: ۵۲۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۲۱، مسند احمد: ۱۱۲۲۰)

صحیح البخاری: ۵۸۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی''۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی کیوں پھینکی حالانکہ وہ تو حلال ہے؟

علامہ نووی نے اس کے جواب کو قاضی عیاض سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ ابن شہاب کا وہم ہے کیونکہ جو انگوٹھی پھینکی گئی تھی وہ سونے کی انگوٹھی تھی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: حدیث میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پھینکی، بلکہ حدیث میں مطلق انگوٹھی کا ذکر ہے، لہٰذا اس کو اسی انگوٹھی پر محمول کیا جائے گا جو سونے کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸۔۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۸۔ بَابُ: فَصِّ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کے نگینہ کا بیان

۵۸۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمًا قَالَ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ قَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی، انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی، تو انہوں نے بتایا کہ ایک دن آپ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کردی، پھر آپ ہماری طرف اپنے چہرہ سے متوجہ ہوئے تو گویا کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تم نماز ہی میں ہو جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۲، ۶۰۰، ۶۶۱، ۸۴۷، ۵۸۶۹، صحیح مسلم: ۶۴۰، سنن نسائی: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۶۹۲، مسند احمد: ۱۲۶۵۶)

صحیح البخاری: ۵۸۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''انگوٹھی کا نگینہ'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا، کیونکہ

چمک عموماً نگینہ سے ہوتی ہے، خواہ نگینہ چاندی کا ہو یا نہ ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں یزید بن زریع کا ذکر ہے، اور زریع، زرع کی تصغیر ہے، جس کا معنی کھیت ہے۔ اور حمید کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حمید الطویل ہیں۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الی شطر اللیل" یعنی آدھی رات تک۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الی وبیص خاتمہ" وبیص کے معنی ہیں: چمک۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ خَاتَمُهُ مِنْ فِضَّةٍ وَكَانَ فَصُّهُ مِنْهُ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حُمید سے سنا، وہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔ اور یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت انس سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، بعض حواشی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔ الغسانی نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کسی راوی نے اس کی کسی کی طرف نسبت کی ہو اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے از اسحاق بن ابراہیم از معتمر اور حافظ مزی نے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: مشائخ بخاری میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید السامی ہیں، اور اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری ہیں اور اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن البغوی ہیں، اور اسحاق بن ابراہیم الصواف البصری ہیں۔ اور المزی نے جو ذکر کیا ہے، وہ ہو سکتا ہے ان مشائخ میں سے کوئی ایک ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان فصه منه "یعنی جوانگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔

لوہے کی انگوٹھی اور چاندی کی انگوٹھی میں تعارض کے جوابات

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معیقیب نے امام ابوداؤد اور امام نسائی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس میں چاندی جڑی ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی کی مذمت فرمائی ہے، تو اس حدیث کی ان احادیث کے ساتھ کیسے تطبیق ہوگی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کے چند جوابات ہیں:

(۱) اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ کی ایک انگوٹھی چاندی کی ہو اور ایک انگوٹھی لوہے کی ہو جس میں چاندی ملی ہوئی ہو۔

(۲) ہوسکتا ہے کہ جس لوہے کی انگوٹھی میں چاندی ملی ہوئی تھی، وہ لوہے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت سے پہلے کی تھی۔

(۳) جب کہ لوہے کی انگوٹھی کے اوپر چاندی چڑھی ہوئی تھی تو اس انگوٹھی کے اوپر چاندی ہی دکھائی دیتی تھی، کیونکہ چاندی ظاہر تھی اور لوہا باطن تھا، تو یہ گمان کیا گیا کہ پوری انگوٹھی چاندی کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۹۔ بَابُ: خَاتَمِ الْحَدِيدِ لوہے کی انگوٹھی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر کیا جائے گا اور اس عنوان سے اور اس باب کی احادیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ لوہے کی انگوٹھی کا کیا حکم ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی طرف سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق لوہے کی انگوٹھی کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملی، اس لیے انہوں نے کسی ایسی حدیث کا ذکر نہیں کیا جس سے اس کا حکم معلوم ہوتا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب معاملہ اس طرح تھا تو پھر اس باب میں حدیث لانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ حدیث کی سند میں اختلاف اور متن کے بعض الفاظ میں اختلاف پر تنبیہ کی جائے۔

اور جو احادیث لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت کے متعلق وارد ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے از عبد اللہ بن بریدہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ مجھے تم سے بتوں کی بو آرہی ہے، تو اس مرد نے وہ پیتل کی انگوٹھی

پھینک دی، وہ پھر دوبارہ آیا اور اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ مجھے تم سے اہل دوزخ کی بو آ رہی ہے، سو اس نے اس انگوٹھی کو بھی پھینک دیا، پھر اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا: تم چاندی کی انگوٹھی بناؤ اور اس کو ایک مثقال سے کم رکھنا۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوطیبہ ہے جن کا نام عبداللہ بن مسلم المروزی ہے، ابوحاتم رازی نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان کی حدیث کو امام ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور انہی احادیث میں سے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اس طرح دیکھا جیسے آپ اس کو ناپسند کر رہے ہوں، تو انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی، تو آپ نے فرمایا: یہ تو اس سے زیادہ خبیث ہے، تو انہوں نے اس کو بھی پھینک دیا، پھر انہوں نے چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ نے اس سے سکوت فرمایا۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن المؤمل ہیں اور وہ ضعیف راوی ہیں۔

اور انہی احادیث میں سے وہ ہے جس کو امام احمد نے از عمار بن عمار روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے فرمایا: اس کو پھینک دو، پھر اس نے لوہے کی انگوٹھی بنائی تو آپ نے فرمایا: یہ اس سے زیادہ بری ہے، پھر اس نے چاندی کی انگوٹھی بنائی تو آپ نے اس پر سکوت فرمایا۔

ہمارے شیخ نے کہا کہ عمار بن عمار کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ جَائَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ جِئْتُ أَهَبُ نَفْسِي فَقَامَتْ طَوِيلًا فَنَظَرَ وَصَوَّبَ فَلَمَّا طَالَ مُقَامُهَا فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ قَالَ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُصْدِقُهَا قَالَ لَا قَالَ انْظُرْ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ وَاللهِ إِنْ وَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ قَالَ لَا وَاللهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَعَلَيْهِ إِزَارٌ مَا عَلَيْهِ رِدَاءٌ فَقَالَ أُصْدِقُهَا إِزَارِي فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِزَارُكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَلَسَ فَرَآهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کہا: میں آپ کے پاس آئی ہوں اور میں اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں، پس وہ کافی دیر تک کھڑی رہی، آپ نے اس کو دیکھا، پھر نظر نیچے کر لی، پھر جب اس عورت کو کھڑے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو ایک مرد نے کہا: اس عورت کا مجھ سے نکاح کر دیجئے اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو؟ آپ نے پوچھا: تمہارے پاس اس کو مہر میں دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: جاؤ دیکھو تلاش کرو، سو وہ گیا پھر لوٹ آیا، پس اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی، آپ نے فرمایا: جاؤ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی

فَقَالَ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ سُورَةُ كَذَا وَكَذَا لِسُوَرٍ عَدَّدَهَا قَالَ قَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

ہو۔ سو وہ گیا پھر لوٹ آیا، اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ اس مرد نے تہبند باندھا ہوا تھا اور اس کے بدن کے اوپری حصہ پر چادر نہیں تھی۔ اس نے کہا: میں اپنا یہ تہبند اس کو مہر میں دے سکتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا یہ تہبند اگر اس عورت نے پہن لیا تو تمہارے بدن پر کوئی کپڑا نہیں ہوگا، اور اگر تم نے اس تہبند کو پہن لیا تو اس عورت کے اوپر کوئی چیز نہیں ہوگی۔ پھر وہ مرد ایک طرف مڑ کر بیٹھ گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیٹھ موڑ کر جاتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا، سو اس کو بلایا گیا۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے بتایا: فلاں سورۃ اور فلاں سورۃ، اور اس نے کئی سورتیں گنوائیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے یہ عورت تمہاری ملکیت میں دے دی، کیونکہ تمہیں قرآن یاد ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۰، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۷۴۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۹، مسند احمد: ۲۲۳۴۳، موطا امام مالک: ۱۱۱۸، سنن دارمی: ۲۲۰۱)

صحیح البخاری: ۵۸۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوہے کی انگوٹھی" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا: جاؤ! کچھ تلاش کر کے لاؤ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن ابی حازم کا ذکر ہے جو اپنے والد سلمہ بن دینار الاعرج واعظ سے روایت کرتے ہیں جو اہل مدینہ کے عبادت گزار اور زاہدوں میں سے تھے۔ اور وہ حضرت سہل بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کوئی عورت آپ کے لیے اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے۔

(۲) جو عورت آپ کو اپنا آپ ہبہ کر دے تو آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ بغیر مہر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں، اور یہ بھی آپ کی

خصوصیت ہے۔
(۳) کسی عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک مسلمان کے ساتھ نکاح کے لیے خود کو پیش کر دے۔
(۴) جس عورت نے اپنا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا ہو، اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز ہے جیسے اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔
(۵) اگر کسی تنگ دست کو نکاح کی حاجت ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے، کیونکہ اس شخص نے کہا تھا: میرے پاس صرف ایک تہبند ہے۔
(۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ کچھ تلاش کرو خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو، اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور جو چیز اجرت یا ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ مہر کی کم از کم مقدار معین ہے اور وہ دس درہم ہے۔ (آج کل کے مطابق ایک درہم کی قیمت 255.43 روپے ہے۔ اور دس درہم کی قیمت 2554.3 روپے ہے اور یہ کم از کم شرعی مہر کی مقدار ہے۔ یہ مقدار ۲۸ شعبان ۱۴۳۳ھ کی ہے۔)
(۷) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورت کے عوض اس کا نکاح کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں باء عوض کی نہیں ہے بلکہ سببیت کی ہے، یعنی چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اور تم مسلمان ہو، اس لیے ہم نے تمہارا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نکاح کے جواز کی شرط صرف اسلام ہے اور مال، نسب اور حرفت میں کفو اور مساوات نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔

۵۰۔ بَابُ: نَقْشِ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کے نقش کا بیان

۵۸۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى رَهْطٍ أَوْ أُنَاسٍ مِنَ الْأَعَاجِمِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَكَأَنِّي بِوَبِيصِ أَوْ بِبَصِيصِ الْخَاتَمِ فِي إِصْبَعِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ فِي كَفِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ کسی قبیلہ کی طرف یا عجمیوں میں سے لوگوں کی طرف خط لکھیں، پس آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ اس وقت تک کسی مکتوب کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ اس کے اوپر مہر نہ لگی ہوئی ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی ایک مہر بنوائی جس پر نقش تھا "محمد رسول اللہ"۔ پس گویا کہ میں چمک کی طرف دیکھ رہا تھا یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی میں جو انگوٹھی تھی اس کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا، یا آپ کی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''انگوٹھی کا نقش'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، وہ ابن حماد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سعید، اور وہ ابن ابی عروبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''او اناس''، یعنی راوی کو شک ہے کہ آپ نے کسی قبیلہ کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا یا عجمی لوگوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الاعاجم'' شعبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے رومیوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقیل لہ'' اور محمد بن سعد سے طاؤس کی روایت ہے کہ قریشی وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے مکتوب کو قبول نہیں کرتے یا مکتوب کو نہیں پڑھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اوفی کفہ'' یعنی راوی کو شک تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ انگوٹھی کی چمک کو دیکھ رہے تھے یا آپ کے ہاتھ کی چمک کو دیکھ رہے تھے۔

محدثین نے کہا ہے کہ آپ نے انگوٹھی اس لیے بنوائی تھی کہ جب آپ لوگوں کو مکاتیب لکھیں تو آخر میں انگوٹھی سے مہر لگا دیں تاکہ آپ کے اثرات محفوظ رہیں اور منتشر نہ ہوں اور تدبیر کی سیاست قائم رہے۔ اور حدیث میں ہے کہ انگوٹھی پر اللہ کے ذکر کو لکھوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ اور اس باب کی حدیث ابن سیرین کے خلاف حجت ہے۔ اور ابن المسیب نے اجازت دی ہے کہ ہاتھ میں انگوٹھی پہنے اور اس ہاتھ سے استنجاء کرے۔

جس ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہوئی ہو، اس ہاتھ سے استنجا کرنے کا حکم

امام مالک سے پوچھا گیا کہ اگر انگوٹھی میں اللہ کا ذکر ہو اور وہ اس کو الٹے ہاتھ میں پہنے تو کیا وہ الٹے ہاتھ سے استنجا کر سکتا ہے؟ امام مالک نے کہا کہ مجھے توقع ہے کہ یہ معمولی بات ہے۔ یہ ابن قاسم کی روایت ہے اور ابن حبیب نے از مطرف و ابن الماجشون روایت کی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ استنجا کرنے سے پہلے انگوٹھی اتار لے یا وہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنے۔ اور یہی روایت ابن نافع اور اکثر اصحابِ مالک کا قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میرا بھی یہی قول ہے بلکہ ادب یہ ہے کہ جب اس کے ہاتھ میں وہ انگوٹھی ہو جس میں اللہ کا ذکر ہو تو وہ استنجاء نہ کرے یعنی انگوٹھی اتار کر استنجا کرے۔

انگوٹھی میں تصویر بنانے کے جواز کے آثار اور ان کا ضعف

امام مالک نے کہا: اس میں کوئی خیر نہیں ہے کہ انگوٹھے کے نگینہ میں کوئی مثال یا صورت بنی ہوئی ہو (یعنی تصویر)۔امام عبدالرزاق نے اس سلسلہ میں چند آثار ذکر کیے ہیں کہ انگوٹھیوں میں کوئی صورت بنانا جائز ہے لیکن وہ آثار صحیح نہیں ہیں۔

(۱) ان آثار میں سے یہ اثر ہے جس کو معمر نے از محمد بن عبداللہ بن عقیل روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک انگوٹھی نکالی جس میں شیر کی صورت تھی اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انگوٹھی کو پہنتے تھے۔

(۲) معمر نے از جعفی روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یا تو درخت تھا یا کوئی اور چیز تھی دو مکھیوں کے درمیان۔یہ ابن عقیل کی روایت ہے اور امام مالک نے اس کو ترک کر دیا ہے اور اس کی سند میں الجعفی ہے اور وہ متروک ہے۔

(۳) از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ اور از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی انگوٹھی کا نقش پر سارس (ایک قسم کا آبی پرندہ) بنا ہوا تھا جس کے دو سر تھے۔

پس یہ اثر اگرچہ صحیح ہے لیکن اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ لوگوں نے اس پر عمل کرنے کو ترک کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورت بنانے سے منع فرمایا ہے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھیوں کے نقوش

التوضیح میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چار انگوٹھیاں تھیں جن کو آپ پہنتے تھے۔ایک انگوٹھی آپ کے قلب کے لیے تھی، اس پر نقش تھا ''لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین''۔دوسری انگوٹھی فیروزہ کی تھی اور وہ مدد کے لیے تھی، اس پر نقش تھا ''اللہ الملک''۔ اور تیسری انگوٹھی لوہے کی تھی، وہ قوت کے لیے تھی اس پر نقش تھا ''العزۃ للہ جمیعا'' چوتھی انگوٹھی عقیق کی تھی، وہ حفاظت کی تھی، اس پر نقش تھا ''ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ''۔

علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس اثر کے راوی مامون ہیں سوائے ابو جعفر محمد بن احمد بن سعید الرازی کے، تو میں اس کی عدالت کو نہیں پہنچانتا گویا کہ وہ اس اثر کو وضع کرنے والا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۲۔۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فِي يَدِهِ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُثْمَانَ حَتَّى وَقَعَ بَعْدُ فِي بِئْرِ أَرِيسَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور وہ آپ کے ہاتھ میں تھی، پھر بعد میں وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، پھر بعد میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، پھر بعد میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد (چھ سال) وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی، اس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳،

موطاامام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخر میں ہے، کیونکہ حدیث کے آخر میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے اوپر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن نمیر، یہ نمر کی تصغیر ہے اور نمر حیوان مشہور ہے یعنی چیتا۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیداللہ، یہ ابن عمر العمری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱۔ بَابُ: الْخَاتَمِ فِي الْخِنْصَرِ — چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ انگوٹھی پہنتے وقت انگوٹھی پہننے کی جگہ چھنگلی ہے نہ کہ انگشتِ شہادت اور نہ درمیان انگلی۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے از ابی بردہ بن ابی موسیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ میں اس میں اور اس میں انگوٹھی پہنوں یعنی انگشتِ شہادت میں اور درمیانی انگلی میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ صَنَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَاتَمًا قَالَ إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشَنَّ عَلَيْهِ أَحَدٌ قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى بَرِيقَهُ فِي خِنْصَرِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنائی اور آپ نے فرمایا: ہم نے انگوٹھی بنائی ہے اور ہم نے اس میں ایک نقش بنایا ہے (یعنی محمد رسول اللہ)۔ لہٰذا کوئی انگوٹھی پر وہ نقش نہ بنائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا کہ میں آپ کی چھنگلی میں اس انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: 25 A

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، ان کا نام عبد اللہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الوارث کا ذکر ہے، ان کا نام ابن سعید ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اب اس انگوٹھی پر یہ نقش کوئی اور نہ بنوائے''۔ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پر یہ نقش بنوایا تھا تا کہ آپ جو بادشاہوں کی طرف مکاتیب لکھ کر بھیجیں تو اس کے آخر میں اس نقش کی مہر لگا دیں، اگر کوئی دوسرا شخص بھی یہ نقش بنالیتا اور وہ بھی اپنے مکتوب کے آخر میں اس نقش سے مہر لگاتا تو خلل ہوتا اور مقصود باطل ہو جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی خنصرہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے چھوٹی انگلی میں وہ انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرف پر واقع ہے تو اس انگلی میں کوئی ایسی چیز نہ لگے جو اس انگوٹھی کے ادب کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ وہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی تھی یا بائیں ہاتھ کی چھنگلی تھی، اس پر کلام عنقریب آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۳۔ ۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲۔ بَابُ: اِتِّخَاذِ الْخَاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ أَوْ لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ

انگوٹھی کو اس لیے بنوانا تا کہ اس سے کسی چیز پر مہر لگائی جائے، یا اہل کتاب کی اور دوسرے بادشاہوں کی طرف جو مکاتیب لکھے جائیں تو اس انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ایسی احادیث بیان کی جائیں گی جن سے یہ معلوم ہو کہ جب کسی چیز کو ختم کر کے اس پر مہر لگانی ہو تو انگوٹھی سے مہر لگائی جائے یا اہلِ کتاب اور دیگر بادشاہوں کی طرف جو خطوط لکھے جائیں تو اس انگوٹھی سے ان پر مہر لگائی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَنْ يَقْرَءُوا كِتَابَكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُومًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ رومیوں کی طرف

مِنْ فِضَّةٍ وَنَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ۔

مکتوب لکھیں تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ آپ کے مکتوب کو ہرگز نہیں پڑھیں گے جب تک کہ اس مکتوب پر مہر لگی ہوئی نہ ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی اور اس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ'' پس گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں اس انگوٹھی کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

25B

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غیر حاکم کے لیے انگوٹھی بنانے کا بیان

ابو حصین اور ابو عامر اور ایک روایت کے مطابق امام محمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غیر حاکم کے لیے انگوٹھی بنانا اور اس کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور نیز انہوں نے ابو ریحانہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام طحاوی اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا سوا سلطان کے۔ اور دوسرے فقہاء نے غیر سلطان کے لیے بھی انگوٹھی بنوانے اور اس کے استعمال کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس سے پہلی حدیث ہے، کیونکہ اس حدیث میں دوسروں کے لیے انگوٹھی بنوانے کی ممانعت نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی انگوٹھی پھینکی تو صحابہ نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں وہ بھی انگوٹھی پہنتا تھا جو سلطان نہ ہو۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث سے کیسے استدلال کیا جائے گا حالانکہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننا منسوخ ہوا ہے۔

پھر امام طحاوی نے روایت کی ہے کہ بے شک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں اپنے الٹے ہاتھوں میں یا بائیں ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنتے تھے اور ان کی انگوٹھیوں میں اللہ سبحانہ کا ذکر نقش ہوتا تھا۔ اور حضرت عمران بن حصین کی انگوٹھی کو ایک مرد نے اپنی تلوار کی میان میں ڈالا ہوا تھا۔ اور قیس بن ابی حازم اور عبداللہ بن ابی الاسود اور قیس بن صمامہ اور شعبی نے اپنے بائیں ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں اور ابراہیم نخعی کی انگوٹھی کا نقش تھا ''نحن باللہ ولہ'' امام طحاوی نے کہا: پس یہ صحابہ اور تابعین انگوٹھیاں پہنتے تھے اور ان میں کوئی بھی سلطان نہیں تھا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ امام طحاوی نے ابو ریحانہ کی حدیث کا جواب نہیں دیا، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر سلطان کے لیے انگوٹھی بنوانے سے منع فرمایا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی کا اس حدیث سے سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث میں ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ اولویت کے لیے ہے یعنی سلطان کے غیر کا انگوٹھی بنوانا اور اسے استعمال کرنا خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ انگوٹھی کا پہننا ایک قسم کی زینت ہے اور مردوں کے لائق زینت کو ترک کرنا ہے اور ابوریحانہ کا نام شمعون بن زید ازدی ہے، وہ انصار کے حلیف تھے، اور کہا جاتا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۴۔۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جو امور کفار کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہوں ان میں کفار کی مشابہت ممنوع نہیں ہے

میں کہتا ہوں: ایک حدیث میں ہے کہ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اس کا شمار بھی اسی قوم سے ہوتا ہے (سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۲۰۳، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)، یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ جو وصف کسی قوم کی بدعقیدگی پر مبنی ہو اس میں اگر مشابہت کی جائے تو اس کا شمار بھی اسی بدعقیدہ قوم سے ہوگا مثلاً گلے میں رسی کا پھندا بنا کر ڈالنا یہ عیسائیوں کی اس بدعقیدگی پر مبنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور اس کے علاوہ اور کسی چیز میں کفار کی مشابہت اس کو واجب نہیں کرتی کہ اس کا شمار بھی ان کفار میں سے ہوگا مثلاً کفار بھی کھاتے پیتے ہیں، ہم بھی کھاتے پیتے ہیں، کفار بھی کپڑے پہنتے ہیں ہم بھی کپڑے پہنتے ہیں۔ کفار بھی سانس لیتے ہیں ہم بھی سانس لیتے ہیں، سو مطلقاً مشابہت ممنوع نہیں ہے۔ نیز اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب اپنے مکتوب کے آخر میں مہر لگاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ بتایا گیا تو آپ نے بھی مہر بنوالی، اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایرانیوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب شہر پر حملہ کا خطرہ ہو تو وہ اس کے گرد خندق کھود لیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ کتاب کی مشابہت اختیار فرمائی اور ایرانی جو اس زمانہ میں آتش پرست تھے، ان کی مشابہت اختیار فرمائی۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً کفار کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع نہیں ہے، بلکہ جو امور ان کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہوں، ان میں ان کی مشابہت کرنا جائز ہے۔

۵۳۔ بَابُ: مَنْ جَعَلَ فَصَّ الْخَاتَمِ فِي بَطْنِ كَفِّهِ

جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگوٹھی پہنتے وقت اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھنے کا کیا حکم ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھنے یا ہتھیلی کے ظاہر کی طرف رکھنے کے متعلق نہ کوئی حکم ہے اور نہ ممانعت ہے اور ان میں سے ہر طرح مباح ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا جائے گا تو وہ زینت اختیار کرنے کی بدگمانی سے زیادہ بعید ہوگا، اور زینت اختیار کرنا مردوں کے لائق نہیں ہے۔

اور امام ابوداؤد نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ میں نے الصلت بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی دائیں چھنگلی میں انگوٹھی دیکھی تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اس طرح انگوٹھی پہنتے تھے اور انہوں

نے اس کا نگینہ ہتھیلی کی پشت کی طرف کیا ہوا تھا اور انہوں نے کہا: میرا یہی گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح انگوٹھی پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے: ابن اسحاق کی از الصلت حدیث حسن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اصْطَنَعَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ إِذَا لَبِسَهُ فَاصْطَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَرَقِيَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ اصْطَنَعْتُهُ وَإِنِّي لَا أَلْبَسُهُ فَنَبَذَهُ فَنَبَذَ النَّاسُ قَالَ جُوَيْرِيَةُ وَلَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور آپ اس کا نگینہ اس کو پہنتے وقت ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھتے، سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: میں نے یہ انگوٹھی بنوائی تھی اور بے شک اب میں اس کو نہیں پہنوں گا، پھر آپ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں، جویریہ نے کہا: میں نہیں گمان کرتی مگر یہ کہ نافع نے کہا تھا وہ انگوٹھی آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ کو ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جویریہ کا ذکر ہے، یہ جاریہ کی تصغیر ہے اور ان کا نام ہے ابن اسماء۔ اور یہ دونوں مذکر اور مؤنث میں مشترک ہیں۔

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق احادیث

(۱) امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں

ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۲) امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، اس حدیث کی روایت امام ابوداؤد اور امام ابوالشیخ اور امام طبرانی نے بھی کی ہے۔

(۳) امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۴) امام ابوداؤد، امام بزار اور ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۵) امام نسائی اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۶) امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابوالشیخ نے کتاب الاخلاق میں حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۷) امام الدارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق احادیث

(۱) امام ابوشیخ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۲) امام ابوداؤد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھتے تھے۔ اور یہ حدیث اس باب کی حدیث کے خلاف ہے۔

(۳) امام ترمذی جعفر بن محمد از والد خود روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی بعض سندوں سے یہ روایت ہے کہ حضرت حسن اور حسین نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی طرف پہنچایا۔ اس حدیث کی امام ابوالشیخ نے کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت کی ہے۔ اور امام بیہقی نے اس کی کتاب الادب میں روایت کی ہے۔

(۴) امام بیہقی نے از سلیمان بن بلال از جعفر بن محمد از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

انگوٹھی پہننے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے یا بائیں ہاتھ میں؟

ثابت البنانی، ثمامہ بن عبداللہ، حمید الطویل، شریک بن بیان نے شک کے ساتھ روایت کی اور عبدالعزیز بن صہیب، قتادہ، محمد بن مسلم الزہری۔ پس رہے ثمامہ اور حمید اور شریک بن بیان اور عبدالعزیز بن صہیب تو ان کی روایات میں دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ سے تعارض نہیں ہے۔ اور رہی روایت ثابت کی اور قتادہ کی اور زہری کی تو اس میں اس سے تعرض ہے۔ رہی روایت ثابت کی تو اس کی امام مسلم نے از حماد بن سلمہ الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس ہاتھ میں تھی اور اشارہ کیا

بائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف۔ اور رہی روایت قتادہ کی تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ پس سعید بن ابی عروبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور شعبہ نے اور عمرو بن عامر نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ آپ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور رہی روایت الزہری کی تو اس کو طلحہ نے اور یحییٰ الزرقی اور سلیمان بن بلال نے از یونس از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی۔ اور اس کو ابن وہب نے اور معتمر بن سلیمان نے از یونس از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور اس میں یہ تعرض نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی تھی یا بائیں ہاتھ میں پہنی تھی۔

دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء

اور امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے ابوزراعہ سے اس حدیث کے اختلاف کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: نہ یہ ثابت ہے نہ وہ ثابت ہے لیکن دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق زیادہ روایات ہیں اور فقہاءِ شافعیہ نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایات کو ترجیح دی ہے اور وہی ان کے نزدیک مشہور ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں کہا ہے کہ احادیث میں مذکور ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے اور اصحابِ شافعیہ کے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے سے افضل ہے۔

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے اور انہوں نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو مکروہ کہا ہے اور انہوں نے کہا کہ انسان دائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے اور عمل کرتا ہے، پس وہ کیسے ارادہ کرے گا کہ بائیں ہاتھ سے پکڑے اور پھر عمل کرے، ان سے کہا گیا: کیا وہ انگوٹھی کسی حاجت کے لیے دائیں ہاتھ میں کر لے؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

رہا فقہاءِ احناف کا مذہب تو الاجناس میں مذکور ہے کہ مناسب یہ ہے کہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہنے اور دائیں ہاتھ میں نہ پہنے اور نہ چھنگلی کے علاوہ کسی اور انگلی میں پہنے۔ اور الفقیہ ابواللیث نے شرح الجامع الصغیر میں دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ دونوں کو برابر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے کیونکہ روایات مختلف ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ احادیث صحیحہ تو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق وارد ہیں لیکن مذہب بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق ہو گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس پر یہ دلیل ہے کہ علامہ البغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی پھر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور یہی آخر الامرین ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ معاملہ قصد کے اختلاف سے مختلف ہے، پس اگر پہننے والے کا قصد زینت کا ہو تو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے اور اگر صرف انگوٹھی پہننا مقصد ہو تو پھر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۵، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس قائل نے جس چیز کو ظاہر کیا ہے اس کا مخفی رکھنا اس کے ظہور سے زیادہ اولیٰ تھا اور اس نے یہ تفصیل کہاں سے حاصل کی حالانکہ زینت کے لیے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، مردوں کے لائق نہیں ہے بلکہ اس کو ترک کرنا مطلقاً اولیٰ ہے۔

انگوٹھیوں سے متعلق دیگر مسائل اور احادیث

اگر تم یہ سوال کرو کہ جس کسی شخص نے چھنگلی کے علاوہ کسی انگلی میں انگوٹھی پہنی تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بہت شدید مکروہ ہے اور اس میں سنت کی مخالفت ہے۔

صاحب الکافی جو فقہاء شافعیہ میں سے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ چھنگلی کے علاوہ دوسری انگلی میں انگوٹھی پہننے کے جواز کے متعلق دو صورتیں ہیں۔ اور علامہ رافعی نے ذکر کیا ہے کہ عورت کبھی چھنگلی کے علاوہ دوسری انگلی میں انگوٹھی پہنتی ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ اگر چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ کسی دوسری دھات کی انگوٹھی پہنی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو میں کہوں گا کہ سونے کی انگوٹھی تو مردوں پر حرام ہے، رہی لوہے کی یا سیسہ کی یا پیتل کی انگوٹھی تو وہ بھی مطلقاً حرام ہے۔ رہا عقیق تو اس کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے عقیق کے متعلق ایک اثر کی روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عقیق کی انگوٹھی پہنتے تھے اور آپ نے فرمایا: اس کی انگوٹھی پہنو کیونکہ یہ مبارک ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں اعتراض ہے لیکن ابن منجویہ نے از ابراہیم روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے زرد یاقوت کی انگوٹھی پہنی وہ کبھی محتاج نہیں ہوگا اور جس نے زمرد کی انگوٹھی پہنی تو وہ فقر کو دور کرے گا اور جس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی تو اس کے لیے وہی فیصلہ کیا جائے گا جو مبارک ہے، کیونکہ عقیق مبارک ہے اور عقیق کی انگوٹھی پہن کے نماز پڑھنا اسی نمازوں کے برابر ہے۔

علامہ ابن ملقن صاحب التوضیح نے کہا ہے: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی اور اس پر نقش کیا ''وما توفیقی الا باللہ'' تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر خیر کی توفیق دے گا۔ اور جو فرشتے اس کی طرف مقرر ہیں وہ اس سے محبت کریں گے۔ امام ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۵۔ ۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا يَنْقُشُ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر آپ کی انگوٹھی کا نقش نہ بنوائے

۵۸۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَقَالَ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَنَقَشْتُ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَلَا يَنْقُشَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نقش کرایا ''محمد رسول اللہ'' اور آپ نے فرمایا: میں نے

أَحَدٌ عَلَى نَقْشِهِ۔ چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں نقش کرایا ہے ''محمد رسول اللہ'' سو اب کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش نہ کرائے۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی میں آپ کی انگوٹھی کا نقش نہ کرائے'' اور یہ جملہ اس حدیث کے آخر میں ہے، آپ نے فرمایا: میں نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں نقش کرایا ہے ''محمد رسول اللہ'' سو کوئی شخص اپنی انگوٹھی میں یہ نقش نہ کرائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے اور وہ حماد بن زید ہیں۔
اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب اللباس میں از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق دیگر روایات

مشہور تو یہی ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا ''محمد رسول اللہ''۔ لیکن علامہ ابن التین نے الشیخ ابی محمد سے نقل کیا ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا ''لا الٰہ الا اللہ''۔ اور ابن سیرین نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش تھا ''بسم اللہ محمد رسول اللہ''۔ اور ابو الشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کے نگینہ میں یہ لکھا ہوا تھا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ لا الٰہ الا اللہ ایک سطر تھی اور محمد دوسری سطر اور رسول اللہ تیسری سطر تھی، اس حدیث کی سند عمدہ ہے لیکن یہ شاذ ہے، کیونکہ یہ احادیث صحیحہ کے اس اضافہ میں مخالف ہے۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انگوٹھی کے اوپر قرآن مجید کی آیت کا ایک حصہ لکھنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ پوری آیت کا انگوٹھی پر لکھنا مکروہ ہے، اس کو امام ابن ابی شیبہ نے عطاء اور شعبی اور ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش آپ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے ساتھ مخصوص تھا یا بعد میں بھی وہ مخصوص رہا؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی کے اوپر وہ نقش نہ کرائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی پر نقش تھا، یہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہے یا آپ کی حیات کے بعد بھی یہی حکم ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خلفاء نے

آپ کے بعد انگوٹھی پہنی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انگوٹھی میں تجدید کی، جب وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی تو انہوں نے اس انگوٹھی میں تجدید کی اور اس پر یہی نقش بنوایا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ نے جو انگوٹھی پر نقش کرایا تھا اس کے متعلق آپ پر وحی نازل ہوئی تھی یا آپ نے اپنی رائے سے یہ نقش کرایا تھا؟ میں کہتا ہوں کہ امام ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ عجمیوں کی طرف مکتوب لکھیں۔ پھر پوری حدیث ذکر کی، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا اور اس کو اپنی انگلی میں رکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو برقرار رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ حکم پہنچایا کہ آپ اس پر ''محمد رسول اللہ'' لکھوائیں۔

اور امام الدارقطنی نے اپنی کتاب الافراد میں از حضرت سلمہ بن وہرام از عکرمہ از یعلیٰ بن امیہ روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں میرا کوئی شریک نہیں تھا اور اس میں نقش کرایا ''محمد رسول اللہ''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس سے یہ معلوم ہوا کہ کس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اس میں نقش کرایا تھا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ انگوٹھی یعلیٰ بن امیہ نے بنوائی تھی لیکن اس میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش بھی انہوں نے کرایا تھا، کیونکہ اگر وہ نقش کراتے تو وہ یوں بیان کرتے کہ میں نے وہ نقش کرایا، لہٰذا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نقش کرانے والے یعلیٰ بن امیہ تھے۔

امام طبری نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا جو ان کی طرف بھیجا گیا، انہوں نے اس کو لیا اور اپنی انگوٹھی میں رکھ لیا اور اس پر نقش تھا ''انا اللہ لا الہ الا انا محمد عبدی و رسولی (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے محمد میرے بندے اور رسول ہیں)''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۔ بَابٌ: هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ؟ — کیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں بنایا جائے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے عنوان میں یہ بیان نہیں کیا کہ آیا تین سطروں میں انگوٹھی میں نقش لکھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے حکم کو اس باب کی احادیث کی طرف مفوض کر دیا کیونکہ ان سے اس کا حکم سمجھ میں آتا ہے۔ اور انگوٹھے کے نقش کا تین سطروں میں ہونا یا دو سطروں میں ہونا ایک سطر میں ہونے سے افضل نہیں ہے اور ان میں سے ہر صورت مباح ہے۔

۵۸۷۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن

قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ﷺ لَمَّا اسْتُخْلِفَ كَتَبَ لَهُ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُولُ سَطْرٌ وَاللهِ سَطْرٌ۔

عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے ایک مکتوب لکھا اور ان کی انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر تھا، ایک سطر میں محمد لکھا ہوا تھا دوسری سطر میں رسول لکھا ہوا تھا اور تیسری سطر میں لفظ اللہ لکھا ہوا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۴۸، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۲۴۸۷، ۳۱۰۶، ۵۸۷۸، ۶۹۵۵، سنن نسائی: ۷۲۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، مسند احمد: ۷۳)

صحیح البخاری: ۵۸۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن الانصاری کا ذکر ہے، ان کا پورا نام ہے محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس ابوعبداللہ البصری۔ اور اس حدیث کی سند میں ثمامہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ بن انس ہیں جو عبداللہ بن المثنیٰ راوی کے چچا ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں، انصاری ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کتب لہٗ" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف زکوٰۃ کی مقادیر لکھ کر بھیجیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلاثۃ اسطر"۔ صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: میں کافی عرصہ تک اس پر غور کرتا رہا کہ پہلے لفظ اللہ لکھا گیا، پھر رسول لکھا گیا اور نیچے محمد لکھا گیا یا اس کے برعکس تھا۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے: اگر لکھائی نیچے سے اوپر کی طرف ہو حتیٰ کہ لفظ اللہ اوپر کی سطر میں ہوگا اور اس کے بعد لفظ محمد ہوگا اور پھر رسول لکھا ہوا ہوگا۔ اور اسماعیلی نے کہا: کہ محمد ایک سطر ہے اور دوسری سطر رسول ہے اور تیسری سطر لفظ اللہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۹۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَنِي أَحْمَدُ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ فِي يَدِهِ وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَهُ وَفِي يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسَ قَالَ فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ

(اور امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا): اور احمد نے اضافہ کیا: ہمیں انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد

يَعْبَثُ بِهِ فَسَقَطَ قَالَ فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ فَنَزَحَ الْبِئْرَ فَلَمْ يَجِدْهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے، راوی نے کہا: پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی نکالی اور اس کے ساتھ کھیلنے لگے (یعنی الٹ پلٹ کرنے لگے) پس وہ گر گئی، پس ہم تین دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس انگوٹھی کو ڈھونڈتے رہے، انہوں نے اس کنویں کا سارا پانی نکال دیا مگر اس کو نہیں پایا۔

صحیح البخاری: ۵۸۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ ابوعبداللہ نے کہا: اور مجھے سند میں احمد کا اضافہ کیا اور ابوعبداللہ خود امام بخاری ہیں۔ اور احمد سے مراد ہیں امام احمد بن حنبل کے بیٹے، یہ حافظ المزی نے بیان کیا ہے اور اسی طرح علامہ الکرمانی نے کہا ہے اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ اضافہ سندِ موصول کے ساتھ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بہ ظاہر یہ تعلیق ہے، اور انصاری سے مراد محمد بن عبداللہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما کان عثمان" یعنی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وجلس علی بئر اریس" یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتویں سال کا ہے اور وہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھ سال رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فجعل یعبث بہ" علامہ کرمانی نے کہا: یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انگوٹھی کو انگلی سے نکال رہے تھے اور انگلی میں داخل کر رہے تھے اور یہ کھیلنے کی صورت تھی، ورنہ کوئی آدمی اس طرح کا کام اس وقت کرتا ہے جب وہ کسی چیز میں غور وفکر کر رہا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فسقط" یعنی وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاختلفنا ثلاثۃ ایام" یعنی ہم اس انگوٹھی کو ڈھونڈنے کے لیے تین دن تک آتے جاتے رہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فنزح البئر" یعنی اس انگوٹھی کو تلاش کرنے کے لیے اس کنویں کا تمام پانی نکال لیا گیا، پھر بھی ہم نے اس انگوٹھی کو نہیں پایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے انگوٹھی کا گم ہونا ان کی شہادت کا سبب بنا

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس انگوٹھی میں ایسا راز تھا جو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی میں راز تھا، کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہوگئی تو ان کا ملک اور ان کی سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی، اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ انگوٹھی گم

ہوگئی تو ان کا معاملہ بھی خراب ہو گیا اور خارجیوں نے ان پر خروج کیا اور یہ اس فتنہ کا مبدأ ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا اور وہ فتنہ آخر زمانہ تک متصل رہا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ بَابُ: الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ — انگوٹھی کا عورتوں کے لیے ہونا

وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ خَوَاتِيمُ ذَهَبٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کے لیے انگوٹھیوں کا کیا حکم ہے؟ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: عورتوں کے لیے انگوٹھی ان جملہ زیورات میں سے ہے جو عورتوں کے لیے مباح اور جائز ہیں۔

اس باب کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام محمد بن سعد نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا: وہ زرد کپڑے پہنتی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَ ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فَأَتَى النِّسَاءَ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میں عید کے دن نبی ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ نے عید کی نماز خطبہ دینے سے پہلے پڑھائی۔ امام ابو عبداللہ نے کہا: اور ابن وہب نے اضافہ کیا از ابن جریج، پھر نبی ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس وہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور اپنی انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن نسائی: ۱۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد: ۱۹۰۵)

صحیح البخاری: ۵۸۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، ان کا نام الضحاک بن مخلد النبیل ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر

ہے، ان کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الحسن بن مسلم کا ذکر ہے، یہ ابن یناق المکی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وزاد ابن وھب" یعنی ابن وہب نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا، پس وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۔ بَابُ: الْقَلَائِدِ وَالسِّخَابِ لِلنِّسَاءِ یَعْنِی قِلَادَةً مِنْ طِیبٍ وَسُكٍّ

ہار اور سیپیوں کے ہار یعنی خوشبو اور مشک کے ہار کا عورتوں کے لیے ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قلائد کا ذکر ہے، یہ قلادۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: ہار۔

اور اس عنوان میں سخاب کا ذکر ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: سخاب وہ دھاگا ہے جس میں سیپیوں کو منسلک کیا جاتا ہے یعنی پرویا جاتا ہے اور اس کو بچے پہنتے ہیں اور لڑکیاں پہنتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ ہار ہے جو لونگ سے بنایا جاتا ہے اور خوشبو اور مشک سے، یعنی اس میں موتی اور جواہر نہیں ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰۔۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ عِیدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَصَدَّقُ بِخُرْصِهَا وَسِخَابِهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن گھر سے باہر نکلے، آپ نے دو رکعت نماز عید پڑھائی، نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی، پھر آپ عورتوں کے پاس آئے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس کوئی عورت اپنے کانوں کی بالیوں کو صدقہ میں دیتی اور سیپیوں کے ہار کو صدقہ میں دیتی۔

(صحیح البخاری: ۹۸، ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶۴، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵، صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد: ۱۹۰۵، سنن دارمی: ۱۶۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بخرصها" خرص کا معنی ہے: سونے یا چاندی کی بالی جو کانوں میں پہنی جاتی ہے۔ اور خرص کا معنی لغت میں کذب بھی ہے اور خرص کا معنی اندازہ کرنا بھی ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ⑪ (الانعام:۱۱٦) اور وہ صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیںO

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ٦١، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۔ بَابُ: اسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ — ہار عاریۃً لینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہار کو عاریۃً لینا جائز ہے۔

۵۸۸۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِأَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے کے لیے مردوں کو بھیجا، پس نماز کا وقت آ گیا اور وہ لوگ پانی پر نہیں تھے اور نہ انہوں نے پانی پایا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل فرما دیا۔

اور ابن نمیر نے از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۳٦، ۳٦٧۲، ۳٧٧۳، ۴۵۸۳، ۴٦۰٧، ۴٦۰۸، ۵۱٦۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ٦۸۴۴، ٦۸۴۵، صحیح مسلم: ۳٦٧، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲٧، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ہار عاریۃً لینا" اور اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا۔ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باپ شریک بہن ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدہ، یہ ابن سلیمان ہیں۔
یہ حدیث کتاب التیمم میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں مفصل کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۔ بَابُ: اَلْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ
عورتوں کے بُندے یعنی کان کے زیور کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَرَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پس میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے کانوں اور اپنے حلق کا قصد کر رہی ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں قُرط کا بیان ہے (قاف پر پیش اور راء ساکن)۔ قُرط اس چیز کو کہتے ہیں جس کو عورتیں کانوں میں بطور زیور کے پہنتی ہیں خواہ وہ سونے کا ہو یا چاندی کا ہو یا اس کے ساتھ موتی اور یاقوت ہوں اور وہ عموماً کانوں کی لو میں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، (قُرط کو اردو میں بُندہ یا بالی کہتے ہیں، بالی تو چھلے کی طرح ہوتی ہے اور بُندہ کان کا ایک قسم کا زیور ہے جس میں موتی وغیرہ لگے ہوئے ہوتے ہیں)۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام بخاری نے سندِ موصول کے ساتھ کتاب العیدین میں اس باب میں روایت کیا ہے "باب العلم الذی فی المصلیٰ"۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "امرھن النبی ﷺ بالصدقۃ" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

نیز اس میں مذکور ہے "یھوین" یہ لفظ اھواء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: قصد اور اشارہ کرنا۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ کانوں کی طرف اشارہ بُندوں یا بالیوں کے صدقہ کرنے کے قصد سے ہے تو پھر حلق کی طرف اشارہ کا کیوں ذکر کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی عرب کی بعض عورتیں اپنے گلے میں ہار بھی ڈالے ہوئے ہوتی ہیں تو کچھ عورتوں نے کانوں کے زیور کو صدقہ کرنے کا قصد کیا اور کچھ عورتوں نے گلے کے زیور کو صدقہ کرنے کا قصد کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ ابْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے

عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْعِيدِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي قُرْطَهَا.

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے سعید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے عید کے دن دو رکعت نماز پڑھائی نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، پس آپ نے ان عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پس عورت اپنی بالیوں کو (حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے) میں ڈالتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴،۳۳۶،۳۶۷۲،۳۷۷۳، ۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲۷، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عدی، یہ عدی بن ثابت انصاری التابعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن جبیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تلقی" یہ القاء سے مذکور ہے، اس کا معنی ہے: گرانا اور پھینکنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰- بَابُ: السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ — بچوں کے لیے سیپیوں کے ہار کا بیان

اس باب میں السخاب کا بیان ہے اور السخاب کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے اور یہ سیپیوں کے ہار کو کہتے ہیں جو بچے اپنے گلوں میں ڈالتے ہیں۔

۵۸۸۴- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ فَانْصَرَفَ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ أَيْنَ لُكَعُ ثَلَاثًا ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء بن عمر نے خبر دی از عبید اللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے بازاروں میں سے کسی بازار میں تھا، پس آپ واپس گئے تو میں بھی

26
A

عَلِیٍّ یَمْشِی وَفِی عُنُقِهِ السِّخَابُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ بِیَدِهِ هٰكَذَا فَقَالَ الْحَسَنُ بِیَدِهِ هٰكَذَا فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّی أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ یُحِبُّهُ وَقَالَ أَبُو هُرَیْرَةَ فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَیَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ بَعْدَ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَالَ۔

آپ کے ساتھ واپس گیا، پس آپ نے تین مرتبہ فرمایا: وہ بچہ کہاں ہے؟ الحسن بن علی کو بلاؤ، پس حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے وہ چل رہے تھے اور ان کے گلے میں سیپیوں کا ہار تھا، پھر نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا (یعنی دونوں نے ایک دوسرے کو اشارہ سے اپنے قریب بلایا) پھر آپ نے ان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا: میرے نزدیک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۲، ۵۸۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲، مسند احمد: ۸۱۸۰)

صحیح البخاری: ۵۸۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راھویہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن آدم، یہ ابن سلیمان الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ورقاء، یہ اورق کی مؤنث ہے، یہ اورق بن عمر الخوارزمی المدائنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ عبد کی تصغیر ہے، ان کا پورا نام ہے عبد بن یزید مکی، اور نافع بن جبیر کا ذکر ہے، یہ جبیر بن مطعم النوفلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی سوق" یہ سوق بنی قینقاع ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "این لُکَعْ" (اس میں لام پر پیش ہے اور کاف پر زبر ہے)۔ لُکَع کے معنی ہیں: چھوٹا بچہ، اس کو عربی میں لُکَعْ کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: جیسے پنجابی میں نِکا یا کاکا کہتے ہیں، اردو میں ننھا یا مُنّا کہتے ہیں، آج کل گڈو اور پپو کہتے ہیں۔

26
B

شیخ انور شاہ کشمیری کا ''لُکَعْ'' کا غیر مہذب ترجمہ کرنا

علماء دیوبند کے بہت بڑے عالم محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الُکَعْ'' کا ترجمہ پاجی ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۲۱۹، مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ)

اب دیکھیے لغت میں پاجی کے کیا معنی لکھے ہیں:

پاجی: کمینہ، رذیل، شریر، بدمعاش، گھٹیل، ذلیل۔ (فیروز اللغات ص ۲۶۲، فیروز سنز، لاہور)

اب دیکھیے! ان میں کوئی ایسا معنی ہے جس کے اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پاجی کہا جاسکتا ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان انتہائی شریف، شائستہ اور مہذب تھی اور آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے، وہ آپ کو پاجی کہہ سکتے تھے؟ العیاذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت حسن کو پاجی کہا جائے، حضرت حسن کی محبت اور عظمت ہمارے ایمان کا جزء ہے اور وہ ہماری عقیدتوں کا مرکز اور محور ہیں، ایسا وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کا دل حضرت حسن، اہلبیت، خانوادۂ رسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہو، کیونکہ اللہ کے رسول کی زبانِ اطہر سے وحی الٰہی جاری ہوتی اور احکامِ شریعت نافذ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمارا خاتمہ کرے اور آخرت میں ان کے غلاموں میں ہمارا حشر ہو۔ (آمین!)

۶۱- بَابٌ: اَلْمُتَشَبِّهُوْنَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتُ بِالرِّجَالِ

عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ان مردوں کی مذمت کا بیان ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں کی مذمت کا بیان ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس باب کی احادیث میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔ اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا عورتوں کے لباس میں اور اس زینت میں ہے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، مثلاً مرد وہ زیور پہنے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً گلے کا ہار اور کانوں کی بالیاں اور بندے اور پازیب اور کنگن، ریشمی کپڑوں کا پہننا اور سونے کی انگوٹھیاں پہننا وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جو مردوں کے پہننے کے لیے نہیں ہیں اور عورتوں کی مردوں کے ساتھ مشابہت ایسی چیزوں میں ہے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، جیسے مردوں کے جوتے اور مردوں کے کپڑے اور پگڑیاں اور دستار وغیرہ، یہ ایسی چیزیں ہیں جو عورتوں کے لیے نہیں ہیں۔

اسی طرح مردوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ یہ ان افعال میں عورتوں کی مشابہت اختیار کریں جو افعال عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے لچک لچک کر چلنا اور عورتوں کے انداز میں باتیں کرنا اور جو شخص اپنی اصلِ خلقت میں اس طرح کرتا ہو تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان کاموں اور عادتوں کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے اور انہی طور طریقوں پر برقرار رہے تو وہ بھی لائقِ مذمت ہے خاص طور پر جب کہ وہ اپنی مرضی سے ایسے کام اور ایسی باتیں کرے۔

اور لباس کا طور طریقہ ہر شہر کی عادت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، پس بعض علاقوں میں عورتوں کے طور طریقے اور مردوں کے طور طریقے زیادہ الگ الگ نہیں ہوتے لیکن عورتیں اس لیے ممتاز ہوتی ہیں کہ وہ پردہ کرتی ہیں اور برقعہ لیتی ہیں۔ اور سب سے بری مشابہت یہ ہے کہ مرد عورتوں کی طرح مردوں سے خواہش پوری کریں یعنی لواطت کرائیں اور عورتیں عورتوں کے ساتھ جسمانی لذت حاصل کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۳۔ ۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ تَابَعَهُ عَمْرٌو أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔ غندر کی متابعت عمرو نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۶، ۶۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۴، مسند احمد: ۳۱۴۱)

صحیح البخاری: ۵۸۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر ہیں اور ابوذر کی روایت میں ان کے نام کی تصریح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۔ بَابٌ: إِخْرَاجِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں کو گھروں سے نکالنے کا بیان

۵۸۸۶۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ قَالَ فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فُلَانًا وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہیجڑے مردوں پر لعنت فرمائی اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں اور فرمایا: ان کو تم اپنے گھروں سے نکال دو، پس نبی ﷺ نے

فلاں کو نکال دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکال دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۶، ۶۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۴، سنن ابوداؤد: ۴۹۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۴، مسند احمد: ۱۹۸۳)

صحیح البخاری: ۵۸۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاذ بن فضالہ، یہ ابوزید البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''المخنثین'' یہ لفظ انخناث سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: موڑنا، نرم کرنا، ہیجڑا بنانا۔ اور حدیث میں مخنث سے مراد وہ شخص ہے جو نرمی سے کلام کرے اور اس کے اعضاء میں لچک ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: مخنث وہ شخص ہے جو اپنے اقوال اور افعال میں عورتوں کے مشابہ ہو، کبھی یہ مشابہت خلقی ہوتی ہے اور کبھی کوئی تکلف سے یہ مشابہت اختیار کرتا ہے، اور جو تکلف سے یہ مشابہت اختیار کرے وہی مذموم اور ملعون ہے اور جس میں خلقۃً ایسا وصف ہو، وہ مذموم اور ملعون نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس زمانہ میں مخنث وہ ہے جس کے ساتھ لواطت کی جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''المترجلات'' یعنی وہ عورتیں جو تکلف سے مردوں کی مشابہت اختیار کریں، مثلاً تلوار اور نیزہ اٹھائیں اور مردوں کی طرح چال چلن اختیار کریں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے ''ان عورتوں کو گھروں سے نکال دو''۔ کیونکہ کبھی ان کا فعل ایسے فعل کی طرف مفضی ہوتا ہے جو بدکار عورتیں ہم جنس پرستی کی شکل میں کرتی ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے ''فاخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلاناً''۔ امام طبرانی نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو نکال دیا اور یہ سیاہ فام غلام تھا جو عورتوں کے ساتھ گانے گاتا تھا۔

نیز اس حدیث میں ہے ''واخرج عمر''۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کسی کو نکال دیا تھا، یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کون ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۴۔ ۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۸۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہیجڑوں کو گھروں سے نکالنا واجب ہے اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت کرتی ہوں ان کو بھی گھروں سے نکالنا واجب ہے، پس ایسی عورت سے خبردار رہنا چاہیے کیونکہ جو عورت مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہو وہ گھر کی عورتوں کو خراب کر دیتی ہے اور ان سے شرم و حیا کو دور کر دیتی ہے۔ بعض اوقات وہ ایسی عورتوں سے عشق کرتی ہے اور ان کو فتنہ میں

مبتلا کرتی ہے، ان کا بوسہ لیتی ہے یا ان کو لپٹاتی ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۵۸، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۸۸۷۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفَ فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَدْخُلَنَّ هَؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ يَعْنِي أَرْبَعَ عُكَنِ بَطْنِهَا فَهِيَ تُقْبِلُ بِهِنَّ وَقَوْلُهُ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ يَعْنِي أَطْرَافَ هَذِهِ الْعُكَنِ الْأَرْبَعِ لِأَنَّهَا مُحِيطَةٌ بِالْجَنْبَيْنِ حَتَّى لَحِقَتْ وَإِنَّمَا قَالَ بِثَمَانٍ وَلَمْ يَقُلْ بِثَمَانِيَةٍ وَوَاحِدُ الْأَطْرَافِ وَهُوَ ذَكَرٌ لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ ثَمَانِيَةَ أَطْرَافٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی کہ عروہ نے ان کو خبر دی کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے زینب کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا تھا تو اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ سے کہا: اے عبداللہ! اگر تمہارے لیے کل طائف فتح ہوگیا تو میں تمہیں بنت غیلان کو دکھاؤں گا، وہ جب سامنے آتی ہے تو اس میں چار (سلوٹیں) ہوتی ہیں اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو اس میں آٹھ (سلوٹیں) ہوتی ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ہرگز تمہارے پاس نہ آیا کرے۔

امام عبداللہ (بخاری) نے کہا کہ ''تقبل باربع وتدبر'' کا معنی ہے: اس کے پیٹ میں چار سلوٹیں پڑتی ہیں، پس وہ سامنے سے چار سلوٹوں کے ساتھ آتی ہے اور تدبر بثمان کا معنی ہے: ان چار سلوٹوں کی اطراف، کیونکہ یہ سلوٹیں دونوں جانب سے محیط ہوتی ہیں حتیٰ کہ مل جاتی ہیں۔ اور اس نے ثمان کہا اور ثمانیۃ نہیں کہا اور اطراف کا واحد طرف ہے اور وہ مذکر ہے، اس لیے ثمانیۃ اطراف نہیں کہا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۲۴، ۵۲۳۵، ۵۸۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۴، مسند احمد: ۲۵۹۵۱، موطا امام مالک: ۱۴۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرے ان کو گھروں سے نکال دینا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مخنث کے متعلق فرمایا: یہ ہرگز تمہارے پاس نہ آئے اور اس کا یہی معنی ہے کہ اس کو گھر سے نکال دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہیر، یہ زہر کی تصغیر ہے اور یہ ابن معاویہ الجعفی ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زینب بنت ابی سلمہ، اور ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن ابوالاسد ہے اور زینب ان کی بیٹی ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں اور عمر بن ابی سلمہ کی بہن ہیں، اور ان کی والدہ سیدتنا ام سلمہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور گھر میں ایک مخنث تھا'' اس کا نام ہیت ہے اور دوسرا قول ہے کہ اس کا نام ہنب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس مخنث نے عبداللہ سے کہا'' وہ ابوامیہ بن المغیرہ کے بیٹے ہیں اور حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور ان کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہیں، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور زمانہ اسلام میں اچھے کام کیے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر حاضر تھے اور اسلام لا چکے تھے اور یہ حنین اور طائف میں بھی حاضر تھے، غزوۂ طائف میں ان کو ایک تیر آ کر لگا جس نے ان کو شہید کر دیا۔ اور ابوعمر نے کہا: جس مخنث نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کہا تھا: اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہیں طائف میں فتح دے دی تو میں تمہیں بنت غیلان کو دکھاؤں گا۔ الحدیث۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بنتِ غیلان'' اور اس کا نام بادیہ تھا۔ دوسرا قول ہے اس کا نام بادنہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تقبل باربع'' یعنی جب وہ سامنے سے آتی ہے تو موٹاپے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چار سلوٹیں پڑتی ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر چلتی ہے تو وہ اطراف آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس نے ''ثمان'' نے کہا حالانکہ اس کا ممیز اطراف ہے جو مذکر ہے، کیونکہ جب ممیز مذکور نہ ہو تو عدد میں تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یدخلن ہؤلاء علیکن'' اس ارشاد میں عورتوں سے خطاب ہے کہ تمہارے پاس یہ مخنث ہرگز نہ آئے۔ اور المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے علیکم، (جمع مذکر کے صیغہ کے ساتھ) اس میں مردوں کو خطاب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر بچے بھی تھے تو مذکر کو غلبہ دے کر جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۵۔۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۔ بَابُ: قَصِّ الشَّارِبِ

مونچھوں کو تراشنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُحْفِي شَارِبَهُ حَتَّى يُنْظَرَ إِلَى بَيَاضِ الْجِلْدِ وَيَأْخُذُ هَذَيْنِ يَعْنِي بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کو اتنا پست کرتے تھے کہ کھال کی سفیدی نظر آتی تھی اور ان دونوں کو تراشتے تھے یعنی مونچھوں اور ڈاڑھی کے درمیان جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی تراشتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس کو بیان کرنے میں ہے کہ مونچھوں کو تراشنا سنت ہے بلکہ واجب ہے، یہ باب اور اس کے بعد کتاب اللباس کے آخر تک اکتالیس باب ہیں، ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کا لباس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض شارحین نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ مونچھوں کو کتروانا بھی لباس سے متعلق ہے کیونکہ اس سے بھی زینت ہوتی ہے جس طرح لباس سے زینت ہوتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ لباس کا اطلاق زینت پر نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں یہاں پر ایسے بھی ابواب ہیں جن کا زینت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ یہ ہیں: جو مرد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں ان کا باب، اور جو باب اس کے بعد ہے اور لوہے کی انگوٹھی کا باب، اور چٹائی پر بیٹھنے کا باب اور نیا کپڑا پہننے والے کی دعاؤں کا باب اور الصماء کے اشتمال کا باب (الصماء کا معنی ہے: پیچھے سے تہبند کو اٹھا کر سر پر رکھ لینا)۔ اور تنگ آستینوں والے جبہ کو پہننے کا باب اور جو باب اس کے بعد ہے، اور ہم نے ہر باب کی مناسبت بیان کی ہے اور زیادہ احسن یہ تھا کہ ہم مونچھیں کتروانے اور اس کے بعد کے جو ابواب ہیں ان کی مناسبت بیان کریں اگرچہ وہ تھوڑی مقدار ہو، اور مونچھیں کتروانے کے باب کی کتاب اللباس میں ذکر کرنے کی مناسبت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مونچھیں کتروانے میں بھی زینت ہے، پس یہ ان ابواب کے مناسب ہے جن میں زینت کا وجود ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کو بہت زیادہ تراشتے حتیٰ کہ وہ مونچھیں مٹ جاتیں اور کھال کی سفیدی نظر آتی، یہ ابوذر اور النسفی کی روایت ہے۔ اور دوسروں کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور محدثین نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "یحفی" یہ احفاء سے ماخوذ ہے، "احفأ شعرہ" اس وقت کہتے ہیں جب بالوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ ایسے معلوم ہوں جیسے بالوں کو مونڈ دیا گیا ہے۔ اور چونکہ مونچھوں کو مٹانا ان کو ترشوانے سے افضل ہے، اس لیے امام طحاوی نے اس باب کو حلق الشارب یعنی مونچھوں کو منڈوانے سے تعبیر کیا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ھذین" یعنی ان ہونٹوں کی دو طرفیں جو مونچھوں اور ڈاڑھی کے درمیان ہیں اور ان کے ملنے کی جگہ، جیسا کہ مونچھیں تراشنے کے وقت عادت یہ ہے کہ ان کے کونوں کو بھی بالوں سے صاف کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۸۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ ح قَالَ أَصْحَابُنَا عَنِ الْمَكِّيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۰، مسند احمد: ۵۹۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از حنظلہ از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کہا از مکی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مونچھوں کو تراشنا فطرت سے ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مکی بن ابراہیم، یہ ابن بشیر الحنظلی البلخی ہیں۔ امام بخاری نے بتایا کہ یہ دو سو چودہ ہجری (۲۱۴ھ) میں فوت ہو گئے تھے اور علامہ کرمانی نے کہا: ان کو مکی کہا گیا ہے کیونکہ یہ مکہ کی طرف منسوب تھے، اور اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ ان کا نام ہے اور گمان یہ کیا گیا ہے کہ یہ ان کی نسبت ہے۔ اور حنظلہ یہ ابن ابی سفیان ہیں اور ان کا نام اسود بن عبدالرحمٰن الجمحی القرشی المکی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے نافع، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''قال اصحابنا عن المکی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'':

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ ''قال اصحابنا عن المکی عن حنظلہ عن نافع'' اس کا معنی یہ ہے کہ مکی بن ابراہیم نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے دراں حالیکہ وہ نافع اور امام بخاری کے اصحاب پر موقوف ہے اور انہوں نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موصولاً روایت کیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس حدیث کو انقطاع کے ساتھ روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: حدثنا المکی عن ابن عمر اور درمیان کے راوی یعنی الحنظلہ عن نافع کو ترک کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ ظاہر کلام کا یہ تقاضا ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے کہا اور اسی کے قریب وہ ہے جو صاحب التوضیح نے کہا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الفطرۃ'' یعنی من السنۃ، یعنی مونچھوں کو تراشنا سنت ہے۔

مونچھوں کو تراشنے یا مونڈنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

امام طحاوی نے کہا ہے: اہل مدینہ کے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ مونچھوں کو تراشنا مونچھوں کے مٹانے سے زیادہ مختار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی کی ان علماء سے مراد ہے سالم، سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، جعفر بن زبیر، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث۔ کیونکہ ان علماء نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ مونچھوں کے تراشنے کو مونچھوں کے مٹانے پر ترجیح دی جائے، اور حمید بن ہلال اور حسن بصری اور محمد بن سیرین اور عطاء بن ابی رباح کا یہی مذہب ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا: اکثر سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ مونچھوں کا مونڈنا ممنوع ہے اور یہ امام مالک کا بھی مذہب ہے اور وہ یہ کہتے تھے کہ مونچھوں کا مونڈنا ان کو مثلہ کرنا ہے اور وہ کہتے تھے کہ مونچھیں مونڈوانے والے کی تادیب کرنی چاہیے۔ امام طحاوی نے کہا: اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا: بلکہ مستحب ہے مونچھوں کو مٹانا اور ہم اس کو مونچھوں کے تراشنے سے افضل سمجھتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: دوسروں سے مراد ہے جمہور سلف، انہی میں سے اہل کوفہ ہیں اور مکحول، محمد بن عجلان، نافع مولیٰ ابن عمر، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ علیہم، انہوں نے کہا: مستحب ہے مونچھوں کو مٹانا اور وہ مونچھوں کو تراشنے سے افضل ہے۔ یہ حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابی اسید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ اس تمام تفصیل کو امام ابن ابی شیبہ نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حدیث میں ہے کہ خوارج کی علامت التسبید ہے اور اس کا معنی ہے: اصل سے مونچھوں کو مونڈنا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا: علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے بالوں کو مونڈنا اور بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا اور یہ مونچھوں کے ساتھ مقید نہیں ہے اور یہ اس سے عام ہے یعنی مونچھوں کا مونڈنا ہو یا دوسرے بالوں کا مونڈنا ہو۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ التسبید کا معنی ہے: تیل نہ لگانا اور سر کو دھونا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ خوارج کی علامت ہے التحلیق یعنی بالوں کو مونڈنا اور التسبید کا عطف التحلیق پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۷۔ ۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ ہے کہ خوارج کی علامت بالوں کو مونڈنا ہے یعنی سر کے بال بھی مونڈے جائیں اور مونچھیں بھی مونڈوائی جائیں، تو اس بناء پر مونچھوں کا مونڈوانا مونچھوں کے ترشوانے سے کیسے افضل ہوگا؟۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۸۸۹۔ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ الزُّهْرِیُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رِوَایَةً الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَتَقْلِیمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ الزہری نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: ایک روایت ہے کہ فطرت پانچ ہیں، یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا، استرا استعمال کرنا، بغل کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں تراشنا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۱۔ ۶۲۹۷، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۵۶، سنن نسائی: ۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲، مسند احمد: ۷۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الفطرۃ خمس'' فطرت سے مراد ہے سنتِ قدیمہ جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا اور جس پر تمام شریعتیں متفق ہیں، پس گویا کہ وہ امرِ جبلی ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی

ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس کام فطرت میں سے ہیں: مونچھیں تراشنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، ہاتھوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بالوں کو اکھاڑنا، زیر ناف بالوں کو مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، زکریا نے کہا: مصعب نے کہا کہ دسویں چیز وہ (راوی) بھول گئے، ہوسکتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''الختان'' ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا فرض ہے، کیونکہ یہ اسلام کا شعار ہے اور ختنہ سے ہی مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اور باقی چار سنت ہیں۔ اور فرض کے ساتھ سنت کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ دو چیزوں کو ساتھ ذکر کرنا اس کو واجب نہیں کرتا کہ ان کا حکم بھی ایک ہو، جیسے قرآن مجید میں ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ (الانعام: ۱۴۱) جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

پھل دار درختوں سے کھانا تو مباح ہے اور ان کا حق ادا کرنا فرض ہے، تو اب ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے حالانکہ ان کا حکم ایک نہیں ہے، سو اسی طرح ختنہ کو باقی چار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا تو فرض ہے اور باقی چار چیزیں فرض نہیں ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الاستحداد'' اس کا معنی ہے: زیر ناف بالوں کو مونڈنے کے لیے استرا استعمال کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''نتف الابط'' یعنی بغل کے بالوں کو اکھیڑنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''قص الشارب'' یعنی مونچھوں کو تراشنا خواہ خود تراشے یا کوئی اور تراشے، کیونکہ دونوں طرح سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف بغل کے بالوں اور زیر ناف بالوں کو دوسروں سے نہ مونڈوائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۹۔ ۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۔ بَابُ: تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ ۔ ناخنوں کو کاٹنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ ناخنوں کو کاٹنا سنت ہے اور تقلیم کا لفظ قلم سے باب تفعیل ہے، اور اس کا معنی ہے: کاٹنا۔ اور اس باب کی حدیث میں ایک روایت میں ہے ''قص الاظفار'' اور اظفار، ظُفُر کی جمع ہے۔ اور ناخنوں کو کاٹنے میں انتہائی کوشش کرنا مستحب ہے، اس حیثیت سے کہ انگلی کو ضرر نہ پہنچے۔ اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ناخن کاٹتے وقت انگلیوں کی کیا ترتیب ہو۔ علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ناخن کاٹنے کی ابتداء دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کی جائے، پھر درمیانی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی پھر انگوٹھے کا ناخن کاٹا جائے، اور بائیں ہاتھ کی ابتداء چھنگلی سے کی جائے اور اس کے بعد پھر اس کے بعد والی انگلی سے پھر اسی طرح انگوٹھے تک۔ اور پیروں کے ناخن کاٹنے میں دائیں پیر کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک اور بائیں پیر میں انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک ناخن کاٹے۔ اور علامہ نووی نے استحباب کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں اس ترتیب کو امام غزالی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رہی وہ حدیث

جس کو امام غزالی نے ذکر کیا ہے، پس اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پھر یہ جان لو کہ ناخن کاٹنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جس وقت بھی ناخن کاٹنے کی حاجت ہو تو اس وقت ناخن کاٹ لے۔ اور امام بیہقی نے ابوجعفر الباقر کی حدیث مرسل ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو مستحب فرماتے تھے۔ اور علامہ ابن جوزی نے از عطاء از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے ناخن ہفتہ کے دن کاٹے تو اس سے بیماری نکل جائے گی اور اس میں شفاء داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن اتوار کے دن کاٹے تو اس سے بھوک اور فاقہ نکل جائے گا اور اس میں خوش حالی داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن پیر کے دن کاٹے تو اس سے بیماری نکل جائے گی اور صحت داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن منگل کے دن کاٹے تو اس سے برص نکل جائے گا اور اس میں عافیت داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن بدھ کے دن کاٹے تو اس سے وسواس اور خوف نکل جائے گا اور صحت اور امن داخل ہو جائے گا اور جس نے اپنے ناخن جمعرات کے دن کاٹے اس سے جذام نکل جائے گا اور اس سے عافیت داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن جمعہ کے دن کاٹے تو اس سے رحمت داخل ہو جائے گی اور گناہ نکل جائیں گے۔ پھر علامہ جوزی نے کہا: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وضع کی گئی ہے اور یہ اقبح الموضوعات ہے یعنی سب سے قبیح موضوع ہے اور اس حدیث کی سند میں مجہول، متروک اور ضعیف راوی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۰۔ ۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ حَلْقُ الْعَانَةِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔ (سنن النسائی: ۱۲، مسند احمد: ۵۹۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حنظلہ سے سنا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: فطرت میں سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور ناخنوں کو کاٹنا اور مونچھوں کو تراشنا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن ابی رجاء، ان کا نام عبداللہ بن ایوب ابوالولید الحنفی الہروی ہے، یہ ہرات میں بتیس ہجری (۳۲ھ) میں فوت ہو گئے تھے، ان کی قبر مشہور ہے اور ان کی زیارت کی جاتی ہے۔ (میں کہتا ہوں: ہوسکتا ہے کہ یہ دو سو بتیس ہجری ۲۳۲ھ ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ اور اس حدیث میں مشہور ہے اسحاق بن ابی سلیمان، یہ کوفی الاصل ہیں اور دو سو ہجری میں ۲۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، اور حنظلہ بن سفیان کا ذکر ہے، ان کا ذکر ابھی گزرا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من الفطرة" علامہ نووی نے یہاں لکھا ہے "من السنة"۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "قص الشارب" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "اخذ الشارب" یعنی مونچھوں کو لینا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْآبَاطِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ چیزیں فطرت ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بالوں کو استرے سے مونڈنا، مونچھوں کو تراشنا، ناخنوں کو کاٹنا اور بغل کے بالوں کو اکھیڑنا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۱۔۶۲۹۷، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۵۶، سنن نسائی: ۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲، مسند احمد: ۷۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ناخن کاٹنے کے ذکر میں ہے۔

۵۸۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد بن زید نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو مٹاؤ (یعنی اتنا زیادہ تراشو کہ کھال کی سفیدی نظر آئے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کرتے یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو بال مٹھی سے زائد ہوتے انہیں کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۳، صحیح مسلم: ۲۵۹، سنن الترمذی: ۲۷۶۳، سنن نسائی: ۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۹، مسند احمد: ۴۶۴۰)

صحیح البخاری: ۵۸۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محل اس سے پہلے باب میں ہے اور یہاں اس کا ذکر مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلا باب مونچھوں کو تراشنے کے بارے میں تھا اور یہ باب ناخن کاٹنے کے بارے میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن منہال کا ذکر ہے، یہ البصری ہیں اور نابینا تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عمر بن محمد بن زید کا ذکر ہے یہ ابن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مشرکین کی مخالفت کرو''، اس سے مراد مجوس ہیں، اس پر صحیح مسلم کی ایک روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو کیونکہ وہ ڈاڑھی کو کاٹتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو ڈاڑھی کو مونڈتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وفروا'' یہ توفیر سے امر کا صیغہ ہے، یعنی ڈاڑھی کو اپنی حالت پر باقی رکھو اور ڈاڑھی کو بڑھا ہوا چھوڑ دو۔ اور اللُحاء، اس میں لام کے نیچے زیر بھی ہے اور لام پر پیش بھی ہے، اور یہ اللحیۃ کی جمع ہے۔ اور ڈاڑھی ان بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر بال ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واحفوا'' یہ احفاء کا امر ہے، اور اس کا معنی ہے: کاٹنا اور تراشنا، (اس سے پہلے باب میں علامہ عینی نے احفاء کا معنی لکھا ہے: جب بالوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ مونڈنے کی مثل ہو جائیں تو کہا جاتا ہے احفٰی شعرہ۔ اور چونکہ مونچھوں کو مٹانا اس کے تراشنے سے افضل ہے اس لیے امام طحاوی نے اس کو حلق الشارب سے تاویل کیا)۔

امام طبری نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ ڈاڑھی بڑھانے کی کیا توجیہ ہے، حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ اگر ڈاڑھی کو مطلقاً چھوڑ دیا جائے اس حدیث کے ظاہر کی پیروی کرتے ہوئے تو ڈاڑھی طول اور عرض میں بہت بڑی ہو جائے گی اور انسان قبیح اور بدشکل ہو جائے گا حتیٰ کہ لوگ اس کی مثال بیان کریں گے۔

اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلیل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث مخصوص ہے اور ڈاڑھی کا مطلقاً بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور متقدمین کا اس کی مقدار اور حد میں اختلاف ہے، پس بعض نے کہا: اس کی حد یہ ہے کہ جب وہ لمبائی میں قبضہ سے زیادہ ہو جائے اور چوڑائی میں پھیل جائے تو اس کا کاٹنا واجب ہے ورنہ وہ قبیح ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرد کو دیکھا جس نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑ دیا تھا اور وہ بہت بڑی ہو گئی تھی تو انہوں نے اس کو پکڑ کر کھینچا، پھر ایک مرد کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں اس کو کاٹ دو، پھر کہا: جاؤ! اپنے بالوں کی اصلاح کرو یا ان کو فاسد کرو، تم میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے گویا کہ وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو ہاتھ سے پکڑتے اور قبضہ سے جو زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی میں سے اتنی کاٹو جتنی مقدار فحش نہ ہو اور انہوں نے اس میں کوئی حد نہیں بیان کی۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی لوگوں کے عرف سے خارج نہ ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: اس میں کوئی

حرج نہیں ہے کہ جب ڈاڑھی بڑھ جائے تو تھوڑی سی ڈاڑھی لمبائی سے کاٹ لے اور تھوڑی سی چوڑائی سے کاٹ لے اور انہوں نے عمر بن ہارون کی حدیث سے استدلال کیا ہے از اسامہ بن زید از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے عرض اور طول سے کاٹتے تھے، اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے: یہ حدیث غریب ہے۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری سے سنا: وہ کہتے تھے: عمر بن ہارون مقارب الحدیث ہے اور میں اس کی کوئی ایسی حدیث نہیں جانتا جس کی کوئی اصل نہ ہو، یا کہا: جس حدیث میں وہ منفرد ہو سوا اس حدیث کے۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ عمر بن ہارون کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے اور میں نے قتیبہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ عمر بن ہارون صاحب حدیث ہے اور وہ کہتے تھے کہ ایمان قول اور عمل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کرتے''۔ امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج میں اپنا سر مونڈتے یا عمرہ میں سر مونڈتے تو اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال بھی کاٹتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فما فضل''۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ہاتھ سے ڈاڑھی کو پکڑتے اور جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر سر کو منڈاتے یعنی سر کا حلق کراتے اور جتنی ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے، تو گویا وہ ''مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ'' (الفتح: ۲۷) کو جمع کرتے تھے، یعنی وہ سر کا حلق کراتے اور ڈاڑھی کو قبضہ سے زائد ہونے پر کاٹتے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ''واعفوا اللحیٰ'' میں ڈاڑھی کو بڑھانے کا جو امر ہے اس سے عورت مستثنیٰ ہے، اگر عورت کی ٹھوڑی پر بال اگ آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ ان بالوں کو مونڈ دے، اسی طرح اگر اس کی مونچھیں اگ آئیں تو مونچھوں کو مونڈنا بھی مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۔ بَابٌ: إِعْفَاءِ اللِّحَى — ڈاڑھی کو چھوڑ دینا

عَفَوْا: كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ۔ — عفو کا معنی ہے: وہ زیادہ ہو گئے اور ان کے اموال زیادہ ہو گئے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ڈاڑھی چھوڑنے کے بیان میں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس لفظ کو رباعی سے استعمال کیا ہے اور اس کا معنی ہے: چھوڑنا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کو صرف کی اصطلاح میں رباعی نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو ثلاثی مزید فیہ کہا جاتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں موجود نہیں ہے اور امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیات کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ۔ حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے اور انہوں نے کہا: ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے۔ (الاعراف: ۹۵)

امام بخاری نے ''عفوا'' کی تفسیر کی ہے کہ ''وہ زیادہ ہو گئے اور ان کے اموال بھی زیادہ ہو گئے''۔

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں الاعفاء کو ذکر کیا ہے اور وہ ثلاثی مزید فیہ سے ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا ہے، اور پھر عفوا کا ذکر کیا ہے اور یہ ثلاثی مجرد سے ہے، گویا کہ امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ مادہ حدیث میں دو معنی سے آیا ہے، پس پہلی صورت میں ''واعفوا'' کے اندر ہمزہ قطعی ہوگا اور دوسری صورت میں ہمزہ وصل کا ہوگا۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہمزہ قطعی کا اکثر ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۲۔ ۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھوں کو زیادہ مبالغہ سے تراشو اور ڈاڑھی کو چھوڑ دو۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۳، صحیح مسلم: ۲۵۹، سنن الترمذی: ۲۷۶۳، سنن نسائی: ۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۹، مسند احمد: ۴۶۴۰)

صحیح البخاری: ۵۸۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدہ کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انھکوا'' یعنی مونچھوں کو تراشنے میں مبالغہ کرو اور ''نھك'' کے معنی ہیں: مبالغہ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حدیث میں ڈاڑھی کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو کیوں کاٹتے تھے حالانکہ وہ اس حدیث کے راوی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ڈاڑھی کے کاٹنے کو حج کے ساتھ مخصوص رکھا کیونکہ وہ حج کے موقع پر ایک قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیتے تھے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ڈاڑھی کے چھوڑ دینے کے حکم کو اس پر محمول

کیا کہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ کاٹو جس طرح عجمی کاٹتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ڈاڑھی کی مقدار کا بیان اور شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا رداز مصنف

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس بحث میں لکھتے ہیں:

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم اور تاکید آئی ہے اور اس کی مقدار بتلانے کے لیے کوئی قولی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں ہے، ہاں فعلی روایت صحابہ کرام کا یہ طرز عمل مروی ہے کہ ایک مشت سے زیادہ ڈاڑھی کو کتروا دیتے تھے اور ایک مشت کے اندر کتروانے کی کوئی سند نہیں ہے، اس لیے فقہائے کرام نے ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس سے کم رکھنے والے کو تارکِ واجب ہونے کی بناء پر فاسق کہا ہے۔

(کشف الباری، کتاب اللباس، کتاب الادب ص ۲۵۰، مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی)

میں کہتا ہوں: شیخ سلیم اللہ خان نے یہ صحیح نہیں لکھا کہ فقہائے کرام نے ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کو تارکِ واجب ہونے کی بناء پر فاسق کہا ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ تمام فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا سنت ہے اور انہوں نے قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کو فاسق نہیں کہا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (بنایہ ج ۱۳۴۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو)

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ)

علامہ عثمان بن زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ

ہے۔ (مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (درمختار علی ہامش الردج ۲ ص ۱۵۵، ج ۵ ص ۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے: اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۲ھ)

ملانظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

تاہم میں یہ کہتا ہوں کہ ہر چند کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھی جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک قبضہ سے زائد تھی، آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی اور سینہ کو بھر لیتی تھی اور چونکہ آپ دراز گردن تھے، کیونکہ کوتاہ گردن ہونا عیب ہے اس لیے آپ کی ڈاڑھی سینے کو تبھی بھرے گی جب وہ قبضہ سے زائد ہو، اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۔ بَابٌ: مَا يُذْكَرُ فِي الشَّيْبِ — سفید بالوں کے متعلق جو ذکر کیا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیب کے معنی ہیں: سفید بال۔ اور اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کیا سفید بالوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے یا ان کو رنگا جائے، پس اگر تم کہو کہ اس باب کو یہاں ذکر کرنے کی کیا توجیہ ہے؟۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا کیونکہ اس باب کی اس سے پہلے باب کے ساتھ مناسبت ہے، اور اس سے پہلے جو تین ابواب ذکر کیے گئے ہیں ان میں بھی ایک قسم کی زینت تھی، اس وجہ سے تمام ابواب کتاب اللباس میں داخل کیے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۴۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن

27 B

أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا أَخَضَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ إِلَّا قَلِيلًا

اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد بن سیرین، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی سفیدی بہت کم تھی (یعنی خضاب لگانے کی حد کو نہیں پہنچی تھی)۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۵، ۳۵۵۰، صحیح مسلم: ۲۳۴۱، سنن نسائی: ۵۰۸۶، سنن ابوداؤد: ۴۲۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۹، مسند احمد: ۱۲۵۸۲)

صحیح البخاری: ۵۸۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معلیٰ بن اسد، یہ نابینا ہیں اور ان کو ابوالہیثم البصری کہا جاتا ہے۔ اور وہیب کا ذکر ہے، وہیب تصغیر ہے، ان کا نام وہب بن خالد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، اور یہ السختیانی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں خضاب لگانے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "اخضب" اس میں ہمزہ استفہام کا ہے، یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لم یبلغ الشیب الا قلیلا" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کم سفید ہوئے تھے۔ اور قلیل کی مقدار میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ آپ کے انیس بال سفید تھے، دوسرا قول ہے کہ آپ کے بیس بال سفید تھے اور ابوالقاسم نے کتاب الشیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پندرہ بال سفید تھے۔ اور امام محمد بن سعد کے نزدیک سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے، اور الہیثم بالدھر کی حدیث میں ہے: تیس بال سفید تھے۔ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں چند بال سفید تھے، جب آپ اپنے سر کے بالوں میں تیل لگاتے تو آپ کی مانگ بھی دکھائی دیتی۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے بال سفید ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا: میرے بال سفید کیوں نہ ہوں۔ اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے اکثر بال عنفقۃ میں سفید تھے (نچلے ہونٹ میں جو بال سفید ہوں ان کو عنفقۃ کہتے ہیں)۔ اور دوسروں نے کہا: آپ کی کنپٹیوں میں بھی سفید بال تھے۔ "عنفقۃ" ان بالوں کو کہتے ہیں جو ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کے متعلق اختلاف ہے، اکثر نے خضاب لگانے سے منع کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہیں۔ اور بعض نے خضاب لگانے کو ثابت کیا ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں ہے کہ انہوں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔ اور ان اقوال میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ یہ زرد رنگ کی ایک خوشبو تھی جس نے اس کو دیکھا تو رنگ گمان کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۳۔ ۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٨٩٥۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال رنگنے کی مقدار کو نہیں پہنچے تھے، اگر میں چاہوں تو تمہیں گن کر بتاؤں کہ آپ کی ڈاڑھی میں کتنے سفید بال تھے۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥٠، ٥٨٩٥، صحیح مسلم: ٢٣٤١، سنن نسائی: ٥٠٨٦، سنن ابوداؤد: ٤٢٠٩، سنن ابن ماجہ: ٣٦٢٩، مسند احمد: ١٢٥٨٢)

صحیح البخاری: ٥٨٩٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں سفید بالوں کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے" فقال" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اس حد کو نہیں پہنچے تھے کہ ان کو رنگا جائے۔ اور صحیح مسلم میں از ابن سیرین روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خضاب لگاتے تھے یعنی بالوں کو رنگتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے بال رنگنے کی حد کو نہیں پہنچے تھے، آپ کی ڈاڑھی میں چند سفید بال تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" لو شئت" اور لَو کا جواب محذوف ہے، اصل عبارت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں کہ آپ کے سفید بالوں کو گنوں تو میں گن کر بتادوں گا، یعنی آپ کے سفید بال بہت کم تھے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سفید بال بہت کم دکھائی دیتے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے" شمطاته" اس کا معنی ہے: سفید بال۔ اور اشمط اس شخص کو کہتے ہیں جس کے سر میں سفید بال ہوں۔ اور لغت کی کتاب المغرب میں مذکور ہے کہ کالے اور سفید بال ملے ہوئے ہوں تو اس کو شمط کہتے ہیں یعنی جس کی ڈاڑھی میں کالے اور سفید بال ہوں اور یہی اس باب کے مناسب ہے۔

بعض روایات میں آپ کے سفید بالوں کا ثبوت ہے اور بعض روایات میں سفید بالوں کی نفی ہے۔

ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کے سفید بال بہت کم تھے، جنہوں نے سفید بالوں کا ذکر کیا انہوں نے ان سفید بالوں کا اثبات کیا اور اعتبار کیا اور جنہوں نے نفی کی ہے تو انہوں نے ان سفید بالوں کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ بہت کم تھے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٥٨٩٦۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اسرائیل نے حدیث

أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

بیان کی از عثمان بن عبداللہ بن موہب، انہوں نے کہا: مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ کے پاس ایک پیالہ میں پانی دے کر بھیجا، (راوی حدیث) اسرائیل راوی نے تین انگلیاں بند کرلیں (یعنی اس نے تین انگلیاں بند کر کے بتایا کہ وہ چاندی کی ڈبیہ اتنی چھوٹی تھی)، اس چاندی کی ڈبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال تھے۔ عثمان نے کہا: جب کسی شخص کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی تکلیف ہوتی تو وہ اپنا پانی کا پیالہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔ (وہ اس پانی میں اس ڈبیہ کو ڈبو دیتیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال تھے)، (عثمان نے کہا) میں نے شیشی کو دیکھا اس میں سرخ بال تھے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے سرخ بال دیکھے، یعنی سفید بالوں پر سرخ خضاب لگایا ہوا تھا جس سے وہ سرخ ہو گئے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مالک بن اسماعیل، وہ ابن غسان نہدی ہیں۔ اور اسرائیل کا ذکر ہے، وہ ابن یونس بن ابی اسحاق السبیعی ہیں۔ اور عثمان بن عبداللہ بن موہب کا ذکر ہے، یہ الاعرج التیمی ہیں جو آل فاطمہ کے آزاد کردہ غلام تھے، امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں سے شفاء حاصل کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے "اہلی" یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے عثمان بن عبداللہ بن موہب کی بیوی مراد ہوں یعنی ان کی بیوی نے بھیجا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اسرائیل نے اپنی تین انگلیوں کو بند کیا"۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ تین انگلیوں سے یہ

اشارہ ہے کہ وہ پیالہ تین انگلیوں کے برابر چھوٹا تھا۔

علامہ عینی اس پر رد فرماتے ہیں: کہ جب وہ تین انگلیوں کے برابر چھوٹا پیالہ تھا تو اس میں کتنا پانی آ جائے گا۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: تین انگلیاں بند کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ عثمان نے تین مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، اور یہ معنی بعید ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "من فضة" یہ اصل میں پیالہ کی صفت ہے، یعنی وہ پیالہ چاندی کا تھا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چاندی کے پیالہ کا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: انہوں نے اس پیالہ کو چاندی سے ملمع کیا ہوا تھا۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے چند بال تھے، اور جب لوگ بیمار ہوتے تو وہ ان بالوں سے تبرک حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفاء طلب کرتے اور ان بالوں والی شیشی کو لے کر پانی کے ایک پیالہ میں رکھتے، پھر اس پانی کو پیتے تو ان کو شفاء حاصل ہوتی۔ اور عثمان کے گھر والوں نے اس شیشی کو لیا جس میں آپ کے موئے مبارک تھے، پھر انہوں نے اس شیشی کو پانی میں ڈالا اور پانی کو پیا جس سے ان کو شفاء حاصل ہوئی، پھر عثمان نے وہ شیشی واپس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دی، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ شیشی رکھ دی اور پھر عثمان نے اس شیشی کو دیکھا تو اس میں سرخ بال تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جب انسان کو کوئی نظر بد لگ جاتی یا کوئی اور مرض ہو جاتا تو اس کے گھر والے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس پیالہ کو بھیجتے اور اس میں آپ کے موئے مبارک والی شیشی رکھتے، پھر اس کے پانی کو پیتے تو انہیں شفاء حاصل ہو جاتی، اور وہ شیشی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۵۔۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سَلَّامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعَرًا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَخْضُوبًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلام نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبداللہ بن موہب، انہوں نے کہا: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے ہماری طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے چند بال نکالے جو رنگے ہوئے تھے (یعنی ان پر خضاب کیا ہوا تھا)۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

۵۸۹۸۔ وَ قَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ أَبِي الْأَشْعَثِ عَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَرَتْهُ شَعَرَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَحْمَرَ۔

اور ہم سے ابو نعیم نے کہا کہ ہمیں نُصیر بن ابی الاشعث نے حدیث بیان کی از ابن موہب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرخ بال دکھائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

صحیح البخاری: ۵۸۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ عثمان بن عبداللہ کی حدیث کی دوسری سندیں ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مخضوبا" یہ شعر یعنی بال کی صفت ہے اور یونس کی روایت میں ہے کہ وہ بال مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے، (کتم ایک بوٹی ہے جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے، یعنی سیاہ اور سرخ رنگ کے آمیزہ سے بال رنگے ہوئے تھے)۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ارتہ" یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ بال عثمان بن عبداللہ بن موہب کو دکھائے۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۷۶۔۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۔ بَابٌ: الْخِضَابِ

خضاب یعنی بالوں کو رنگنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو خضاب یعنی رنگنے کے ساتھ متغیر کرنا جائز ہے۔
الجوہری نے کہا ہے: خضاب وہ چیز ہے جس سے رنگا جائے اور کہا جاتا ہے "اختضبت بالحناء ونحوہ" میں نے مہندی وغیرہ سے بالوں کو رنگا۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۹۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ و سلیمان بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، سو تم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۴۶۲، ۵۸۹۹، صحیح مسلم: ۲۱۰۳، سنن نسائی: ۵۲۴۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۱، مسند احمد: ۷۲۳۲)

صحیح البخاری: ۵۸۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے خضاب اور اس حدیث میں مذکور ہے "یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو، کیونکہ وہ بالوں میں خضاب نہیں لگاتے"۔ تو ان کی مخالفت اس طرح ہوگی کہ تم بالوں میں خضاب لگاؤ۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، اور یہ عبداللہ بن زبیر العیسیٰ ہیں جو حُمید کی طرف منسوب ہیں اور وہ ان کے اجداد میں سے ایک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، وہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فخالفوهم" یعنی تم بالوں میں خضاب لگا کر ان کی مخالفت کرو۔

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ کتاب کی موافقت کرتے تھے جب تک اس کے خلاف آپ کے اوپر کوئی چیز نازل نہ ہو، اس لیے کہا گیا ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہم پر لازم ہے جب تک اللہ تعالیٰ اس کا انکار کے ساتھ ذکر نہ کرے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ ابتداءِ اسلام میں ہوتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہود کی دلجوئی کرتے تھے اور بت پرستوں کی مخالفت کرتے تھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کر دیا اور اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیا تو پھر آپ یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کو پسند کرتے تھے۔

خضاب لگانے کی صفت کا بیان

امام ابن ابی عاصم نے کہا ہے: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ یہود کی مخالفت کرو، یعنی بالوں میں خضاب لگاؤ اور خضاب کا کوئی طریقہ نہیں بیان کیا، تو اس میں رخصت ہے کہ سفید بالوں کو متغیر کیا جائے خواہ کسی رنگ کے ساتھ متغیر کیا جائے۔

اور عبداللہ بن بریدہ نے از ابی الاسود الدؤلی نے از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز سے تم سفید بالوں کو متغیر کرو اس میں بہترین مہندی اور الکتم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سب سے افضل ہے۔

ضحاک بن حمزہ از غیلان بن جامع وایاد بن لقیط از حضرت ابی رمثہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے بال مہندی اور الکتم سے رنگے ہوئے تھے۔

اور امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ از حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے چند بوڑھے لوگوں کے ساتھ گزرے جن کی ڈاڑھیاں سفید تھیں تو آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنے بالوں کو سرخ رنگ میں رنگو یا زرد رنگ میں رنگو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔

اور ابن ابی عاصم نے از ہشام از والد خود از حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ اختیار کرو۔ اور امام اوزاعی نے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ خضاب لگاؤ، کیونکہ یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے۔

بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق اور خضاب کے حکم کی تحقیق

سفید بالوں کو متغیر کرنے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ پس شعبہ نے از الرکین بن الربیع روایت کی ہے کہ میں نے القاسم بن محمد سے سنا وہ از عبدالرحمٰن بن حرملہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

اور امام طبرانی نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے وہ سفید بال اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوں گے، سوا اس کے کہ وہ ان بالوں کو نوچ لے یا ان کو رنگ لے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند کاموں کو مکروہ قرار دیتے تھے اور ان کاموں میں سے سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ذکر کیا۔

اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے سفید بالوں کو متغیر کیا ہے، پس قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہماری طرف آتے اور آپ کی ڈاڑھی پر مہندی اور الکتم کا خضاب لگا ہوا ہوتا تھا۔

اور امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور الکتم سے خضاب لگایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مہندی کے ساتھ بالوں کو رنگا، اور شعبی اور ابن ملیکہ بھی خالص مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور جو اپنے بالوں کو زرد رنگ کے ساتھ رنگتے تھے، ان میں حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت المغیرہ، حضرت جریر البجلی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں عطاء، ابو وائل، حسن بصری، طاؤس، سعید بن المسیب رحمہم اللہ ہیں۔

اور المہیب الطبری نے کہا: ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو آثار سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق ہیں اور جو سفید بالوں کو رنگنے سے ممانعت کے آثار ہیں، یہ دونوں آثار صحیح ہیں، لیکن ان میں سے بعض عام ہیں اور بعض خاص ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو اور سفید بالوں کو متغیر کرو، اس سے مراد خصوص ہے، یعنی ایسے سفید بالوں کو رنگو جو حضرت ابوقحافہ کے سفید بالوں کی مثل ہیں۔ اور جس کے کالے اور سفید بال ملے ہوئے ہوں تو یہ وہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ اپنے بالوں کو متغیر نہ کرے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوں گے۔ الحدیث

اور اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو متضاد قول ہوں اور ان میں نسخ نہ ہو، پس ان کو جمع کرنا متعین ہو گیا۔ پس جن صحابہ نے اپنے سفید بالوں کو متغیر کیا وہ اس پر محمول ہے کہ ان کے سارے بال سفید تھے اور جنہوں نے اپنے بالوں کو متغیر نہیں کیا وہ اس پر محمول ہے کہ ان کے بال کالے اور سفید ملے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں سفید بالوں کو متغیر کرنے کا حکم مستحب ہے، فرض نہیں ہے۔ اور آپ نے جو سفید بالوں کو متغیر کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ ممانعت بھی تنزیہہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں ہے اور اس پر امت کے متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے اس باب کی حدیث سے جس میں آپ

نے فرمایا کہ سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مخالفت کرو۔

علامہ ابن العربی نے کہا: نبی ﷺ نے سفید بالوں کو نوچنے سے منع فرمایا ہے رنگنے سے منع نہیں فرمایا، کیونکہ سفید بالوں کو نوچنے میں خلقت کی اصل سے تغییر ہے بہ خلاف خضاب کے، کیونکہ خضاب خلقت کو متغیر نہیں کرتا۔

اور امام احمد سے منقول ہے کہ خضاب لگانا واجب ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ خضاب لگانا واجب ہے خواہ ایک بال ہی خضاب لگائے، اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص خضاب لگانے کو ترک کردے اور اہلِ کتاب کی مشابہت اختیار کرے۔

خضاب کے رنگ کا بیان، سرخ اور زرد خضاب کا جواز اور سیاہ خضاب کی ممانعت اور بعض صحابہ سے سیاہ خضاب لگانے کا ثبوت

اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس رنگ کے ساتھ سفید بالوں کو رنگا جائے، پس جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ سرخ اور زرد رنگ کے ساتھ سفید بالوں کو رنگا جائے نہ کہ سیاہ رنگ کے ساتھ، کیونکہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث میں وعید ہے۔

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگے گی اور یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

اور مثنیٰ بن الصباح نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی ﷺ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگا اللہ عزوجل اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

امام طبرانی نے از جنادہ از حضرت ابوالدرداء روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سفید بالوں کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید بالوں کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ کے ساتھ متغیر نہ کرو۔

ابن ابی العاصم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کی ہے کہ بے شک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے، اور اسی طرح ابن شہاب نے روایت کی ہے۔

اور اسماعیل بن ابی عبداللہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے: اس سے بیوی کو سکون ملتا ہے اور دشمن اس سے مرعوب ہوتا ہے۔

اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو متغیر کرتے تھے۔

اور عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

اور فقہاء تابعین میں سے علی بن عبداللہ بن عباس، عروہ بن الزبیر، ابن سیرین اور ابو بردہ بھی سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنے کے متعلق کوئی ممانعت نہیں سنی اور سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔

اور امام احمد سے اس میں دو روایتیں ہیں، اور فقہاء شافعیہ سے بھی دو روایتیں ہیں اور مشہور یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنا مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے۔

اور الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ جس نے سب سے پہلے سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگا وہ عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تو عرب میں سے سب سے پہلے تھے لیکن دنیا میں جس نے سب سے پہلے سیاہ رنگ کے ساتھ ڈاڑھی کو رنگا، وہ فرعون تھا اور اس کی ایک حکایت ہے جس کو ہم نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۸۔۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

سیاہ رنگ کے خضاب لگانے کے متعلق مصنف کا موقف

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ بعض صحابہ سے سیاہ رنگ کا خضاب لگانا منقول ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ سیاہ خضاب سے بالوں کو نہ رنگا جائے کیونکہ سیاہ رنگ کا خضاب لگانے کے متعلق حدیث میں سخت وعید ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۸۔ بَابُ: الْجَعْدِ گھونگھریالے بالوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''الجعد'' کا بیان ہے، یہ بال کی صفت ہے اور یہ گھونگھریالے بال ہیں جو سیدھے بالوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور اس باب کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اس سے پہلے باب کا تابع ہے اور اُس باب کو داخل کرنے کی وجہ زینت تھی اور لباس بھی زینت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْآدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن عبد الرحمٰن از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے ان سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت لمبے نہیں تھے اور نہ آپ کوتاہ قد تھے، اور نہ آپ بالکل سفید گورے رنگ کے تھے اور نہ گندمی رنگ کے تھے، آپ کے بال گھونگھریالے الجھے ہوئے نہیں تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا، پس آپ دس سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ

میں رہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دے دی اور آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں بیس بال (بھی) سفید نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۴۷، صحیح مسلم: ۶۰۸۹، مسند احمد: ۱۳۵۱۹)

صحیح البخاری: ۵۹۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''البائن''یعنی بہت لمبا قد حد سے بڑھا ہوا۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے''الامهق''یعنی بہت زیادہ سفید رنگ جیسے چونے کا رنگ ہوتا ہے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے''القطط''یعنی شدید گھونگھریالے بال۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے''السبط''یعنی سیدھے بال جو لٹکے ہوئے معلوم ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سال مکہ میں رہے اور ساٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، حالانکہ آپ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے اور تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور دوسری احادیث میں اسی طرح ہے، سو اس حدیث میں کسر کو حذف کر دیا ہے اور پوری پوری دہائی کو ذکر کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۹۰۱۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِي عَنْ مَالِكٍ إِنَّ جُمَّتَهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ مَا حَدَّثَ بِهِ قَطُّ إِلَّا ضَحِكَ قَالَ شُعْبَةُ شَعَرُهُ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے: میں نے کسی کو سرخ حُلّہ پہنے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، (امام بخاری نے بیان کیا) میرے بعض اصحاب نے کہا از امام مالک کہ آپ کے سر کے بال آپ کے دونوں کندھوں کے قریب ہوتے تھے، ابو اسحاق نے کہا: میں نے ان کو یہ متعدد مرتبہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، جب بھی وہ اس کو بیان کرتے تو ہنستے تھے۔
ابو اسحاق کی متابعت شعبہ نے کی ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کے سر کے بال کانوں کی لوتک تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۰۶۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۸۰۸۶)

صحیح البخاری: ۵۹۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گھونگھریالے بال، اور اس حدیث میں مذکور ہے ''کہ آپ کے سر کے بال آپ کے دونوں کندھوں کے قریب ہوتے تھے'' اور اس جملہ میں بال کا ذکر ہے اور بال گھونگھریالے بالوں کو اور سیدھے بالوں دونوں کو شامل ہے، سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسرائیل، اور یہ ابن یونس بن ابی اسحاق سبیعی ہیں جو اپنے دادا ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال بعض اصحابی'' یعنی امام بخاری نے کہا کہ میرے بعض اصحاب نے کہا۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ مجہول سے روایت ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ یعقوب بن سفیان ہیں، کیونکہ انہوں نے ان کو اسی طرح از مالک بن اسماعیل اسی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے ''از مالک''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان جُمّته'' (جیم پر پیش اور میم پر تشدید)، یہ سر کے بالوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جب کہ وہ کندھوں کے قریب تک لٹکے ہوئے ہوں، اور اس کے بعد کہا کہ شعبہ نے بتایا کہ آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے اور یہ دونوں بال متقارب ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بال آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔ اور ان بالوں میں اس وقت کمی ہو جاتی تھی جب آپ حج یا عمرہ کے موقع پر سر کے بالوں کو منڈواتے۔ ابن فارس نے کہا ہے: جو بال کانوں کی لو سے متجاوز ہوں ان کو ''لمۃ'' کہتے ہیں اور جو کندھوں تک پہنچ جائیں ان کو ''جمۃ'' کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۰۔۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أُرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے کعبہ کے پاس دکھایا گیا، پس میں نے ایک گندمی رنگ کا مرد دیکھا جو بہت زیادہ حسین تھا جن کو تم نے گندمی رنگ میں دیکھا ہو، ان کے سر کے بال کانوں کی لو سے متجاوز تھے اور بہت حسین تھے جتنا کوئی حسین تم

فَقِيلَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

نے دیکھا ہو، انہوں نے ان بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، وہ دو مردوں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے یا فرمایا دو مردوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے سوال کیا یہ کون ہیں؟ پس بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں، اور اسی وقت میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ جس کے سخت گھونگھریالے بال تھے اور اس کی دو آنکھوں میں سے سیدھی آنکھ کانی تھی، گویا کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہے، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا یہ مسیح الدجال ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گھونگھریالے بال، اور اس حدیث میں مذکور ہے ''کہ اچانک میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کے سخت گھونگھریالے بال تھے'' اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''آدم''۔ یہ لفظ الادمہ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: سخت گندمی رنگ، اور دوسرا قول ہے: یہ ''ادمت الارض'' سے ماخوذ ہے اور یہ زمین کا رنگ ہے، اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، اس لیے آپ کا نام آدم رکھا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لہ لمۃ'' یعنی ان کے ایسے بال تھے جو کندھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد رجّلھا'' یہ لفظ ترجیل سے بنا ہے، اس کا معنی ہے: سر کے بالوں میں کنگھی کرنا۔

مسیح کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''المسیح ابن مریم'' کہا گیا ہے کہ ''المسیح'' یہ لفظ عربی میں بنایا گیا ہے، اصل میں یہ لفظ مشیخ تھا اور اس کو عربی میں بنایا گیا ہے، اور عبرانی زبان میں اس کا معنی ہے: مبارک۔ اور جن لوگوں نے کہا: یہ عربی لفظ ہے اور مسح سے مشتق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریض کے اوپر اپنا ہاتھ پھیرتے مثلاً جو پیدائشی اندھا ہوتا یا پیدائشی ابرص ہوتا تو وہ تندرست ہو جاتا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسیح کا لفظ ممسوح کے معنی میں ہے، وہ اپنی ماں کے پیٹ سے جب نکلے تو ان کے جسم پر تیل ملا ہوا تھا۔ اور ہم نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں اس کی اور بہت وجوہات بیان کی ہیں، اسی طرح دجال کو مسیح کہنے کی بھی بہت وجوہ بیان کی ہیں۔

میں کہتا ہوں: دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ ممسوح تھی یعنی رگڑی ہوئی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

دجال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کو مکہ میں کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے "طافية" یعنی اس کی ایک آنکھ میں روشنی نہیں تھی اور وہ آنکھ ابھری ہوئی اور بلند تھی۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ دجال مکہ میں داخل نہیں ہوگا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کو کیسے دیکھا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ مکہ میں بہ طور غلبہ کے داخل نہیں ہوگا اور اپنی طاقت دکھاتا ہوا داخل نہیں ہوگا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دکھایا گیا تھا اس کے بعد وہ داخل نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نے دجال کو مکہ میں دیکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۱۔۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حِبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۴، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن نسائی: ۵۲۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۵۸۶)

۵۹۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْكِبَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر کے بالوں کو کندھوں تک پہنچاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۴، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن نسائی: ۵۲۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۵۸۶)

صحیح البخاری: ۵۹۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گھونگھریالے بال، اور اس حدیث میں بالوں کا ذکر ہے، اور گھونگریالے بال ہونا بھی بالوں کی صفت ہے، سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، الغسانی نے کہا کہ شاید کہ وہ ابن منصور ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ راہویہ ہیں۔ اور اس

حدیث کی سند میں حبان کا ذکر ہے، وہ ابن ہلال ہیں۔ اور ہمام کا ذکر ہے، وہ ابن یحییٰ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

امام بخاری کے بعض اصحاب نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر کے بالوں کو کندھوں کے قریب تک پہنچاتے تھے اور شعبہ نے کہا: کانوں کی لَو تک پہنچاتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنے سر کے بالوں کو کندھوں تک پہنچاتے تھے، تو ان تین اقوال میں کیسے تطبیق ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سر کے بالوں کی یہ مقدار اوقات اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی تھی، یہ علامہ کرمانی کا جواب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہ مقداریں ایک وقت میں نہیں ہوتی تھیں بلکہ مختلف اوقات میں ہوتی تھیں، یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں کو نہ سنوارتے تو بال کندھوں تک پہنچ جاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں کو سنوارتے تو کانوں کی لَو تک ہوتے یا کندھوں کے قریب تک ہوتے، تو ہر شخص نے آپ کے بالوں کی مقدار وہی بیان کی جو اس نے دیکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۵۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنْ شَعَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجِلًا لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال گھونگھریالے اور سیدھے بالوں کے درمیانی تھے، نہ بالکل سیدھے تھے لٹکے ہوئے اور نہ گھونگھریالے تھے اور آپ کے بال آپ کے کانوں اور کندھوں تک تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۹۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال ''رَجِل'' (راء پر زبر اور جیم کے نیچے زیر) تھے اور یہ ایسے بال ہیں جو گھونگھریالے بال اور سیدھے بالوں کے درمیان ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے

أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ شَعَرُ النَّبِيِّ ﷺ رَجِلًا لَا جَعْدَ وَلَا سَبِطًا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے تھے، میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھی اور نبی ﷺ کے بال درمیانی تھے نہ گھونگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

صحیح البخاری: ۵۹۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ضخم الیدین" یعنی آپ کے دونوں ہاتھ بھرے بھرے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر بھرے بھرے تھے، آپ کا چہرہ حسین تھا، میں نے آپ کے بعد اور آپ سے پہلے آپ کی مثل نہیں دیکھی اور آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

صحیح البخاری: ۵۹۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی ہیں، ان کو عارم بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بسط الکفین" یعنی آپ کے دونوں ہاتھ خلقتاً وصورتاً کشادہ تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عطاء کرنے میں آپ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے اور پہلا معنی مقام کے زیادہ مناسب ہے۔ ایک روایت میں "بسیط الیدین"

ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۸، ۵۹۰۹۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَوْ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْقَدَمَيْنِ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ھانیء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یا از ایک مرد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پیر بھرے بھرے تھے اور آپ کا چہرہ حسین تھا، میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھی۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

۵۹۱۰۔ وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ۔

اور ہشام نے کہا از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم اور دونوں ہتھیلیاں بھری بھری تھیں، گداز تھیں۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

۵۹۱۱، ۵۹۱۲۔ وَقَالَ أَبُو هِلَالٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ شَبَهًا لَهُ۔

اور ابو ہلال نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ یا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز اور بھرے بھرے تھے، میں نے آپ کے بعد آپ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

صحیح البخاری: ۹۱۱، ۵۹۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے درمیان متردد ہے، جس کو امام بخاری نے معاذ بن ہانی سے روایت کیا ہے، یہ الیشکری ہیں اور ان کی وفات ۲۰۹ھ میں ہوگئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او عن رجل"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس تردید کی وجہ سے یہ روایت مجہول سی ہوگئی ہے، پھر

علامہ کرمانی نے کہا کہ لفظِ ابوہریرہ فقط رجل کے ساتھ متعلق ہے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی متعلق ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ لفظِ ابوہریرہ صرف رجل کے ساتھ متعلق ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے اور وہ آپ کے ساتھ ہمیشہ رہتے تھے اور وہ آپ کی صفات کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے تھے، سو یہ بعید ہے کہ وہ آپ کی صفت کو کسی اور صحابی مرد سے روایت کریں جوان سے کم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہو۔

ابومسعود اور الحمید ی نے کہا ہے: اس سند میں تردد معاذ بن ہانی کے درمیان ہے، آیا ان کو ہمام نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے یا از قتادہ از ایک مرد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہر حال میں اس حدیث میں دو چیزیں ہیں، اول یہ کہ سند میں تردد ہے اور ثانی یہ ہے کہ اس میں مجہول سے روایت ہے۔

صحیح بخاری: ۵۹۱۰ میں مذکور ہے ''شثن الکفین'' اس کا معنی ہے: غلیظ الکفین، یعنی دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے اور دوسرا معنی ہے: غلیظ الاصابع والراح'' یعنی انگلیاں اور ہتھیلی کا درمیانی حصہ بھاری تھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی گوشت سے پُر تھی لیکن وہ بھری بھری ہونے کے باوجود نرم اور ملائم تھی جیسا کہ حدیث میں ہے ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ کسی ریشم کو نرم اور ملائم نہیں چھوا''۔

صحیح البخاری: ۵۹۱۲ کی سند میں ہے ''قال ابوھلال'': ان کا نام محمد بن مسلم ہے، اور اس تعلیق کو امام بیہقی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوہلال نے یہ حدیث بیان کی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ محمد بن مسلم تو اپنے حفظ کے اعتبار سے ضعیف ہیں اور اس سند میں قتادہ از انس یا از ایک مرد تردید ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں کئی روایات ہیں اور ان کا اس باب کے عنوان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان روایات میں سے ایک روایت جریر بن حازم کی ہے اور وہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس کی سند میں قتادہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، اور امام بخاری نے اس طریقہ سے بیان کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس میں قتادہ کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی اس حدیث کی صحت میں کوئی تاثیر نہیں ہے، اور ابوہلال بصری بہت زیادہ صادق ہے، اور ہتھیلیوں اور قدمین کی صفت میں جو روایات ہیں ان کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث واحد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلَى جَمَلٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد، انہوں نے کہا: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے تو لوگوں نے دجال کا ذکر کیا، تو کسی نے کہا: اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذْ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي۔

(صحیح بخاری: ۱۵۵۵، ۳۳۵۵، ۵۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۶۶، مسند احمد: ۲۴۹۷)

سے یہ نہیں سنا، لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تم اپنے پیغمبر کو دیکھو اور رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام، تو وہ گندمی رنگ کے مرد ہیں، ان کے بال گھونگھریالے ہیں، گویا کہ میں اس وقت بھی انہیں دیکھ رہا ہوں، وہ ایک سرخ اونٹ پر سوار ہیں اور ان کے اونٹ کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے۔ جب وہ اس وادی سے لبیک کہتے ہوئے اتر رہے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''گھونگھریالے بال'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بال گھونگھریالے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، ان کا نام ابراہیم بصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عون، وہ عبداللہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا، اس کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں، اہل علم نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی حقیقت پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، پس اس لحاظ سے ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم، الرقم المسلسل: ۶۰۴۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں عبادت کی محبت ڈالی گئی ہے، سو ان کے نفسوں میں جو عبادت کے محرکات ہیں، اس کے موافق وہ عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اہل جنت کو ذکر کا الہام کیا جائے گا، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔ (یونس: ۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ!

لیکن اس توجیہ کا تتمہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی طرف دیکھا جاتا ہے، پس شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کی روح اس طرح جسم مثالی میں دکھائی گئی جس طرح ان کو شب معراج دکھایا گیا تھا۔ رہے ان کے اجسام جو قبروں میں ہیں تو ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے لیے ایک مثال بنا دیتا ہے تو ان کی روح بیداری میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے، جس طرح

خواب میں دکھائی دیتی ہے۔

(۲) گویا انبیاء علیہم السلام کے جو احوال دنیا کی زندگی میں تھے کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے اور کس طرح حج کرتے تھے اور کس طرح تلبیہ پڑھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ احوال متمثل کر دیئے گئے تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۳) گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ خبر دی گئی اور چونکہ آپ کو اس خبر کی قطعیت پر یقین تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) گویا کہ آپ نے اس سے پہلے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا، پس جب آپ نے حج کیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آ گیا، سو آپ نے اس کی خبر دی، اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور یہ جواب میرے نزدیک معتمد ہے، جیسا کہ احادیث الانبیاء کے باب میں اس کی تصریح آئے گی اور اس سے پہلے جو جوابات ذکر کیے ہیں وہ بھی بعید نہیں ہیں۔

علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے، حتیٰ کہ دنیا کی مدت فنا ہو جائے اور اس کے بعد آخرت آ جائے جو کہ دار الجزاء ہے، پھر عمل منقطع ہو جائے گا۔

(۲) تلبیہ (''اللھم لبیک اللھم لبیک'' پڑھنا) دعا ہے اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس: ۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہو گی: پاک ہے تو اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہو گی: سلام علیکم، اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہو گا: ''الحمد للہ رب العلمین'' ۝

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو دیکھا تھا، سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں...... انہوں نے اس حدیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا، خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے ہیں، سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔ (شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۳۱۹۔ ۳۲۰، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۷۰۵، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا، اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ اس عالم میں تھا جس میں ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہوتا، اور بندہ مسکین عبدالحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیاتِ حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں لیکن عام لوگوں کی نظر سے محجوب ہیں، پس انہوں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مثال کے بغیر کسی اشتباہ اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۸۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ، اس حدیث کی توجیہات میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج متعدد انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا، پس ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہوگئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو، اور یہ تمثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو، اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں حج کیا ہو اور ''اللھم لبیك'' پڑھا ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کا زمانہ کا حج منکشف کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۶۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۱۹۔ بَابُ: التَّلْبِيدِ — بالوں کو چپکانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب تلبید کے بیان میں ہے اور تلبید یہ ہے کہ مُحرم اپنے سر میں تھوڑا سا گوند لگا لے تاکہ اس کے بال چپک جائیں اور ان بالوں میں جوئیں واقع نہ ہوں، دوسرا قول یہ ہے تاکہ اس کے بال احرام میں بکھرے ہوئے نہ ہوں، اور اس باب کو یہاں وارد

کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اور اس سے پہلے والے ابواب بالوں کے احوال میں ہیں اور بالوں کو گوند سے چپکانا بھی بالوں کا ایک حال ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ مَنْ ضَفَّرَ فَلْيَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالتَّلْبِيدِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُلَبِّدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: جس نے مینڈھیاں بنائیں وہ بال منڈوائے اور تلبید کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چپکائے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۴۰، ۱۵۴۹، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵، صحیح مسلم: ۱۱۸۴، سنن نسائی: ۲۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے التلبید یعنی بالوں کو چپکا کر جمانا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "تلبید کی مشابہت اختیار نہ کرو"۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من ضفر" یعنی جس نے اپنے بالوں کی چوڑائی میں مینڈھیاں بنائیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ جس نے اپنے سر کے بالوں میں حالتِ احرام میں گوند لگایا اس پر احرام سے حلال ہونے کے لیے سر کے بالوں کا منڈوانا متعین ہے اور سر کے بالوں کو کاٹنا اس کو کفایت نہیں کرے گا۔ پس جس نے اپنے سر کے بال کی مینڈھیاں بنائیں اس کو انہوں نے اس کے ساتھ تشبیہ دی جو اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکاتا ہو، پس اس لیے انہوں نے حکم دیا کہ جس نے سر کے بالوں کی مینڈھیاں بنائیں وہ سر کے بالوں کو منڈوائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تشبهوا" یعنی تم مینڈھیاں نہ بناؤ جیسے لوگ بال چپکاتے ہیں، کیونکہ بالوں کو چپکانا غیر احرام میں مکروہ ہے اور احرام کے اندر مستحب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکان ابن عمر الی آخرہ'' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ ان کے والد کی رائے یہ ہے کہ سر کے بالوں کے چپکانے کو ترک کرنا اولیٰ ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ سر کے بالوں کو چپکائے ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلبید سے یعنی بالوں کو چپکانے سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے بالوں کو گوند سے چپکا کر جمایا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۵۔ حَدَّثَنِي حِبَّانُ بْنُ مُوسَى وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَا يَزِيدُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ (صحیح مسلم: ۱۱۸۴، مسند احمد: ۵۹۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی اور احمد بن محمد نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر کے بالوں کو گوند سے چپکائے ہوئے احرام باندھ رہے تھے اور آپ تلبیہ پڑھ رہے تھے: ''لبیك اللھم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمة لك والملك، لا شریك لك'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات کے اوپر اضافہ نہیں فرمارہے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۹۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حبان بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں احمد بن محمد کا ذکر ہے، یہ ابن موسیٰ الصمصار المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ یونس بن یزید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یھل ملبدا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھتے ہوئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے تھے اور اس حال میں آپ نے اپنے بالوں کو گوند سے چپکایا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۶۔ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رضی الله عنها

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔

بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے اپنے عمرہ کا احرام کھول دیا اور آپ نے اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا کر جمالیا ہے اور اپنے قربانی کے جانور کے (گلے میں) ہار ڈال دیا ہے، پس میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ اس کو نحر کرلوں۔

(صحیح البخاری:۱۵۶۶،۱۶۹۷،۱۷۲۵،۴۳۹۸،۵۹۱۶، صحیح مسلم:۱۲۲۹، سنن نسائی:۲۷۸۱، سنن ابوداؤد:۱۸۰۶، سنن ابن ماجہ:۳۰۴۶، مسند احمد: ۲۵۸۹۳، موطا امام مالک:۸۹۷)

صحیح البخاری:۵۹۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے بالوں کو چپکانا اور اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا کر جمالیا ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۔ بَابُ: الْفَرْقِ — سر کے بالوں کے درمیان میں مانگ نکالنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب فرق کے بیان میں ہے، اس سے مراد ہے: سر کے بالوں کا درمیان میں فرق کرنا یعنی سر کے بالوں کو درمیان سے دو حصوں میں تقسیم کر دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان

وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ۔

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جن چیزوں میں آپ کو حکم نہ دیا گیا ہو، ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، اور اہلِ کتاب اپنے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور مشرکین درمیان سے مانگ نکالتے تھے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ بھی اپنے سر کے بال پیشانی سے پیچھے کی طرف چھوڑ دیتے تھے پھر بعد میں آپ مانگ نکالنے لگے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۸، ۳۹۴۴، ۵۹۱۷، صحیح مسلم: ۲۳۳۶، سنن نسائی: ۵۲۳۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۲، مسند احمد: ۲۶۰۰)

صحیح البخاری: ۵۹۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور عبیداللہ بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عتبہ بن مسعود ہیں جو فقہاءِ سبعہ میں سے ایک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیما لم یؤمر فیہ" یعنی جس کی آپ کی طرف وحی نہ کی گئی ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جس مسئلہ میں آپ کی طرف وحی نہ کی گئی ہو تو آپ اس مسئلہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابھی یہ حدیث گزری ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب آپ کو مخالفت کا حکم دیا گیا ہو، اس وقت مخالفت کرو۔

ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ پہلے آپ نے بالوں کو پیچھے چھوڑا اور پھر بعد میں مانگ نکالی اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہود بالوں کو پیچھے چھوڑتے تھے، اس لیے آپ نے ان کی موافقت میں پہلے بالوں کو پیچھے چھوڑا اور بعد میں ان کی مخالفت کی اور مانگ نکالی۔

بالوں کو پیچھے چھوڑنے اور درمیان سے مانگ نکالنے میں کیا راجح ہے؟

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہود شریعت کی اتباع کرتے تھے، اس لیے آپ نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے پہلے بالوں کو پیچھے چھوڑا، پھر جب آپ کو مانگ نکالنے کا حکم دیا تو پھر آپ نے مانگ نکالی۔

بعض شارحین نے یہ کہا ہے: سدل یعنی بالوں کو پیچھے چھوڑنے کا حکم منسوخ ہو گیا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحابہ بعد میں بعض تو مانگ نکالتے تھے اور بعض بالوں کو پیچھے چھوڑتے تھے اور کوئی دوسرے کے اوپر عیب نہیں نکالتا تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لمۃ تھے یعنی کندھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ اگر وہ بال خود متفرق ہو جاتے اور ان میں مانگ نکل آتی تو آپ مانگ نکال لیتے ورنہ اپنے حال پر چھوڑ دیتے، اور صحیح یہ ہے کہ مانگ نکالنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بالوں کو پیچھے چھوڑنا اور مانگ نکالنا دونوں جائز ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۶۔ ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے اور عبد اللہ بن رجاء نے، ان دونوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: گویا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی تھی اور آپ محرم تھے۔

عبد اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں۔

(صحیح بخاری: ۲۷۱، ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، ۵۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن نسائی: ۲۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۷، مسند احمد: ۲۴۴۴۵)

صحیح البخاری: ۵۹۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو الولید، ان کا نام عبد الملک بن ہشام الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحکم، یہ ابن عُتیبہ ہیں، یہ "عتبۃ الدار" کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وبیص الطیب" اس کا معنی ہے: اس کی چمک اور اس کی شعاع۔ اور اس خوشبو کا استعمال احرام باندھنے سے پہلے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی مفارق" یہ مفرق کی جمع ہے اور مفرق کا معنی ہے: مانگ۔ گویا مانگ کا ہر جز مفرق ہے، اس اعتبار سے اس کی جمع لائی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال عبد اللہ" وہ ابن رجاء ہیں جن کا سند میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے کتاب الطہارۃ میں اس کے موافق ایک باب قائم کیا ہے کہ "جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اس کے بالوں میں باقی رہا"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۱۔ بَابُ: الذَّوَائِبِ
مینڈھیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب الذوائب کے ذکر میں ہے اور وہ ذؤابہ کی جمع ہے۔ سر کے بال جو لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو ''ذؤابہ'' کہتے ہیں یعنی مینڈھی۔ اور اس کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ مینڈھی بھی بالوں کا مجموعہ ہوتی ہے اور اس میں اور کتاب اللباس کے درمیان ایک قسم کی مناسبت ہے اور وہ ہے دونوں کا زینت میں مشترک ہونا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۹۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَنْبَسَةَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ خَالَتِي وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ قَالَ فَأَخَذَ بِذُؤَابَتِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ بِهَذَا وَقَالَ بِذُؤَابَتِي أَوْ بِرَأْسِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہُشیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی ح اور ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہُشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس رات میں ان کے پاس تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: پس آپ نے میری مینڈھی کو پکڑا اور مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا۔

ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی یہی حدیث اور کہا: مجھے مینڈھی سے پکڑا یا میرے سر سے پکڑا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۷، مسند احمد: ۳۱۵۹، سنن دارمی: ۱۲۵۵)

صحیح البخاری: ۵۹۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن مدینی کے نام سے معروف ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الفضل بن عنبسہ، یہ ابوالحسن الخضار الواسطی ہیں اور امام بخاری ان سے روایۃً متفرد ہیں، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے، ان پر جرح کی گئی ہے لیکن وہ ان کی روایت میں قبح پیدا نہیں کرتی۔

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کی ہے، ایک سند علی بن عبداللہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری سند از قتیبہ بن سعید از ہشیم سے شروع ہوتی ہے۔اور یہ حدیث کتاب العلم میں اس باب میں گزر چکی ہے''باب السمر بالعلم'' اور کتاب الصلوٰۃ میں بھی ''باب مایقوم عن یمین الامام بحذائہ'' اور ''باب اذا قام الرجل عن یسار الامام'' میں بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اگر تم یہ کہو کہ اس حدیث کی روایت کا کیا فائدہ ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا کہ اس کی روایت کے دو فائدے ہیں:

ایک فائدہ تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مینڈھی بنانے کو مقرر رکھا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ان کا رد ہے جنہوں نے مینڈھی کی تفسیر القزع سے کی۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: لڑکے کے لیے مینڈھی کو بنانا اس صورت میں جائز ہے جب اس کے سر میں مینڈھی کے علاوہ اور بھی بال ہوں، لیکن جب وہ اپنے سر کے سارے بالوں کو منڈا لے اور ایک مینڈھی کو چھوڑ دے تو یہ القزع ہے جس سے حدیث میں منع فرمایا ہے۔اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے القزع سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کی ایک مینڈھی کو چھوڑ دیا جائے۔(ہندوؤں میں رواج ہے کہ وہ سارے سر کے بال مونڈتے ہیں اور درمیان میں ایک چٹیا کو چھوڑ دیتے ہیں، یہ بھی وہی چیز ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔سعیدی غفرلہٗ)

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی دوسری سند بیان کی ہے یعنی مجھے عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی الیٰ آخرہ اور اس میں ہے''میری مینڈھی سے پکڑا یا میرے سر سے پکڑا'' اس میں راوی کو شک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۸۔۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۲۔ بَابُ: الْقَزَعِ — سر کے بال منڈانے اور کچھ بال چھوڑ دینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب القزع کے حکم کے بیان میں ہے، قزع کا معنی ہے: بادل کا ٹکڑا، اور جب سر کے بال مونڈے جائیں اور بعض بالوں کو چھوڑ دیا جائے تو اس کو بھی القزع کہتے ہیں کیونکہ یہ متفق بادلوں کے مشابہ ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۹، دارالکتب العلمیہ،

بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۲۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ حَفْصٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَنْهَى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ قُلْتُ وَمَا الْقَزَعُ فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ إِذَا حَلَقَ الصَّبِيَّ وَتَرَكَ هَا هُنَا شَعَرَةً وَهَا هُنَا وَهَا هُنَا فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللهِ إِلَى نَاصِيَتِهِ وَجَانِبَيْ رَأْسِهِ قِيلَ لِعُبَيْدِ اللهِ فَالْجَارِيَةُ وَالْغُلَامُ قَالَ لَا أَدْرِي هَكَذَا قَالَ الصَّبِيُّ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَعَاوَدْتُهُ فَقَالَ أَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا وَلَكِنَّ الْقَزَعَ أَنْ يُتْرَكَ بِنَاصِيَتِهِ شَعَرٌ وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ غَيْرُهُ وَكَذَلِكَ شَقُّ رَأْسِهِ هَذَا وَهَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن حفص نے خبر دی کہ عمر بن نافع نے ان کو خبر دی از نافع مولیٰ عبد اللہ، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ القزع سے منع فرما رہے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں: میں نے نافع سے پوچھا: القزع کیا ہے؟ پھر ہمارے لیے عبید اللہ نے اشارہ سے بتایا کہ نافع نے کہا: کہ جب بچے کا سر منڈاتے وقت کچھ بال یہاں چھوڑ دیں اور کچھ یہاں چھوڑ دیں (تو اسے قزع کہتے ہیں) عبید اللہ نے ہم سے اس کی تفصیل یوں بیان کی یعنی پیشانی پر کچھ بال چھوڑ دیئے جائیں اور سر کے دونوں کونوں پر کچھ بال چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر عبید اللہ سے پوچھا گیا کہ آیا اس میں لڑکی اور لڑکے دونوں کا ایک حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، نافع نے صرف لڑکے کا لفظ کہا تھا۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے عمرو بن النافع سے دوبارہ اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ لڑکے کی کنپٹی یا گدی پر چوٹی کے بال اگر چھوڑ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن قزع یہ ہے کہ پیشانی پر بال چھوڑ دیئے جائیں اور باقی سر کے بال منڈا دیئے جائیں، اسی طرح سر کے اس جانب میں اور اس جانب میں۔

(صحیح بخاری: ۵۹۲۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۰، سنن نسائی: ۵۰۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۷، مسند احمد: ۴۴۵۹)

صحیح البخاری: ۵۹۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخلد، یہ ابن یزید الحیرانی ہیں، اور اس میں مذکور ہے ابن الجریج، یہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن حفص، یہ عبید اللہ بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ہیں، ابن جریج نے ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کر دیا۔

القزع کی کراہت اور سر کے تمام بالوں کے مونڈنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے ''وما القزع؟'' یعنی عبید اللہ نے عمر بن النافع سے پوچھا جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ القزع کی کیا تعریف ہے، یعنی القزع کی کیا کیفیت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کے بعض حصہ کو مونڈا جائے اور بعض حصہ کو چھوڑ دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاشار لنا عبید اللہ الی ناصیتہ'' پس عبید اللہ نے ہمارے لیے پیشانی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ عمر بن نافع کا کلام ہے جن سے عبید اللہ نے سوال کیا تھا۔ اور ''فاشار لنا عبید اللہ'' کو دو مرتبہ ذکر کیا۔ پہلی مرتبہ میں کچھ عبارت محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے ''پس ہمارے لیے عبید اللہ نے عمر بن نافع کے کلام سے نقل کرتے ہوئے اشارہ کیا اور کہا کہ قزع یہ ہے کہ جب بچے کا سر مونڈا جائے تو یہاں سے کچھ بالوں کو چھوڑ دیا جائے اور یہاں سے اور یہاں سے''۔ اور دوسری مرتبہ عبید اللہ نے پیشانی کی طرف اور سر کے دونوں کونوں کی طرف اشارہ کیا، یہ خود عبید اللہ کا کلام ہے اور اس کی ترکیب میں کچھ قلق ہے۔

اسی لیے علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کلام کا حاصل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ عبید اللہ نے کہا: میں نے اپنے شیخ عمر بن نافع سے پوچھا کہ القزع کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب بچے کا سر مونڈا جائے تو یہاں سے کچھ بالوں کو چھوڑ دیا جائے اور یہاں سے کچھ بالوں کو چھوڑ دیا جائے، پس عبید اللہ نے اپنی پیشانی اور سر کے دونوں طرفوں کی طرف اشارہ کیا، یعنی پہلے جو ھھنا کا لفظ کہا ہے اس کی تفسیر پیشانی سے کی ہے۔ اور دوسری اور تیسری مرتبہ جو ھھنا کہا ہے اس سے سر کی دو جانبیں مراد ہیں۔

اور ابن جریج راوی نے کہا: پس لڑکی اور لڑکے دونوں میں یعنی عبید اللہ سے کہا گیا کہ لڑکی اور لڑکا دونوں اس میں برابر ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اس کو نہیں جانتا۔ علامہ کرمانی نے کہا: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لڑکے میں ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وہ فعل ہو جس میں مذکر اور مونث دونوں برابر ہوں۔

اگر تم یہ کہو کہ القزع سے منع کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو میں کہوں گا: اس میں اللہ کی تخلیق کو بدنما کرنا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یہود کی خصلت ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ برے لوگوں کی خصلت ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ القزع مکروہ ہے جب کہ مختلف جگہوں سے بال چھوڑے جائیں، سوا اس کے وہ کسی علاج کے لیے ایسا کیا جائے۔ اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے: سر کے تمام بالوں کو مونڈنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو صفائی کا ارادہ کرتا ہو۔ اور سر کے بال مونڈنے کو ترک کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ بالوں میں تیل لگائے اور کنگھی کرے۔ اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے: اجماع اس پر ہے کہ سر کے تمام بالوں کو مونڈنا مباح ہے اور یہ امام احمد سے بھی روایت ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ سر کے تمام بالوں کو مونڈنا مکروہ ہے، کیونکہ روایت یہ ہے کہ یہ خوارج کا وصف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس بن مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ۔

ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے القزع سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۲۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۰، سنن نسائی: ۵۰۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۷، مسند احمد: ۴۴۵۹)

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۷۴۔ بَابُ: تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا عورت کا اپنے شوہر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگانا

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ عورت اپنے شوہر کو خوشبو لگا سکتی ہے اور اس باب کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا اپنے شوہر پر خوشبو لگانا یعنی خوشبودار کریم کو اس کے جسم پر ملنا یہ بھی زینت کی اقسام میں سے ہے، جس طرح لباس سے زینت حاصل ہوتی ہے۔

۵۹۲۲۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِيَدَيَّ لِحُرْمِهِ وَطَيَّبْتُهُ بِمِنًى قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن القاسم نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کے احرام کے لیے خوشبو لگائی اور میں نے آپ کو منیٰ میں خوشبو لگائی اس سے پہلے کہ آپ طوافِ زیارت کرتے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۳۹، ۱۷۵۴، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰، صحیح مسلم: ۱۱۸۹، سنن ترمذی: ۹۱۷، سنن نسائی: ۲۶۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۲۴۹۴۸، موطا امام مالک: ۷۲۷، سنن دارمی: ۱۸۰۲)

صحیح البخاری: ۵۹۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن محمد، یہ الصمصار المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ الانصاری ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن القاسم، یہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بیدی" یعنی اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کو خوشبو لگاتی تھی، اور ایک روایت میں بیدی ہے یعنی

ایک ہاتھ سے آپ کے جسم پر خوشبودار کریم لگاتی تھی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''لحرامه'' اس سے مراد ہے احرام۔ یہ ابن فارس، الجوہری اور الہروی کا قول ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہم نے اس کو لِحرامه پڑھا ہے۔ صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: لغت میں پیش ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں طوافِ زیارت سے پہلے خوشبو لگاتی تھی''۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت تو آپ مُحرم تھے تو محرم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیسے خوشبو لگاتی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ میں آپ کو طوافِ زیارت سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور یہ یوم نحر کے دن رمی اور حلق کے بعد کا وقت ہے۔ اور رمی اور حلق کے بعد تمام محرمات، مُحرم پر حلال ہو جاتے ہیں سوائے جماع کے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے ارادہ کے وقت خوشبو کا لگانا مستحب ہے اور احرام کھولنے کے وقت بھی خوشبو کا لگانا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۴۔ بَابُ: الطِّيبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ — سر میں اور ڈاڑھی میں خوشبو لگانا

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جو خوشبو سر اور ڈارھی میں لگائی جاتی ہے، اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

۵۹۲۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتَّى أَجِدَ وَبِيصَ الطِّيبِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبد الرحمٰن بن الاسود از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوشبو لگاتی تھی جو مجھے میسر ہونے والی خوشبوؤں میں سب سے بہترین تھی، حتیٰ کہ میں خوشبو کی چمک آپ کے سر اور ڈاڑھی میں پاتی۔

(صحیح بخاری: ۲۷۱، ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، ۵۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن نسائی: ۲۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۷، مسند احمد: ۲۴۴۴۵)

صحیح البخاری: ۵۹۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن نصر، وہ اسحاق بن ابراہیم النصر السعدی البخاری ہیں، اور وہ مدینہ میں باب بنی سعد میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن آدم کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان الکوفی صاحب الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسرائیل کا ذکر ہے، وہ ابن یونس بن ابی اسحاق ہیں جو اپنے دادا ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الرحمٰن بن الاسود ہیں جو اپنے باپ اسود بن یزید النخعی سے روایت کرتے ہیں۔

29 A

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''وبیص الطیب'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: خوشبو کی چمک اور اس کی شعائیں۔

مردوں اور عورتوں کی خوشبو لگانے کی جگہوں کا الگ الگ ہونا

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ مردوں کو خوشبو لگانے کی جگہیں عورتوں کو خوشبو لگانے کی جگہوں کے خلاف ہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں اور ڈاڑھی میں خوشبو لگاتی تھیں یعنی بالوں میں خوشبو لگاتی تھیں نہ کہ آپ کے چہرہ مبارک کو خوشبو لگاتی تھیں، اس کے برخلاف عورتوں کی خوشبو، وہ ان کے چہروں پر خوشبودار کریم لگائی جاتی ہے اور وہ اس سے زینت حاصل کرتی ہیں۔ اس کے برخلاف مردوں کی جو خوشبو ہے، وہ چہرہ پر نہیں لگائی جاتی، کیونکہ اگر چہروں پر وہ خوشبودار کریم لگائیں تو وہ عورتوں کے مشابہ ہو جائیں گے، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا مردوں کو ممنوع ہے، اسی طرح زینت کی تمام اقسام زیورات اور خوشبو وغیرہ عورتوں کے لیے جائز ہیں جب تک کہ وہ خوشبو لگانے سے ان کی خلقت میں تغیر نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ محض زیب و زینت کے لیے مردوں کا خوشبودار کریموں کو لگانا عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہے مگر کسی ضرر سے بچنے کے لیے یا جلد کو موسمی اثرات مثلاً پھٹنے سے بچانے کے لیے لگائی جائے تو یہ جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۵۔ بَابُ: الِامْتِشَاطِ — بالوں میں کنگھی کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بالوں میں کنگھی کر کے بالوں کو سنوارنا جائز ہے اور اس باب کو بھی کتاب اللباس میں اس لیے داخل کیا ہے کہ بالوں میں کنگھی کرنے سے بھی زینت حاصل ہوتی ہے جیسے لباس سے زینت حاصل ہوتی ہے۔

۵۹۲۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي دَارِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَحُكُّ رَأْسَهُ بِالْمِدْرَى فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِي عَيْنِكَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْأَبْصَارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری، از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد سوراخ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں جھانک رہا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنگھی سے اپنا سر کھجا رہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں یہ کنگھی تیری آنکھوں میں مار دیتا، اجازت لینا دیکھنے سے پہلے مشروع کیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۴۱، ۶۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۱۵۶، سنن ترمذی: ۲۷۰۹، سنن نسائی: ۴۸۵۹، مسند احمد: ۲۲۲۹۶، سنن دارمی: ۲۳۸۴)

صحیح البخاری: ۵۹۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

29
B

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کنگھی کرنا، اور اس حدیث میں مدری کا لفظ ہے اور مدری بعض لغات میں کنگھی کے معنی میں ہے اور بعض لغات میں ایک لکڑی کے معنی میں ہے، یعنی کسی لکڑی سے آپ اپنے سر کو کھجا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا"۔ کہا گیا ہے یہ مرد الحکم بن ابی العاص بن امیہ تھا، یہ مروان کا والد تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سعد تھا، اور اس کی کسی کی طرف نسبت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من جحر" (جیم پر پیش ہے اور حاء ساکن ہے) اس کا معنی ہے: سوراخ۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بالمدری"۔ علامہ ابن بطال نے کہا: مدری عرب کے نزدیک کنگھی ہے۔ اور شرح ابن کیسان میں ہے کہ مدریٰ وہ لکڑی ہے جس سے عورتیں اپنے بالوں میں کنگھی کرتی ہیں جب کہ بال ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کنگھی کے مشابہ کوئی لکڑی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کسی کے گھر میں جھانکنے کا ممنوع ہونا

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں جھانکنا ممنوع ہے اور بعض روایات میں ہے: اگر کوئی کسی کے گھر میں جھانک رہا ہو اور اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، لیکن اس زمانہ میں اس قسم کے مواقع سے احتراز کرنا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۶۔ بَابُ: تَرْجِيلِ الْحَائِضِ زَوْجَهَا — حائضہ کا اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائضہ کا اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کرنا جائز ہے۔

۵۹۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، سنن نسائی: ۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۴۶۹، سنن ابن ماجہ: ۶۳۳، مسند احمد: ۲۵۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۳۵، سنن دارمی: ۱۰۵۸)

صحیح البخاری: ۵۹۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اسی سند اور اسی متن کے ساتھ کتاب الحیض میں گزر چکی ہے اس باب میں ''باب غسل الحائض زوجھا وترجیلہ'' اور اس کی شرح بھی وہاں گزر چکی ہے اور اس کو دوبارہ ذکر کرنے میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے جس کی انہوں نے عبداللہ بن یوسف سے ایک اور روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۷۔ بَابُ: التَّرْجِيلِ وَالتَّيَمُّنِ فِيهِ — سر اور ڈاڑھی میں کنگھی کرنے اور دائیں جانب سے ابتداء کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ترجیل مستحب ہے اور ترجیل کا معنی ہے: سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا، اور ہر چیز میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔

۵۹۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرَجُّلِهِ وَوُضُوئِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، آپ ہر چیز میں جتنا ہو سکے دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے کنگھی کرنے میں اور وضو کرنے میں۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸، ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸، سنن ترمذی: ۶۰۸، سنن نسائی: ۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱، مسند احمد: ۲۵۰۱۸)

صحیح البخاری: ۵۹۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں اشعث بن سُلیم کا ذکر ہے، یہ اپنے والد سلیم بن الاسود المحاربی الکوفی سے روایت کرتے ہیں اور وہ مسروق بن الاجدع سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں ''تیمن'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: دائیں طرف سے ابتداء کرنا، کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں جانب کا قصد کرنا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہے، اور یہ کہ ہر کام میں دائیں جانب کو فضیلت

حاصل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسجد میں بہترین جگہ مسجد کی دائیں جانب ہے، سعید بن المسیب نے کہا: مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے، ابراہیم کو یہ پسند تھا کہ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے، حضرت انس، حسن بصری اور ابن سیرین مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ان ابواب اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کے اسباب سے جائز زیب و زینت کرنا جائز ہے اور اہل تکشف کا یہ نظریہ غلط ہے کہ اللہ والوں کو صرف آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور اپنی صورت اور ہیئت اور لباس میں عمدگی کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو سنوارتے تھے اور کنگھی کرتے تھے، بالوں میں تیل لگاتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ جائز اسبابِ زینت کو اختیار کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔

۷۸۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ فِي الْمِسْكِ

مشک کا بیان

۵۹۲۷۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد نے، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوا روزہ کے، کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۹۴، ۱۹۰۴، ۵۹۲۷، ۷۴۹۲، ۷۵۳۸، صحیح مسلم: ۱۱۵۱، سنن ترمذی: ۷۶۴، سنن نسائی: ۲۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۸، مسند احمد: ۷۶۳۶، موطا امام مالک: ۶۸۹)

صحیح البخاری: ۵۹۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، وہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی کوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ہشام بن یوسف صنعانی ہیں جو معمر بن راشد سے روایت کرتے ہیں از محمد بن مسلم الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا"۔ اس حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، حالانکہ یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے اور وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب التوحید میں روایت کی ہے از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اس حدیث کو تمہارے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر عمل کا ایک کفارہ ہے، اور روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔ اور یہ احادیثِ قدسیہ میں سے ہے۔

روزہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر عبادت اللہ عزوجل کے لیے ہوتی ہے تو روزہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کرنے کی خصوصیت کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ روزہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غیر کی عبادت نہیں کی گئی، کیونکہ کفار نے اپنے معبودوں کی کسی وقت میں بھی روزہ کے ساتھ تعظیم نہیں کی۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ روزہ ایک پوشیدہ عمل ہے، اس میں دکھاوا داخل نہیں ہوسکتا۔

نیز اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں فرمایا کہ روزہ کی جزاء میں دوں گا، تو ہر عبادت کی جزاء اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، پھر یہ کہنے کی کیا وجہ ہے کہ روزہ کی جزاء میں خود دوں گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے غرض ثواب کی کثرت ہے، کیونکہ دینے والے کی عظمت اس پر دلیل ہے کہ جو چیز دی جائے گی وہ بھی عظیم ہے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولخلوف فم الصائم" مشہور یہ ہے کہ خاء کے اوپر پیش ہے، اور اس کا معنی ہے: منہ کی بُو کا متغیر ہونا۔

اللہ تعالیٰ تو سونگھنے سے پاک ہے، پھر روزہ دار کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کی کیا توجیہ ہے؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اطیب" یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے تو مشک کا زیادہ پسندیدہ ہونا متصور نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ امثال سے منزہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خوشبو قبولیت کو مستلزم ہے، یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ مقبول ہے جتنی تمہارے نزدیک مشک کی خوشبو مقبول ہوتی ہے۔ یا یہ کلام بہ طورِ فرض ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوشبو کو تصور کیا جائے تو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی چیز کو سونگھنے سے منزہ اور برتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۹۔ بَابُ: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ — کونسی خوشبو مستحب ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کونسی خوشبو کا استعمال کرنا مستحب ہے، یعنی جو خوشبو موجود ہو اور اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کو استعمال نہیں کیا جاتا ماسوائے ضرورت کے۔

۵۹۲۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عثمان بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت میں آپ کے جسم پر وہ خوشبو لگاتی تھی جو مجھے سب سے عمدہ خوشبو ملتی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۹، سنن ترمذی: ۹۱۷، سنن نسائی: ۲۶۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۲۳۵۹۱، موطا امام مالک: ۷۲۷، سنن دارمی: ۱۸۰۱)

صحیح البخاری: ۵۹۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، وہ ابن اسماعیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے، وہ ابن خالد ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے بھائی عثمان بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

سب سے عمدہ خوشبو کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "باطیب ما اجدہ" یعنی خوشبو کی اقسام میں سے جو قسم سب سے عمدہ ہوتی، میں وہ خوشبو حضور ﷺ کے جسم پر لگاتی تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشک سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو ہے۔ اور ابو اسامہ کی روایت میں ہے کہ آپ کے احرام باندھنے سے پہلے میں جس عمدہ خوشبو کے حصول پر قادر ہوتی اس خوشبو کو لگاتی۔ اور امام مالک نے حضرت ابو سعید سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشک تمام خوشبوؤں میں عمدہ خوشبو ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۰۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَرُدَّ الطِّيبَ

خوشبو کو رد نہ کرنے کا بیان

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ خوشبو کو رد نہیں کرنا چاہیے۔

۵۹۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ ﷺ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۲، ۵۹۲۹، سنن ترمذی: ۲۷۸۹، مسند احمد: ۱۹۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونُعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عزرۃ بن ثابت الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، بے شک وہ خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ خوشبو کو مسترد نہیں فرماتے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۹۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور عزرہ بن ثابت کا ذکر ہے، یہ الانصاری ہیں۔ اور ثمامہ بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن انس قاضی البصرہ ہیں جو اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "زعم" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یرد الطیب" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو خوشبو ہدیہ میں دی جاتی وہ اس کو مسترد نہیں کرتے تھے۔ اور امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی خوشبو کو پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو رد نہیں فرمایا، اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس پر خوشبو پیش کی گئی، سو وہ اس کو رد نہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۱۔ بَابُ: الذَّرِيْرَةِ — ذریرہ (سفوف والی خوشبو) کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ذریرہ کا ذکر کیا جائے گا، علامہ کرمانی نے کہا: یہ پسی ہوئی خوشبو ہوتی ہے جو پاؤڈر کی مثل ہوتی ہے۔ علامہ نووی نے کہا: یہ لکڑی کے مخصوص ٹکڑے ہیں جن کو ہندوستان سے لایا جاتا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا: اس کے مفردات کو جمع کیا جاتا ہے، پھر ان کو پیسا جاتا ہے اور اس کو چھانا جاتا ہے، پھر اس سفوف کو بالوں پر چھڑکا جاتا ہے، اسی لیے اس کا نام ذریرہ ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس بناء پر ہر خوشبو جو مرکب ہو، وہ ذریرہ ہے، لیکن ذریرہ ایک خوشبو ہے جس کو اہلِ حجاز پہچانتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا کہ ہر خوشبو جو مرکب ہو وہ ذریرہ ہے، یہ قابلِ تسلیم نہیں ہے، کیونکہ ذریرہ میں شرط یہ ہے کہ اس کو پیسا جائے اور چھانا جائے، اور ان کا کہنا کہ ہر خوشبو جو مرکب ہو یہ اس سے عام ہے کہ پسی ہوئی ہو یا چھانی ہوئی ہو یا نہ پسی ہوئی ہو یا نہ چھانی ہوئی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَوْ مُحَمَّدٌ عَنْهُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدَيَّ بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی یا محمد نے ان سے روایت کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن عبداللہ بن عروہ نے خبر دی، انہوں نے عروہ اور قاسم سے سنا، وہ دونوں خبر دیتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ذریرہ خوشبو لگائی، آپ کے احرام کھولنے کے وقت اور احرام باندھنے کے وقت۔

(صحیح مسلم:۱۱۸۹، سنن ترمذی:۹۱۷، سنن نسائی:۲۶۸۴، سنن ابن ماجہ:۲۹۲۶، مسند احمد:۵۹۱ ۲۳، موطا امام مالک:۷۲۷، سنن دارمی:۱۸۰۱)

صحیح البخاری:۵۹۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن الہیثم المؤذن البصری، یہ ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن یحییٰ الذہبی ہیں، اس کو امام نسائی نے بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ ابن عبدالملک ہیں۔ ان کا ذکر عنقریب گزرا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن عبداللہ بن عروہ، یہ ابن الزبیر المدنی ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر اتبع تابعین کے ثقہ لوگوں میں کیا ہے اور وہ قلیل الحدیث ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عروہ کا ذکر ہے، وہ ابن الزبیر بن العوام ہیں۔ اور قاسم کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "او محمد عنه" یا مجھے محمد نے حدیث بیان کی از عثمان۔ علامہ کرمانی نے کہا: امام بخاری کو اس میں شک ہے کہ یہ عثمان سے روایت بالواسطہ ہے یا بغیر واسطہ کے ہے، اور اس شک سے کوئی قبح پیدا نہیں ہوتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کیونکہ عثمان امام بخاری کے شیخ ہیں، اور امام بخاری نے ان سے متعدد جگہ بلا واسطہ روایت کی ہے،

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۲۔ بَابُ: الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ — حسن کے لیے دانتوں میں جھریاں کرانے والیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو حسن کے لیے دانتوں میں جھریاں کراتی ہیں۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: یہ وہ عورت ہے جو جھریوں کو طلب کرتی ہے یا جھریاں بناتی ہے، اور فلج

کا معنی ہے: دانتوں کے درمیان کشادگی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۰، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: تفعل کے باب میں طلب کا معنی نہیں ہے، اس کا معنی ہے: تکلف اور مبالغہ۔ اور یہاں پر معنی یہ ہے کہ متفلجہ وہ عورت ہے جو تکلف سے دانتوں کے درمیان تفرقہ کرتی ہے تا کہ حسن اور زیبائش ہو۔ اور یہ کشادگی ریتی سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ سامنے کے چار دانتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو ایسا کرتی ہیں، کیونکہ اس میں خلقتِ اصلیہ میں تغیر پیدا کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ عَبْدُ اللهِ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ ﴿وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (الحشر: ۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر لعنت فرماتا ہے، اور بال نوچنے والیوں پر اور دانتوں میں حسن کے لیے کشادگی کرانے والیوں پر، جو اللہ کی تخلیق کو متغیر کرنے والی ہیں۔ مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے اور اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے: اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو۔ (الحشر: ۷)

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان، اور یہ ابن ابی شیبہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علقمہ، وہ ابن قیس ہیں۔ اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔ اور اس میں عبداللہ مذکور ہیں، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لعن اللہ الواشمة'' یعنی اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے جو اپنے ہاتھوں پر سوئی سے گدواتی

ہیں یا کھدواتی ہیں، پھراس کے اوپر نیل کو چھڑک دیتی ہیں۔اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عورت اپنے ہاتھ وغیرہ پر سوئی سے کھدواتی ہے حتیٰ کہ اس سے خون نکلتا ہے، پھران سوراخوں کو سرمہ سے بھر دیتی ہے تو وہ سبز رنگ کے نقوش بن جاتے ہیں۔

اوراس حدیث میں مذکور ہے''المستوشمات'' مستوشمہ اس عورت کو کہتے ہیں جو سوال کرتی ہے اور طلب کرتی ہے کہ اس کے ہاتھ پر یہ نقوش بنائے جائیں۔اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں کہا ہے کہ واشمہ وہ عورت ہے جو اپنے چہرہ پر سرمہ سے یا سیاہی سے تل بناتی ہے اور مستوشمہ وہ عورت ہے جو یہ تل بنواتی ہے اور چہرہ کا ذکر اکثر کے اعتبار سے کیا ہے ورنہ یہ ہونٹوں میں بنواتی ہیں۔

اوراس حدیث میں مذکور ہے''المتنمصات'' یہ متنمصه کی جمع ہے اور تنمص کا معنی ہے: چہرہ سے بالوں کو نوچنا، اور یہ چمٹی سے بال نوچے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''للحسن'' اس میں لام تعلیل کے لیے ہے، اوراس میں اس سے احتراز کیا ہے کہ اگر علاج کی وجہ سے دانتوں میں کشادگی کرائی جائے تو وہ جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''المغیرات خلق الله تعالیٰ'' یہ بھی تعلیل ہے، کیونکہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو متغیر کرتی ہیں، اس لیے ان پر لعنت فرمائی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے'' اس کا معنی یہ ہے: اس پر لعنت کرو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

امام مسلم نے عثمان بن ابی شیبہ اور اسحاق بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ بنو اسد کی ایک عورت ہے جس کو ام یعقوب کہا جاتا ہے اور وہ قرآن پڑھتی ہے، وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: وہ کیسی حدیث ہے جو مجھے آپ کی طرف سے پہنچی ہے کہ آپ نے الواشمات پر لعنت کی ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

اورام یعقوب کا نام معلوم نہیں ہے اوران کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر معارضہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علم والی تھیں لیکن ان کا کسی نے صحابیات میں ذکر نہیں کیا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۳۔ بَابُ: الْوَصْلِ الشَّعَرِ — سر کے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنے کا بیان

اس باب کی احادیث میں سر کے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنے کی مذمت ہے۔

۵۹۳۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كَانَتْ بِيَدِ حَرَسِيٍّ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے حج کے سال سنا، اور حضرت معاویہ منبر پر تھے اور انہوں نے بالوں کا ایک گچھا پکڑا ہوا تھا جوان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھا اور وہ کہہ رہے تھے:

اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ۔

تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ اس کی مثل سے منع فرماتے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ بنو اسرائیل صرف اس وجہ سے ہلاک ہو گئے جب ان کی عورتوں نے بالوں کے یہ گچھے بنائے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۶۸، ۳۴۸۸، ۵۹۳۲، ۵۹۳۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۷، سنن ترمذی: ۲۷۸۱، سنن نسائی: ۵۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۷، مسند احمد: ۱۶۴۲۳، موطا امام مالک: ۱۷۶۵)

صحیح البخاری: ۵۹۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنا، اور حدیث میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں، جب ان کی عورتوں نے یہ بنالیا، حضرت معاویہ کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں بنی اسرائیل کے ذکر کے آخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو امام بخاری نے اس سند سے ذکر کیا ہے: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان مدینہ میں آئے اور یہ ان کا آخری مرتبہ آنا تھا، پھر انہوں نے خطبہ دیا، پھر انہوں نے بالوں کا ایک گچھا نکالا اور کہا: میں نہیں سمجھتا کہ یہود کے سوا کوئی اس طرح بالوں کا گچھا بناتا ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جھوٹ رکھا ہے، یعنی اپنے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ ملانا۔ اس کو ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ کے دوسرے ائمہ نے بھی روایت کیا ہے اور ہر ایک نے وہ بیان کیا جس کو دوسروں نے بیان نہیں کیا، پس حدیث ایک ہے اور اس کا مخرج مختلف ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حرسی"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے لشکر کا سپاہی اور الجوہری نے کہا: الحرس وہ لوگ ہیں جو سلطان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کا واحد حرسی ہے، کیونکہ یہ اسم جنس ہو گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "این علماؤکم" یہ سوال ان پر انکار کرنے کے لیے ہے کہ ان علماء نے اس برائی پر انکار نہیں کیا اور اس میں غفلت کی اس کو متغیر کرنے سے۔

کسی شہر میں برائیوں کا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ وہاں علماء نہ ہوں

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے پہلا مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر) نے کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت مدینہ میں علماء کم تھے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ شرح بہت بعید ہے اور جس کو بھی تاریخ پر اطلاع ہوگی وہ اس کو بعید قرار دے گا اور مدینہ اس وقت دار العلم اور معدن الشریعہ تھا اور جن لوگوں کو بھی دین کے کسی معاملہ میں ہدایت لینی ہوتی وہ مدینہ کی طرف رجوع کرتے تھے، پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب معاملہ اس طرح تھا تو پھر مدینہ کے علماء نے اس برائی کو کیوں نہیں متغیر کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: کوئی زمانہ بھی نافرمانیوں کے ارتکاب سے خالی نہیں رہا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی بعض لوگ شراب پیتے تھے اور بعض لوگ چوری کرتے تھے اور بعض لوگ زنا کرتے تھے، مگر یہ کہ ایسا شاذ و نادر ہوتا تھا، پس کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی برائی کو مغیر نہیں کیا۔ اسی طرح مدینہ میں اس قصہ کا معاملہ ہے جو شاذ تھا اور یہ جائز نہیں ہے کہ کہا جائے کہ اہلِ مدینہ اس ممانعت سے جاہل تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے کے بالوں کو ملانے پر لعنت فرمائی ہے اور یہ حدیث مدنی ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک معروف اور مشہور تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عن مثل ھذہ" حضرت معاویہ نے بالوں کے اس گچھے کی طرف اشارہ کیا جس کو انہوں نے اپنے محافظ کے ہاتھ سے لیا تھا، اور عورتیں اسی کی مثل کے ساتھ اپنے بالوں کو ملاتی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انما ھلکت بنو اسرائیل" اس میں یہ اشارہ ہے کہ اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو ملانا یہ بنی اسرائیل پر بھی حرام تھا لیکن انہوں نے اس کا ارتکاب کیا اور اس وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔

عورتوں کو اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے ساتھ بال جوڑنے کی ممانعت اور پراندہ اور چٹلے کا مباح ہونا اور علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے دوسرا مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ یہ حدیث جمہور کے لیے حجت ہے، کیونکہ وہ منع کرتے ہیں کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور چیز کو ملائے خواہ وہ بال ہوں یا نہ ہوں اور اس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ڈانٹ ڈپٹ کی کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی چیز کو ملائے، اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس شارح نے جو کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ جس حدیث کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے وہ حضرت معاویہ کی حدیث ہے، وہ بالوں کے ساتھ کسی چیز کے ملانے کی ممانعت پر مطلقاً دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس میں قید ہے کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو ملائے، پس یہ شارح کیسے اس کو جمہور کے لیے حجت قرار دے رہا ہے؟ ہاں جمہور کی حجت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے، پس غور کرو کہ یہ کیسا عجیب تصرف ہے کہ یہ شارح حدیثِ مقید کے ساتھ اس پر رد کر رہا ہے

جو ممانعت میں اطلاق کا دعویٰ کرتا ہے، پھر کہتا ہے: اور اس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ پس حدیث مطلق حدیث مقید کی کیسے تائید کرے گی۔ اور امام ابو عبید نے بہ کثرت فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں بالوں کو بالوں کے ساتھ ملانے کی ممانعت ہے، لیکن جب بالوں کو بالوں کے بغیر کسی کپڑے یا اون وغیرہ کے ساتھ ملایا جائے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ وہ ممانعت میں داخل ہے اور یہی اللیث کا قول ہے۔

اور امام طبری نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو جوڑنے سے جو منع کیا ہے، اس ممانعت کا کیا معنی ہے؟ بعض علماء نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنے بالوں کو اون کے ساتھ جوڑے یا کپڑے کی دھجی کے ساتھ جوڑے یا اور کسی چیز کے ساتھ، اور یہ حضرت ابن عباس، حضرت ام سلمہ ام المومنین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور ابن الشوع نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بال جوڑنے والی پر لعنت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اس میں عورت پر کیا حرج ہے کہ وہ اون سے کوئی چیز لے اور اس کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑے اور اپنے زوج کے لیے زینت حاصل کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جوان عورت پر لعنت کی ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور عورت کے بال ملاتی ہے یا جوڑتی ہے۔

محدثین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث باطل ہے اور ابن الشوع نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۹۔ ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۳۔ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

اور ابن ابی شیبہ نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی شیبہ کا ذکر ہے، یہ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ہیں اور ان کا نام ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی ہے، اور یہ عثمان کوفی کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس بن محمد کا ذکر ہے، یہ ابو محمد المؤدب البغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فلیح کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان ہیں اور ان کا نام عبد الملک تھا اور فلیح ان کا لقب ہے جو ان کے نام پر غالب آ گیا اور یہ اسی لقب کے ساتھ مشہور ہو گئے۔ اور اس حدیث کی سند میں زید بن اسلم کا ذکر ہے، یہ ابو اسامہ ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

امام ابونعیم نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ از ابن ابی شیبہ المستخرج میں روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ يَنَّاقٍ يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعَرُهَا فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا فَسَأَلُوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ تَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ، انہوں نے کہا: میں نے الحسن بن مسلم بن یناق سے سنا، وہ صفیہ بنتِ شیبہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتی ہیں کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی ہوئی اور وہ بیمار ہوگئی تو اس کے سر کے بال کسی بیماری سے جھڑ گئے، پس لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کے سر کے بالوں کو دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ جوڑ دیں، تو انہوں نے یہ مسئلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرماتا ہے۔

محمد بن اسحاق کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے از ابان بن صالح از الحسن از صفیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حسن بن مسلم بن یناق، (یاء پر زبر ہے اور نون مشدد ہے، گویا کہ یہ عجمی نام ہے)۔ اور حسن مذکور تابعی صغیر ہیں اور اہل مکہ میں سے ہیں اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور یہ طاؤس سے بہ کثرت روایت کرتے تھے اور ان سے پہلے فوت ہو گئے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہے صفیہ بنتِ شیبہ، یہ (شیبہ) ابن عثمان القرشی الحجی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فتمعط" اس کا معنی ہے: اس کے بال کسی بیماری سے بکھر گئے اور جھڑ گئے تو لوگوں نے کسی دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ اس کے بالوں کو جوڑنے کا ذکر ہے۔

متابعت کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: "محمد بن اسحاق کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے" اور ابان میں ہمزہ پر زبر ہے، یہ ابن صالح بن عمیر

القرشی ہیں، اور حسن وہ ابن مسلم ہیں، اور صفیہ وہ بنتِ شیبہ مذکورہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّي أَنْكَحْتُ ابْنَتِي ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى فَتَمَرَّقَ رَأْسُهَا وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا فَسَبَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میری والدہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پس کہنے لگی کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، پھر اس کو ایک بیماری لگی تو اس کے سر کے بال جھڑ گئے، تو اس کا خاوند اس کے بارے میں مجھے برانگیختہ کرتا ہے، کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ اور بال جوڑ دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی دونوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

(صحیح بخاری: ۵۹۳۶، ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے احمد بن المقدام، یہ ابن سلیمان ابو الاشعث الاجلی البصری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے فضیل، یہ ابن سلیمان النمیری البصری ہیں، ان کے حفظ میں کلام ہے لیکن وہیب بن خالد نے از منصور ان کی حدیث کی متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''شکوی'' اس کا معنی ہے: مرض۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتمرق''، یہ مرق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: بالوں کا اپنی جگہ سے گر جانا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''یستحثنی'' اس کا معنی ہے: وہ مجھے برانگیختہ کرتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فسب'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی جو بال جوڑتی ہے یا بال جڑواتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

قَالَتْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔

ہشام بن عروہ از زوجۂ خود فاطمہ از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۳۶، ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کی دوسری سند ہے جس کی امام بخاری نے از آدم بن ابی ایاس الیٰ آخرہ ۔۔۔۔روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَقَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائے، اور گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت فرمائے۔

اور نافع نے کہا: گودنا کبھی مسوڑھے پر بھی کیا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۹۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک مروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیداللہ، یہ از ابن عمر العمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللِّثَة" یہ دانتوں کے گرد جو گوشت ہے اس کو کہتے ہیں۔ اور نافع کی مراد اس میں حصر نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ کبھی مسوڑھے میں بھی عورتیں گدواتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے

30 A

مُرَّةَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هَذَا غَيْرَ الْيَهُودِ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَمَّاهُ الزُّورَ يَعْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعَرِ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۷، سنن نسائی: ۵۲۴۶، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۷، مسند احمد: ۱۶۳۸۸)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مُرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے جوان کا مدینہ میں آخری بار آنا تھا، پس انہوں نے ہمیں خطبہ دیا، پھر انہوں نے بالوں کا ایک گپھا نکالا اور کہا: میری رائے یہ تھی کہ یہود کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کرتا ہو گا، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام جھوٹ رکھا ہے یعنی جو عورت اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بالوں کو جوڑنے والی ہو۔

صحیح البخاری: ۵۹۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب کے اول میں گزر چکی ہے، اور اس حدیث میں وہ اضافہ ہے جو اس میں نہیں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الزور" علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "الزور الکذب والباطل والتھمة" زور کا معنی: جھوٹ، باطل اور تہمت ہے، اور اسی سے بنایا گیا ہے "شھد الزور" اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جڑے ہوئے بالوں کو جھوٹ فرمایا یا زور فرمایا، کیونکہ یہ جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کی تغیر ہے۔ اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۲۔ ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۴۔ بَابُ: الْمُتَنَمِّصَاتِ

چہرہ کے بال نوچنے والیوں کا بیان

اس باب میں ان احادیث کا بیان کیا گیا ہے جن میں ان عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے چہرہ کے بالوں کو نوچ کر نکالتی ہیں۔

۵۹۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَعَنَ عَبْدُ اللهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ مَا هَذَا قَالَ عَبْدُ اللهِ وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ وَفِي كِتَابِ اللهِ قَالَتْ وَاللهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ قَالَ وَاللهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از ابراہیم از علقمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے گودنے والیوں اور چہرہ سے بالوں کو نوچنے والیوں اور بالوں اور دانتوں کے درمیان حسن کے لیے کشادگی کرنے والیوں جو اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنے والی ہیں، ان پر لعنت فرمائی، تو ام یعقوب نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو حضرت عبداللہ نے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت ہے، ام یعقوب نے کہا:

30
B

اللہ کی قسم! میں نے دوگتوں کے درمیان پورے قرآن کو پڑھا ہے اور اس میں، میں نے اس کو نہیں پایا، (یعنی ان عورتوں پر لعنت)، حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم قرآن کو پڑھتیں تو تم اس میں اس کو پالیں، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو، اور جس کام سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن داری: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ جریر بن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ منصور بن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ ابراہیم النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علقمہ، یہ علقمہ بن قیس النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث اس باب کے شروع میں "المتفلجات للحسن" کے عنوان سے گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی وہاں گزر چکی ہے اور ام یعقوب کا بیان بھی ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مابین اللوحین" یعنی دوگتوں کے درمیان جو اوراق ہیں، یا اس سے مراد ہے رحل جس پر قرآن مجید کو رکھا جاتا ہے، اور یہ قرآن مجید سے کنایہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی وضاحت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں بھی گودنے والی اور دانتوں کے درمیان کشادگی کرانے والی پر لعنت ہے، اس پر ام یعقوب نے کہا: میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے اس میں تو ان پر لعنت کا ذکر نہیں ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس پر لعنت فرمائی ہے، اور قرآن مجید نے کہا ہے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرمائیں اس سے تم رک جاؤ، تو گویا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب گودنے اور دانتوں کے درمیان کشادگی کرانے سے منع فرمایا ہے تو یہ بھی قرآن کا حکم ہے کیونکہ قرآن نے کہا ہے: جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روکیں،

اس سے رک جاؤ۔ تو اس اعتبار سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم قرآن پڑھتیں تو اس کو پالیتیں۔

نیز میں یہ کہتا ہوں کہ اس طرح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کام کا حکم دیا اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن میں ہے اگر چہ وہ صراحۃً قرآن مجید میں نہ ہو، اس طرح جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن میں ہے کہ یہ ممنوع ہے، البتہ یوں کہنا صحیح ہے کہ جس چیز کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا یا اس سے منع فرمایا تو اس پر عمل کرنا بھی قرآن کے حکم پر عمل کرنا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو میں ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا حالانکہ صراحۃً قرآن مجید میں ناک میں پانی ڈالنے کا حکم نہیں ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار سے زیادہ اعضاءِ وضو کے دھونے سے منع فرمایا ہے، حالانکہ یہ ممانعت قرآن مجید میں نہیں ہے، اور ام یعقوب کی مراد بھی یہی تھی کہ گودنے والیوں پر لعنت کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً نہیں ہے۔ اور قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ جس کام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا، اس سے رکنا لازم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۸۵۔ بَابُ: الْمَوْصُولَةِ

عورت کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بالوں کو جڑوانے کا بیان

۵۹۴۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بال جوڑنے والی پر اور بال جڑوانے کو طلب کرنے والی پر اور گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۹۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "الموصولة" یعنی بال جڑوانے والی، اور حدیث میں مذکور ہے المستوصلة، یعنی بال جڑوانے کو طلب کرنے والی، اور ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور وہ ابن سلام ہیں۔ اور عبدہ مذکور ہے، وہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن عمر العمری ہیں، اور ان کے متعلق کلام گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّهُ سَمِعَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْمُنْذِرِ تَقُولُ سَمِعْتُ أَسْمَاءَ قَالَتْ سَأَلَتْ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَامَّرَقَ شَعَرُهَا وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا أَفَأَصِلُ فِيهِ فَقَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے فاطمہ بنت المنذر سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے بتایا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے سوال کیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میری بیٹی کی سر کی کھال میں سرخ دانے نکل آئے ہیں جس سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں اس کا نکاح کر چکی ہوں، کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو جوڑ دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۳۶، ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، ان کا نام عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ ہے، جو اپنے اجداد میں سے ایک کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن عروہ بن الزبیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر بن العوام، یہ راوی ہشام کی زوجہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الحصبة" یہ سرخ دانے ہیں جو کھال میں متفرق جگہوں پر نکل آتے ہیں اور یہ چیچک کی ایک قسم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۲۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاشِمَةُ وَالْمُوتَشِمَةُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی، از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان

وَالْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ يَعْنِي لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ۔

کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا یا انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: گودنے والی اور گودوانے والی اور سر کے بالوں کو جوڑنے والی اور سر کے بالوں کو جڑوانے والی، یعنی ان پر نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۹۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، ان کا نام یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان الکوفی ہے، انہوں نے بغداد میں رہائش اختیار کی اور وہیں پر ۲۵۲ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

اور اس حدیث کی سند میں الفضل بن دُکین کا ذکر ہے، اور المستملی کی روایت میں مذکور ہے الفضل بن زُہیر اور الفربری کے بعض رواۃ نے کہا ہے: الفضل بن دکین یا الفضل بن زُہیر، ان کو تردد ہے۔ اور ایک مرتبہ انہوں نے وثوق سے کہا: الفضل بن زُہیر۔ ابوعلی الغسانی نے کہا: وہ الفضل بن دکین بن حماد بن زُہیر ہیں، پس ان کی نسبت ان کے باپ کے دادا کی طرف ہے اور وہ ابو نعیم شیخ بخاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سمعت النبی ﷺ او قال النبی ﷺ"۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا کہا تھا میں نے نبی ﷺ سے سنا یا انہوں نے کہا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الواشمة"۔ اس کے بعد اس قول کا مقولہ ہے، یعنی نبی ﷺ نے ان چار کو لعنت کی جگہ میں ذکر فرمایا اور آپ نے لعنت کی تصریح نہیں فرمائی، اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے واضح کیا ہے اپنے اس قول سے کہ یعنی نبی ﷺ نے لعنت فرمائی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے الواشمة اور بعد میں جن کا ذکر ہے، ان پر لعنت فرمائی۔ اور اس روایت کی بناء پر کسی اور چیز کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۴۔۱۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از

وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ۔

علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اور چہرہ سے بال نوچنے والیوں پر اور حسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرانے والیوں پر جو اللہ کی تخلیق میں تغیر کرتی ہیں، لعنت فرمائی ہے۔ اور مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور وہ لعنت اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس باب کے شروع میں گزر چکی ہے، اور اس کی تفسیر وہاں کردی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۶۔ بَابٌ: الْوَاشِمَةِ گودنے والیوں کا بیان

یہ باب گودنے والی عورت کی مذمت کے بیان میں ہے۔

۵۹۴۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ حَدَّثَنِي ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ أُمِّ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگنا برحق ہے، اور آپ نے گودنے سے منع فرمایا۔

مجھے ابن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن عابس سے منصور کی حدیث ذکر کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے کہا: میں نے اس کو ام یعقوب سے سنا ہے از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، جیسے منصور کی حدیث ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۰، ۵۹۴۴، صحیح مسلم: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۷، مسند احمد: ۲۷۴۶۵)

صحیح البخاری: ۵۹۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "الواشمة" یعنی گودنے والی اور اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے سے منع فرمایا"۔ اور گودنا، گودنے والی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یا تو یہ ابن یونس ہیں اور یا یہ ابن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، یہ ابن منبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "العین حق"، یعنی نظرِ بد کا لگنا برحق ہے، اس کی تاثیر ہوتی ہے۔

اور عبدالرحمٰن بن عابس کی حدیث عنقریب ذکر کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۵۔۱۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبِي فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ وَالْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا، پس انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۶، ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۰۶، سنن نسائی: ۳۴۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۷، مسند احمد: ۱۸۲۸۱، سنن دارمی: ۲۵۳۵)

صحیح البخاری: ۵۹۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

خون کی قیمت کی ممانعت کا بیان اور اضطرار کی صورت میں اس کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے "عن ثمن الدم" یعنی آپ نے خون کی قیمت سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ نجس ہے، یا یہ حدیث

محمول ہے فصد لگانے والے کی اجرت پر۔

میں کہتا ہوں کہ آج کل لوگ ہسپتالوں میں اپنا خون بیچ دیتے ہیں اور ہسپتال والے اس خون کے گروپ کے اعتبار سے اس کو محفوظ کر لیتے ہیں اور جب کسی مریض کو اس گروپ کے خون کی ضرورت ہو تو وہ خون اس کے جسم میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ آیا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ تو تحقیق یہ ہے کہ اضطرار کی صورت میں تو یہ عمل جائز ہے مثلاً اگر کسی مریض کے جسم میں خون نہ پہنچایا جائے تو اس کی موت کا خطرہ ہو یا بیماری کے شدید بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اس کے جسم میں خون پہنچانا ضروری ہوتا ہے، ایسی صورت میں یا تو مریض کے متعلقین خود اپنا خون پیش کریں اور اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو ہسپتال سے اس مریض کے گروپ کا خون خرید کر اس کے جسم میں پہنچا دیا جائے تا کہ اس مریض کی جان بچائی جا سکے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا اضطرار کی صورت میں کسی گردہ کو خرید کر کسی مریض کے جسم میں لگایا جا سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خون میں اور گردہ میں فرق ہے، خون ایک سیال مادہ ہے اور وہ جسم میں بنتا رہتا ہے اور بعض صورتوں میں خون کو جسم سے نکالنا صحت کی بقاء کے لیے ضروری ہوتا ہے، اور گردہ ایک مخصوص اور متشخص عضو ہے، اور اس کو نکالنے سے جسم کا تشخص تبدیل ہو جائے گا، تاہم ابھی تک ہم پر ایسی دلیل ظاہر نہیں ہوئی کہ کسی انسان کی جان بچانے کے لیے اس کے جسم میں کسی دوسرے کا گردہ لگانا جائز ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز اس حدیث میں کتے کی قیمت سے بھی منع فرمایا ہے، عام ازیں کہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو یا سدھایا ہوا نہ ہو۔ اور عام ازیں کہ اسے گھر یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے رکھا جائے یا نہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور ہم نے اس کا کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "و موکله" یعنی سود دینے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے، کیونکہ وہ بھی گناہ میں شریک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۷۔ بَابُ: الْمُسْتَوْشِمَةِ — گدوانے والی کا بیان

اس باب کی احادیث میں اس عورت کی مذمت بیان کی گئی ہے جو گدوانے کو طلب کرتی ہے۔

۵۹۴۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ فَقَامَ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْوَشْمِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا سَمِعْتُ قَالَ مَا سَمِعْتَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جو گودنے کا کام کرتی تھی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گودنے کے متعلق کچھ سنا ہے تو وہ بتائے، تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں کھڑا ہوا، پھر میں نے کہا: اے امیر المومنین!

میں نے سنا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ نے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: تم نہ گودنے کا کام کرو اور نہ گودنے کے کام کو طلب کرو۔

صحیح البخاری: ۵۹۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الزینت میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "المستوشمة" یعنی گدوانے کو طلب کرنے والی اور اس حدیث میں مذکور ہے تم گدوانے کو طلب نہ کرو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارہ، یہ ابن القعقاع بن شبرمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو زرعہ، یہ ھرم بن عمرو بن جریر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تشم" یہ وشم وشما کے باب سے ہے اور اس کا معنی ہے: ہاتھ وغیرہ میں سوئی کو چبھونا اور پھر اس کے اوپر سرمہ کو چھڑکنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تستوشمن" یعنی تم گدوانے کو ہرگز طلب نہ کرو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ ذکر کیا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی احادیث کے ثبوت کو طلب کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے جمع کرنے میں اور روایت کرنے میں بہت متشدد تھے، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا ہوتا تو وہ منقول ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اور عورت کے ساتھ بالوں کو جوڑنے والی اور جڑوانے والی اور گودنے والی

اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۹۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخر میں ہے، کیونکہ حدیث کے آخر میں المستوشمة کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ﷺ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اور رخسار سے بال نوچنے والیوں پر اور حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی کرانے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ انہوں نے کہا: میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور وہ لعنت اللہ کی کتاب میں ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن، وہ ابن مہدی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ باقی رجال کا عنقریب ذکر کیا گیا ہے اور یہ حدیث بھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۸۔ بَابُ: التَّصَاوِيرِ تصاویر کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب تصاویر کے حکم کے بیان میں ہے کہ تصاویر کو استعمال کرنا اور ان کو بنانا اور ان کو رکھنا شرعی طور پر کیسا ہے؟ اور تصاویر کا لفظ تصویر کی جمع ہے، اس کا معنی صورت ہے، اور کسی شے کی صورت اس کی حقیقت اور ہیئت ہے۔ اس باب کو اور اس باب کے بعد نو ابواب کو کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ لباس سے غرض زینت ہے اور تصویر بھی زینت کے لیے بنائی جاتی ہے، اور اس کے بعد جو نو ابواب ہیں وہ بھی صورت کے متعلقات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از ابی طلحہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۳۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۵۸، صحیح مسلم: ۲۱۰۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۴، سنن نسائی: ۵۳۴۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹، مسند احمد: ۲۷۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۸۰۱)

صحیح البخاری: ۵۹۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں، یہ محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرہ بن الحارث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، ان کا نام ہے ہشام بن سعید۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوطلحہ، ان کا نام ہے زید بن سہل الانصاری۔ اور اس حدیث میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں اس میں مطلقاً فرشتے داخل نہیں ہوتے یا مخصوص رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''الملئکۃ'' بہ ظاہر اس سے مراد عموم ہے، یعنی جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں، اس گھر میں کوئی فرشتہ داخل نہیں ہوتا، لیکن اس سے ''الحفظۃ'' یعنی کراماً کاتبین کا استثناء کیا گیا ہے، کیونکہ وہ کسی شخص سے کسی حال میں بالکل الگ نہیں ہوتے۔

علامہ ابن وضاح، علامہ خطابی، علامہ داؤدی اور دوسرے شارحین نے اس کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے، اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں ملئکۃ سے مراد وحی کے فرشتے ہیں مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ رہے الحفظۃ، پس بے شک وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں اور انسان سے بالکل جدا نہیں ہوتے، سوائے بیت الخلاء کے اور سوائے جماع کے، جیسا کہ اس کا ذکر ایک حدیثِ ضعیف میں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ملئکۃ سے مراد رحمت اور استغفار کے فرشتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بیتا'' اس سے مراد ہے وہ جگہ جہاں پر کوئی شخص ٹھہرا ہوا ہو، برابر ہے کہ وہ گھر ہو یا خیمہ ہو یا کچھ اور ہو۔

میں کہتا ہوں: آج کل تقریباً ہر گھر میں اخبار ہوتے ہیں اور اخبار تصاویر سے خالی نہیں ہوتے اور ہر شخص کے پاس بہر حال کرنسی نوٹ ہوتے ہیں اور نوٹ میں تصویر ہوتی ہے، اور ویسے بھی لوگ گھروں میں زیبائش کے لیے تصاویر رکھتے ہیں، تو پھر فرشتے کسی گھر میں بھی داخل نہیں ہوں گے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس حدیث میں یہ قید لگائی جائے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیہ کلب'' ظاہر یہ ہے کہ اس میں بھی عموم مراد ہے، علامہ القرطبی اور علامہ النووی نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے وہ کتے مستثنیٰ ہیں جن کو رکھنے کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے جیسے شکار کے کتے اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے اور کھیتوں کی حفاظت کے کتے۔

جس گھر میں کتا ہو، اس گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ میں اختلافِ علماء

اور اس میں اختلاف ہے کہ جس گھر میں کتا ہو، اس گھر میں فرشتوں کا داخل ہونا کیوں ممنوع ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ کتا نجس العین ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کتا شیاطین سے ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ کتے کے ساتھ نجاست متعلق رہتی ہے، کیونکہ کتا اکثر نجاست کھاتا ہے اور نجاست میں لتھڑا ہوا رہتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تمام تحریر کچھ فائدہ نہیں دیتی، کیونکہ خنزیر کتے سے زیادہ نجس ہے، کیونکہ اس کی نجاست کے متعلق تو نص صریح ہے اور شیطان سے تو کوئی گھر خالی نہیں ہوتا اور بلی بھی اکثر نجاست کھاتی ہے۔ اس کے باوجود جس گھر میں بلی یا خنزیر ہو اس گھر میں فرشتوں کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے، سوا اس گھر کے جس میں خصوصیت کے ساتھ کتا ہو باقی نجس حیوانات کے سوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تصاویر"۔ بدأ الخلق میں بھی اس روایت کا ذکر ہے اور وہاں تصاویر کی جگہ صورت کا لفظ ہے، اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: صورت سے مراد وہ صورت ہے جس میں روح ہو، اور اس تصویر کا سر نہ کاٹا گیا ہو اور اس کو پاؤں سے روندا نہ گیا ہو۔

علامہ ابن حبان نے عجیب وغریب بات کہی، انہوں نے کہا: یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، یعنی آپ کے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوں گے اگر آپ کے گھر میں تصویر ہو یا کتا ہو، اور انہوں نے کہا: اس کی نظیر دوسری حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ فرشتے ان رفیقوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں گھنٹی ہو، ابن حبان نے کہا: یہ ان رفقاء پر محمول ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں، کیونکہ یہ محال ہے کہ کوئی حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا بیت اللہ کے قصد سے سواریوں پر نکلے اور اس کے ساتھ فرشتے نہ ہوں حالانکہ وہ اللہ عزوجل کا وفد ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں مجسموں کے بنانے کا جواز

اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ۔ سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنادیتے تھے، قلعے اور مجسمے۔ (سبا: ۱۳)

مجسمے کی تفسیر میں امام طبرانی کی روایت ہے کہ مجاہد نے کہا: وہ پیتل کے مجسمے بناتے تھے، اور قتادہ نے کہا: وہ لکڑی اور شیشے کے مجسمے بناتے تھے، اس کی امام عبد الرزاق نے روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ مجسمے بنانا ان کی شریعت میں جائز تھا، اور وہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمہم اللہ کی شکلیں بناتے تھے، ان میں سے بعض شکلیں ایسی ہوتی تھیں جس میں وہ عبادت میں مشغول ہوں تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر ان کی طرح عبادت کریں، پھر ہماری شریعت میں اس سے ممانعت آگئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷۔ ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۹۔ بَابُ: عَذَابِ الْمُصَوِّرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کے عذاب کا بیان

اس باب میں تصویر بنانے والوں کے اس عذاب کا بیان ہے جو قیامت کے دن ان کو دیا جائے گا۔

۵۹۵۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ مَسْرُوْقٍ فِيْ دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَأٰى فِيْ صُفَّتِهٖ تَمَاثِيْلَ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔
(صحیح مسلم: ۲۱۰۹، سنن نسائی: ۵۳۶۴، مسند احمد: ۳۵۵۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مسلم، انہوں نے بیان کیا کہ ہم یسار بن نمیر کے مکان میں مسروق کے ساتھ تھے، پس انہوں نے اس مکان کے چبوترے میں مجسمے دیکھے تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ

بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شدید عذاب
قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو تصویریں بنانے والے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، ان کا ذکر عنقریب کیا جا چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، وہ ابن الصبیح ابوالضحیٰ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تماثیل" یہ تمثال کی جمع ہے اور یہ مثال کا اسم ہے۔ اور جب تم کسی صورت کی مثال بناؤ تو اس کو تمثال کہا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ صورت میں اور تمثال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ صورت جاندار کی ہوتی ہے اور تمثال جاندار اور غیر جاندار دونوں کی ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تمثال وہ ہے جس کا جسم ہو اور مشخص ہو، اور صورت وہ ہے جو کپڑے پر یا دیوار پر نقش ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون" یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ اسی طرح مسند الحمیدی میں از سفیان، یوم القیامۃ ہے۔ اور ان سے روایت ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ لوگوں میں عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا اور یہ ہو سکتا ہے کہ حمیدی نے دونوں طرح حدیث بیان کی ہو، اور حمیدی نے اپنی مسند میں جس طرح حدیث بیان کی ہے، وہ اس باب کے عنوان کے مطابق ہے اور اس حدیث میں ہے "عند اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں۔

اور ابو معاویہ نے از الاعمش روایت کی ہے کہ جن اہلِ دوزخ کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ہوگا وہ تصویر بنانے والے ہوں گے، اسی طرح بعض راویوں سے واقع ہوا ہے، اور اکثرین کے نزدیک المصورین ہیں۔

تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ عذاب ہونے پر ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا اور قرآن مجید میں ہے:

اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو۔ (المومن: ۴۶)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ تصویر بنانے والے کو آلِ فرعون سے بھی زیادہ شدید عذاب ہو۔ امام طبری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں مراد یہ ہے: جو اس کی تصویر بناتا ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے اور وہ اس کا جاننے والا ہو اور اس کا قصد کرنے والا ہو تو وہ اس عمل سے کافر ہو جائے گا، پس کوئی بعید نہیں ہے کہ وہ بھی اس عذاب میں داخل ہو جس عذاب میں آلِ فرعون داخل ہے، لیکن جو اس کا قصد نہیں کرتا وہ نافرمان ہوگا اور کافر نہیں ہوگا۔

علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں جو اشد الناس فرمایا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو تمام لوگوں سے زیادہ عذاب ہوگا، بلکہ بعض لوگوں سے زیادہ عذاب ہوگا اور یہ بعض لوگ وہ ہیں جو اس معنی میں شریک ہیں جس پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے، پس فرعون کو ان لوگوں سے زیادہ شدید عذاب دیا جائے گا جنہوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور جو اس کفر کی گمراہی میں اقتداء کرے گا، اس کو اس سے زیادہ شدید عذاب ہوگا جس کو فسق کی دلالت میں اقتداء کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور جس نے عبادت کے لیے کسی جاندار کی تصویر بنائی، اس کو اس سے زیادہ شدید عذاب ہوگا جس نے عبادت کے لیے کسی جاندار کی تصویر نہیں بنائی۔

اور اس کا ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ زیادہ شدید عذاب تمام لوگوں کے اعتبار سے نہیں ہوگا بلکہ انسان کو جس گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اس گناہ کے عذاب میں مبتلا دوسرے لوگوں کے اعتبار سے یہ زیادہ شدید عذاب ہوگا، لہٰذا جن لوگوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا ان میں فرعون کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہوگا اور جس نے کفار کی قیادت کی اس کا عذاب اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہوگا جس نے فاسقوں کی قیادت کی، اسی طرح جس نے جاندار کی تصاویر عبادت کے لیے بنائیں، اس کا عذاب اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہوگا جس نے عبادت کے لیے جاندار کی تصاویر نہیں بنائیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ زیادہ شدید عذاب ہونا عام لوگوں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اسی گناہ کے عذاب میں مبتلا لوگوں کے اعتبار سے ہے۔

اس سوال کا ایک اور جواب یہ ہے کہ یہ وعید اگر کافر کے متعلق ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ وہ کافر آلِ فرعون کے ساتھ عذاب میں مشترک ہوگا، اور اگر یہ کسی نافرمان کے متعلق ہے تو اس کو دوسرے نافرمانوں سے زیادہ شدید عذاب ہوگا اور اس میں اس پر دلیل ہوگی کہ یہ معصیت بہت عظیم ہے۔

صاحب التوضیح علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: ہمارے اصحابِ شافعیہ اور دوسروں نے کہا ہے کہ حیوان کی صورت کی تصویر بنانا بہت سخت حرام ہے اور یہ گناہِ کبیرہ ہے، برابر ہے کہ اس نے وہ تصویر اس لیے بنائی ہو کہ اس کو قدموں تلے روندا جائے یا اس کے غیر کے لئے بنائی ہو، تصویر ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور خواہ اس نے وہ تصویر کسی کپڑے میں بنائی ہو یا چادر میں بنائی ہو یا دینار میں بنائی ہو یا درہم میں بنائی ہو یا برتن میں بنائی ہو یا باغ میں بنائی ہو۔

اور جس تصویر میں کسی جاندار کی صورت نہیں ہے جیسے درخت وغیرہ، تو وہ حرام نہیں ہے، اور ان سب صورتوں میں برابر ہے کہ وہ ایسی تصویر ہو کہ جس کا جسم اور سایہ ہو اور جس کا سایہ اور جسم نہ ہو، اور اسی معنی کے اعتبار سے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے جس میں امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء ہیں۔ اور قاضی نے کہا: اس میں لڑکیاں جو گڑیا کھیلتی ہیں اس کا استثناء ہے، اور امام مالک گڑیا کے خریدنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم

عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔

(صحیح البخاری: ۷۵۵۸، صحیح مسلم: ۲۱۸، سنن نسائی: ۵۳۶۱، مسند احمد: ۵۱۴۶)

بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ان کو زندہ کرو جن کو تم نے پیدا کیا تھا۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''احیوا ما خلقتم'' یعنی اس کو جاندار اور روح والا بناؤ، اور اس امر کو امرِ تعجیز کہتے ہیں۔ اور جس کو تم نے پیدا کیا ہے، اس کا معنی ہے: جس کی تم نے صورت بنائی ہے، یعنی جس کی تم نے صورت بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۰۔ بَابُ: نَقْضِ الصُّوَرِ — تصویروں کو توڑنا اور ان کی ہیئت کو متغیر کرنا

اس باب کی احادیث میں تصویروں کے توڑنے اور ان کی ہیئت کو متغیر کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۹۵۲۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِيبُ إِلَّا نَقَضَهُ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۱۵۱، مسند احمد: ۲۴۷۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں صلیب کی کوئی صورت نہیں چھوڑتے تھے مگر اس کو توڑ دیتے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معاذ بن فضالہ کا ذکر ہے، مُعاذ کی میم پر پیش ہے اور فَضالہ میں فاء پر زبر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمران بن حطان کا ذکر ہے، یہ السدوسی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تصالیب''، علامہ کرمانی نے کہا: ایسی تصاویر جو صلیب کی طرح ہوں، کہا جاتا ہے: صوب 31 A
مصلب، یعنی جس کپڑے پر عیسائیوں کی صلیب کی طرح نقش ہو۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ ''التصالیب''، صلیب کی جمع ہے، گویا کہ انہوں نے جس چیز پر صلیب کی صورت ہو، اس کا نام تصلیب رکھ دیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جس طرح انہوں نے ذکر کیا ہے، اس کے اعتبار سے تصالیب، تصلیب کی جمع ہے نہ کہ صلیب کی جمع ہے۔اور الکشمھینی کی روایت میں تصالیب کی بجائے تصاویر کا لفظ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''نقضه'' یعنی آپ اس کو توڑ دیتے اور اس کو باطل کر دیتے اور اس کی صورت کو متغیر کر دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ فَرَأَى أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ۔

(صحیح بخاری: ۵۹۵۹، صحیح مسلم: ۲۱۱۱، مسند احمد: ۷۱۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک گھر میں داخل ہوا، تو انہوں نے دیکھا کہ اس گھر کے اوپر کے حصہ میں ایک مصور تصویر بنا رہا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے جا رہا ہے، پس یہ لوگ ایک دانہ پیدا کریں اور ایک ذرہ پیدا کریں، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگایا اور اس میں اپنے ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ اپنی بغلوں تک ہاتھ دھوئے، میں نے کہا: اے ابوہریرہ! کیا اس چیز کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ (یعنی بغلوں تک ہاتھ دھونے کو) تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ جگہ زیور پہننے کی انتہاء ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

31 B

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے تصاویر کو توڑنا، اور اس حدیث میں توڑنے کا ذکر نہیں ہے، اس لیے مطابقت صرف تصویر کے لفظ میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، یہ موسیٰ بن اسماعیل ہیں اور اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمارہ کا ذکر ہے، یہ ابن القعقاع ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابوزرعہ کا ذکر ہے، یہ ہرم بن عمرو بن جریر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے ''مدینہ کا ایک گھر'': یہ مروان بن الحکم کا گھر تھا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: وہ گھر سعید کے لیے بنایا گیا تھا یا مروان کے لیے، اور سعید سے مراد سعید بن العاص بن سعید الاموی ہیں۔ سعید بن العاص اور مروان بن الحکم باری باری حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ پر حکومت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایک مصور گھر کے اوپری حصہ پر تصویر بنا رہا تھا'': اس سے مراد ہے کہ اس گھر کی چھت پر تصویر بنا رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے چلا ہے''۔ اس میں عبارت محذوف ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے چلا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کخلقی'' یعنی وہ صورت بنانے میں میری مشابہت اختیار کر رہا ہے۔

اس حدیث میں ارشاد ہے ''اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا یعنی تصویر بنانے والا سب سے بڑا ظالم ہے''۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر تو اس سے بڑا ظالم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو کسی بت کی تصویر بناتا ہے تا کہ اس کی عبادت کی جائے تو وہ خود کافر ہے، اور اس کا عذاب باقی کفار سے زیادہ ہوگا، کیونکہ وہ ایسا بت بناتا ہے جس کی عبادت کی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حبة'' یعنی جو تصویر بنا رہا ہے، وہ کوئی گندم یا جَو یا جوار کا دانہ بنا کر دکھائے یا چیونٹی بنا کر دکھائے، یعنی وہ چھوٹی سی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک پانی کا طشت منگایا اور اس میں ہاتھ دھوئے، ہاتھ دھونا وضو سے کنایہ ہے، کیونکہ وضو ہاتھ دھونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقلت یا ابا هریرة'' اس قول کے قائل ابوزرعہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اشیء سمعته؟'' یعنی آپ جو بغلوں تک ہاتھوں کو دھو رہے ہیں، آپ نے کیا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے سنا ہے؟۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال منتهى الحلية'' یعنی بغلوں تک ہاتھوں کو دھونا اس لیے ہے تاکہ جنت میں مومن کو بغلوں تک زیور پہنایا جائے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچتا ہے۔ امام ابوعبید نے کہا ''حلية'' سے مراد ہے قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی جو وضو کریں گے تو وہ آثارِ وضو سے غرّ محجل ہوں گے، یعنی ان کے ہاتھ اور پاؤں بھی سفید اور چمکدار ہوں گے اور ان کا چہرہ بھی سفید اور چمکدار ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۱۔ باب: مَا وُطِئَ مِنَ التَّصَاوِيرِ — جن تصاویر کو پاؤں سے روندا جائے

اس باب میں ان تصاویر کا بیان کیا گیا ہے جن کو پاؤں سے روند کر ان کی توہین کی جائے۔

۵۹۵۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ وَمَا بِالْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ مِنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَتَكَهُ وَقَالَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ قَالَتْ فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن القاسم سے سنا اور ان دنوں مدینہ میں ان سے افضل کوئی نہیں تھا، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے اپنے گھر کے چبوترے پر ایک منقش پردہ لٹکایا ہوا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھا تو اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر ہم نے اس پردہ کا ایک گدا یا دو گدے بنا دیے۔

(صحیح بخاری: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶، صحیح مسلم: ۱۵۳۱، سنن ترمذی: ۱۲۴۵، سنن نسائی: ۴۳۷۴، سنن ابوداؤد: ۳۴۵۴، مسند احمد: ۴۵۵۲، موطا امام مالک: ۱۷۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے تصاویر کو پاؤں سے روندنا، اور اس حدیث میں تصاویر کو پاؤں سے روندنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا

جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تصاویر والے کپڑے کو گدا بنانے کا ذکر ہے، اور گدے کے اوپر بیٹھا جاتا ہے اس طرح وہ تصاویر پاؤں تلے روندی جاتی ہیں۔اور باب المظالم میں گزرا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے دو نمرقہ بنالیے، اور نمرقۃ کا معنی: ایسا گدا ہے جس پر ٹیک لگائی جائے یا بیٹھا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن القاسم، وہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے آئے، امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ غزوۂ تبوک سے واپس آئے تھے اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس آئے تھے، یہ روایت شک پر مبنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قرام'' اس کا معنی: ایسا پردہ ہے جس میں نقش و نگار اور نقوش ہوں۔ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے باریک پردہ، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: اون کا رنگین کپڑا جس کو پالان پر بچھایا جاتا ہے۔

''سهوة'' کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سهوة'' یہ اس چبوترے کو کہتے ہیں جو گھروں کے آگے بنا ہوا ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی: روشن دان ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی طاق ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ یہ چھوٹا سا گھر ہے جو ڈھلوان پر بنا ہوا ہوتا ہے اور چھوٹے خزانہ کے مشابہ ہوتا ہے، پانچواں قول یہ ہے کہ چار یا پانچ لکڑیاں کھڑی کر کے اس پر کوئی تختہ ڈالا جائے اور اس پر کوئی چیز رکھی جائے، چھٹا قول یہ ہے کہ گھر کی دیواروں میں سے ایک چھوٹی دیوار بنائی جاتی ہے اور اس کے اوپر چھت بنائی جاتی ہے، تو جو گھر کے درمیان میں ہو اس کو سھوۃ کہتے ہیں اور جو گھر کے اندر ہو اس کو مخدع کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''هتكه'' یعنی آپ نے اس کو کاٹ دیا اور اتار دیا اور دوسری روایت جو ابھی آئے گی اس میں مذکور ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس کو اتار دو، تو میں نے اس کو اتار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ سَفَرٍ وَعَلَّقْتُ دُرْنُوكًا فِيهِ تَمَاثِيلُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَنْزِعَهُ فَنَزَعْتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی مسدد نے، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے ایک موٹا پردہ لٹکایا ہوا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پردے کو اتار دوں، سو میں نے

اس کو اتار دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، سنن ترمذی: ۲۴۶۸، سنن نسائی: ۵۳۵۲، مسند احمد: ۲۵۲۱۶)

صحیح البخاری: ۵۹۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "درنوکا" اس کو درموک بھی کہا جاتا ہے، یہ پردہ کی ایک قسم ہے، اس میں روئیں ہوتے ہیں، دوسرا قول ہے کہ چادر کی ایک قسم ہے، علامہ خطابی نے کہا: یہ ایک دبیز کپڑا ہے، اس میں بھی روئیں ہوتے ہیں، جب اس کو نیچے بچھا دیا جائے تو یہ فرش ہوتا ہے اور جب اس کو لٹکا دیا جائے تو یہ پردہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۶۔ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ۔ (صحیح مسلم ۳۱۹)

اور میں غسل کرتی تھی اور نبی ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور میں غسل کرتی تھی۔۔الیٰ آخرہ"۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حدیثِ تصویر کے بعد ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ حدیثِ مستقل ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الطہارۃ میں روایت کیا ہے، اور یہاں تصویر کی حدیث کے بعد اس کو ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے: گویا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اسی طرح تصویر کی حدیث کے بعد سنا تھا، تو جس طرح انہوں نے سنا اسی طرح روایت کر دیا۔ اور علامہ کرمانی نے ذکر کیا ہے: گویا کہ "درنوك" یعنی وہ پردہ غسل خانہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا تو اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کو درنوک والی حدیث کے بعد ذکر کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۲۔ بَابُ: مَنْ كَرِهَ الْقُعُودَ عَلَى الصُّوَرَةِ — جس نے تصویر پر بیٹھنے کو ناپسند کیا

یعنی اس باب میں ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں کہ جس میں تصویروں پر بیٹھنے کو ناپسند کیا، خواہ ان تصویروں کو بہ طور توہین کے رکھا جائے۔

۵۹۵۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَقُلْتُ أَتُوبُ إِلَى اللهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر تصاویر تھیں، تو نبی

قَالَ مَا هَذِهِ النُّمْرُقَةُ قُلْتُ لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّورَةُ۔

(صحیح مسلم:۲۱۰۷، مسند احمد:۲۵۵۵۹، موطا امام مالک:۱۸۰۳)

صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر کھڑے رہے اور اندر داخل نہیں ہوئے، میں نے کہا: میں نے جو گناہ کیا ہے میں اس سے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتی ہوں، آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا: تا کہ آپ اس کے اوپر بیٹھیں اور اس کے ساتھ ٹیک لگائیں، آپ نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا: جس کی تم نے تخلیق کی ہے اس کو زندہ کرو اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: جس نے صورت پر بیٹھنے کو ناپسند کیا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس وقت انکار کیا جب انہوں نے کہا: میں نے یہ گدا اس لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس کے اوپر بیٹھیں اور اس کے ساتھ ٹیک لگائیں، اس سے معلوم ہوا کہ تصویروں پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور اللیث بن سعد اور الحسن بن حی اور بعض فقہاء شافعیہ سے اسی طرح مروی ہے، اور امام طحاوی نے کہا ہے: بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ کپڑوں پر تصویریں بنانا مکروہ ہے اور جن کپڑوں کو روندا جائے ان پر تصویریں بنانا بھی مکروہ ہے، اور جن کپڑوں کو پہنا جائے ان پر تصویریں بنانا بھی مکروہ ہے اور انہوں نے گھر میں تصویریں رکھنا بھی مکروہ قرار دیا ہے، اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث سے ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جویریہ، یہ جاریۃ کی تصغیر ہے، اور یہ ابن اسماء بن عبید ہیں اور یہ ان اسماء میں سے ہے جو مذکر اور مونث میں مشترک ہوتے ہیں، اسی طرح اسماء کا لفظ بھی ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، وہ از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس میں تصاویر تھیں، جب اس گدے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے رہے گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے، تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک میں کراہیت کے آثار دیکھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس کو آپ کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں، اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس کو لیا اور اس کے میں نے دو چھوٹے تکیے بنا لیے، پس وہ دونوں چھوٹے تکیے گھر میں رکھے جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نمرقة" اس کا معنی ہے: چھوٹا گدا۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ تصویر کا جسم اور سایہ ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں تصویر حرام ہے، اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ تصویر منقش ہو یا بنی ہوئی ہو، اس کے برخلاف بعض علماء کا قول ہے کہ جو تصویر بنی ہوئی ہو، وہ تصویر نہیں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اور جو اس سے پہلے حدیث ہے ان دونوں میں تعارض ہے، کیونکہ جو اس سے پہلی حدیث ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پردہ کو استعمال فرمایا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی جب کہ اس پردہ کو کاٹ لیا گیا اور اس سے گدہ بنادیا گیا، اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس گدے کو بالکل استعمال نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں اصلاً کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی امام مسلم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اور اس میں مذکور ہے "پس میں نے اس پردہ کے مرفقتین بنادیئے" یعنی دو چھوٹے تکیے بنالیے، پس یہ دو چھوٹے تکیے گھر میں رکھے جاتے تھے۔ پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو استعمال کیا جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنایا اور وہ یہ دو چھوٹے تکیے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ امام بخاری نے اس اضافہ کی روایت نہیں کی اور یہ دونوں حدیثیں واحد ہیں، اور اس قائل کو امام مسلم کی روایت کا پتا نہیں تھا اس لیے اس نے تعارض کا قول کیا۔

اور علامہ داؤدی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باب کی حدیث ان تمام احادیث کے لئے ناسخ ہے جو تصویر کی رخصت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور علامہ داؤدی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہوتا، پس یہ حدیث خود ہی ناسخ ہے، اور علامہ داؤدی پر علامہ ابن التین نے رد کیا ہے کہ جب خبر کے ساتھ امر مقارن ہو تو اس میں ناسخ کا داخل ہونا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۴۔۱۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری عبارت نقل نہیں کی، ہم پوری عبارت نقل کر رہے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث ظاہر اور جو اس سے پہلے حدیث ہے اس میں تعارض ہے، کیونکہ جو اس سے پہلے حدیث ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پردہ کو کاٹنے کے بعد استعمال کیا جس میں صورت تھی اور اس سے گدا بنایا گیا اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس کو بالکل استعمال نہیں کیا۔ اور امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن صورتوں کو روندا جاتا ہے ان کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان صورتوں پر بیٹھا بھی جائے، پس ہوسکتا ہے کہ گدے میں سے کپڑے کے اس حصہ کو استعمال کیا ہو جس میں صورت بنی ہوئی نہ ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ جب اس پردہ کو کاٹ دیا گیا اور وہ کاٹنا صورت کے درمیان واقع ہوا تو وہ صورت اپنی ہیئت سے نکل

گئی، پھر اس گدے پر بیٹھنا جائز ہو گیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے باب میں ہے کہ تصویر کو توڑنا اور اس کی ہیئت کو بدلنا جائز ہے، نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علامہ داؤدی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باب کی حدیث تمام ان احادیث کے لیے ناسخ ہے جو تصویر بنانے کی رخصت پر دلالت کرتی ہیں اور انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ حدیث خبر ہے اور خبر میں ناسخ داخل نہیں ہوتا، لہٰذا یہی حدیث ناسخ ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: نسخ احتمال سے ہے اور ان احادیث میں تطبیق ممکن ہے، لہٰذا نسخ کے دعویٰ کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ نیز علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی کا رد کر دیا ہے کہ جب خبر کے مقارن امر ہو تو اس پر ناسخ کا داخل ہونا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۹۵۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّورَةُ قَالَ بُسْرٌ ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ فَعُدْنَاهُ فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ بُكَيْرٌ حَدَّثَهُ بُسْرٌ حَدَّثَهُ زَيْدٌ حَدَّثَهُ أَبُو طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از بکیر از بسر بن سعید از زید بن خالد از حضرت ابوطلحہ صاحب رسول اللہ ﷺ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، بُسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی، تو اس وقت ان کے دروازہ پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویر تھی، پس میں نے عبید اللہ سے کہا: جو حضرت میمونہ زوجہ نبی ﷺ کے ربیب ہیں: کیا حضرت زید نے پہلے دن ہمیں تصویر کے متعلق حدیث نہیں سنائی تھی، تو عبید اللہ نے کہا: کیا تم نے ان سے نہیں سنا جب انہوں نے کہا: ”مگر جو تصویر کپڑے پر نقش ہو“۔

اور ابن وہب نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی وہ ابن الحارث ہیں، ان کو بکیر نے حدیث بیان کی، ان کو بسر نے حدیث بیان کی، ان کو زید نے حدیث بیان کی اور ان کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ

(صحیح بخاری: ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۳۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۵۸، صحیح مسلم: ۲۱۰۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۴، سنن نسائی: ۵۳۴۸، سنن ابو داؤد: ۴۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹، مسند احمد: ۲۷۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۸۰۱)

صحیح البخاری: ۵۹۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس چیز کی طرف تعرض نہیں ہے جس کا اس باب کے عنوان میں ذکر ہے، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بکیر، یہ بکر کی تصغیر ہے اور یہ ابن عبداللہ بن الاشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، یہ ابن سعید المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن خالد، یہ الجہنی ہیں اور یہ صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوطلحہ، ان کا نام ہے زید بن سہل انصاری، یہ مشہور صحابی ہیں۔ اس حدیث کی سند میں دو تابعی ہیں یعنی بکیر اور بسر بن سعید، اور دو صحابی ہیں یعنی حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اس پردے میں صورت تھی" اور المستملی کی روایت میں ہے: اس میں صورتیں تھیں جمع کے صیغہ کے ساتھ۔

جس کپڑے میں نقش ہو اس کے جواز کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "الا رقماً فی ثوب" اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ کپڑے میں ایسے نقوش ہوں جن کو روندا جائے جیسے چادر ہو اور گدا ہو۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کپڑے پر صورت منقوش ہو یا تصویر منقوش ہو تو اگر وہ پردہ ہو تو اس کو ناپسند فرمایا، اور اگر اس کپڑے کو پیروں تلے روندا جائے تو اس کپڑے کو ناپسند نہیں فرمایا، حضرت سعد بن ابی وقاص، سالم، عروہ، ابن سیرین، عطاء اور عکرمہ نے اسی طرح کہا ہے، عکرمہ نے کہا ہے کہ جن تصویروں کو روندا جائے اور بطور توہین ان کا استعمال ہو، وہ جائز ہے۔ امام مالک، الثوری اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے پہلے تمام تصویروں سے منع فرمایا تھا خواہ وہ کپڑے میں نقش ہو، کیونکہ اس وقت لوگ اس زمانہ کے قریب تھے جس زمانہ میں تصویروں کی عبادت کی جاتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر قسم کی تصویر سے منع فرما دیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت مقرر اور ثابت ہو گئی تو آپ نے ان تصویروں کو مباح قرار دیا جو کپڑے میں نقش ہوں، یہ کپڑوں کو ایجاد کرنے کی ضرورت کی وجہ سے تھا، پس آپ نے ان تصویروں کو مباح قرار دیا جن کا بطور اہانت استعمال ہو اور جن کا بطور اہانت استعمال نہ ہو، وہ اپنی ممانعت پر باقی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن کپڑوں پر تصویر نقش ہو ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اس طرح تطبیق ہے کہ جس کپڑے میں تصویر نقش ہو، اس کے استثناء سے مراد ایسی

تصویر ہے جو جانداروں کی تصویر نہ ہو جیسے درخت کی تصویر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے تصویر کی ممانعت سے پہلے فرمایا ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس کو اصحاب السنہ نے روایت کیا ہے اور میں عنقریب اس کا اس باب کے متصل باب میں ذکر کروں گا۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس صورت کا جسم ہو تو وہ بالاجماع حرام ہے، اگر اس صورت کا جسم نہ ہو بلکہ وہ کپڑے پر نقش ہو تو اس میں چار اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ تصویر مطلقاً جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ تصویر مطلقاً ممنوع ہے، حتیٰ کہ جو کپڑے میں نقش ہو وہ بھی ممنوع ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ صورت اپنی شکل پر باقی ہو اور اس میں تغیر نہ کیا گیا ہو تو وہ حرام ہے، اور اگر صورت میں تغیر کیا گیا ہو، اس کا سر کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے اجزاء متفرق کر دیئے گئے ہوں تو پھر ایسی تصویر جائز ہے، علامہ ابن العربی نے کہا: اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اگر وہ تصویر پیروں میں روندی جاتی ہو تو پھر تو جائز ہے اور اگر وہ تصویر گھر میں لٹکائی ہوئی ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۹۳۔ بَابُ: كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ — تصویروں والے گھر میں نماز پڑھنے کی کراہیت

یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ جس گھر میں ایسے کپڑے ہوں جن میں تصاویر ہوں، اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور جب گھر میں ایسے کپڑے ہوں جن میں تصاویر ہیں، اس گھر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تو اگر ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جن میں تصویر ہو تو وہ بہت زیادہ مکروہ ہے۔

۵۹۵۹۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَمِيطِي عَنِّي فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي۔

(صحیح البخاری: ۳۷۴، ۵۹۵۹، مسند احمد: ۱۲۱۲۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے گھر کی ایک جانب کو مستور کیا ہوا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنے اس پردہ کو مجھ سے دور کر دو، کیونکہ اس پردہ کی تصاویر میری نماز میں میرے سامنے پیش ہوتی رہی ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ جس گھر میں تصاویر ہوں، اس میں نماز پڑھنے کی کراہیت۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ

عنوان میں جو فِی کا لفظ ہے وہ الی کے معنی میں ہے تو پھر مطابقت صراحۃً حاصل ہو جائے گی، کیونکہ اب اس کا معنی ہوگا کہ تصویروں کی طرف نماز پڑھنے کی کراہیت۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قرام'' اس کا معنی ہے: پردہ۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''امیطی'' یہ اماطت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ازالہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تعارض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت انس کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تصویروں والے پردہ کو مقرر رکھا اور نماز پڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث نمرقۃ کے بارے میں ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوئے جس میں تصویروں والا پردہ لٹکا ہوا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس پردہ کو اتار دیا۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پردہ پر محمول ہے جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں، اور حضرت انس کی یہ حدیث اس پردہ پر محمول ہے جس میں غیر جاندار چیزوں کی تصویر تھی۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نماز میں خشوع کو لازم رکھنا چاہیے اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف فارغ کرنا چاہیے اور ایسی چیز کے ساتھ تعرض کو ترک کرنا چاہیے جو نمازی کے خشوع کو مشغول کردے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کسی شخص کے سامنے جو چیز پیش کی جائے جس سے وہ دنیا کے امور پر غور کرے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۶۔۱۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۴۔ بَابٌ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ

جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

۵۹۶۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم جِبْرِيلُ فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَقِيَهُ فَشَكَا إِلَيْهِ مَا وَجَدَ فَقَالَ لَهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ۔ (صحیح البخاری: ۳۲۲۷، ۵۹۶۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی وہ ابن محمد ہیں از سالم از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا، پس ان کو تاخیر ہوگئی حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تاخیر بہت سخت

فَقَالَتْ اشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۲۵۵۵۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۳)

میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ پردہ کیسا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس گدے کو اس لیے خریدا تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس کو تکیہ بنائیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جن کی تم نے تخلیق کی ہے ان میں جان ڈالو، اور آپ نے فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس کی تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ اس حدیث کا عنوان مختلف ہے اور اس کے راوی بھی مختلف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۶۔ بَابٌ: مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ جس نے مصور پر لعنت کی

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ صورت بنانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

۵۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ اشْتَرَى غُلَامًا حَجَّامًا فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غلام خریدا جو فصد لگاتا تھا، پس بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور فاحشہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے، اور آپ نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور گودنے والے پر اور گدوانے والی پر اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۶، ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۰۶، سنن نسائی: ۳۴۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۷، مسند احمد: ۱۸۲۸۱، سنن دارمی: ۲۵۳۵)

صحیح البخاری: ۵۹۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخری لفظ میں باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ آخر میں مُصور کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر ہیں اور بعض نسخوں میں ان کے نام کی تصریح ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو جحیفہ کا ذکر ہے، ان کا نام وہب ہے۔

واشمہ اور مستوشمہ کے معانی بیان کیے جا چکے ہیں اور البغی کا معنی ہے: زانیہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۷۔ بَابُ: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ

جس نے کوئی صورت بنائی، قیامت کے دن اسے اس میں روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا اور وہ روح پھونکنے والا نہیں ہوگا

اس باب میں صورت بنانے والے کی مذمت میں احادیث بیان کی گئی ہیں۔

۵۹۶۳۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ قَتَادَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ فَقَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن عبدالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے النضر بن انس بن مالک سے سنا، وہ قتادہ سے حدیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا اور لوگ ان سے سوال کر رہے تھے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کر رہے تھے حتیٰ کہ ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی، اسے قیامت کے دن اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ روح پھونکنے والا نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، سنن نسائی: ۵۳۵۹، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴، مسند احمد: ۱۸۶۹)

صحیح البخاری: ۵۹۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، یہ ابن الولید الرقام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، یہ

ابن عبدالاعلیٰ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن ابی عروبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولیس بنافخ'' یعنی وہ تصویر بنانے والا تصویر میں روح پھونکنے پر قادر نہیں ہوگا، سو اس کو عذاب دیا جائے گا کیونکہ اس کو ایسی چیز کا مکلف کیا گیا ہے جس کی اس میں طاقت نہیں ہے، اور سعید بن ابی الحسن کی روایت میں ہے: پس بے شک اللہ اس کو عذاب دیتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا، اور اس جملہ میں حتیٰ کا استعمال اس طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں حتیٰ کا استعمال ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ (الاعراف: ۴۰)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے سے تکبر کیا ان کے لیے اس وقت تک آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں داخل ہو جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ مصور کو دائماً عذاب دینے سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے

ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تصویر بنانے والے کو عذاب اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ وہ اس تصویر میں روح نہیں پھونک دیتا اور روح تو وہ نہیں پھونک سکے گا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دائمی عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا، اور یہ ایسا ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے، کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ پھر ہمارے شیخ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ حدیث اس مصور پر محمول ہے جو اس لیے تصویر بناتا ہے تا کہ اللہ کو چھوڑ کر ان تصویروں کی عبادت کی جائے اور یہ کفر ہے۔

نیز ہمارے شیخ نے کہا کہ اس میں روح پھونکنے سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اس سے حیاتِ مطلقہ متحقق ہو جائے تا کہ وہ صورت حیوان جاندار بن جائے یا یہ کہ حتیٰ کہ وہ مکمل حیوانِ ناطق بن جائے، ظاہر یہ ہے کہ یہاں پہلی صورت مراد ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی ہے، اس میں دوسرے احتمال کی تصریح ہے، کیونکہ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ....الحدیث۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے: پس ان مصورین کو ہمیشہ عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ صورت کلام کرے اور وہ صورت کلام نہیں کرے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث محمد بن ابی الزعیر از عطاء بن ابی رباح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے اور محمد بن ابی الزعیر کو امام ابن حبان نے ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ان کے متعلق کہا ہے: یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہیں اور ان کی حدیث موضوع کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۸۔۱۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۹۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مصور نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ مصور پر لعنت کی گئی ہے، اور لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے، اور جس کو اس تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا، اس طرح یہ باب بابِ سابق کے مناسب ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث سے محال کے ساتھ مکلف کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مُصور اس کی طاقت نہیں رکھے گا کہ وہ تصویر میں روح پھونک سکے اور اللہ تعالیٰ اس کو تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ محال کے ساتھ مکلف کرنا جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے اس کو مکلف کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس کو زجر و توبیخ کرنا مراد ہے اور اس کے عجز کو ظاہر کرنا مراد ہے، اور اس حدیث میں جو امر ہے وہ امرِ تعجیز ہے۔

دوسرا اشکال یہاں پر یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کے متعلق بھی دوزخ میں ہمیشہ عذاب کی وعید ہے مگر اس وعید کو دوزخ میں مکثِ طویل پر محمول کیا گیا ہے یعنی وہ لمبے عرصہ تک دوزخ میں رہے گا ہمیشہ نہیں رہے گا، اور تصویر بنانے والے کی وعید اس سے زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس میں عذاب کی انتہاء یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ روح نہیں پھونک سکے گا اور اس کو اس پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو طویل زمانہ تک عذاب دیا جائے گا اور پھر عذاب سے اس کو نجات ہو جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی بھی یہی تاویل ہے کہ اس حدیث سے مصور کو شدید ڈانٹ ڈپٹ کرنا مراد ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے اور یہ اس مصور پر محمول ہے جو مسلمان نافرمان ہو، اور جس نے بتوں کی عبادت کے لیے حلال جان کر تصویر بنائی تو اس کو ہمیشہ عذاب ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

آخرت کے دارِ تکلیف نہ ہونے پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مصور کو قیامت کے دن اس کی تصویر میں جان ڈالنے کا مکلف کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بھی لوگوں کو اعمال کا مکلف کیا جائے گا، اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت کا دارِ تکلیف نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ آخرت میں انسان کا کوئی ایسا عمل نہیں ہوگا جس پر ثواب مرتب ہو یا عذاب مرتب ہو، اور جس تکلیف کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے یہ محال نہیں ہے، کیونکہ یہ مکلف کرنا تو خود عذاب ہے۔

علاوہ ازیں جمادات میں روح کا پھونکنا ممکن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادات میں روح پھونکی اور یہ آپ کا معجزہ ہے، لہٰذا تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کرنا محال کے ساتھ مکلف کرنا نہیں ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ خطاب مصور کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس کو مکلف کرنے کے لیے نہیں ہے۔ 32 A

بے جان چیزوں کی تصویر بنانے پر اشکال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تصویر بنانے والے مرد سے کہا: تم پر افسوس ہے اگر تم تصویر بنانے سے انکار کرو تو تم اس درخت کی تصویر بناؤ۔ الحدیث۔

اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز میں روح نہ ہو اس کی تصویر بنانی جائز ہے جیسے درخت ہے یا سورج ہے یا چاند ہے لیکن الشیخ ابو محمد الجوینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض کفار درخت کی عبادت کرتے ہیں، بعض سورج کی عبادت کرتے ہیں اور بعض چاند کی عبادت کرتے ہیں۔ نیز حدیث میں تصویر کی ممانعت کی یہ علت بیان کی ہے کہ تصویر بنانے والے اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرے اور جس طرح جاندار چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اسی طرح بے جان چیزیں مثلاً درخت، سورج اور چاند وغیرہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، لہٰذا بے جان چیزوں کی تصویر بنانا بھی ممنوع ہونا چاہیے۔

نیز اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح البخاری: ۵۹۵۳ میں مذکور ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے جا رہا ہے، پس یہ لوگ ایک دانہ پیدا کریں اور ایک چیونٹی کو پیدا کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دانہ کی تصویر بنانے پر بھی وعید ہے حالانکہ دانے میں روح نہیں ہوتی تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا بھی ممنوع ہے۔

اس کے جواب میں علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ تمام تصویریں بنانا ممنوع ہے خواہ جاندار کی تصویر ہو یا بے جان کی تصویر ہو، اور جس تصویر کا جسم ہو اس کو بنانے کی ممانعت سے لڑکیوں کی گڑیا کا استثناء کیا جائے گا، کیونکہ اس کے بارے میں رخصت منقول ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۸۔۱۱۹، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اعتراضِ مذکور کا جواب از مصنف

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الشیخ ابو محمد الجوینی کا جو اعتراض نقل کیا ہے وہ بہت قوی ہے، تاہم میں کہتا ہوں کہ اب اس پر تمام علماء کا اجماع ہو چکا ہے کہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے، نیز حدیث میں بچوں کے لیے گڑیا بنانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے، نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے لیے تصویر بنانے کی ممانعت تحریم کے لئے ہے اور اس کے بغیر عام تصاویر بنوانے کی ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے، یا سدِّ ذرائع کے لئے ہے تاکہ کوئی شخص عام تصاویر بناتے بناتے غیر اللہ کی عبادت کے لیے بھی تصاویر بنانے نہ لگے۔ اور تصویر بنانے پر جو وعیدات آئی ہیں وہ بھی اسی صورت پر محمول ہیں جب غیر اللہ کی عبادت کے لیے تصویر بنائی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

32
B

۹۸۔ بَابُ: الْاِرْتِدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھانے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھانے کے جواز کے بیان میں ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کو کتاب اللباس میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟، پھر انہوں نے جواب دیا کہ سواری کے اوپر پالان ہوتا ہے اور اس پالان کے اوپر چادر چڑھائی ہوئی ہوتی ہے جو ایک قسم کا سواری کا لباس ہے اور جب کسی شخص کو سواری پر بٹھائے گا تو وہ سواری کے لباس پر بھی اس کو بٹھائے گا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ جو شخص سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے وہ اس سے محفوظ نہیں ہے کہ وہ سواری سے گر پڑے، اور جب وہ گر پڑے گا تو ہوسکتا ہے کہ اس کا ستر کھل جائے تو سواری پر جو کپڑا ہو اس سے وہ اپنا ستر ڈھانپ سکتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۹، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جواب انتہائی ساقط ہونے کے مرتبہ میں ہے اور جو شخص سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے اس کے گرنے سے غیر محفوظ ہونے کی کیا تخصیص ہے جب کہ خود سوار اور جو اس کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ وہ سواری سے گرنے میں محفوظ نہیں ہیں بلکہ سوار اگر سواری پر اکیلا ہو تب بھی وہ سواری سے گرنے سے محفوظ نہیں ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر کی یہ توجیہ نا قابلِ التفات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصفوان نے حدیث بیان کی از یونس بن یزید از ابن شہاب از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوئے جس کے پالان کے اوپر فدک کی بنی ہوئی چادر تھی اور آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۸۷، ۴۵۶۶، ۴۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۵۴، صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد: ۲۱۲۶۰)

صحیح البخاری: ۵۹۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصفوان، ان کا نام عبداللہ بن سعید بن عبدالملک بن مروان الاموی ہے۔

یہ حدیث ایک طویل حدیث کی طرف ہے جو کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اور کتاب الطب میں بھی یحییٰ بن بکیر سے گزر چکی

ہے اور عنقریب اس کا ذکر کتاب الادب اور کتاب الاستیذان میں آئے گا اور اس کی شرح بیان ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے ''قطیفة'' یہ مخمل کی چادر ہے۔ اور اس میں مذکور ہے ''فدکیه'' یہ فدک کی طرف نسبت ہے اور فدک، خیبر کی ایک بستی کا نام ہے۔ اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ دراز گوش پر سفر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور سوار کا سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھالینا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۹۔ باب: الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ ایک سواری پر تین نفوس کا سوار ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا جائز ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سواری پر تین نفوس کے سوار ہونے سے منع فرمایا۔

اور امام طبری نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک سواری پر دو سے زیادہ سوار نہ ہوں۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے زاذان کی مرسل روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے خچر کے اوپر تین آدمیوں کو سوار دیکھا تو انہوں نے کہا: تم میں سے ایک اتر جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسرے سوار پر لعنت کی ہے۔

اور المہاجر بن قنفذ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے اس فعل پر لعنت کی اور کہا: ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ایک سواری پر ہم تین آدمی سوار ہوں۔

اور امام طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم تین آدمیوں کو ایک سواری پر دیکھو تو ان کو پتھر مارو حتیٰ کہ ان میں سے ایک اتر جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے، اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں ضعف ہے، اور زاذان کی حدیث مرسل ہے، وہ مرفوع متصل حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی، اور مہاجر بن قنفذ کی حدیث بھی ضعیف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے، یعنی وہ ان کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

اور اس کے مخالف روایات ہیں، پس امام طبری نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن تین مرد ایک اونٹ کے اوپر سوار تھے۔

امام طبرانی نے از امام ابن ابی شیبہ شعبی کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: میں اس کی پرواہ

نہیں کرتا کہ میں کسی سوار پر دسواں سوار ہوں جب سواری میں اس کی طاقت ہو۔

نیز محدثین نے ان احادیث میں تطبیق بھی کی ہے۔انہوں نے کہا: ممانعت اس پر محمول ہے کہ جب سواری تین یا تین سے زیادہ کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہو جیسے گدھا۔اور جواز اس صورت پر محمول ہے کہ جب سواری تین یا تین سے زیادہ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتی ہو جیسے اونٹنی اور خچر۔

پھر علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مختصر جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں تین کے سوار ہونے کی ممانعت آئی ہے، وہ اس باب کی حدیث کے پائے کی نہیں ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۵۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْآخَرَ خَلْفَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ کا استقبال بنو عبد المطلب کے لڑکوں نے کیا، پس آپ نے ایک لڑکے کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا اور دوسرے لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۹۸، ۵۹۶۵، ۵۹۶۶، سنن نسائی: ۲۸۹۴)

صحیح البخاری: ۵۹۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ایک سواری پر تین کا سوار ہونا اور حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے سواری پر ایک لڑکے کو اپنے آگے بٹھایا اور ایک لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھایا، یوں اس کی مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن مہران الحذاء ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لما قدم النبی ﷺ مکۃ" یعنی جب نبی ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں تشریف لائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اغیلمۃ" یہ اغلمۃ کی تصغیر ہے جو کہ غلام کی جمع ہے، یہ شاذ ہے، قیاس یہ ہے کہ اس کی تصغیر غلیمۃ ہوتی۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: گویا کہ انہوں نے اغلمۃ کی قیاس کے مطابق تصغیر کی ہے، اگرچہ عرب کے لوگ اغلمۃ کہتے نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکورہ ''بنی عبد المطلب'' ان لڑکوں کی اضافت عبد المطلب کی طرف کی، کیونکہ یہ لڑکے بنو عبد المطلب سے تھے اور بعد میں ان لڑکوں کا ذکر آ رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۰۔ بَابُ: حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ سواری کے مالک کا دوسروں کو اپنے سامنے بٹھانا

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ

اور بعض نے کہا کہ سواری کا مالک سواری کے اگلے حصے کا زیادہ حقدار ہے، سوا اس کے کہ وہ کسی کو اجازت دے۔

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ سواری کا مالک دوسروں کو اپنے آگے بٹھا سکتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس حدیث میں بعض کا ذکر ہے اور وہ مبہم ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ یہ بعض عامر شعبی ہیں۔ اور یہ مضمون حدیث میں مرفوعاً بھی وارد ہے۔ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ پیدل جا رہے تھے، اس وقت ایک مرد آیا اور اس کے ساتھ گدھا تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ سوار ہو جائیں اور وہ مرد پیچھے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی سواری کے اگلے حصہ کے زیادہ حق دار ہو، سوا اس کے کہ وہ حصہ تم میرے لیے کر دو، اس نے کہا: میں نے آپ کے لیے وہ حصہ کر دیا، پس آپ سوار ہو گئے۔ پھر امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس حدیث کی امام ابو داؤد نے بھی روایت کی ہے اور امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو روایت کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور جس مرد کا ذکر ہے، وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا بیان حبیب بن شہید نے اپنی روایت میں کیا ہے از عبد اللہ بن بریدہ، لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

علامہ عینی کا علامہ ابن ملقن سے مناقشہ

اور صاحب التوضیح علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: گویا کہ امام بخاری حضرت ابن بریدہ کی حدیث پر راضی نہیں تھے، اس لیے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی روایت کی تاکہ وہ اس معنی پر دلالت کرے۔

علامہ عینی، علامہ ابن ملقن کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر مطلع نہیں تھے، اور وہ اس حدیث پر کیوں نہ راضی ہوتے حالانکہ اس حدیث کی ان ائمہ کبار اور اصحاب الشان نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ذُكِرَ الْأَشَرُّ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ عِكْرِمَةَ فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَتَى رَسُولُ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں

صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ أَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَيُّهُمْ شَرٌّ أَوْ أَيُّهُمْ خَيْرٌ۔

نے کہا: عکرمہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ سواری پر تین بیٹھنے والوں میں سے کون زیادہ برا ہے، تو عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے قثم کو اپنے آگے بٹھایا اور فضل کو اپنے پیچھے بٹھایا یا قثم کو پیچھے بٹھایا اور فضل کو اپنے آگے بٹھایا، پس ان میں سے کون زیادہ برا ہے یا کون زیادہ اچھا ہے؟ (یعنی یہ تم خود سوچو)۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سواری کے مالک کا دوسرے کو اپنے آگے بٹھانا'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قثم کو اپنے آگے بٹھایا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذكر الاشر الثلاثة عند عكرمة'' یعنی عکرمہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ ان تین سواروں میں کون زیادہ برا ہے؟

حدیث مذکور پر علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں تین اشیاء غریب ہیں:

اول یہ کہ اس کلمہ کا مشہور استعمال یہ ہے کہ کہا جائے شرٌّ اور خیرٌ اور اشر اور اخیر نہیں کہا جاتا۔

دوسرا یہ کہ اس میں لام تعریف کے ساتھ اضافت کی ہے یعنی الاشر الثلاثة کہا ہے اور اشر مضاف ہے۔

تیسرا یہ کہ افعل التفضیل اس وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب تین چیزوں میں سے ایک چیز ہو اور ان میں سے دو چیزوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے اور یہاں دو چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ الاشر اور الاخیر بھی لغت فصیحہ ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اخیرنا وابن اخیرنا۔

اور علامہ کرمانی کے دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کبھی لام تعریف کے ساتھ بھی اضافت ہوتی ہے جیسے الحسنُ الوجهِ

میں ہے اور الظالمُ الرجلِ میں ہے اور الواھبُ المائۃ میں ہے۔
اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اشر یہاں پر شر کے حکم میں ہے۔اور الاثہ الثلاثۃ مبتداء ہے اور خبر ہے اشہ دقسان هؤلاء الثلاثۃ، اوراب معنی یہ ہے کہ ان تین سواروں میں سے کون زیادہ شر ہے یا کون زیادہ خیر ہے۔

حضرت قثم بن عباس اور حضرت فضل بن عباس کا تذکرہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''قُثَم'' (قاف پر ضمہ اور ثاء پر فتحہ) یہ حضرت عباس ہاشمی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے آخر میں عہد لیا تھا، یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے والی مقرر ہوئے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ثمرقند کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں پر شہید ہوگئے اور ان کی قبر بھی وہیں ہے۔اور قُثَم غیر منصرف ہے عدل اور علمیت کی وجہ سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الفضل'' یہ بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے جب لوگ شکست کھا چکے تھے، ان کا شام میں ۱۸ھ میں انتقال ہوا۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے ''فایھم شر او ایھم خیر'' یہ حضرت عکرمہ کا کلام ہے، اور عکرمہ اس سے اس شخص کا رد کر رہے ہیں جس نے کہا کہ ایک سواری پر تین سوار ہوں تو وہ شر ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عکرمہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا شر اور ظلم ہے، ان میں جو آگے ہو وہ زیادہ شر ہے یا جو پیچھے وہ زیادہ شر ہے تو عکرمہ نے اس کا انکار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے استدلال کیا کیونکہ ان تینوں میں سے کسی کی طرف بھی ظلم اور شر کی اضافت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان میں سے دو کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آگے اور پیچھے سوار کیا تھا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۱۔۱۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۱۔باب: إِرْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ — ایک مرد کو سواری پر دوسرے مرد کے پیچھے بٹھانا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ ایک مرد کو دوسرے مرد کے پیچھے سواری پر بٹھانا جائز ہے۔علامہ ابن بطال کی کتاب میں یہ باب بغیر عنوان کے مذکور ہے اور اس باب کی حدیث کا محل ہے سوار کے پیچھے بیٹھنا، اور اگر امام بخاری اس باب کو حدیث اسامہ کے ساتھ ذکر کرتے تو زیادہ مناسب تھا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۷۔حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا أَخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ یَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَسُولَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَسُولَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ ھَلْ تَدْرِی مَا حَقُّ اللّٰہِ عَلَی عِبَادِہٖ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّ اللّٰہِ عَلَی عِبَادِہٖ أَنْ یَعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوا بِہٖ شَیْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَسُولَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ فَقَالَ ھَلْ تَدْرِی مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ إِذَا فَعَلُوْہُ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ أَنْ لَا یُعَذِّبَھُمْ۔

کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی پچھلی لکڑی تھی، آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، پھر آپ کچھ دور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، پھر آپ کچھ دور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: اللہ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھر آپ کچھ دور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جب وہ اس کی عبادت کرلیں۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔

(صحیح مسلم: ۳۰، سنن ترمذی: ۲۶۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۶، مسند احمد: ۱۳۳۳۱)

صحیح البخاری: ۵۹۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ایک مرد کو سواری پر دوسرے مرد کے پیچھے بٹھانا'' اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، یہ ابن یحییٰ البصری ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الرقاق میں بھی ھدبۃ سے روایت کیا ہے اور کتاب الاستیذان میں بھی روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کو کتاب الیوم واللیلۃ میں عمرو بن علی

سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بینا''۔ہم کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی اصل بینَ ہے اور اس کے آخر میں الف کو زیادہ کر دیا اور بعض اوقات اس کے آخر میں میم کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے اور یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ جواب کا محتاج ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ردیف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' بعض روایات میں ردف کا لفظ بھی ہے، اور ردیف اور ردف اس سوار کو کہتے ہیں جو سوار کے پیچھے بیٹھا ہو۔اور ہر چیز کا ردف وہ ہوتا ہے جو اس کا پچھلا حصہ ہو، اور القراظ کی الجامع میں مذکور ہے کہ ردف وہ ہے جو تمہارے پیچھے سوار ہو۔اور عرب کہتے ہیں ''جئت مردفا لفلان'' یعنی میں فلاں کے بعد آیا۔اور زمانہ جالیت میں جو ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ آتا تھا اس کو بھی ارداف کہتے تھے۔اور ابن مندہ نے کتاب الارداف میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے ایک جماعت کو بٹھایا وہ تقریباً تیس افراد ہیں، ان میں سے حضرت عباس کی اولاد ہے، حضرت عبداللہ بن جعفر ہیں، قیس بن سعد بن عبادہ ہیں، حضرت صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہم ہیں اور ام حبیب الجہنیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی پچھلی لکڑی تھی''۔اس سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ قریب تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ان کے دل میں اچھی طرح منضبط ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''آخرۃ'' یہ فاعلۃ کے وزن پر ہے اور یہ وہ لکڑی ہے جس کی طرف سوار اپنے پیچھے والوں کے لیے سہارا ہوتا ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے ''رحل'' یہ اونٹنی میں ایسا ہے جیسے گھوڑی میں زین ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یا معاذ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تکرار کی تاکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ زیادہ توجہ کے ساتھ آپ کی بات سنیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ماحق اللہ'': حق اس چیز کو کہتے ہیں جو ثابت ہو اور حق کا معنی ہے: باطل کا خلاف اور یہ واجب اور لائق کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟'' حق سے مراد ہے حقِ شرعی، نہ کہ وہ حق جو عقلاً واجب ہو جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، گویا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے عطا کرنے کا وعدہ کیا اور اس کا وعدہ سچا ہے تو وہ اس اعتبار سے حق ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۳۔۱۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۲۔بَابُ: إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ — عورت کو سواری پر مرد کے پیچھے بٹھانا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو سواری پر مرد کے پیچھے بٹھایا جائے۔

النسفی کی روایت میں یہ عنوان اسی طرح ہے اور اکثرین کی روایت میں یہ عنوان اس طرح ہے ''عورت کو اس مرد کے پیچھے

بٹھانا جو محرم ہو"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خَيْبَرَ وَإِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ وَهُوَ يَسِيرُ وَبَعْضُ نِسَاءِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَدِيفُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذْ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَقُلْتُ الْمَرْأَةَ فَنَزَلْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّهَا أُمُّكُمْ فَشَدَدْتُ الرَّحْلَ وَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا دَنَا أَوْ رَأَى الْمَدِينَةَ قَالَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔

(صحیح بخاری: ۳۰۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۴۵، سنن ترمذی: ۹۵۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن عبّاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر سے آئے، اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر تھا، اور وہ چل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھیں، اس وقت اونٹنی نے ٹھوکر کھائی۔ میں نے کہا: عورت کو سنبھالو، پھر میں سواری سے اترا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری ماں ہیں، پھر میں نے کجاوے کو کس کر باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ پھر جب آپ قریب پہنچے یا آپ نے مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صباح کا ذکر ہے، یہ البغدادی ہیں، اور یحییٰ بن عبّاد کا ذکر ہے۔ اور یحییٰ بن ابی اسحاق کا ذکر ہے، یہ الحضرمی البصری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ردیف ابی طلحه"۔ حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل الانصاری ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔ میں نے کہا "المراۃ" یعنی عورت کی حفاظت کرو۔ یا اس پر پیش ہے یعنی "وقعت المراۃ"، (یعنی عورت گر گئی) اور یہ عورت سیدتنا صفیہ بنت حیی ام المومنین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انھا امکم" یہ تمہاری ماں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ ان کو یاد دلائیں کہ حضرت صفیہ واجب التعظیم ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ کام حضرت ابوطلحہ نے کیا تھا اور جس نے کہا تھا: عورت کو سنبھالو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور اس میں اختلاف یحییٰ بن ابی اسحاق کی وجہ سے ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۔ بَابُ: الِاسْتِلْقَاءِ وَوَضْعِ الرِّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى — یعنی چت لیٹنا اور ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی پیٹھ کے بل یعنی چت لیٹنا اور ایک پیر کا دوسرے پیر پر رکھ کر لیٹنا جائز ہے، اور اس عنوان کو کتاب اللباس میں داخل کیا ہے اور اسی پر کتاب اللباس کو ختم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی چت لیٹتا ہے تو اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَضْطَجِعُ فِي الْمَسْجِدِ رَافِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از عمِ خود، انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور آپ نے دو پیروں میں سے اپنا ایک پیر دوسرے پر رکھا ہوا ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۵، ۵۹۶۹، ۶۲۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۰۰، سنن ترمذی: ۲۷۶۵، سنن نسائی: ۷۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶، مسند احمد: ۱۵۹۹۵، موطا امام مالک: ۴۱۸)

صحیح البخاری: ۵۹۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس کوفی ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد کا ذکر ہے، یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ہیں، اور یہ بغداد میں قاضی تھے اور ابن شہاب کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور عباد کا ذکر ہے، یہ ابن تمیم بن زید بن عاصم الانصاری المدنی ہیں جو اپنے چچا عبداللہ بن زید الانصاری سے روایت کرتے ہیں۔

مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے کا جواز

اس حدیث سے ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنا جائز ہے، ان میں حسن بصری، الشعبی، سعید بن المسیب، ابومجلد، محمد بن الحنفیہ ہیں۔ اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ان فقہاء میں محمد بن سیرین ہیں اور مجاہد ہیں اور طاؤس ہیں اور ابراہیم النخعی ہیں، انہوں نے امام مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے کو بطورِ صماء پہننے سے اور بطورِ احتباء پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (کیونکہ صماء اور احتباء اگر ایک کپڑے میں ہو تو ستر کھلنے کا خطرہ ہے) اور آپ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی اپنی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے اور وہ پشت کے بل چت لیٹا ہوا ہو۔

اور جو فقہاء اس کو جائز قرار دیتے ہیں انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے منسوخ ہے جو اس باب کی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ راحت کے ایسا کیا تھا، اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

مخالفین نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں چت لیٹ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کا عمل منسوخ ہو گیا ہے، لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ منسوخ ہوتا تو یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے مخفی نہ رہتا اور یہ خلفاء راشدین مسجد میں چت نہ لیٹتے اور ٹانگ پر ٹانگ نہ رکھتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: کتاب اللباس میں دو سو بائیس (۲۲۲) احادیث مرفوعہ ہیں، اور ان میں چھیالیس (۴۶) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ اور ان میں مکرر احادیث ایک سو بیاسی (۱۸۲) ہیں اور خالص احادیث چالیس (۴۰) ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

۷۸- كِتَابُ الْأَدَبِ

ادب سے متعلق احادیث کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

یعنی یہ کتاب ادب کے بیان میں ہے اور اس کی متعدد انواع ہیں جن کا ہم عنقریب ذکر کریں گے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کتاب ابواب کی جامع ہوتی ہے اور ابواب فصول کی جامع ہوتے ہیں، اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں لفظِ فصل نہیں لکھا، البتہ یہ بعض جگہوں پر لفظِ باب لکھتے ہیں اور وہ اسی طرح بغیر عنوان کے ہوتا ہے اور وہ امام بخاری کے نزدیک بمنزلہ فصل کے ہوتا ہے اور ماقبل سے متعلق ہوتا ہے۔

ادب کا لفظ مأدُبہ سے ماخوذ ہے، یہ وہ طعام ہے جو تیار کیا جاتا ہے، پھر لوگوں کو اس طعام کے کھانے کی طرف بلایا جاتا ہے، پس ادب ایسا وصف ہے جس کی طرف ہر ایک کو بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ''ادب المؤدب تادیبا فھو مؤدَب'' یعنی ادب سکھانے والے نے اس کو ادب سکھایا تو وہ ادب سیکھا ہوا ہو گیا۔ اور ابوزید سے منقول ہے ''ادب ایسا اسم ہے جو ہر ریاضتِ محمودہ پر مشتمل ہے اور ادب کے ساتھ انسان کو فضائل میں سے کوئی فضیلت حاصل ہوتی ہے''۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ادب کا استعمال اس چیز میں کیا جاتا ہے جس کی قولاً اور فعلاً تعریف کی جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ادب مکارمِ اخلاق کو حاصل کرنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستحسن کاموں سے واقف ہونا ادب ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱- بَابُ: الْبِرِّ وَالصِّلَةِ — نیکی اور ملنے ملانے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ (العنکبوت:۸)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں نیکی اور ملنے ملانے کا ذکر ہے، اور بِرّ کا معنی احسان اور نیک سلوک ہے، اسی سے ماخوذ ہے ''البر فی حق والدین'' یعنی ماں باپ کے حق میں نیکی کرنا، اور رشتہ داروں کے حق میں نیکی کرنا اور البر، العقوق کی ضد ہے اور عقوق کا معنی ہے: ان کے ساتھ برا سلوک کرنا اور ان کے حقوق کو ضائع کرنا، کہا جاتا ہے ''بر یبر فھو بار'' اور اس کی جمع ''بررۃ'' ہے اور ''بر'' کی جمع ابرار ہے۔ اور صلہ کا معنی ہے: ''صلۃ الارحام'' یعنی رشتہ داروں سے ملاپ اور ملنا ملانا۔ اور یہ رشتہ داروں کی طرف احسان اور

نیکی کرنے سے کنایہ ہے، خواہ وہ رشتہ دار نسبی ہوں یا سسرالی ہوں، اور ان پر مہربانی کرنا اور ان کے احوال کی رعایت کرنا۔ اور قطع رحم ان رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا ہے۔ یہ آیت ان لفظوں کے ساتھ سورۃ العنکبوت میں بھی ہے اور سورۃ الاحقاف میں بھی ہے، جو آیت سورۃ العنکبوت میں ہے، وہ یہ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ إِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ (العنکبوت: ۸)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو، تو ان کی اطاعت نہ کر۔

اور جو آیت سورۃ الاحقاف میں ہے، وہ یہ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ (الاحقاف: ۱۵)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف جھیل کر اس کو جنا۔

اور یہ آیت سورۂ لقمان میں بھی ہے، اور وہ یہ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ۔ (لقمان: ۱۴)

اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا۔

مراد یہاں پر وہ آیت ہے جو سورۃ العنکبوت میں ہے اور اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیتِ مذکورہ خصوصیت سے میرے متعلق نازل ہوئی ہے، میں ایسا شخص تھا جو اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا، پس جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو میری ماں نے کہا: اے سعد! یہ کیسا نیا دین ہے جس کو تم نے اختیار کر لیا ہے، تم اس دین کو چھوڑ دو ورنہ میں کھانا کھاؤں گی اور نہ میں پانی پیئوں گی اور نہ میں کسی چھت کے نیچے رہوں گی حتیٰ کہ میں مر جاؤں، پس تمہارا حال میرے سبب سے متغیر ہوگا اور کہا جائے گا: اے اپنی ماں کے قاتل! میں نے کہا: اے اماں جان! ایسا نہ کرنا، کیونکہ میں اس دین کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، پھر میری ماں ایک دن اور ایک رات تک ٹھہری رہی، اس نے کچھ نہیں کھایا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ بہت کمزور ہو چکی تھی اور ایک دن اور ایک رات اور اسی طرح اس نے گزارا، جب میں نے اپنی ماں کا یہ حال دیکھا تو میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم اے میری ماں! اگر تمہاری ایک سو جانیں ہوتیں اور پھر ایک ایک کر کے وہ جانیں نکل جاتیں تب بھی میں اس دین کو چھوڑنے والا نہیں تھا، پس خواہ تم کھاؤ یا نہ کھاؤ، پھر جب میری ماں نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو انہوں نے کھانا کھا لیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ لقمان اور سورۃ الاحقاف میں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ حکم دیا کہ اپنی ماں کو راضی کریں اور ان سے نیک سلوک کریں اور شرک میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

میں کہتا ہوں: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں کا نام حمنہ بنت سفیان بن امیہ ہے، اور یہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ کے چچا

کی بیٹی ہیں، اور ان کے اسلام لانے کا علم نہیں ہو سکا۔

اور اس آیت کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ والدین کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس میں ان کی اطاعت کرنے کا حکم ہے خواہ وہ دونوں کافر ہوں، مگر یہ کہ جب وہ دونوں شرک کا حکم دیں تو پھر ان کی نافرمانی کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۶۔ ۱۲۷)

میں کہتا ہوں کہ شرک کے علاوہ بھی کسی معصیت کے کام میں، ماں باپ کی فرماں برداری نہیں ہوگی بلکہ ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے گی۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ عَيْزَارٍ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ أَخْبَرَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى دَارِ عَبْدِاللهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ولید بن عیزار نے کہا: مجھے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابو عمرو الشیبانی سے سنا، وہ کہتے تھے: مجھے اس گھر والے نے خبر دی ہے اور اپنے ہاتھ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کون سا عمل اللہ عزوجل کی طرف زیادہ محبوب ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، انہوں نے کہا: پھر کونسا عمل؟ تو آپ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، انہوں نے کہا: پھر کونسا عمل؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ان اعمال کی خبر دی اور اگر میں آپ سے زیادہ سوال کرتا تو آپ مجھے زیادہ عمل بتاتے۔

(صحیح بخاری: ۵۲۷، ۲۷۸۲، ۵۹۷۰، ۷۵۳۴، صحیح مسلم: ۸۵، سنن ترمذی: ۱۸۹۸، سنن نسائی: ۶۱۰، مسند احمد: ۳۸۸۰، سنن دارمی: ۱۲۲۵)

صحیح البخاری: ۵۹۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "البر والصلة" اور اس سے مراد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان سے ملاپ رکھنا ہے، اور جو آیت مذکور ہے اس میں بھی ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس حدیث میں بھی دوسرے نمبر پر برالوالدین کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید بن

عیزار، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ولید بن عیزار نے مجھے خبر دی، اور اس میں راوی کے نام کو صیغہ پر مقدم کر دیا ہے اور یہ جائز ہے اور شعبہ اس کا اکثر استعمال کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عمرو شیبانی، ان کا تعلق شیبان بن ثعلبہ بن عکامہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ باب الایمان میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ کھانا کھلانا اسلام کے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور سب سے محبوب عمل ہے، اور یہاں فرمایا ہے کہ سب سے بہتر عمل نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ہے، تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

میں کہتا ہوں: یہ اوقات یا احوال یا حاضرین کے اعتبار سے ہے، یعنی کسی وقت میں افضل اعمال نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے اور کسی وقت میں افضل عمل والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۷۔ ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ لوگوں میں سب سے زیادہ حسنِ صحبت کا مستحق کون ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ حسنِ صحبت کا مستحق کون ہے؟ الجوہری نے کہا ہے: الصحابة والاصحاب اصل میں مصدر ہیں اور اصحاب، صحب کی جمع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن قعقاع بن شبرمہ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے زیادہ میری مصاحبت کے حسن کا کون مستحق ہے؟، آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون: فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون، فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: تمہارا باپ!

ابن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب نے کہا: ہمیں ابو زرعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۸، مسند احمد: ۸۸۳۸، سنن ترمذی: ۱۸۹۷، سنن ابو داؤد: ۵۱۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶)

صحیح البخاری: ۵۹۷۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: 33 A

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارہ، یہ ابن القعقاع ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارۃ بن القعقاع بن شبرمہ، اور اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے۔ اور نسفی اور ابوذر کی الحموی اور المستملی سے روایت ہے، اس میں ہے عمارۃ ابن القعقاع وابن شبرمہ، واؤ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ واؤ نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ابن شبرمہ کی روایت کو اس حدیث کے آخر میں ذکر کیا ہے اور وہ عبداللہ بن شبرمہ ہیں جو کوفہ کے قاضی ہیں اور عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ کے چچا ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جاء رجل"۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ مرد معاویہ بن حیدہ ہوں، اس لئے کہ امام بخاری نے الادب المفرد میں معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے، اس میں ہے: اس مرد نے کہا: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔۔ الحدیث۔ اور امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۵، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب میں ایسی احادیث آئی ہیں جن سے یہ باب مشتبہ ہوجاتا ہے، پس احتمال میں یہ متعین نہیں ہوگا کہ یہ معاویہ بن حیدہ ہیں۔ وہ احادیث درج ذیل ہیں:

ماں کا درجہ بلند ہونے کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، سو اس نے کہا: میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت نہیں ہے، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک باقی ہے، اس نے کہا: ہاں! میری ماں ہے، آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنی ماں کے ساتھ نیکی میں قتال کرو، پس جب تم نے یہ کرلیا تو تم حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہوگے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کیا ہے، کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنی ماں کو اپنی گردن پر سخت گرمی میں دو فرسخ تک سوار کیا، وہ اتنی گرمی تھی کہ اگر میں گوشت کا ٹکڑا زمین پر ڈالتا تو وہ پک جاتا، پس کیا میں نے اپنی ماں کا شکر ادا کردیا؟ آپ نے فرمایا: شاید کہ یہ ماں کے ایک مرتبہ تمہیں مسکرا کر دیکھنے کے برابر ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس کی تمام نے روایت کی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے

33
B

کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ عزوجل نے آپ کے لیے مکہ فتح کردیا تو میں بیت اللہ کے پاس آ کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا، آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دو تو تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے گھر والے ہیں اور میرے والد ہیں اور میری ماں ہے، پس ان میں سے کون زیادہ میرے نیک سلوک کا حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں اور تمہارا باپ، تمہاری بہن، تمہارا بھائی اور پھر جو اس سے کم ہو اور پھر جو اس سے کم ہو۔

اور حضرت معاویہ بن جاہمہ کی حدیث ہے جس کی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جہاد پر جانے کا ارادہ کرتا تھا اور میں اس سے اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتا تھا اور دار آخرت کو حاصل کرنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ تم اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، پھر میں آپ کے پاس دوسری جانب سے آیا، پھر میں نے اپنا سوال دوبارہ ذکر کیا، آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، اس نے پھر تیسری مرتبہ سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے تم اپنی ماں کے پیروں کو لازم پکڑ لو اور سونگھو، وہیں جنت ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ماں کے ساتھ محبت اور ماں پر شفقت، باپ کے ساتھ محبت سے کئی درجہ زیادہ ہونی چاہیے، کیونکہ نبی ﷺ نے تین مرتبہ سوال کے جواب میں ماں کا ذکر کیا اور باپ کا ذکر صرف چوتھی مرتبہ میں کیا، اور جب تم اس پر غور کرو گے تو تم پر واضح ہوگا کہ حمل کی مشقت اور وضع حمل کی تکلیف اور دودھ پلانے اور پرورش کرنے کی ذمہ داری میں ماں منفرد ہے، اور یہ ساری سختی ماں اٹھاتی ہے باپ نہیں اٹھاتا، پس یہ تین مرتبے ایسے ہیں جس میں صرف ماں پرورش کی سختی کو اٹھاتی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ماں کی اطاعت کرنا مقدم ہے۔

اور محاسبی نے کہا ہے کہ ماں کی فضیلت باپ کے اوپر نیکی کرنے میں اور اطاعت کرنے میں زیادہ ہے، اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی کس طرح کی جائے، تو انہوں نے کہا: تم والدین کے لیے ہر اس چیز کو خرچ کرو جو تمہاری ملکیت میں ہے اور والدین تمہیں جس بات کا حکم دیں تم اس پر عمل کرو جب تک کہ وہ اللہ کی معصیت نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣ - بَابٌ: لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ

٥٩٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ أُجَاهِدُ قَالَ لَكَ أَبَوَانِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ

ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرنے کا بیان

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان وشعبہ، ان دونوں نے کہا: ہمیں حبیب نے حدیث بیان کی ح انہوں نے کہا: اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از حبیب از ابی العباس از

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم ان دونوں میں جہاد کرو۔

(صحیح بخاری: ۳۰۰۴، ۵۹۷۲، صحیح مسلم: ۲۵۴۹، سنن ترمذی: ۱۶۷۱، سنن نسائی: ۳۱۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۵۲۹، مسند احمد: ۶۵۰۸)

صحیح البخاری: ۵۹۷۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو جہاد کرنے کا حکم نہیں دیا مگر فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ میں جہاد کرو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت جہاد کے لیے جاؤ جب تمہارے ماں باپ تم کو جہاد کے لیے اجازت دیں۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ ہیں تو ماں باپ کی خدمت میں جہاد کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: لَا يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ — کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دے گا تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ وہ شخص اس کے ماں باپ کو گالی دے گا، تو کسی کے ماں باپ کو گالی دینے والا اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنے گا، اس لیے منع فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو یعنی کسی کے ماں باپ کو گالی نہ دو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حمید بن عبدالرحمٰن، از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو لعنت کرے، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کوئی مرد کیسے اپنے والدین کو لعنت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ایک مرد دوسرے

مرد کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور وہ
اس کی ماں کو گالی دے گا، تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح مسلم: ۹۰، سنن ترمذی: ۱۹۰۲، سنن ابوداؤد: ۵۱۴۱، مسند احمد: ۶۴۹۳)

صحیح البخاری: ۵۹۷۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے معنی سے سمجھ میں آ رہی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، وہ اپنے باپ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد، وہ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

گناہِ کبیرہ کے اعداد و شمار

اس حدیث میں مذکور ہے ''من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ'' یعنی کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ اور سنن ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے والدین کو گالی دے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مرد کا اپنے والدین کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ اور صحیح بخاری کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور ان دونوں حدیثوں میں فرق ہے، اس حیثیت سے کہ کبائر مختلف قسم کے ہیں، بعض کبیرہ گناہ دوسرے بعض کبیرہ گناہوں سے زیادہ بڑے ہیں اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

اور حضرت ابوبکرہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ کبائر میں سے بڑے گناہ تین ہیں، ایک اللہ کے ساتھ شریک بنانا، دوسرا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور تیسرا جھوٹ بولنا ہے، اور وہی جھوٹی گواہی دینا ہے۔ اور کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہوں کا ان تین میں اقتصار کیا گیا ہے۔ اور امام بزار نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ فاضل پانی دینے سے منع کرنا اور نر جانور کو یا نر حیوان کو دینے سے منع کرنا، سو یہ پانچ ہو گئے۔ اور امام ترمذی نے از ابوامامہ از عبداللہ بن اُنیس روایت کی ہے کہ کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے اور جھوٹی قسم کھانا ہے، تو اب یہ پانچ گناہ ہو گئے جو کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔

اور عمرو بن حزم نے ایک طویل حدیث میں اور اضافہ کیا ہے، اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ یہ ہوگا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھاگنا

اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور پاک دامن عورت کے اوپر زنا کی تہمت لگانا اور جادو سیکھنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا''۔اس طرح اب یہ کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہ دس ہو گئے۔

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خمر، ام الفواحش ہے اور اکبر الکبائر ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کی ہے، انہوں نے کہا: کبائر میں سب سے بڑا کبیرہ (گناہ) خمر کا پینا ہے، اور اس کی مثل کو اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا۔

اور انہوں نے المعجم الکبیر میں یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اکبر کبائر میں سے یہ ہے کہ کوئی مرد میری طرف منسوب کر کے وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی، تو اب یہ چودہ (۱۴) اکبر الکبائر ہو گئے۔

اور وہ اکبر کبائر جن کو بغیر عدد اور شمار کے ذکر کیا گیا ہے، تو ان میں سے صحیحین میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے اجتناب کرو، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا، جادو کرنا، اور جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور مسلمان پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

اور امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا۔

اور امام حاکم نے المستدرک میں عبید بن عمیر سے روایت کی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا اور اس حدیث میں ہے: کبائر سے اجتناب کیا جائے، اور آپ نے فرمایا کہ نو کبائر ہیں اور ان کو ذکر کیا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہیں اور یہ اضافہ کیا: بیت اللہ الحرام کو حلال قرار دینا جو تمہارے زندوں اور مردوں کا قبلہ ہے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، وہ کبیرہ ہے۔

اور امام طبری نے نقل کیا ہے کہ ہر وہ گناہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب پر ختم کیا ہو یا لعنت پر ختم کیا ہو یا غضب پر ختم کیا ہو تو وہ کبیرہ ہے۔

اور طاؤس نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ کبائر ستر کے قریب ہیں۔

اور سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا کبائر سات ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سات سو کے قریب ہیں۔اور انہوں نے کہا کہ اس استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں ہے۔ (یعنی اگر گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد استغفار کر لیا جائے تو وہ کبیرہ مٹ جاتا ہے اور صغیرہ گناہ پر اگر توبہ نہ کی جائے تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے)۔

اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات کبیرہ گناہوں سے بچو۔ الحدیث۔

اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس میں کبیرہ گناہوں میں ان اشیاء کا ذکر کیا ہے:

جھوٹی قسم کھانا، مالِ غنیمت میں خیانت کرنا، زکوٰۃ دینے سے منع کرنا، شہادت کو چھپانا، عمداً نماز کو ترک کرنا، اور وہ چیزیں جن کو اللہ نے فرض کیا ہے، ان کو ترک کرنا اور عہد توڑنا۔

اور امام ابن ابی الدنیا نے کتاب التوبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: ہر وہ گناہ جس پر بندہ اصرار کرے، وہ کبیرہ ہے۔

اور ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ان مجموعی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ سے تقریباً چالیس کبائر شمار ہوتے ہیں، پھر انہوں نے ان کا ذکر کیا، پس ہم ان میں سے ان کا ذکر کر رہے ہیں جن کا پہلے ذکر نہیں کیا گیا اور وہ یہ ہیں:

مرد کا اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا، صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرنا، مومن پر بہتان باندھنا، کینہ رکھنا، زنا کرنا، چوری کرنا، کسی بے قصور کی سلطنت والے کی طرف شکایت کرنا یا چغلی کرنا تاکہ وہ اس کو قتل کردے، مالِ غنیمت میں خیانت کرنا، غیبت کرنا، لواطت کرنا، کسی سورت کو یا قرآن مجید کی آیت کو بھولنا، چغلی کرنا۔

اور امام رافعی نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کبیرہ گناہوں میں سے ان کو بھی شمار کیا ہے: کسی کا مال چھیننا۔

اور صاحب العدۃ نے ان میں اس کا بھی اضافہ کیا ہے:

رمضان میں بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنا اور ناپ اور تول میں خیانت کرنا، نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا یا بغیر عذر کے وقت کے بعد پڑھنا، کسی مسلمان کو ناحق مارنا، صحابہ کرام کو سب وشتم کرنا، رشوت لینا، نیکی کے حکم دینے کو اور برائی سے روکنے کو قدرت کے باوجود ترک کرنا، کسی جاندار کو جلانا، عورت کا بغیر کسی سبب کے مرد (شوہر) کے پاس نہ آنا، علماء اور حفاظِ قرآن کو (ان کی دینداری کی وجہ سے) برا کہنا۔ اور جن چیزوں کو کبیرہ گناہ میں شمار کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:

خنزیر کا گوشت کھانا، بلا عذر مردار کو کھانا، ان کو رافعی نے بیان کیا ہے۔

اور امام شافعی سے منقول ہے کہ حیض میں وطی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ستار (ایک قسم کا باجا) کو سننا اور ریشم کا پہننا اور ریشم پر بیٹھنا، اس میں اختلاف ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے یا گناہِ صغیرہ ہے۔ امام الحرمین کا میلان اس طرف ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے اور امام رافعی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ صغائر ہیں، واللہ اعلم۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کوئی مرد اپنے والدین کو کیسے لعنت کرے گا؟'' سائل نے والدین پر لعنت کرنے کو بہت بعید سمجھا، کیونکہ طبیعتِ مستقیمہ اس سے انکار کرتی ہے، تو آپ نے جواب میں بتایا کہ وہ از خود لعنت نہیں کرے گا بلکہ لعنت کرنے کا سبب مہیا کرے گا، یعنی وہ دوسرے کے ماں باپ کو لعنت کرے گا اور دوسرا اس کے ماں باپ کو لعنت کرے گا۔

اور اس زمانہ میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں بلکہ مارتے ہیں، اور ایک جماعت نے اس کا بہت بڑے فاجروں سے مشاہدہ کیا، اور بعض اوقات بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے اور یہ مصیبت مصر کے شہروں میں بہت زیادہ ہوگئی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۱۔ ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵- بَابُ: إِجَابَةِ دُعَاءِ مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ

جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی اس کی دعا کا قبول ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی یا اچھا سلوک کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا لِلَّهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ وَلَدِي وَإِنَّهُ نَاءَ بِيَ الشَّجَرُ فَمَا أَتَيْتُ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ وَقَالَ الثَّانِي اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: جس وقت تین آدمی پیدل جا رہے تھے ان پر بارش آ گئی، تو انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، پھر غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک بڑا پتھر آ کر گر گیا اور ان کے اوپر منطبق ہو گیا، سو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اپنے اعمال پر غور کرو تم نے جو عمل صالح اللہ کے لیے کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اس صالح عمل کے واسطہ سے دعا کرو شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کشادگی کرے، تو ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا، پس جب شام ہوتی تو ان کے پاس آتا اور ان میں سے کسی بکری کا دودھ نکالتا اور اپنے ماں باپ سے ابتداء کرتا اور اپنے بچے کو دودھ پلانے سے پہلے انہیں دودھ پلاتا، اور ایک دن چارے کی تلاش میں مجھے بہت دیر ہو گئی پس میں نہیں آ سکا حتیٰ کہ شام ہو گئی، تو میں نے دیکھا کہ میرے ماں باپ سوئے ہوئے ہیں، پھر میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا رہا، میں ان کو نیند سے جگانا ناپسند کرتا تھا اور اپنے بچوں کو ان سے پہلے دودھ پلانا بھی ناپسند

فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَسَعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَلَقِيتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَظْلِمْنِي وَأَعْطِنِي حَقِّي فَقُلْتُ اذْهَبْ إِلَى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَهْزَأْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا فَأَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللهُ عَنْهُمْ۔

کرتا تھا، بچے میرے قدموں میں روتے رہے، پھر یہی میرا اور ان کا معمول رہا حتیٰ کہ صبح ہو گئی، اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو، تو اس غار میں کچھ کشادگی کر دے حتیٰ کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس غار میں کشادگی کر دی حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا، پھر دوسرے مرد نے کہا: اے اللہ! بے شک میری ایک چچا زاد بہن تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جتنی مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں، میں نے اس سے اس کے نفس کو طلب کیا اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں، سو میں نے محنت کی حتیٰ کہ سو دینار جمع کیے، پھر اپنے چچا کی بیٹی سے ملا، پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، اور اس مہر کو نہ توڑ، تو میں اس سے الگ ہو کر کھڑا ہو گیا، اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا ہے تو، تو اس غار کے منہ کو ہمارے لیے کشادہ کر دے، پھر ان کے لیے مزید کشادگی کر دی گئی، اور تیسرے مرد نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور لیا اور آٹھ کلوگرام چاول کے عوض اس سے مزدوری کرائی، پس جب اس نے کام کر لیا تو کہا: میرا حق مجھے دو تو میں نے اس پر وہ چاول پیش کیے، اس نے ان کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا، میں نے ان چاولوں کی کاشت کر لی، حتیٰ کہ اس کی پیداوار سے میں نے گائیں اور ان کے چرواہے جمع کر لیے، پھر ایک دن وہ آیا اور کہا اللہ سے ڈر، مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھے دے، تو میں نے کہا: یہ جو گائیں ہیں اور ان کے چرواہے ہیں ان کی طرف چلے جاؤ، اس نے کہا: اللہ سے ڈر اور میرے ساتھ مذاق نہیں کر، میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا، تم یہ گائے لے لو اور یہ چرواہا لے لو، اس نے گائے لے لی اور چرواہا لے لیا اور چلا گیا، پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو باقی جو غار میں بندش ہے

اس کو کھول دے، تو اللہ تعالیٰ نے اس غار کو ان کے لیے کھول دیا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۱۵، ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۳۴۶۵، ۵۹۷۴ صحیح مسلم: ۲۷۴۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۸۷، مسند احمد: ۵۹۳۷)

صحیح البخاری: ۵۹۷۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اس کی دعا کا قبول ہونا"۔ اور اس حدیث میں ہے کہ جو تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے ان میں سے پہلے آدمی نے کہا: اپنے اعمال پر غور کرو تم نے جو نیک عمل اللہ کے لیے کیا ہے تو اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کشادگی کر دے اور اسی آدمی نے اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ نیکی کی تھی کہ رات بھر دودھ کا پیالہ لے کر اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا اور اس کے اپنے بچے روتے رہے، اس نے ان کو دودھ نہیں پلایا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلاثۃُ نفر" تین سے لے کر دس تک کی جماعت کو نفر کہا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فمالوا الی غار" اور ایک روایت میں ہے "فاووا الی غار" یعنی انہوں نے ایک غار کی پناہ لی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "صبیۃ" یہ صبی کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے غلام یعنی لڑکا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "نای بی الشجرۃ" اس کا معنی ہے: ہماری جگہ سے وہ درخت دور ہو گیا جہاں پر ہم اپنے مویشی کو چراتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الحلاب" یہ وہ برتن ہے جس میں دودھ دوہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یتضاغون" اس کا معنی ہے: وہ چیختے تھے۔ یہ ضغی سے ماخوذ ہے جب کوئی چیخے، اور ہر وہ آواز جو ذلیل اور مقہور ہو اس کو ضغوا کہتے ہیں۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے یتضاغون: یعنی وہ روتے تھے اور درد سے چلاتے تھے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ اولاد کا خرچ ماں باپ کے خرچ پر مقدم ہے، تو پھر اس شخص نے اپنے بچے کو بھوک سے روتا ہوا چھوڑا اور اپنے ماں باپ کے لیے دودھ کا پیالہ لیے رات بھر کھڑا رہا، یہ کیسی نیکی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں اس طرح ہو کہ ماں باپ پر خرچ کرنا اولاد پر خرچ کرنے پر مقدم ہو۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ بچے جو رو رہے تھے تو ان کا پیٹ بھرا ہوا تھا اور وہ زائد دودھ پینے کے لیے رو رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تفتح الخاتم" یہ بکارت کے ازالہ سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بفرق" یہ مدینہ کا ایک معروف پیمانہ ہے جس میں آٹھ کلو چیز آ جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦- بَابُ: عُقُوقِ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْكَبَائِرِ

والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے

قَالَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ماں باپ کی نافرمانی کا مصداق اور ''عقوق'' کی لفظی تحقیق

اس عنوان میں ''عقوق'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے کاٹنا، ''عق عن ابنه'' یعنی اس نے اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا یعنی اس کے لیے بکری کو ذبح کیا اس بکری کو عقیقہ کہتے ہیں۔ اور ''عق عن والدہ'' کا معنی ہے: اس نے اپنے والد کی لاٹھی کو توڑ دیا۔ اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''عق عن والدہ'' اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنے باپ کو اذیت دے اور اس کی نافرمانی کرے، اور کہا ہے کہ یہ البر یعنی نیکی کی ضد ہے۔

الشیخ تقی الدین السبکی نے کہا ہے کہ عقوق کا ضابطہ یہ ہے کہ والدین کو ایذاء پہنچائی جائے خواہ کسی قسم کی ایذاء ہو کم ہو یا زیادہ ہو۔ وہ جس کام کا حکم دیں اس کے خلاف کرے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔

اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ شبہات میں بھی والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ اور علامہ طرطوسی مالکی نے کہا ہے: جب ماں باپ کسی سنتِ مؤکدہ سے منع کریں اور بار بار منع کریں تو ان کی اطاعت کرے اور اگر وہ ہمیشہ سنتِ مؤکدہ سے منع کریں تو پھر ان کی اطاعت نہ کرے، کیونکہ ان کی اطاعت کرنے میں شریعت کی مخالفت ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق ابوذر عمر کی روایت میں ہے، اور امام بخاری نے ''کتاب الایمان والنذور'' میں اس کو از شعبی از عبد اللہ بن عمرو بن العاص از نبی ﷺ سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی بے گناہ کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا یہ کبائر ہیں۔

اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عاق کے لفظ میں حدیث روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا: العاق لوالدیه (یعنی جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو)، مدمن الخمر (یعنی دائماً خمر پینے والا) اور منان (یعنی احسان کر کے اس کو جتانے والا)۔ اس حدیث کی امام بزار اور امام ابن حبان نے بھی روایت کی ہے اور الحاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۴-۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٩٧٥- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ وَرَّادٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از المسیب از ورّاد از المغیرہ بن شعبہ از

عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ

نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی ہے، اور کسی چیز کو دینے سے منع کرنا اور کسی چیز کو مانگنا بھی حرام کر دیا گیا ہے، اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور تمہارا قیل وقال (فضول بحث کرنا) اور کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۴۰۸، صحیح مسلم: ۵۹۳، مسند احمد: ۱۸۱۶۷، سنن دارمی: ۲۷۵۱)

صحیح البخاری: ۵۹۷۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''والدین کی نافرمانی کرنا'' اور اس حدیث میں صرف ماں کی نافرمانی کا ذکر ہے، کیونکہ ماؤں کا ذکر اس میں تخصیص کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ زیادہ تر ماؤں کی نافرمانی کی جاتی ہے کیونکہ وہ کمزور ہوتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ماؤں کی نافرمانی کرنے کا قبح آباء کی نافرمانی کرنے سے زیادہ ہے، یا اس لئے کہ مراد والدین کی نافرمانی ہے مگر ان میں سے ایک کا ذکر کر دیا یعنی ماؤں کی نافرمانی کا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن حفص، یہ ابومحمد الطلحی الکوفی ہیں، ان کو الضخم بھی کہا جاتا ہے، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں، یہ ۲۱۵ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں شیبان کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، یہ ابن المعتمر ہیں۔ اور مسیب کا ذکر ہے، یہ تسیب سے اسم مفعول ہے اور یہ ابن رافع الکاہلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ورّاد کا ذکر ہے، یہ مغیرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، اور مغیرہ کا ذکر ہے، یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''منعا وھات'' یعنی تم پر یہ حرام کر دیا گیا ہے کہ تم اس چیز کو عطا کرنے سے منع کرو جس کا عطا کرنا تم پر واجب ہے، اور تم پر حرام کر دیا گیا ہے کہ تم اس چیز کو طلب کرو جس کا لینا تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی شخص کے مال، اس کے اقوال اور اس کے افعال میں سے جو چیز واجب ہے، اس کو منع کرنا ممنوع ہے۔ اور اس چیز کو مانگنا جائز نہیں ہے جو اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور ''ھات'' یہ ایتاء سے فعل امر ہے، خلیل نے کہا: اصل میں یہ اٰتِ تھا، ہمزہ کو ہاء سے تبدیل کر دیا تو ھاتِ ہو گیا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وأد البنات'': یعنی ان پر بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا بھی حرام کر دیا گیا ہے، اس بیٹی کو ''موؤدۃ''

کہا جاتا ہے یعنی جو زندہ درگور کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے، کیونکہ وہ بیٹیوں کے وجود کو ناپسند کرتے تھے۔

کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے اپنی بیٹی کو زندہ درگور کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی تھا۔ اس کے کسی دشمن نے اس پر حملہ کیا اور اس کی لڑکی کو پکڑ کر لے گیا، بعد میں صلح ہوئی اور لڑکی کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو باپ کے پاس چلی جائے یا شوہر کے پاس رہ جائے، بیٹی نے شوہر کے پاس رہنے کو اختیار کیا تب اس کے باپ قیس نے اپنے اوپر قسم کھائی کہ اس کے ہاں آئندہ جو بھی بیٹی پیدا ہوئی اس کو زندہ دفن کر دے گا، چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا اور یہ رسم عام ہوتی گئی۔

اور عرب میں دوسرا فریق وہ تھا جو مطلقاً اپنی اولاد کو قتل کر دیتا تھا، یا تو اس وجہ سے کہ اس کے ہاں اولاد ہوئی تو اس کے مال کو خرچ کر کے کم کرے گی، یا اس وجہ سے کہ اولاد کی پرورش کے لیے اس کے پاس خرچ نہیں ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا ذکر کیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکثرۃ السوال'' یعنی جن مسائل میں سوال کرنے کی ضرورت نہ ہو، ان میں سوال کرنا بھی حرام ہے، یا لوگوں کے اموال کے متعلق سوال کرنا، یا لوگوں کے احوال کے متعلق بلاضرورت سوال کرنا حرام ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اضاعۃ المال'' یعنی مال کو ضائع کرنا، خرچ میں اسراف کرنا، یہ بھی حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۶۔ ۱۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتّٰى قُلْتُ لَا يَسْكُتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الواسطی نے حدیث بیان کی از الجریری از عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، پھر آپ مسلسل کہتے رہے، حتیٰ کہ میں نے کہا: کاش آپ خاموش نہیں ہوتے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۵۴، ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹، صحیح مسلم: ۸۷، سنن ترمذی: ۱۹۰۱، ۳۰۱۹، مسند احمد: ۱۹۸۷۲)

صحیح البخاری: ۵۹۷۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ میں سے ہے'' اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ گناہِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک بنانا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ ابن شاہین الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن عبداللہ الطحاوی الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریری، یہ جریر بن عبّاد کی طرف نسبت ہے جو الحارث بن عبّاد بن ذبیعہ بن قیس بن بکر بن وائل کے بھائی ہیں اور وہ سعید بن ایاس البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کا ذکر ہے، وہ اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام نفیع ہے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں اس باب میں گزر چکی ہے ''باب ما قیل فی شھادۃ الزور'' اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا انبئکم'' اور کتاب الاستیذان میں روایت ہے ''الا اخبرکم'' اور ان دونوں کا معنی ایک ہے، اور سنن ترمذی میں روایت ہے ''الا احدثکم'' یعنی کیا میں تم کو حدیث نہ بیان کروں؟

اس میں یہ دلیل ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کو جو خبر دینا چاہتا ہو، تو پہلے ان کو مطلع کرے تا کہ ان کو اس پر برانگیختہ کرے جس میں ان کی بھلائی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''باکبر الکبائر'' یعنی جو کبائر میں سب سے بڑا گناہ ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اور تین مرتبہ اس لئے تکرار کی تا کہ سننے والا اپنے دل میں اس بات کو اچھی طرح حاضر کرلے اور یہ نہ گمان کیا جائے کہ اس سے مراد ہے کہ کبائر تین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الاشراک باللہ'' یعنی ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔ علامہ ابن دقیق العید نے لکھا ہے: یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد مطلق کفر ہے۔

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود اور قدیم بالذات مانیں اور یہ مانیں کہ اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے اور اس کو عبادت کا مستحق سمجھیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''عقوق الوالدین'' اس کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ اس سے ڈرایا ہے، پھر اس کا سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ والد ظاہر کے اعتبار سے اولاد کا موجد ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنی توحید کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ (بنی اسرائیل: ۲۳) اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے''، یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے شروع کے کلمات بیان کیے تو آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور جب آپ نے جھوٹ کا ذکر کیا تو آپ بیٹھ گئے، اور ''زُور'' کا معنی اصل میں انحراف ہے۔ اور اس کا استعمال اس معنی میں ہوتا ہے کہ باطل کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کے حق ہونے کا وہم ہو، اسی وجہ سے آپ نے اس کو کئی بار مقرر فرمایا، کیونکہ اس کے محرکات بہت زیادہ ہیں اور لوگوں پر اس کا واقع ہونا بہت آسان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وشہادۃ الزور'' اس کا عطف ہے ''قول الزور'' پر، اس لیے کہ جھوٹ اس سے عام ہے کہ وہ کفر ہو یا وہ جھوٹی شہادت ہو یا جھوٹوں میں سے کوئی اور جھوٹ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ''قول الزور'' سے مراد کفر ہے، کیونکہ کافر جھوٹ کی شہادت دیتا ہے اور اس کا قائل ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ میں نے کہا کہ کاش آپ خاموش نہیں ہوتے''۔ اس قول کے قائل حضرت ابوبکرہ ہیں، اور سنن ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہ کہتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۷۔ ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۷۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْكَبَائِرَ أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ فَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهُ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کا ذکر کیا، یا آپ سے کبائر سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا اور کسی (بے قصور) کو قتل کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: جھوٹی بات، یا فرمایا: جھوٹی شہادت، شعبہ نے کہا: اور میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جھوٹی گواہی۔

(صحیح بخاری: ۲۶۵۳، ۵۹۷۷، ۶۸۷۱، صحیح مسلم: ۸۸، سنن ترمذی: ۱۲۰۷، سنن نسائی: ۴۰۱۰، مسند احمد: ۱۱۹۶۳، سنن دارمی: ۲۳۶۰)

صحیح البخاری: ۵۹۷۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن الولید، یہ عبدالحمید ہیں اور ان کا لقب حمدان ہے اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیداللہ بن ابی بکر، یہ ابن انس ہیں اور یہ اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ سے کبائر سے متعلق سوال کیا گیا''۔ اس میں راوی کو شک ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از خود کبائر کا ذکر کیا تھا یا آپ سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ اور کتاب الشہادات میں فقط ''سُئِل'' کا ذکر ہے یعنی آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: صِلَةِ الْوَالِدِ الْمُشْرِكِ — مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ مسلمان کے لیے اپنے مشرک والد کے ساتھ صلۂ رحم کرنا اور حسنِ سلوک کرنا جائز ہے، اور علامہ ابن بطال مالکی نے اس کو واجب لکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان:۱۵) — اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرک ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۸۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَخْبَرَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رضی الله عنهما قَالَتْ أَتَتْنِي أُمِّي رَاغِبَةً فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم آصِلُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهَا ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (الممتحنہ:۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں آئیں حالانکہ وہ اس وقت اسلام سے اعراض کرنے والی تھیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

ابن عیینہ نے کہا: تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمادی: اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے

نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی۔ (الممتحنہ: ۸)

(صحیح بخاری: ۲۶۲۰، ۳۱۸۳، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، صحیح مسلم: ۱۰۰۳، سنن ابوداؤد: ۱۶۶۸، مسند احمد: ۲۶۳۹۹)

صحیح البخاری: ۵۹۷۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور حدیث میں مشرکہ والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا ذکر ہے، سو جب مشرکہ والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا جائز ہے تو مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام بن عروہ، یہ اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میرے پاس میری ماں آئیں'': حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام قُتَیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی رضاعی ماں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''راغبة'' اس کا معنی ہے: وہ میری نیکی اور میرے حسنِ سلوک میں رغبت کرتی تھیں۔ اور ایک قول ہے کہ وہ اسلام سے اعراض کرتی تھیں اور اسلام کو ناپسند کرتی تھیں، اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور یہ ان سے مصالحت کی مدت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابن عیینہ نے کہا'': یہ سفیان راوی ہیں۔

اس آیت میں ہے ''لا ینھاکم اللہ۔۔۔ الآیة''۔ مجاہد نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور مکہ میں ہی رہے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، اور جن لوگوں نے مسلمانوں سے ان کے دین میں قتال کیا تھا وہ کفار مکہ تھے۔ ابوصالح نے کہا: یہ لوگ خزاعہ ہیں۔ اور قتادہ نے کہا: یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہوگئی:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: ۵) تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: صِلَةِ الْمَرْأَةِ أُمَّهَا وَلَهَا زَوْجٌ — کسی عورت کا اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور اس کی ماں کا خاوند بھی ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی عورت اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، حالانکہ اس عورت کا خاوند بھی ہو۔

٥٩٧٩- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَ قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ إِذْ عَاهَدُوا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَعَ أَبِيهَا فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ۔

اور اللیث نے کہا: مجھے ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں، وہ قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا: سو میں نے کہا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

(صحیح بخاری: ٢٦٢٠، ٣١٨٣، ٥٩٧٨، ٥٩٧٩، صحیح مسلم: ١٠٠٣، سنن ابوداؤد: ١٦٦٨، مسند احمد: ٢٦٣٩٩)

صحیح البخاری: ٥٩٧٩ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کس کا خاوند مراد ہے؟

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کے عنوان میں مذکور ہے ''اور اس کا خاوند بھی ہو''۔ تو حدیث میں وہ لفظ کہاں ہے جو اس کے خاوند پر دلالت کرتا ہے؟ پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر ''لھا زوج'' میں ضمیر عورت کی طرف راجع ہو تو پھر ظاہر ہے کیونکہ حضرت اسماء حضرت زبیر کی زوجہ تھیں جب ان کی ماں ان کے پاس آئی تھیں، اور اگر یہ ضمیر ان کی ماں کی طرف راجع ہو تو پھر اس سے مراد ہوگا حضرت اسماء کی ماں کا شوہر، اور حضرت اسماء کی ماں کے شوہر حضرت اسماء کے باپ کے حکم میں ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''وقال اللیث'' امام بخاری نے اس حدیث کو لیث بن سعد سے بطورِ تعلیق روایت کیا ہے، اور ابونعیم نے المستخرج میں یہ لکھا ہے کہ اس مدت میں جس کو صلح کے لیے معین کر دیا تھا اور قتال کو ترک کر دیا تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''مع ابیھا'' یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں کے باپ۔

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں کے خاوند۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال صلی امك'' یعنی آپ نے فرمایا: تم اپنی مشرکہ ماں کے ساتھ صلۂ رحم کرو یا حسنِ سلوک کرو۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ١٣٩۔ ١٤٠، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

حدیث مذکور کا خلاصہ

''ولھا زوج'' کے مرجع میں دو احتمال ہیں، اس میں ضمیر المرأۃ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور ام کی طرف بھی، دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ماں کا شوہر ہو (ماں کا شوہر یا سگا باپ ہوتا ہے یا سوتیلا) پھر بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں یہ دونوں صورتیں ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا شادی شدہ تھیں ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوام تھے، ان کی والدہ ان کے پاس آئیں ''مع ابیھا'' یعنی اپنے والد کے ساتھ جو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے نانا تھے اور یا ضمیر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی

طرف راجع ہے یعنی ان کی والدہ حضرت اسماء کے پاس آئیں حضرت اسماء کے سوتیلے باپ کے ساتھ جو ان کی ماں کا شوہر تھا۔

34
B

۵۹۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ فَمَا يَأْمُرُكُمْ يَعْنِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی ازعقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ، کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوسفیان نے ان کو خبر دی کہ ہرقل نے ان کو بلایا، پس کہا: تمہیں کیا حکم دیتے ہیں یعنی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو ابوسفیان نے کہا: وہ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور صدقہ کرنے کا اور پاک دامنی کا اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنے کا (حکم دیتے ہیں)۔

(صحیح بخاری: ۷، ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۷۳، سنن ترمذی: ۲۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶، مسند احمد: ۲۳۶۶)

صحیح البخاری: ۵۹۸۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن عبد اللہ بن بکیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عقیل، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: صِلَةِ الْأَخِ الْمُشْرِكِ — مشرک بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے مشرک بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو یہ جائز ہے۔

۵۹۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُولُ رَأَى عُمَرُ حُلَّةَ سِيَرَاءَ تُبَاعُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْتَعْ هَذِهِ وَالْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْوُفُودُ قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْهَا بِحُلَلٍ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةٍ فَقَالَ كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیراء (ریشم) کا حلہ بکتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو خرید لیں اور اس کو جمعہ کے دن پہنیں اور جب آپ کے

فِيهَا مَا قُلْتَ قَالَ إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهَا لِتَلْبَسَهَا وَلَكِنْ تَبِيعُهَا أَوْ تَكْسُوهَا فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ۔

پاس وفود آئیں تو اس وقت پہنیں، آپ نے فرمایا: اس کو وہ پہنتا ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو، پھر نبی ﷺ کے پاس اس میں سے چند حلّے آئے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایک حلّہ بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کو کیسے پہنوں گا حالانکہ آپ اس نے اس کے متعلق فرمایا تھا جو فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ اس لئے نہیں عطا کیا ہے کہ تم اس کو پہنو، لیکن تم اس کو بیچ دو یا کسی کو پہنا دو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلّہ اہلِ مکہ میں سے اپنے بھائی کی طرف بھیج دیا ان کے اسلام لانے سے پہلے۔

(صحیح البخاری: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۱۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۱، مسند احمد: ۵۷۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۰۵)

صحیح البخاری: ۵۹۸۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکور بھائی کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بھائی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ عثمان بن حکیم بن امیہ تھے جو حضرت خولہ بنت حکیم کے بھائی تھے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی زید بن الخطاب کے بھائی تھے، زید بن خطاب کی والدہ کا نام اسماء بنت وہب تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۰۔۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابُ: فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ صلۂ رحم کی فضیلت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب صلۂ رحم کی فضیلت کے بیان میں ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صلۂ رحم فی الجملہ واجب ہے، اور رحم کے رشتہ کو منقطع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور صلۂ رحم کے کئی درجات ہیں، کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بند کی ہوئی بات چیت کو ترک کر دیا جائے اور ملاپ کیا جائے خواہ سلام کے ساتھ۔ اور یہ اختلاف قدرت اور حاجت سے مختلف ہوتا ہے، پس بعض ان میں سے واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں۔ اگر کسی شخص نے بعض حسنِ سلوک کیا اور حسنِ سلوک کو انتہا پر نہیں پہنچایا تو اس کو رحم قطع کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔

صلہ رحم کی حد میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ محرم کہ جن میں سے ایک مرد ہو اور دوسرا عورت ہو یعنی ان کے درمیان نکاح حرام ہو تو ان کے درمیان صلۂ رحم واجب ہے، اس بناء پر چچا اور ماموں کی اولاد صلۂ رحم کے حکم میں داخل نہیں ہوں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو میراث میں ذوی الارحام ہیں، ان کے درمیان حسنِ سلوک کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن عثمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا از ابی ایوب، انہوں نے کہا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۹۶، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، صحیح مسلم: ۱۳، سنن نسائی: ۴۶۸، مسند احمد: ۲۳۰۳۸)

۵۹۸۳۔ وحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ فَقَالَ الْقَوْمُ مَا لَهُ مَا لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَرَبٌ مَا لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ ذَرْهَا. قَالَ كَأَنَّهُ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بہز بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عثمان بن عبداللہ بن موہب نے حدیث بیان کی، اور ان کے والد عثمان بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا، از حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اس عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے، تو لوگوں نے کہا: اس کو کیا ہوا، اس کو کیا ہوا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اس سوال کی ضرورت ہے اور کیا ہوا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور صلۂ رحم کرو، اور اس کو چھوڑ دو، راوی نے کہا: گویا کہ وہ سواری پر تھا۔

(صحیح بخاری: ۱۳۹۶، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، صحیح مسلم: ۱۳، سنن نسائی: ۴۶۸، مسند احمد: ۲۳۰۳۸)

صحیح البخاری: ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم صلۂ رحم کرو، یعنی رشتہ

داروں سے حسنِ سلوک کرو، اس حدیث کی امام بخاری نے دوسندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پہلی سند ابوالولید سے ہے اور دوسری سند عبدالرحمٰن بن بشر سے ہے۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہوگئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مالہ''، یہ استفہام ہے اور تاکید کے لیے اس کو دوبار ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارب'' اس کے معنی ہیں: حاجت، اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ اس کو ضرورت ہے، یعنی اس کو اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذرها'' یعنی سواری کو چھوڑ دو، گویا کہ وہ مرد جب یہ سوال کر رہا تھا تو سواری پر سوار تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا کہ اس کو جلدی ہے، پس جب اس کا مقصود حاصل ہوگیا اور اس کو جواب مل گیا تو آپ نے فرمایا: تم سواری کو چھوڑ دو اور اپنی منزل کی طرف جاؤ، کیونکہ اب تمہاری کوئی اور ضرورت باقی نہیں ہے۔ یا وہ مرد سوار تھا اور وہ سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا تو آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ سواری کی لگام کو چھوڑ دو اور اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۱۔ ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابُ: إِثْمِ الْقَاطِعِ

قطع رحم کرنے والے کا گناہ

۵۹۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ إِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن جبیر بن مطعم نے کہا: کہ بے شک جبیر بن مطعم نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو رحم کو قطع کرنے والا ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۶، سنن ترمذی: ۱۹۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۶، مسند احمد: ۱۶۷۹۱)

صحیح البخاری: ۵۹۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

معصیت سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، تو پھر قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل کیوں نہیں ہوگا؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''قاطع'' یعنی جو رحم کے رشتہ کو توڑنے والا ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مومن کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، پس ضروری ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو؟

پھر انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اس کا مفہوم محذوف ہے اور اس کا مفہوم عموم پر دلالت کرتا ہے، یعنی جس نے ان تمام احکام

کو قطع کیا جن احکام کے وصل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس نے قطع رحم کو حلال جان کر قطع رحم کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور جنت میں داخل نہیں ہوگا، یا مراد ہے کہ وہ سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٢۔ بَابُ: مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ

صلۂ رحم کرنے کی وجہ سے جس کے رزق میں کشادگی کی گئی

٥٩٨٥۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اس بات سے خوش ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی موت کو مؤخر کیا جائے تو وہ صلۂ رحم کرے یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرے۔

(صحیح بخاری: ۲۰۶۷، ۵۹۸۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۷، سنن ابو داؤد: ۱۶۹۳، سنن ترمذی: ۱۸۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۹، مسند احمد: ۹۲۷۴، سنن داری: ۲۰۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن معن، یہ ابن محمد بن معن بن نضلۃ ہیں، اور نضلۃ کو شرفِ صحابیت حاصل ہے، اور محمد بن معن روایت کرتے ہیں اپنے والد معن بن محمد سے اور وہ ثقہ ہیں اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث ذکر کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وان ینسأله" یہ لفظ النسأ سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں: تاخیر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فی عصرہ" اس کا معنی ہے: اس کی مدتِ حیات، یعنی جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی زندگی دراز کی جائے اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے۔

اس اشکال کا جواب کہ زندگی کی مدت تو متعین ہے، پھر صلۂ رحم کی وجہ سے زندگی کی مدت کیسے بڑھے گی؟

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ زندگیاں بھی مقدر ہیں اور رزق بھی مقدر ہے، ان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی، قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (الاعراف: ۳۴) جب وہ میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکیں گے اور نہ ایک گھڑی آگے ہو سکیں گے O

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی اس فرشتے کے علم کے اعتبار سے ہے جس کو زندگی کے ساتھ مقرر کر دیا گیا ہے اور جو لوحِ محفوظ میں ظاہر ہوتا ہے جس کو کتاب المحو والاثبات کہتے ہیں، اس کے اعتبار سے ہے، مثلاً فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے لیکن اگر وہ صلۂ رحم کرے گا تو اس کی عمر دس سال زیادہ کر دی جائے گی اور وہ ستر سال زندہ رہے گا، اور اللہ عز وجل کو معلوم ہے کہ وہ صلۂ رحم کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے اس میں کوئی زیادتی اور کمی نہیں ہوگی اور اس کو قضائے مبرم کہا جاتا ہے۔ اور یہ زیادتی اس فرشتہ کے اعتبار سے ہے اور اس کو قضائے معلق کہا جاتا ہے۔

اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا ذکرِ جمیل باقی رہے گا گویا کہ وہ نہیں مرا۔ اور یا تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے لوگوں کو ایسا علم پہنچایا جس سے ان کو نفع حاصل ہوا یا اس نے صدقۂ جاریہ کیا اور یا اس نے نیک اولاد چھوڑی، تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِىْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِىْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهٗ فِىْ أَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی موت کو مؤخر کیا جائے تو وہ صلۂ رحم کرے۔

(صحیح بخاری: ۲۰۶۷، ۵۹۸۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۷، سنن ترمذی: ۱۶۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۳، مسند احمد: ۱۳۲۸۹، سنن دارمی: ۲۹۲۷)

صحیح البخاری: ۵۹۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صلۂ رحم کی فضیلت میں احادیث

صلہ رحم کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بری موت کو دور کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ صلۂ رحم کرے (یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرے)۔ اس حدیث کی عبد اللہ بن احمد نے زوائد علی المسند میں روایت کی ہے اور امام بزار نے اور امام طبرانی نے اور الحاکم نے المستدرک میں روایت کی ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صلۂ رحم کرنے سے اہل میں محبت ہوتی ہے اور مال میں کثرت ہوتی ہے اور عمر دراز ہوتی ہے۔اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صلۂ رحم کرنا اور پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنا اور حسن الخلق اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا عمر میں اضافہ کرتے ہیں اور جھوٹ رزق کو کم کرتا ہے، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا سب سے عظیم صلۂ رحم ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم نے توراۃ سے روایت کی ہے اے ابن آدم! اپنے رب سے ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کر تو میں تیری عمر میں اضافہ کردوں گا۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر میں اضافہ صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتا ہے اور رزق میں اضافہ صرف صلۂ رحم سے ہوتا ہے۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے O (الرعد: ۳۹)

تو آپ نے فرمایا: یہ صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا ہے اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے اور نیک کام کرنا ہے اور صلۂ رحم کرنا ہے۔ یہ امور بدبختی کو نیک بختی سے بدل دیتے ہیں، اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں اور بری موت سے بچاتے ہیں۔اے علی! جس کو ان اوصاف میں سے ایک وصف بھی حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تین خصال عطا فرماتا ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان صلہ رحم کرتا ہے اور اس کی عمر میں سے صرف تین دن باقی رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال اضافہ کر دیتا ہے، اور جو مرد قطع رحم کرتا ہے اور اس کی عمر میں سے تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن رہ جاتے ہیں۔

(۸) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم مدینہ کے چبوترے میں تھے تو آپ نے فرمایا: میں نے گذشتہ رات ایک عجیب بات دیکھی، میں نے اپنی امت میں سے ایک مرد کو دیکھا، اس کے پاس ملک الموت آیا تاکہ اس کی روح قبض کرے تو اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کی تھی وہ آئی اور اس نے ملک الموت کو اس شخص کے پاس سے لوٹا دیا، ابوموسیٰ نے کہا: یہ حدیث بہت عمدہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۳۔۱۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللّٰهُ — جو شخص رشتہ جوڑے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے تعلق جوڑے گا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص رحم کے ساتھ وصل کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ وصل کرے گا۔

۵۹۸۷- حَدَّثَنِی بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمِّي سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَهُوَ لَكِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد:۲۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن ابی مزرد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے چچا سعید بن یسار سے سنا، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، حتیٰ کہ جب ان کی تخلیق سے فارغ ہو گیا تو رحم نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کی جگہ ہے جو قطع رحم سے تیری پناہ طلب کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس کے ساتھ وصل کروں جو تمہارے ساتھ وصل کرے، اور میں اس سے قطع تعلق کروں جو تم کو قطع کرے، رحم نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ تمہارے لیے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتے توڑ ڈالو گے O (محمد:۲۲)

(صحیح بخاری: ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۵۹۸۷، ۷۵۰۲، صحیح مسلم: ۲۵۵۴، مسند احمد: ۸۱۷۶)

صحیح البخاری: ۵۹۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر، یہ ابن محمد ابو محمد السختیانی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۂ محمد کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: ہو سکتا ہے رحم کے کھڑے ہونے سے کسی فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو، رحم عرش کے ساتھ معلق ہو گیا اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا، اور علامہ قرطبی نے کہا: رحم کو جوڑا جاتا ہے اور توڑا جاتا ہے۔ یہ معانی میں سے ایک معنی ہے، اس کا نہ قیام ہو سکتا ہے اور نہ اس کا کلام ہو سکتا ہے، پس اس حدیث سے مراد اس کی تعظیم اور فضیلت ہے اور یہ بیان کرنا ہے کہ رحم کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''خلق الخلق'' ہوسکتا ہے اس سے مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تخلیق کر لی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہو مکلّفین کی تخلیق کر لی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''حتیٰ اذا فرغ'' فراغت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اس کام کو پورا کرنا اور مکمل کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک کام میں مشغولیت دوسرے کام میں مشغولیت سے مانع نہیں ہے۔

رحم کے قیام کرنے اور اس کے کلام کرنے کی وضاحت

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''قالت الرحم'' ہوسکتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے بعد رحم نے کہا ہو، یا رحم کو پیدا کرنے کے بعد رحم نے کہا ہو، یا بنو آدم کی تمام روحوں کو پیدا کرنے کے بعد رحم نے کہا ہو، یا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' (الاعراف:۱۷۲) اس وقت رحم نے کہا ہو، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کی روحوں کو نکالا۔ پھر اس حدیث میں جو ہے کہ رحم نے کہا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم نے زبانِ حال سے کہا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم نے زبانِ مقال سے کہا ہو اور اس نے کلام کیا ہو، یا اللہ تعالیٰ نے اس کے کلام کے وقت اس میں حیات اور عقل کو پیدا کر دیا ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حقیقت میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: رحم جس سے وصل کیا جاتا ہے اور جس سے قطع کیا جاتا ہے، یہ معانی میں سے ایک معنی ہے جسم نہیں ہے، یہ ایک قرابت ہے اور ایک نسبت ہے جس کو والد کا رحم جمع کرتا ہے اور اس کا بعض، بعض کے ساتھ متصل ہوتا ہے، پس اس اتصال کا نام رحم رکھا گیا ہے، اور جو معانی اور اعراض ہوں وہ نہ قیام کرتے ہیں اور نہ کلام کرتے ہیں، پس اس حدیث میں جو رحم کے قیام کا ذکر ہے اور عرش کے ساتھ متعلق ہونے کا ذکر ہے، یہ ایک مثال اور استعارہ کا بیان ہے اور اس میں رحم کی تعظیم اور رحم کے ساتھ وصل کرنے والے کی فضیلت اور رحم کے ساتھ قطع کرنے والے کے گناہ کو بیان کیا گیا ہے، اسی وجہ سے عقوق یعنی نافرمانی کو قطعِ رحم فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فرشتہ کھڑا ہوا ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کلام کیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے وصل کروں جو تم سے وصل کرے؟'' اللہ تعالیٰ کا وصل کرنا اس کے عظیم احسان سے کنایہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قطع کرنا اس کے احسان سے محروم کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۵۔۱۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۸۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ۔ (مسند احمد: ۸۷۵۲)

۵۹۸۸۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: کہ رحم (رحمٰن سے ملی ہوئی) شاخ ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تجھ سے وصل کرے گا میں اس سے وصل کروں گا اور جو تجھ سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔

صحیح البخاری: ۵۹۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مَخلد (مخلد میں میم پر زبر ہے)۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابن بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، وہ ذکوان السمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''شجنة'' اس کا اصل معنی ہے گھنے درخت کی جڑیں، اور یہاں مراد یہ ہے کہ رحم، رحمٰن سے مشتق ہے یا رحمٰن سے ماخوذ ہے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں اور میں نے رحم کو پیدا کیا اور میں نے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا، جو اس سے وصل کرے گا میں اس سے وصل کروں گا اور جو اس سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی ہے از والد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رحم میری شاخ ہے، پس جس نے اس سے وصل کیا میں اس سے وصل کروں گا اور جس نے اس سے قطع کیا میں اس سے قطع کروں گا۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اور اس سے متعلق ہے، پس جو رحم کو قطع کرے گا وہ اللہ کی رحمت کو منقطع کرنے والا ہے۔

اور اسماعیلی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحم کا اسم رحمٰن کے اسم سے مشتق ہے، پس رحم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ رحم اللہ تعالیٰ کی ذات سے بنا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور برتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الرَّحِمُ شِجْنَةٌ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ۔

(صحیح البخاری: ۵۹۸۸، مسند احمد: ۸۷۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے معاویہ بن ابی مزرّد نے خبر دی از یزید بن رومان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: رحم (رحمٰن سے ملی ہوئی) شاخ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) پس جس نے

اس کے ساتھ وصل کیا تو میں اس کے ساتھ وصل کروں گا اور جس نے اس کو قطع کیا تو میں اس کے ساتھ قطع کروں گا۔

اس حدیث کی شرح حسب سابق ہے۔

۱۴۔ بَابٌ: تُبَلُّ الرَّحِمُ بِبَلَالِهَا

رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے۔ ''تبل'' کا لفظ معلوم کا صیغہ ہے اور اس کا فاعل محذوف ہے، اصل اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص مکلف ہے وہ رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ إِنَّ آلَ أَبِي قَالَ عَمْرٌو فِي كِتَابِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ زَادَ عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَلَكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبَلَاهَا يَعْنِي أَصِلُهَا بِصِلَتِهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بِبَلَاهَا كَذَا وَقَعَ وَبِبَلَالِهَا أَجْوَدُ وَأَصَحُّ وَبِبَلَاهَا لَا أَعْرِفُ لَهُ وَجْهًا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵، مسند احمد: ۱۷۳۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ آواز بلند سنا خفیہ طور پر نہیں، آپ فرمارہے تھے کہ بے شک آلِ ابی فلاں (عمرو نے کہا: محمد بن جعفر کی کتاب میں یہاں پر بیاض ہے یعنی جگہ چھوڑی ہوئی ہے) میرے اولیاء نہیں ہیں، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مومنین ہیں۔

عنبسہ بن عبدالواحد نے اضافہ کیا از بیان از قیس از حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: لیکن ان کے لیے رحم ہے، میں اس کی تری سے تر کرتا رہتا ہوں یعنی میں ان کے ساتھ صلۂ رحم کرتا ہوں۔

ابوعبداللہ نے کہا: ''ببلاھا'' واقع ہوا ہے اور ''ببلالھا'' زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے اور ''ببلاھا'' کا میں کوئی طریق نہیں جانتا۔

صحیح البخاری: ۵۹۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابوعثمان البصری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے محمد بن جعفر، یہ غندر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابی خالد، یہ البجلی الکوفی ہیں اور ابوخالد کا نام سعد ہے، اور ایک قول ہے کہ ہرمز ہے۔ اور قیس بن ابی حازم کا نام عوف البجلی ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں آئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جھارا'' یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات بلند آواز سے سنی ہے، آپ نے چپکے سے نہیں کہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان آل ابی فلان'': علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح مسلم میں اس جگہ فلاں کی بجائے خالی جگہ چھوڑی ہوئی ہے، پھر بعض لوگوں نے یہاں پر فلاں لکھ دیا بطورِ اصلاح اور فلاں کا لفظ اس میں علم سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیسوا باولیائی'': یعنی آلِ ابی فلاں میرے اولیاء نہیں ہیں، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مومنین ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ مسلم اور کافر کے درمیان ولایت منقطع ہے، خواہ وہ اس کا قریبی دوست ہو۔ اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں کسی کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے دوستی نہیں رکھتا، میں تو اللہ سے محبت کرتا ہوں اور صالح مومنین سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں ان کے ایمان کی وجہ سے اور ان کے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے، خواہ وہ میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں، لیکن میں رشتہ داروں کی بھی رعایت کرتا ہوں صلۂ رحم کی وجہ سے۔

صالح المومنین کے متعدد مصادیق

اس میں بھی اختلاف ہے کہ صالح مومنین کا مصداق کون ہے؟

(۱) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں، یہ امام طبری نے قتادہ سے روایت کی ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ ہیں، یہ ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مومنین ہیں، اس کی روایت ابن ابی حاتم نے ضحاک سے کی ہے۔

(۴) اس سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں، یہ ابن ابی حاتم نے بصر سے روایت کی ہے۔

(۵) اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اس کی روایت امام طبری نے حضرت ابن مسعود سے کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

(۶) اس سے مراد بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کی روایت ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے کی ہے۔

(۷) اس سے خصوصی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں، اس کا علامہ قرطبی نے المسیب بن شریک سے ذکر کیا ہے۔

(۸) اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس کی امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابٌ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ صرف بدلہ دینے والا رحم کو وصل کرنے والا نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص بدلہ اتارتا ہو، وہ رحم کو وصل کرنے والا نہیں ہے یعنی حقیقۃً وہ شخص واصل نہیں ہے جو کسی کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک اس نے کیا ہو، کیونکہ یہ ایک قسم کا معاوضہ ہے۔

اور امام عبدالرزاق نے از معمر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شخص وصل کرنے والا نہیں ہے جو وصل کے بدلہ میں وصل کرے، لیکن وصل کرنے والا وہ ہے کہ جو تم سے تعلق توڑے وہ اس سے تعلق جوڑے، اور یہ وصل کی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اس پر اجرِ جزیل کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ۔ (الرعد:۲۱) اور جو ان رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو وَفِطْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سُفْيَانُ لَمْ يَرْفَعْهُ الْأَعْمَشُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَفَعَهُ حَسَنٌ وَفِطْرٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا۔

(سنن ترمذی:۱۹۰۸، سنن ابوداؤد:۱۶۹۷، مسند احمد:۶۴۸۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش اور الحسن بن عمرو اور فطر از مجاہد از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: سفیان نے کہا: اس حدیث کو اعمش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔ اس حدیث کو الحسن نے اور فطر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو بدلہ اتارنے والا ہو وہ وصل کرنے والا نہیں ہے، لیکن وصل کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ رحم کا تعلق جوڑے۔

صحیح البخاری: ۵۹۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن بن عمرو، یہ الفقیمی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابٌ: مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ جس نے زمانہ شرک میں رحم کے ساتھ وصل کیا، پھر اسلام کو قبول کیا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے حالتِ شرک میں رحم کے رشتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا، پھر اس کے بعد اس نے اسلام قبول کیا تو کیا اسے اس رحم کے رشتہ کے ساتھ وصل کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ أَجْرٍ قَالَ حَكِيمٌ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ وَيُقَالُ أَيْضًا عَنْ أَبِي الْيَمَانِ أَتَحَنَّتُ وَقَالَ مَعْمَرٌ وَصَالِحٌ وَابْنُ الْمُسَافِرِ أَتَحَنَّثُ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ التَّحَنُّثُ التَّبَرُّرُ وَتَابَعَهُمْ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ چند کام جن کو میں زمانۂ جاہلیت میں بطورِ عبادت کرتا تھا، صلۂ رحم کرتا تھا، غلام آزاد کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا، کیا مجھے اس کا کوئی اجر ملے گا؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیک کام کیے تھے انہی کی وجہ سے تم اسلام لائے ہو۔

اور کہا جاتا ہے از ابی الیمان ''اتحنت'' اور معمر اور صالح اور ابن المسافر نے کہا ''اتحنث'' اور ابن اسحاق نے کہا ''التحنث'' کا معنی ہے: نیکی کرنا۔

اور ان کی متابعت ہشام نے کی ہے از والد خود۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳۶، ۲۲۲۰، ۲۵۳۸، ۵۹۹۲، صحیح مسلم: ۱۲۳، مسند احمد: ۱۴۸۹۴)

صحیح البخاری: ۵۹۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، یہ الحکم بن نافع ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارءیت''، اس کا معنی ہے: مجھے خبر دیجئے یا مجھے بتایئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اتحنث'' یعنی میں عبادت کرتا تھا اور حِنث کا معنی ہے: گناہ اور تحنث کا معنی ہے: گناہ سے دور

ہونا، گویا کہ عبادت کرنے والا عبادت کر کے اپنے نفس سے گناہوں کو گرا دیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن نے نیک کام جو حالتِ کفر میں کیے ہوں، ان پر بھی اس کو اجر ملتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حالتِ کفر میں کیے ہوئے کاموں پر اجر نہیں ملتا اور علامہ عینی کا رد از مصنف

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ (المائدہ:۵)

اور جس نے ایمان (لانے) کے بعد کفر کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان:۲۳)

انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے ۝

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل:۹۷)

جس نے نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے اور ہم ان کو ان کے ان نیک کاموں کی ضرور جزا دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے ۝

ان آیات سے صراحۃً یہ واضح ہو رہا ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی عملِ صالح مقبول نہیں ہوتا۔

۱۷۔ بَابُ: مَنْ تَرَكَ صَبِيَّةَ غَيْرِهِ حَتّٰى تَلْعَبَ بِهِ أَوْ قَبَّلَهَا أَوْ مَازَحَهَا

جس نے دوسرے کی بچی کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ بچی اس کے ساتھ کھیلی یا اس نے بچی کو بوسا دیا یا بچی کو دعا دی

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں مذکور ہے "حتیٰ تلعب" یعنی اس نے بچی کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ اس کے جسم کے ساتھ کھیلنے لگی۔

نیز اس عنوان میں مذکور ہے "او قبلها" یعنی اس نے اس بچی کو شفقت سے بوسا دیا۔

اور اس عنوان میں مذکور ہے "او مازحها" یعنی اس بچی کو دعا دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۳۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَتْ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ أَبِي وَعَلَيَّ قَمِيصٌ أَصْفَرُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم سَنَهْ سَنَهْ قَالَ عَبْدُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از خالد بن سعید از والد خود از ام خالد بنت خالد بن سعید، وہ بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے والد کے ساتھ آئی اور

35
A

اللهِ وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِي أَبِي قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَعْهَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي قَالَ عَبْدُ اللهِ فَبَقِيَتْ حَتَّى ذَكَرَ يَعْنِي مِنْ بَقَائِهَا۔

مجھ پر ایک زرد قمیص تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنہ، سنہ۔ عبداللہ نے کہا: حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: اچھا ہے۔ تو انہوں نے بیان کیا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس قمیص کو بوسیدہ کرو اور پھاڑو، پھر اس کو بوسیدہ کرو اور پھاڑو، پھر اس کو بوسیدہ کرو اور پھاڑو۔

عبداللہ نے کہا: پھر وہ کافی عرصہ تک زندہ رہیں حتیٰ کہ ان کی طویل زندگی کا چرچا کیا جاتا تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۹۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ذکر ہے "حتیٰ کہ وہ بچی ان کے ساتھ کھیلنے لگی" اور حدیث میں مذکور ہے "پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی"۔ اور اس طرح حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہو گئی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: عنوان میں بوسا دینے کا بھی ذکر ہے اور حدیث میں بوسا دینے کا ذکر نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کو مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے سے منع نہیں کیا تو یہ گویا کہ شفقت کے ساتھ اس کو بوسا دینے کے معنی میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان، یہ ابن موسیٰ ابومحمد السلمی المروزی ہیں، یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں اور یہ ۲۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن سعید، یہ اپنے والد سعید بن عمرو بن سعید بن العاص القرشی الاموی سے روایت کرتے ہیں، ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس، یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا نام ہے "امة" اور ان کی ماں عمیمہ ہیں ان کو ہمیمہ بھی کہا جاتا ہے، یہ بنت خلف بن اسعد بن بیاضہ ہیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالد کو طویل عمر کی دعا دی تھی کہ تم یہ کپڑا بوسیدہ کرو اور پھاڑو یعنی اتنا پہنو گی کہ بوسیدہ ہو جائے گا اور پھٹ جائے گا، اور ان کی لمبی عمر ہوئی حتیٰ کہ ان کی لمبی عمر کا چرچا ہونے لگا، اور اس حدیث سے معلوم

ہوا کہ کسی مرد کا اتنی چھوٹی بچی کے ساتھ کھیلنا جائز ہے جس پر شہوت نہ آتی ہو، خواہ وہ اس کی محرم نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح برحق ہوتا تھا اسی وجہ سے مزاح جائز ہے جب برحق ہو، لیکن جب وہ ناحق ہو اور بے حیائی کی طرف پہنچاتا ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے اور آپ کا حلم ہے، کیونکہ آپ نے ام خالد کو مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۱۔ ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۸۔ بَابُ: رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ

بچوں پر رحم کرنا اور ان کو بوسا دینا اور ان کے ساتھ معانقہ کرنا

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: أَخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ۔

اور ثابت نے کہا از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صاحبزادے) حضرت ابراہیم کو پکڑا اور ان کو بوسا دیا اور ان کو سونگھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بچوں پر رحمت کرنے کا اور ان پر شفقت کرنے کا اور ان پر مہربانی کرنے کا اور ان کو نفع پہنچانے کا اور ان سے ضرر کو دور کرنے کا بیان ہے اور اس عنوان میں فاعل کا ذکر نہیں ہے، فاعل محذوف ہے، اصل عبارت اس طرح سے ہے: والد کا اپنے بچوں پر رحم کرنا اور ان کو بوسا دینا اور ان سے معانقہ کرنا، اور اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا اپنے بچوں کو بوسا دینا جائز ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے: چھوٹے بچے کے ہر عضو کو بوسا دینا جائز ہے، اور اکثر علماء کے نزدیک بڑے بچے کا بھی یہی حکم ہے جب تک کہ اس کی شرمگاہ نہ ہو یعنی شرمگاہ کے علاوہ بڑے بچوں کے باقی اعضاء پر بوسہ دینا جائز ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ثابت کا ذکر ہے، یہ ابن اسلم البصری ابو محمد البنانی ہیں۔ امام بخاری نے اس تعلیق کی کتاب الجنائز میں موصولاً روایت کی ہے اور وہ طویل حدیث ہے۔ اور ابراہیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ كُنْتُ شَاهِدًا لِابْنِ عُمَرَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ فَقَالَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ انْظُرُوا إِلَى هَذَا يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی یعقوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی نُعم، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا، ان سے ایک مرد نے مچھر کے خون سے متعلق سوال کیا، حضرت ابن عمر نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: میں اہل عراق سے ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے

فرمایا: اس شخص کی طرف دیکھو، یہ مجھ سے مچھر کے خون سے متعلق
سوال کررہا ہے اوران لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو قتل کردیا
ہے، اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ دونوں
دنیا میں میرے پھول ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۷۵۳، ۵۹۹۴، سنن ترمذی: ۳۷۷۰، مسند احمد: ۵۵۴۳)

صحیح البخاری: ۵۹۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے بچے پر رحم کرنا اوران کو بوسا دینا اور اس میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں، اور پھولوں کو سونگھا جاتا ہے اور بچوں کو بھی سونگھا جاتا ہے اور بوسا دیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن اسماعیل، یہ ابوسلمہ التبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مہدی، یہ ابن میمون الازدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی یعقوب، یہ محمد بن عبداللہ بن یعقوب الضبی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی نعم، یہ عبدالرحمٰن ہیں، ان کے باپ کا نام معروف نہیں ہے اور یہ ثقہ اور عادل ہیں۔

یہ حدیث حضرت الحسن اور الحسین رضی اللہ عنہما کے مناقب میں گزرچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کنت شاھدا'' یعنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وسالہ رجل عن دم البعوض'' اور کتاب المناقب میں مذکور ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ان سے ایک محرم نے سوال کیا کہ اگر وہ مکھی کو ماردے تو اس پر کیا تاوان ہوگا؟ علامہ کرمانی نے کہا: ہوسکتا ہے سوال ان دونوں کے متعلق ہو یعنی مچھر اور مکھی دونوں کے متعلق ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راوی نے مکھی کا مچھر کے اوپر اطلاق کردیا، کیونکہ ان دونوں کی مشابہت قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ممن انت؟'' یعنی تم کس شہر سے آئے ہو، کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں اہلِ عراق سے ہوں۔ اور کتاب المناقب میں مذکور ہے کہ اہل عراق مکھی کو مارنے کے متعلق سوال کرتے تھے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کردیا تھا یعنی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھما ریحانتای'': یعنی حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہما، اور ریحان سے مراد وہ چیز ہے جس کو سونگھا جائے۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں ان میں سے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اکرام کیا ہے اور ان

دونوں کو میرے نزدیک محبوب بنایا ہے، کیونکہ اولاد کو سونگھا جاتا ہے اور اس کو بوسا دیا جاتا ہے، پس گویا کہ وہ پھولوں سے ہیں، یعنی دنیا میں میرے لیے پھول ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَدَّثَتْهُ قَالَتْ جَائَتْنِي امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ تَسْأَلُنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنْ يَلِي مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں تو وہ مجھ سے سوال کر رہی تھی، پس اس نے میرے پاس صرف ایک کھجور کو پایا، سو میں نے وہ کھجور اس عورت کو دے دی، اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا: جوان بیٹیوں کی تھوڑی سی بھی سرپرستی کرتا ہے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے تو وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۸، ۵۹۹۵، صحیح مسلم: ۲۶۲۹، سنن ترمذی: ۱۹۱۵، مسند احمد: ۲۴۸۰۴)

صحیح البخاری: ۵۹۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس عورت کی دو بیٹیاں تھیں، اس عورت کو جب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھجور دی تو اس نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا اور یہ اس عورت کی اپنی بیٹیوں پر رحمت اور شفقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی بکر، یہ ابن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الادب میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب البر والصلہ میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حدیث مذکور کا دوسری حدیث سے تعارض اور ان میں تطبیق کا بیان

عراک بن مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جو دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے تھی، میں نے اس کو تین کھجوریں کھلائیں، اس نے دو بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور تیسری کھجور اپنے منہ میں رکھ لی تا کہ اس کو کھائے، پھر ان بیٹیوں نے اور کھانے کو طلب کیا تو جو کھجور اس نے منہ میں رکھی تھی اس کے بھی اس نے دو ٹکڑے کیے اور ہر بیٹی کو ایک ایک ٹکڑا کھلا دیا، تو مجھے اس عورت کے حال پر تعجب ہوا۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔ اور امام بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو ایک کھجور دی تھی۔ تو ان دونوں روایات میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف ایک کھجور ملی ہو اور وہ انہوں نے اس عورت کو دے دی ہو، اور پھر ان کو دو کھجوریں ملی ہوں، پھر انہوں نے وہ بھی اس عورت کو دے دی ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ قصے ہوں۔

بیٹیوں کی پرورش کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے "جوان بیٹیوں میں سے کسی چیز کا ولی ہوتا ہے": اس مضمون کے متعلق کئی احادیث ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی ہو۔

اور امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: جس نے دو بیٹیوں پر یا دو بہنوں پر یا دو رشتہ داروں پر خرچ کیا اور اس میں ثواب کی نیت کی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "پس اس نے ان کی طرف احسان کیا" اور اس کی مثل امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسی طرح امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے کہ جس نے ان بیٹیوں کو کھلایا، پلایا اور ان کو پہنایا۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، پس جس نے ان پر خرچ کیا اور ان کا نکاح کیا اور ان کو اچھا ادب سکھایا۔

اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس نے ان کو اپنے پاس رکھا اور ان پر رحم کیا اور ان کی کفالت کی، اور امام طبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے: اور ان کا نکاح کیا۔

اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: پس اس نے ان کے ساتھ اچھی مصاحبت کی اور ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کی بھی تین بیٹیاں ہوں گی یا تین بہنیں ہوں گی، پس وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کی پرورش کرے اور ان کو اپنے پاس رکھے اور ان کی کفالت کرے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، ہم نے پوچھا: اور اگر وہ دو کی پرورش کرے؟ تو آپ نے فرمایا: اور دو کی بھی، ہم نے عرض کیا: اگر وہ ایک کی پرورش کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک کی بھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ستراً" یعنی وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی۔

اس حدیث میں بیٹوں کے حق کے اوپر بیٹیوں کے حق کو تاکید سے بیان فرمایا، کیونکہ بیٹیاں کمزور ہوتی ہیں، وہ از خود کسب نہیں کرسکتیں اور عمدہ تصرف نہیں کرسکتیں، اور جب بھی انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو وہ اپنے باپ کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

اور امام ابن ماجہ نے حضرت سراقہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں افضل صدقہ پر تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ تمہاری بیٹی تمہاری طرف رد کی جاتی ہے، اس کے لیے تمہارے سوا اور کوئی کسب کرنے والا نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۴۔۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ فَصَلَّى فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سعید المقبری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن سلیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر سوار تھیں، سو آپ نے نماز پڑھی، پس جب آپ رکوع کرتے تو ان کو کندھے سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے اور جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶، ۵۹۹۶، صحیح مسلم: ۵۴۳، سنن نسائی: ۱۲۰۴، سنن ابوداؤد: ۹۱۷، مسند احمد: ۲۲۰۷۳)

صحیح البخاری: ۵۹۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں بچوں پر رحمت کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے بچوں پر رحمت اور شفقت کا ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی نواسی پر رحمت اور شفقت کی اور ان کو کندھے پر بٹھا کر نماز پڑھی، اور حضرت امامہ بنت ابی العاص بن الربیع حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ ہشام بن عبد الملک ہیں۔ اور عمرو بن سلیم کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں۔ اور ابوقتادہ کا ذکر ہے، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب آپ رکوع کرتے تو حضرت امامہ کو کندھے سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے'' اور کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر بٹھا دیتے، لیکن ان میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ رکوع کے وقت بھی انہیں کندھے سے اتارتے ہوں اور سجدہ کے وقت بھی انہیں اتارتے ہوں۔

اور التوضیح میں مذکور ہے کہ یہ نماز فرض تھی، اور وہاں اس پر کلام گزر چکا ہے۔

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں، جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا، آپ تشریف لائے اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جانماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں، آپ نے اللہ اکبر کہا، پھر ہم نے اللہ اکبر کہا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا، پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

۵۹۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَبَّلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا فَقَالَ الْأَقْرَعُ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسا دیا اور آپ کے پاس اس وقت الاقرع بن حابس التمیمی بیٹھے ہوئے تھے، تو اقرع نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسا نہیں دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۸، سنن ترمذی: ۱۹۱۱، سنن ابوداؤد: ۵۲۱۸، مسند احمد: ۷۵۹۲)

صحیح البخاری: ۵۹۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، اور ابوالیمان کا نام الحکم بن نافع ہے، اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وعندہ الاقرع بن حابس جالسا'' اقرع بن حابس مولفۃ القلوب میں سے تھے اور انہوں نے اسلام میں بہت اچھے کام کیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے بچوں کو شفقت سے بوسا دینا بھی ان بچوں پر رحم کرنا ہے، اور جو کسی پر رحم کرتا ہے اسی پر رحم کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان، دوسرے انسانوں کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے، اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر انسان دوسرے انسانوں پر رحم کرے گا تو اس پر بھی رحم کیا جائے گا اور اگر انسان دوسرے انسانوں پر ظلم کرے گا تو اس پر بھی ظلم کیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۹۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۵، مسند احمد: ۲۴۲۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا، سو اس نے کہا: آپ بچوں کو بوسا دیتے ہیں ہم تو ان کو بوسا نہیں دیتے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو کیا میں اس پر قادر ہوں؟

صحیح البخاری: ۵۹۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، وہ فریابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جاء اعرابی'' ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اقرع بن حابس ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قیس

بن عاصم التمیمی السعدی ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ الفزاری ہو، کیونکہ اس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوال کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او املك لك ان نزع الله من قلبك الرحمة'' یعنی استفہام انکاری ہے، اور حاصلِ معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں اس پر قادر نہیں ہوں کہ میں تمہارے دل میں رحمت ڈال دوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِي إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتُرَوْنَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بِوَلَدِهَا۔

(صحیح مسلم: ۲۷۵۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از والد خود، از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے، پس قیدیوں میں ایک عورت تھی، وہ اپنے پستان سے دودھ پلانے کے لیے دودھ نکال رہی تھی، جب وہ اپنے بچے کو دیکھتی تو اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹاتی اور اس کو دودھ پلاتی، پس ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا: نہیں! اگر وہ اس کو آگ میں نہ ڈالنے پر قادر ہوگی تو نہیں ڈالے گی، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ذکر ہے: اپنے بچوں پر رحم کرنا، اور اس حدیث میں ہے کہ اس قیدی عورت کو جب اپنا بچہ مل گیا تو اس نے اس کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اس کو اپنا دودھ پلایا، اور یہ اس عورت کی اپنے بچے پر رحمت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مریم، اور یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو غسان، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن اسلم، وہ اپنے والد اسلم حبشی البجاوی سے روایت کرتے

ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبی" یعنی چند لڑکے اور عورتیں قید کی گئی تھیں اور یہ ہوازن کے قیدی تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "تحلب" یعنی اس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے، اور دوسری روایت میں ہے "تسعی" یعنی وہ تیز تیز چل رہی تھی۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: وہ اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اذا وجدت صبیا" یعنی وہ عورت جب کسی بچے کو پاتی تو اس کو اپنے سینے سے چمٹا لیتی اور اس کو دودھ پلاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی عورت تھی جو اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی، جب بچہ مل گیا تو خوشی سے اس نے اپنے بچے کو سینے سے چمٹا لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بعبادہ" ایک قول یہ ہے کہ لفظِ عباد عام ہے اور اس کا معنی خاص ہے یعنی اللہ مومنین پر اس سے زیادہ رحم فرماتا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر رحم فرماتا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی حدیث میں آئے گا کہ میں نے زمین میں اپنی رحمت کا ایک حصہ نازل کیا ہے اور اسی رحمت سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کا بیان اور یہ کہ بعض بندوں کو دوزخ میں ڈالنا یا بعض بندوں کو دنیا میں مصائب اور بیماری میں مبتلا کرنا، اس کی ان پر رحمت کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: تمہارا کیا گمان ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ تو صحابہ نے کہا: اگر یہ عورت اس پر قادر ہو گی تو نہیں ڈالے گی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں تو ڈالے گا، تو پھر یہ کیسے درست ہو گا کہ یہ عورت تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی اور اللہ تعالیٰ جو اس عورت سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے، وہ اپنے بعض بندوں کو آگ میں ڈال دے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا، جن کو دوزخ میں ڈالے گا ان میں سے کوئی اپنے آپ کو سورج کا بندہ کہتا ہے، کوئی اپنے آپ کو آگ کا بندہ کہتا ہے، کوئی پتھر کی بنائی ہوئی مورتیوں اور بتوں کا بندہ کہتا ہے، کوئی اپنے آپ کو پیپل کے درخت کا بندہ کہتا ہے، سو جو اللہ کا بندہ ہے اور اپنے آپ کو وہ اللہ کا بندہ کہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔

اس پر پھر یہ سوال ہے کہ بعض مومنین کو بھی تو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو دوزخ میں عذاب کے لیے نہیں ڈالا جائے گا بلکہ گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ڈالا جائے گا۔ یہ ایسا ہے کہ بچے کے بدن پر میل کچیل ہو تو ماں بچے کو صابن سے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے، بچہ روتا ہے چلاتا ہے لیکن ماں بچے کی خیر کی خاطر اس کو رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے۔

اسی طرح یہ سوال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بندوں سے ماں سے زیادہ رحمت کرتا ہے تو پھر بندوں کو مصائب میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟ ان پر آفات کیوں نازل کرتا ہے؟ ان پر بیماریاں کیوں مسلط کرتا ہے؟ علیٰ ھذا القیاس۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصائب اور قدرتی آفات اور بیماریاں بھی بندوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں، اور ان مصائب اور بیماریوں کی وجہ سے بندہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور جتنے زیادہ اس پر مصائب آئیں گے یا بیماریاں آئیں گی اتنا زیادہ وہ گناہوں سے پاک ہوگا، اور بعض نیک لوگوں پر بھی مصائب آتے ہیں جیسے اہلِ بیت کرام پر مصائب آئے اور بعض صحابہ کرام پر مصائب آئے، وہ ان کے درجات بلند کرنے کے لیے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ قیامت کے دن دنیا میں مصائب اٹھانے والوں کے درجات جنت میں اتنے بلند ہوں گے کہ جن مومنین پر دنیا میں مصائب نہیں آئے تھے وہ حسرت سے انہیں دیکھ کر کہیں گے: کاش! ہم پر وہ مصائب آتے اور ہمیں بھی یہ مرتبہ اور ثواب ملتا جو مرتبہ اور ثواب تم کو ملا ہے۔

١٩۔ بَابٌ: جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ — اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ الْبَهْرَانِيُّ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ جُزْءًا وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذَلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتَّى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع البہرانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے، پس ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور زمین پر ایک حصہ نازل کیا، اور اسی ایک حصہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، حتیٰ کہ گھوڑا اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں وہ بچہ پیر کے نیچے دب نہ جائے۔

(صحیح بخاری: ۶۴۶۹، صحیح مسلم: ۲۷۵۲، سنن ترمذی: ۳۵۴۱، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۳، مسند احمد: ۹۴۳۲۶، سنن دارمی: ۲۷۸۵)

صحیح البخاری: ۶۰۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحکم بن نافع، یہ ابوالیمان ہیں۔ اور امام بخاری نے اپنی کتاب میں اکثر جگہ پر ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کیا ہے اور ان کے نام کا ذکر صرف یہیں پر کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو اسی طرح سنا اور اسی سند کے ساتھ سنا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے اور ننانوے اپنے پاس رکھ لیے''۔ اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو غیر متناہی ہے، نہ اس کے سو اجزاء ہیں اور نہ دو سو اجزاء ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ قدرت ہے جو خیر کے پہنچانے کے ساتھ متعلق ہے، اور قدرت صفتِ واحدہ ہے اور اس کا تعلق غیر متناہی ہے۔ پس اس کا سو میں حصر کرنا بطورِ تمثیل کے ہے تاکہ اس بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور زمین پر اس نے ایک رحمت نازل کی ہے''۔ اس سے غرض مبالغہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے رحمت کو تمام روئے زمین میں منتشر رکھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سو کے عدد کو مبالغہ ظاہر کرنے کے لیے کیا حکمت ہے، جب کہ عرب کی عادت یہ ہے کہ مبالغہ ظاہر کرنے کے لیے ستر کا عدد ذکر کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس خاص عدد کا اطلاق کیا گیا ہے تاکہ تکثیر اور مبالغہ کا اظہار ہو، اور ستر بھی سو کے اجزاء میں سے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آخرت کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زائد ہے، پس اگر رحمت کا ہر جز کے ساتھ تقابل کیا جائے تو رحمت کے تیس اجزاء زائد ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں رحمت دنیاوی سزا سے زیادہ ہوگی اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی ترفع الفرس حافرها'': گھوڑے کا پیر یا کھر ایسا ہے جیسے بکری کا سینگ ہوتا ہے، اور گھوڑے کو ذکر کے ساتھ اس لیے خاص کیا کہ جو حیوان انسان سے مانوس ہوتے ہیں ان میں گھوڑا سب سے زیادہ مانوس ہوتا ہے، اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے بچے کے ساتھ حرکت کرتا ہے، وہ بہت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے اس کے باوجود وہ اپنے بچے کو ضرر سے بچانے کے لیے اپنا پیر اٹھالیتا ہے۔

اور عطاء کی روایت میں ہے: اسی ایک رحمت کے سبب سے لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابُ: قَتْلِ الْوَلَدِ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَهُ

اس کا بیان کہ بیٹے کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کسی مرد کا اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گا، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ وَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ﴾ الْآيَةَ (الفرقان: ۶۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن کثیر نے حدیث بیان بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابی وائل از عمرو بن شرحبیل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے لیے شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے کہا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، انہوں نے کہا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے۔ (الفرقان: ۶۸)

(صحیح بخاری: ۴۴۷۷، ۴۷۶۱، ۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲، صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۸۲، سنن نسائی: ۴۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۰، مسند احمد: ۴۱۲۰)

صحیح البخاری: ۶۰۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ثوری ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے منصور، اور وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن شرحبیل، یہ ابومیسرہ الہمدانی ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے عبداللہ، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث سورۃ الفرقان کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ندا''اس کا معنی ہے: کسی چیز کی مثل جو کئی امور میں اس کی مخالفت کرے اوراس کی جمع انداد آتی ہے۔

اوراس حدیث میں مذکور ہے''خشية ان ياكل''۔علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگراس کو یہ خوف نہ ہو کہ بیٹا اس کے ساتھ کھائے گا تو پھر اس کو قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، پھرانہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے اوراس کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ ان کی عادت یہی تھی کہ وہ اس لیے بیٹے کو قتل کردیتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ کھائے گا اور نیز اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سبب سے بیٹے کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے اگر وہ اس سبب کے بغیر قتل کرے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''حليلة جارك''حليلة کا معنی ہے بیوی، یعنی پڑوسی کی بیوی اور بیوی کو حليلة اس لیے فرمایا کہ اس کا خاونداس کے لئے حلال ہے، بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔

سب سے بڑے گناہ کے متعدد مصداق

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ شریک بنانا ہے۔ پھر ہر مقام میں اس گناہ کے بڑے ہونے کا اعتبار کیا جو اس مقام کے اعتبار سے تقاضا ہو اوراس میں سننے والوں کو زجر وتوبیخ کی گئی ہو، کیونکہ وہ اس کو آسان سمجھتے تھے اور یا جھوٹ بولنا معاصی قولیہ میں سب سے بڑا گناہ ہے۔اور قتل کرنا معاصی فعلیہ میں سب سے بڑا گناہ ہے ان معاصی میں جن کا تعلق لوگوں کے حقوق کے ساتھ ہو۔اور پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا، زنا کی انواع میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی تصدیق میں آیت نازل فرمائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین گناہوں کو بڑا گناہ فرمایا تھا: ایک گناہ ہے اللہ کا شریک بنانا، دوسرا گناہ ہے قتلِ ناحق، اور تیسرا گناہ ہے زنا کرنا اور ان تینوں گناہوں کا ذکر سورۂ فرقان کی اس آیت میں ہے:

وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کردیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O (الفرقان:۶۸)

اور تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل کو اور زنا کو شرک کی سلک میں ذکر فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۔ بَابُ: وَضْعِ الصَّبِيِّ فِي الْحِجْرِ — بچے کو گود میں رکھنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب ہے کہ بچے کو شفقت اور مہربانی کے جذبہ سے گود میں رکھنا جائز ہے۔ اور جس کی گود میں رکھا جائے اس میں اس کی تواضع اور حلم کی دلیل ہے، کیونکہ بچے سے یہ خطرہ رہتا ہے کہ وہ گود میں پیشاب کر دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ صَبِيًّا فِي حَجْرِهِ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی محمد بن المثنیٰ نے، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بچے کو اپنی گود میں رکھا، آپ اس کو گھٹی دے رہے تھے، اس نے آپ کے اوپر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس پر بہا دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲، ۵۴۶۸، ۶۰۰۲، ۶۳۵۵، صحیح مسلم: ۲۸۶، سنن نسائی: ۳۰۳، سنن ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند احمد: ۲۵۲۴۰، موطا امام مالک: ۱۴۲)

صحیح البخاری: ۶۰۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، اور وہ ابن عروہ ہیں، وہ اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی حجرہ" حجر کے لفظ میں حاء پر زبر بھی ہے اور اس کے نیچے زیر بھی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحنکه" یہ تحنیک سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: گھٹی دینا، یعنی کسی پھل کو چبا کر بچے کے منہ میں رکھنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

پیشاب کا مطلقاً نجس ہونا

فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتی بچی کا پیشاب زیادہ بدبودار اور نجس ہوتا ہے اور اس کو دھونا واجب ہے اور دودھ پیتے بچے کا پیشاب زیادہ نجس نہیں ہوتا اور اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، صرف اس کے اوپر پانی چھڑک دینا کافی ہے۔

اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب کے قطروں سے بچو، کیونکہ اسی کی وجہ سے عام عذاب قبر ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۷، دار المعرفہ بیروت، اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکر اور مؤنث کا فرق کیے بغیر مطلقاً فرمایا کہ پیشاب کے قطروں سے بچو۔

۲۲۔ بَابُ: وَضْعِ الصَّبِیِّ عَلَى الْفَخِذِ

بچے کوران پر بٹھانے کا بیان

اس باب میں بچے کوران پر بٹھانے کا بیان ہے، یعنی یہ جائز ہے۔

۶۰۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَارِمٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا تَمِيمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ يُحَدِّثُهُ أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضى الله عنهما كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فَخِذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْأُخْرَى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ التَّيْمِيُّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مِنْهُ شَيْءٌ قُلْتُ حَدَّثْتُ بِهِ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي عُثْمَانَ فَنَظَرْتُ فَوَجَدْتُهُ عِنْدِي مَكْتُوبًا فِيمَا سَمِعْتُ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۳۵، ۳۷۴۷، ۶۰۰۳، مسند احمد: ۲۱۳۲۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عارم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، وہ اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا ابوتمیمہ حدیث بیان کرتے تھے از ابی عثمان النہدی، ان کو ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑتے اور مجھے اپنی ران پر بٹھاتے، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھاتے، پھر ان دونوں کو اپنے ساتھ ملاتے، پھر فرماتے: اے اللہ! ان پر رحم فرما، کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔

اور حضرت علی، وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی سلیمان نے از ابی عثمان، انہوں نے بیان کیا کہ التیمی نے کہا: پس میرے دل میں اس سے کوئی شبہ واقع ہوا، میں نے کہا: مجھے اس طرح اور اس طرح حدیث بیان کی گئی ہے اور میں نے اس حدیث کو ابی عثمان سے نہیں سنا، پھر میں نے تلاش کیا تو میرے پاس بھی یہ حدیث اسی طرح لکھی ہوئی تھی جس طرح میں نے سنا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۰۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ المسندی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عارم، یہ محمد بن الفضل السدوسی کا لقب ہے اور وہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں، انہوں نے کتاب الایمان میں ان سے بالواسطہ اور بلاواسطہ حدیث روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں المعتمر بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابن طرخان ہیں، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوتمیمہ کا ذکر ہے، یہ ابن مجالب الہجیمی ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔ اور کتاب

الاحکام میں جندب بجلی سے ان کی روایت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوعثمان کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمن بن مل النھدی ہیں۔
اور سلیمان اور ابوتمیمہ اور ابوعثمان یہ تینوں تابعین میں سے ہیں۔

36 A

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یحدثه ابو عثمان'' یعنی ابوعثمان عبدالرحمن نے ابوتمیمہ کو حدیث بیان کی۔

اللہ تعالیٰ اور بندوں کی طرف نسبت کرنے سے رحم کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللھم ارحمھما'' جب رحم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے خیر کو پہنچانا، اور جب رحم کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے شفقت اور مہربانی۔

حضرت اسامہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران پر بٹھانے پر ایک اشکال کا جواب

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ میری رائے میں ان دونوں کو بیک وقت آپ نے اپنی ران پر نہیں بٹھایا، کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں مکمل مرد تھے، اور آپ نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنایا تھا جس میں بکثرت صحابہ تھے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ایک جماعت نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ کو ان کی کسی بیماری کی وجہ سے اپنی ران پر بٹھایا ہو، اور اسی حالت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی آگئے تو ان کو دوسری ران پر بٹھا لیا۔ پھر آپ نے اس کا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا: میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، اور اس میں غور کرنا چاہیے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر معترض اس احتمالی جواب سے راضی ہو جائے تو میں بھی کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ران کے سامنے یا بالمقابل بٹھایا تا کہ ان کی بیماری میں غور کریں، اور اس حالت کو حضرت اسامہ نے اس طرح تعبیر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی ران پر بٹھاتے تھے، یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت میں مبالغہ کی وجہ سے کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۲۳۔ بَابُ: حُسْنِ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا بھی ایمان کی علامت ہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی کمالِ ایمان سے ہے، کیونکہ تمام نیک کام ایمان کی علامت ہیں۔ اور عہد سے یہاں پر مراد حرمت کے تعلق کی رعایت ہے، یہ ابوعبید کا قول ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا: کسی شے کی حفاظت کرنا اور اس کو لازم رکھنا، یہ عہد کا معنی ہے۔ اور امام راغب اصفہانی نے کہا: کسی شے کی حفاظت کرنا اور

36 B

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی رعایت کرنا یہ حسن العہد ہے۔ اور لفظ عہد کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے:
زمان، مکان، قسم، ذمہ، صحبت، میثاق، امان، نصیحت، وصیت، اور بارش۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلَاثِ سِنِينَ لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِي فِي خُلَّتِهَا مِنْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: مجھے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے ساتھ شادی کرنے سے تین سال پہلے وفات پا گئی تھیں، کیونکہ میں آپ سے ان کا ذکر سنتی رہتی تھی، اور آپ کو آپ کے رب نے حکم دیا کہ آپ ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے محل کی بشارت دیں، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو اس میں سے حصہ بھیجتے۔

(صحیح بخاری: ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۵۲۲۹، ۶۰۰۴، ۷۴۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۳۵، سنن ترمذی: ۳۸۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۷، مسند احمد: ۲۵۱۳۰)

صحیح البخاری: ۶۰۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے لیے گوشت بھیجتے تھے، اور ان کے ساتھ جو وقت گزارا تھا اس کی رعایت کرتے ہوئے ان کی سہیلیوں کے ساتھ نیکی کرتے۔

امام حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک بوڑھی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپ نے اس سے پوچھا: تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ اور ہمارے بعد تم کیسے رہوگی؟ اس بوڑھی عورت نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہوں، ہم بہت اچھی طرح ہیں، جب وہ بوڑھی عورت چلی گئی تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ اس بوڑھی عورت کے ساتھ بہت اچھی طرح ملے۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ ہمارے پاس خدیجہ کے زمانہ میں آیا کرتی تھی، اور عہد اور صحبت کا حسن بھی ایمان سے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ اپنے والد عروہ

بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ماغرت" یعنی جتنی مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آتی تھی، اتنی کسی اور عورت پر نہیں آئی۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لما کنت" یعنی اس وجہ سے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بہت زیادہ سنتی تھی۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وان کان" یہ اِن ثقیلہ سے مخفف ہے اور اس کا معنی ہے: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری ذبح کرتے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فی خلتھا" تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: فَضْلِ مَنْ يَعُولُ يَتِيمًا — جو یتیم کی پرورش کرے، اس کی فضیلت کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص یتیم کی پرورش کرے، اس پر خرچ کرے اور اس کی اصلاح کرے، اس کی فضیلت کتنی ہے۔

۶۰۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۴، ۶۰۰۵، سنن ترمذی: ۱۹۱۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۰، مسند احمد: ۲۲۳۱۳)

صحیح البخاری: ۶۰۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "یتیم کی پرورش کرنے والے کی فضیلت" اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے جس طرح انگشتِ شہادت درمیانی انگلی کے ساتھ ہے، اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز کا ذکر ہے، یہ اپنے والد ابی حازم سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں از حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"کافل الیتیم"یعنی یتیم کی مصلحتوں کا منتظم اور اس کے معاملات کا متولی۔

انگشتِ سبابہ اور انگشتِ سباحہ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"السبابہ"، دوسری روایت میں سبابہ کی جگہ السباحہ ہے، اور یہ وہ انگلی ہے جو انگوٹھے کے ساتھ ہوتی ہے، اس کو سباحہ اس لیے فرمایا کہ نماز میں اس کے ساتھ تسبیح کی جاتی ہے اور تشہد میں اس کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے، اور اس کو سبابہ بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس انگلی کے ساتھ شیطان کو سب کیا جاتا ہے یعنی اسے برا کہا جاتا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درجات مخلوق کے درجات سے بلند ہوتے ہیں، خاص طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ، تو یتیم کی پرورش کرنے والا آپ کے درجہ میں کس طرح ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے غرض اس شخص کے جنت میں درجہ کی بلندی میں مبالغہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵- بَابُ: السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ

بیوہ کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کی فضیلت کا بیان

"ارملة"کا معنی ہے: وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو، اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیوہ کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کی کتنی فضیلت ہے۔

۶۰۰۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صفوان بن سُلیم، وہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، آپ نے فرمایا: بیوہ عورت اور مسکین کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو یا اس شخص کی مثل ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو۔

ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل نے، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ثور بن زید الدیلی از ابی الغیث مولیٰ ابن مطیع

از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسی کی مثل حدیث ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۳۵۳، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۳، سنن ترمذی: ۱۹۶۹، سنن نسائی: ۲۵۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۰، مسند احمد: ۸۵۱۵)

صحیح البخاری: ۶۰۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن عبداللہ، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صفوان بن سُلیم، یہ حمید بن عبدالرحمٰن المدنی کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ بہت بڑے امام اور پیشوا ہیں، کہا جاتا ہے: انہوں نے چالیس سال تک زمین پر اپنا پہلو نہیں رکھا، اور یہ بادشاہوں کے انعامات کو قبول نہیں کرتے تھے۔

یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ صفوان بن سُلیم تابعی ہیں لیکن جب امام بخاری نے کہا: وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو پھر یہ حدیث مسند ہوگئی، اور مجہول ہے، ان کے شیخ کا نام نہیں ذکر کیا گیا، یا تو نسیان کی وجہ سے یا کسی اور غرض کی وجہ سے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: السَّاعِي عَلَى الْمِسْكِينِ — مسکین کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کا بیان

اس باب میں اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے جو مسکین کے لیے کوشش کرتا ہو، اور اس کے لیے کماتا ہو، اس کی مصلحتوں کا انتظام کرتا ہو۔

۶۰۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ يَشُكُّ الْقَعْنَبِيُّ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لیے کوشش کرنے والا اس کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: قعنبی کو اس میں شک ہے: اس شخص کی مثل ہے جو نماز میں قیام کرتا ہو اور تھکتا نہ ہو، اور اس روزہ دار کی مثل ہے جو روزہ چھوڑتا نہ ہو۔

(صحیح بخاری: ۵۳۵۳، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۳، سنن ترمذی: ۱۹۶۹، سنن نسائی: ۲۵۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۰، مسند احمد: ۸۵۱۵)

صحیح البخاری: ۶۰۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث وہی ہے جس کا اس باب سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، اور یہاں بھی اس حدیث کا ذکر

کیا ہے تا کہ بجائے حدیثِ مرسل کے حدیثِ مسند پر اقتصار ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''واحسبه قال'': یعنی قعنبی نے کہا کہ میں امام مالک کو گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یشك القعنبی''، یہ امام بخاری کا کلام ہے اور قعنبی سے مراد ہیں عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب جو امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یفطر'' یعنی وہ جو نماز میں قیام کرتا ہے اور تہجد پڑھتا ہے اور تھکتا نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابُ: رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ — لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنے کا بیان

اس باب میں لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

۶۰۰۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً فَظَنَّ أَنَّا اشْتَقْنَا أَهْلَنَا وَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا فِي أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ وَكَانَ رَفِيقًا رَحِيمًا فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی سلیمان مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور ہم سب جوان تھے اور ہم عمر تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے، پھر آپ نے گمان کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کے مشتاق ہو گئے ہیں، تو آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھر میں کس کو چھوڑ کر آئے ہیں، سو ہم نے آپ کو بتایا اور آپ بہت نرم دل مہربان تھے، آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو اور نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے، پھر جو تم میں سے بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۸، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۵۸، ۶۸۵، ۸۱۹، ۲۸۴۸، ۶۰۰۸، ۷۲۴۶، صحیح مسلم: ۶۷۴، سنن نسائی: ۶۳۵، مسند احمد: ۱۵۱۷۱، سنن دارمی: ۱۲۵۳، سنن ترمذی: ۲۰۵، سنن ابوداؤد: ۵۸۹، سنن ابن ماجہ: ۹۷۹)

صحیح البخاری: ۶۰۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنا'' اور اس حدیث میں باب کی جزِ اول کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم دل اور مہربان تھے اور جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں گھر کی یاد آ رہی ہے تو آپ نے ہمیں گھر جانے کی اجازت دے دی''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن علیہ ہیں اور یہ ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ ابن ابی تمیمہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلیمان، یہ مالک بن الحویرث اللیثی ہیں، انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''شببة'' یہ فعلة کے وزن پر ہے اور شاب کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''متقاربون'' یعنی ہم سب عمر میں ایک دوسرے کے قریب تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''دمروھم'' یعنی انہیں احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کا حکم دو اور ان کو نماز کی تعلیم دو اور انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اکبرکم'' یعنی جو تم میں افضل ہو یا تم میں بڑی عمر کا ہو، کیونکہ وہ سب عمر میں تقریباً برابر تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٠٠٩ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا فَقَالَ نَعَمْ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچھلی امتوں میں ایک مرد راستے پر پیدل جا رہا تھا، اس کو بہت شدید پیاس لگی، اس نے ایک کنواں دیکھا تو وہ اس کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا، پھر کنویں سے باہر آیا تو اس وقت ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنی زبان باہر نکال رہا تھا اور کیچڑ کو کھا رہا تھا، اس مرد نے کہا: اس کتے کو بھی اتنی ہی پیاس لگی ہے جتنی پیاس مجھے لگی تھی، وہ پھر کنویں میں اترا، سو اس نے اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس موزے کو اپنے منہ سے پکڑا، پھر کتے کو پانی پلایا، تو

اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی، سو اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہمارے لیے ان جانوروں میں بھی اجر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۳، ۲۳۶۳، ۲۴۶۶، ۶۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۲۴۴، سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۷۳۰۳، موطا امام مالک: ۱۷۲۹)

صحیح البخاری: ۶۰۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: انسانوں پر رحم کرنا اور جانوروں پر رحم کرنا، اور اس حدیث کی مطابقت جز ثانی کے اعتبار سے ہے، کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے پیاسے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سُمَیّ، یہ مولیٰ ابی بکر بن عبدالرحمٰن المخزومی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ابو صالح السمان، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یلهث'' یعنی وہ پیاس کی شدت سے زبان باہر نکال رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الثریٰ'' اس کا معنی ہے: مٹی یا کیچڑ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فشکر الله لهٗ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی اس کو جزا دی، سو اس کو بخش دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی کل ذات کبد'' یعنی ہر حیوان کو سیراب کرنے کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور رطوبت حیات سے کنایہ ہے۔

کتاب بدء الخلق کے آخر میں یہ حدیث گزری ہے، اس میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ مرد سے بھی ظہور میں آیا ہو اور عورت سے بھی ظہور میں آیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کسی گناہ کو کم نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی کسی نیکی کو حقیر سمجھنا چاہیے

میں کہتا ہوں: ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ کے رکھا اور اس کو کچھ کھانے کو نہیں دیا حتیٰ کہ وہ بلی بھوک سے مرگئی اور اس حدیث میں ہے کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ایک آدمی کے سارے گناہ بخش دیے گئے، ان دونوں حدیثوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے، وہ چاہے تو ذرا سی خطا پر گرفت کرلے اور چاہے تو ذرا سی نیکی پر سارے گناہ معاف فرمادے، تو آدمی کو چاہیے کہ کسی گناہ کو کم نہ سمجھے اور کسی نیکی کو حقیر نہ جانے، کیا معلوم جس گناہ کو وہ کم سمجھ رہا تھا وہی گناہ اس

کے دوزخ میں جانے کا سبب بن گیا اور جس نیکی کو وہ معمولی سمجھ رہا تھا، وہی نیکی اس کی مغفرت کا سبب بن گئی۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۰۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي صَلَاةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا يُرِيدُ رَحْمَةَ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی نے کہا اور وہ بھی نماز میں تھا، اے اللہ! مجھ پر رحم کر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ نے اس اعرابی سے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا ہے، آپ کی مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

(سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن نسائی: ۱۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۸۸۳، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲۹، مسند احمد: ۷۲۱۴)

صحیح البخاری: ۶۰۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان انسانوں اور جانوروں پر رحم کرنا ہے، اور حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک اعرابی نے اللہ کی رحمت کو تنگ کر دیا، حالانکہ اللہ کی رحمت ہر چیز کو شامل اور محیط ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

جس اعرابی نے اللہ کی رحمت کو تنگ کیا تھا، اس کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "ایک اعرابی نے کہا": ایک قول یہ ہے کہ یہ وہی اعرابی ہے جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اور وہ ذوالخویصرہ الیمانی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ الاقرع بن حابس تھا۔ اور اس کی تائید کہ یہ اعرابی وہ تھا جس نے مسجد میں پیشاب کیا تھا اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ماجہ نے ایک اور سند کے ساتھ از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا، پس اس نے کہا: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور محمد کی مغفرت فرما اور ہمارے ساتھ اور کسی کی مغفرت نہ کرنا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔ پھر وہ اعرابی ایک طرف گیا اور اس نے مسجد کی ایک جانب میں پیشاب کر دیا۔۔۔الحدیث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لقد حجرت" یہ حجر اور تحجیر سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے "حجر القاضی علیہ" یعنی اس شخص کو قاضی نے تصرف کرنے سے روک دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ضیقت واسعا" تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا اور اس کو

خاص کر دیا جو عام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر چیز کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۶، مسند احمد: ۱۷۹۰۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریا، نے حدیث بیان کی از عامر، ان سے عامر نے کہا: میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے، جب اس جسم کا کوئی جز بھی تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے اور اس کی ساری رات بیداری میں اور بخار میں گزرتی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان تھا انسانوں اور جانوروں پر رحم کرنا، اور اس حدیث میں انسانوں کے ایک دوسرے پر رحم کرنے کو بیان فرمایا ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زکریا، کا ذکر ہے، وہ ابن ابی زائدہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عامر کا ذکر ہے، وہ شعبی ہیں۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، وہ ابن سعد الانصاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی تراحمھم" یہ بابِ تفاعل ہے، اس کا خاصہ ہے کہ ایک جماعت اصلِ فعل میں شریک ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "توادھم" یہ اصل میں توادد ھم ہے، دال کا دال میں ادغام کر دیا اور اس کا معنی ہے: مودت اور محبت۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "تعاطفھم" یہ بھی اسی طرح بابِ تفاعل سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ متقاربۃ المعنی ہیں لیکن ان کے درمیان ایک لطیف فرق ہے۔

رہا "تراحم"، تو اس سے مراد یہ ہے کہ بعض بعض پر رحم کریں، یا تو ایمان کی محبت کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے۔ اور رہا "توادد" تو اس سے مراد ایسا تواصل ہے جو محبت کو کھینچے جیسے تزاور اور تہادی، یعنی جب کوئی کسی سے بار بار ملتا ہے یا اس کو بار بار ہدیہ دیتا ہے تو وہ اس کی محبت کو کھینچ لیتا ہے۔ اور رہا "تعاطف" تو اس سے مراد ہے: بعض کا بعض کی اعانت کرنا جیسے کپڑے کی

ایک طرف کو لپیٹا جاتا ہے تا کہ وہ قوی ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تداعیٰ" اس کا معنی ہے: جسم کے بعض اجزاء دوسرے اجزاء کو درد میں شرکت کی دعوت دے دیں، اسی سے ان کا قول ہے "تداعت الحیطان" یعنی دیوار گرنے کے قریب ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالسھر والحمیٰ"۔ رہا بیدار ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ درد سونے سے روکتا ہے اور رہا بخار تو علامہ کرمانی نے بخار کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ بخار ایک حرارتِ غریبہ ہے جو دل میں مشتعل ہوتی ہے اور پورے بدن میں پھیل جاتی ہے، پس پورے بدن کو اس سے ضرر پہنچتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے حقوق کی تعظیم کرنی چاہیے اور ان کو ایک دوسرے کی مدد پر اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرنے پر برانگیختہ کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا اگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان کھائے یا جانور کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۲، ۶۰۱۲، صحیح مسلم: ۱۵۵۳، سنن ترمذی: ۱۳۸۲، مسند احمد: ۱۲۰۸۶)

صحیح البخاری: ۶۰۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں رحم کرنے اور شفقت کرنے کا معنی ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو مسلمان پودا اگاتا ہے، اس سے کوئی انسان یا حیوان کھاتا ہے تو اس کو اجر ملتا ہے اور مسلمان کا حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب وہ پودا اگاتا ہے تو یہ قصد کرتا ہے کہ اس سے کوئی انسان یا حیوان کھائے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، ان کا نام الوضاح الیشکری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او دابۃ" اگر دابۃ سے مراد ہے کہ جو زمین پر چلتا ہو، تو یہ عام کا عطف خاص پر ہے، اور اگر دابۃ سے مراد دابہ عرفیہ ہے تو یہ جنس کا عطف جنس پر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ظاہر پہلا احتمال ہے اس عموم کی وجہ سے جو تمام اجناس پر دلالت کرتا ہے، پس اس میں تمام بہائم داخل ہیں۔ اور اسی معنی میں یہ ہے کہ دابہ پر کم سامان لادا جائے اور اس کو زیادہ مال اٹھانے کی مشقت میں مبتلا نہ کیا جائے، یہ بھی جانوروں پر رحم اور ان پر احسان ہے، اور اسی معنی میں یہ ہے کہ جانور کو مارنے میں حد سے نہ بڑھا جائے اور ان کو زیادہ ایذاء نہ پہنچائی جائے اور ان کو رات میں نہ لے جایا جائے۔ اور ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ ہم اپنے نوکروں کو رات میں خدمت کے لیے کہیں، کیونکہ ان کے لیے رات آرام کے واسطے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۷۔ ۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۳۷۶، صحیح مسلم: ۲۳۱۹، سنن ترمذی: ۱۹۲۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۳)

صحیح البخاری: ۶۰۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں رحم کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی رحم کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن وہب، یہ ابو سلیمان الہمدانی ہیں اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہ کیے جانے کی متعدد روایات

اس حدیث میں مذکور ہے "من لا یرحم"، صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا۔ اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: جو زمین پر رہنے والوں پر رحم نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اس پر آسمانوں میں رحم نہیں کرتا۔ اور طبرانی نے اوسط میں اس طرح روایت کیا ہے "جو مسلمانوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا"۔ اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے: جو رحم کرنے والے ہیں، ان پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم ان پر رحم کرو جو

زمین میں ہیں، تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۔ بَابُ: الْوَصَاةِ بِالْجَارِ — پڑوسی کی خیر خواہی کرنا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿۳۶﴾ (النساء: ۳۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو) بے شک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا O

اس باب میں مذکور آیت کی شرح میں علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مذکور ہے ''وَاعْبُدُوا اللهَ'' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کو واحد مانو اور تم اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کی، پھر والدین کے ساتھ احسان کے ساتھ قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی، پھر اس پڑوسی کے لیے وصیت کی جو قرابت دار ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''والجار ذی القربیٰ'' یعنی جس پڑوسی کے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہو ''والجار الجنب'' یعنی وہ پڑوسی جس کے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہیں ہے، اسی طرح عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ، مقاتل اور ابن حبان سے روایت ہے۔ اور ابو اسحاق نے نوف البکالی سے روایت کی ہے کہ ''والجار ذی القربیٰ'' سے مراد ہے مسلم، اور ''والجار الجنب'' سے مراد ہے یہودی اور نصرانی، یعنی مسلمان پڑوسی کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو اور یہودی اور عیسائی پڑوسی کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو۔ اور مجاہد سے روایت ہے کہ ''والجار الجنب'' سے مراد ہے جو سفر میں رفیق ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے: اس سے مراد ہے نیک رفیق، اور زید بن اسلم نے کہا: یہ تمہارا حضر میں ساتھی ہے جو تمہارا سفر میں رفیق ہے۔ اور ''ابن السبیل'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: یہ وہ شخص ہے جو تمہارے پاس سے سفر میں گزر رہا ہو۔ اور ''ما ملکت ایمانکم'' اس سے مراد ہے غلام۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۹۔ ۱۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی امام مالک نے از یحییٰ بن سعید، انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن محمد نے خبر دی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: حضرت جبریل مسلسل مجھے پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ عنقریب اس کو وارث قرار دیں گے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۴، سنن ترمذی: ۱۹۴۲، سنن ابو داؤد: ۵۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۲۴۳۷۹)

صحیح البخاری: ۶۰۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل مسلسل پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتے رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکر بن محمد، یہ ابن عمرو بن حزم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرہ، وہ بنت عبدالرحمٰن ام ابی بکر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سیورثہ" یعنی عنقریب حضرت جبرائیل پڑوسی کو میرا قریب اور وارث قرار دیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچائیں گے کہ پڑوسی کو وارث قرار دیا جائے، اور یہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت میں بہت شدید مبالغہ ہے اور پڑوسی کا لفظ مسلمان اور کافر دونوں کو شامل ہے اور عابد اور فاسق کو، دوست اور دشمن کو، مسافر اور شہری کو، اور نفع پہنچانے والے اور ضرر پہنچانے والے کو، اور قریب اور اجنبی کو، خواہ اس کا گھر قریب ہو یا دور ہو۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ جار کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو قرب و جوار میں داخل ہو اور یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو گھر میں مجاور ہو۔

پڑوسی کی حد کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جو اذان کو سنے وہ پڑوسی ہے، دوسرا قول ہے کہ جو صبح کی نماز تمہارے ساتھ مسجد میں پڑھے وہ تمہارا پڑوسی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر جانب سے چالیس گھر پڑوسی ہیں۔ اور رزاعی سے بھی اسی کی مثل روایت ہے۔

اور پڑوسی کے حقوق یہ ہیں کہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا جائے اور ان سے ضرر کو دور کیا جائے اور ان کی خیر خواہی کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل مسلسل مجھے پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ

عنقریب اس کو میرا وارث قرار دیں گے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۴، سنن ترمذی: ۱۹۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۲۳۷۳۹)

صحیح البخاری: ۶۰۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن محمد، وہ اپنے والد محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابُ: إِثْمِ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

اس کے گناہ کا بیان جس کا پڑوسی اس کے ظلم وستم سے مامون اور محفوظ نہیں

يُوبِقْهُنَّ: يُهْلِكْهُنَّ، مَوْبِقًا: مَهْلِكًا۔

یوبقھن کا معنی ہے: ان کو ہلاک کردے، اور موبقا کا معنی ہے: ہلاک کرنا یا ہلاک کرنے کی جگہ

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''بوائق'' ''بائقة'' کی جمع ہے، اور ''بائقة'' کا معنی ہے: وہ ہلاکت یا وہ مصیبت جو اچانک ٹوٹ پڑے، اور قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: ظلم اور دھوکا، اور الکسائی نے کہا: اس کا معنی ہے: شر۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

''یوبقھن'' سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾

یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کردے اور بہت سی خطاؤں سے وہ درگزر فرمالیتا ہے O (الشوریٰ: ۳۴)

امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ ان کو ہلاک کردے۔

اور ''موبقا'' سے اشارہ اس آیت کی طرف کیا ہے:

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ﴿٥٢﴾ (الکہف: ۵۲)

اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی ایک جگہ بنادیں گے O

اور ''موبقا'' کی تفسیر کی ہے: ہلاکت کی جگہ۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَاللّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے

لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ تَابَعَهُ شَبَابَةُ وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

(صحیح مسلم: ۴۶، مسند احمد: ۸۴۲۷)

حدیث بیان کی از سعید از حضرت ابی شریح رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہے، عرض کیا گیا: کون یارسول اللہ؟! آپ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کے شر اور ہلاکت آفرینی سے محفوظ نہیں ہے۔

عاصم بن علی کی متابعت شبابہ نے کی اور اسد بن موسیٰ نے۔

اور حمید بن الاسود اور عثمان بن عمر اور ابوبکر بن عیاش اور شعیب بن اسحاق نے کہا از ابن ابی ذئب از المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صحیح البخاری: ۶۰۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم بن علی، یہ ابن عاصم بن صہیب ابوالحسین ہیں جو اہل واسط سے ہیں، یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ مقبری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوشریح، ان کا نام خُویلد ہے، اور ایک قول ہے کہ عمرو، دوسرا قول ہے ہانی، تیسرا قول ہے کہ کعب ہے، یہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ لا یومن" یعنی اللہ کی قسم! ہرگز وہ شخص مومن نہیں ہے، اسی طرح اس کی تقریر تین مرتبہ صراحۃً ہے، اور مسند احمد میں ذکر ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اس طرح فرمایا، اور مسند ابویعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہے"۔ اور امام طبرانی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے، اور جو عاصی ہو اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۱۔ ۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۰۔ بَابٌ: لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا — کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے، یعنی اگر کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو کم چیز دے تو اس کی دی ہوئی چیز کی کمی کی وجہ سے اس کو حقیر نہ جانے۔

۶۰۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے

37
۸

كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔
(صحیح مسلم:۱۰۳۰، سنن ترمذی:۲۱۳۰، مسند احمد:۷۵۳۷)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی اور وہ المقبری ہیں از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو ہرگز حقیر نہ سمجھے خواہ وہ ایک بکری کا پایہ دے۔

صحیح البخاری: ۶۰۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سعید مقبری یہاں پر اپنے والد کیسان سے روایت کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اور اس سے پہلی حدیث میں سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے والد کے واسطہ کے بغیر روایت کی تھی، اور یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، کیونکہ سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پایا اور ان سے وہ احادیث سنیں جو ان کے والد سے فوت ہو گئی تھیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تحقرن": یہ ممانعت یا تو دینے والی کے لیے ہے، یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کو کوئی چیز صدقہ دینے سے اس لیے نہ روکے کہ وہ چیز کم ہے اور اس کمی کی وجہ سے اس چیز کو حقیر جانے، بلکہ اگر کوئی چیز تھوڑی بھی ہو اگرچہ بکری کا پایا ہو تو وہ بھی صدقہ کر دے کیونکہ نہ ہونے سے تھوڑی چیز تو بہتر ہے، اور یا اس سے مراد ہے کہ جس عورت کو کوئی چیز دی ہے یعنی جس عورت پر صدقہ کیا گیا ہے خواہ وہ بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس کو حقیر نہ سمجھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۔ بَابٌ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ

جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے

۶۰۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے، اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے، اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر، اسے چاہیے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح مسلم:۴۷، سنن ابن ماجہ:۳۶۷۲، سنن دارمی:۲۰۳۶، مسند احمد:۷۵۷۱)

37
B

صحیح البخاری: ۶۰۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالاحوص، یہ سلام بن سُلیم الحنفی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حصین، یہ عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان السمان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس سوال کا جواب کہ پڑوسی کو ایذاء پہنچانا معصیت ہے تو اس سے ایمان کی نفی کیسے ہوگی؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلا یؤذِ جارہ'':

ایذاء معصیت ہے اور اس سے ایمان کی نفی لازم نہیں آتی، اس لیے یہاں مراد کمالِ ایمان کی نفی ہے۔

جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کی تخصیص کی توجیہ

اس میں یہ اشارہ ہے کہ مبدأ اور معاد پر ایمان لانا ضروری ہے، یعنی جب وہ اللہ پر ایمان لایا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس پر ایمان لایا کہ وہی اس کو قیامت کے دن خیر اور شر کی جزا دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیکرم ضیفہ'':

مہمان کا اکرام مختلف مقامات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کبھی مہمان کی تکریم فرضِ عین ہوتی ہے اور کبھی فرضِ کفایہ ہوتی ہے، اور کم سے کم یہ کہ مہمان کی تکریم کرنا مکارمِ اخلاق کے باب سے ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مہمان نوازی کرنا مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جتنا وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، مہمان کی ضیافت میں اس سے زیادہ خرچ کرے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان تین امور کے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام جوامع الکلم میں سے ہے، کیونکہ یہ اصول میں سے ہیں اور ان میں سے تیسرا حکم جو ہے وہ قول کی طرف اشارہ ہے اور پہلے دو فعل کی طرف اشارہ ہیں، یعنی پہلے دو میں یہ کہا ہے کہ وہ پڑوسی کو ایذاء نہ دے اور مہمان کی تکریم کرے، ان کا تعلق فعل کے ساتھ ہے، اور تیسرے حکم میں یہ کہا ہے کہ یا تو وہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے، اس میں قول کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ جب یہ فرمایا کہ پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے تو یہ برے وصف سے خالی ہونا ہے، اور جب فرمایا کہ وہ مہمان کی تکریم کرے تو یہ نیک وصف کے ساتھ متصف ہونا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق پر شفقت کرے، یا تو نیک بات کہے یا بری بات کہنے سے خاموش رہے۔ یا ایسا فعل کرے جس سے نفع پہنچے جیسے مہمان کی تکریم، یا ایسا فعل کرے جس سے نقصان کو ترک کرنا ہو جیسے پڑوسی کو ایذاء نہ دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٠١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعَتْ أُذُنَايَ وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالَ وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از ابی شریح العدوی، انہوں نے کہا: میرے دونوں کانوں نے سنا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، سو آپ نے فرمایا: جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ پڑوسی کی تکریم کرے۔ اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ مہمان کو تکریم کے ساتھ عطا کرے، عرض کیا گیا اور عطا کی کتنی مدت ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن ہوتی ہے اور جو تین دن سے زیادہ ہو تو وہ اس پر صدقہ ہے اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یوم آخرت پر تو یا تو وہ نیک بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: ٥ ٦١٣، ٦٠٧٤، صحیح مسلم: ٤٨، سنن ترمذی: ١٩٦٧، سنن ابوداؤد: ٣٧٤٨، مسند احمد: ٢٦٦٢٠، موطا امام مالک: ١٧٢٨)

صحیح البخاری: ٦٠١٩، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سمعت اذنای" اگرچہ سنتے کان ہی ہیں لیکن یہاں پر کانوں کا ذکر تاکید کے لیے کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جائزتہ" اس کا معنی ہے: العطاء، جو جواز سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ مہمان کا حق ہے میزبان کے اوپر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یوم ولیلة" یعنی اس کو ایک دن اور ایک رات تک عطا کرے۔ علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات تو تکلف کر کے مہمان کے لیے کھانا وغیرہ پیش کرے اور جتنا ہو سکے نیکی زیادہ کرے، اور بعد کے دو دن میں اس کے سامنے ما حضر پیش کر دے، اور جب تین دن گزر جائیں تو مہمان کا حق گزر گیا اور جب اس سے زیادہ اس کی ضیافت کرے گا تو وہ صدقہ ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور مہمانی تین دن ہے": ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ پہلے دن کے بعد تین دن مہمانی ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں پہلا دن داخل ہو اور وہی حق کے مشابہ ہے۔ علامہ ہروی نے کہا ہے: ان کی تین دن ضیافت کرے، پھر اتنا دے جتنا ایک دن اور ایک رات کی مسافت میں دیا جاتا ہے۔ علامہ سحنون مالکی نے کہا ہے: ضیافت بستیوں والوں پر واجب ہے شہر والوں پر واجب نہیں ہے، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ضیافت مطلقاً واجب ہے اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔ اور مجاہد سے منقول ہے کہ ایک رات کی مہمانی کرنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ١٧٤۔١٧٥، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

۳۲۔ بَابُ: حَقِّ الْجِوَارِ فِي قُرْبِ الْأَبْوَابِ — پڑوسی کا حق دروازوں کے قرب کے اعتبار سے ہے

یعنی پڑوس کا حق دروازوں کے قرب کے اعتبار سے ہے، امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کا دروازہ قریب ہوگا اس کا حق ہوگا۔

۶۰۲۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوعمران نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے طلحہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کو ہدیہ پیش کروں، آپ نے فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۹، ۲۵۹۵، ۶۰۲۰، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۵، مسند احمد: ۲۴۸۹۵)

صحیح البخاری: ۶۰۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فالی ایھما اھدی؟'' یعنی میں کس پڑوسی کو ہدیہ پیش کروں؟

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شاید اس میں راز یہ ہے کہ وہ اس میں غور کرے کہ کون اس کے گھر میں داخل ہوتا ہے اور ضروریات کے وقت کون جلدی آ کر اس سے ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابٌ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ — ہر نیک کام صدقہ ہے

۶۰۲۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷۰، مسند احمد: ۱۴۲۹۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کل معروف"، معروف اس چیز کے لیے اسم ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے لوگوں کے درمیان معروف ہو، اور جس کام کی طرف شریعت نے راغب کیا ہو وہ معروف ہے، اور شریعت نے نیک چیزوں کا حکم دیا ہے اور قوی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ أَوْ قَالَ بِالْمَعْرُوفِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے حدیث بیان کی از والد خود از جدِ خود، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، صحابہ نے پوچھا: پس اگر وہ نہ پائے؟ آپ نے فرمایا: پس وہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کر کے اس کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، صحابہ نے پوچھا: اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے یا نہ کر سکے، آپ نے فرمایا: پھر وہ ضرورت مند مظلوم کی مدد کرے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ خیر کا حکم دے یا فرمایا: نیکی کا حکم دے، راوی نے کہا: اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ برائی سے باز رہے، کیونکہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۸، سنن نسائی: ۲۵۳۸، مسند احمد: ۱۹۰۳۷، سنن داری: ۲۷۴۷)

صحیح البخاری: ۶۰۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری، یہ اپنے والد ابی بردہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عامر ہے، یہ اپنے والد ابی موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ملھوف" اس کا معنی ہے: مظلوم، جو فریاد کرتا ہو، یا غمزدہ ہو اور تکلیف میں بے چین ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان لم یفعل؟" یعنی اگر وہ عجز کی وجہ سے یا سستی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔

خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں اور جب کسی شخص سے کوئی ایک دروازہ نہ کھل سکے تو وہ دوسرے دروازہ کو کھولنے کی کوشش کرے

اس حدیث میں اس مومن کے لیے تنبیہ ہے جس کے لیے اپنے ہاتھ سے عمل کرنا مشکل ہو کہ وہ اپنے نفس کے اوپر خرچ کرے، اور اس کو صدقہ قرار دے اور دوسروں کے اوپر بار نہ بنے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اے قراء کی جماعت! تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر عمل کرو اور اپنے سروں کو بلند رکھو اور مسلمانوں کے اوپر بار نہ بنو۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مومن جب خیر کے ابواب میں سے کسی ایک باب پر قادر نہ ہو اور وہ باب اس سے نہ کھل سکے تو اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرے باب کی طرف منتقل ہو جائے، کیونکہ خیر کے ابواب بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے لامحدود ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۶۔۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابٌ: طِيبُ الْكَلَامِ — اچھے کلام کا بیان

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی بات بھی صدقہ ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق اس حدیث موصول کی ایک طرف ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الصلح میں وارد کیا ہے اور کتاب الجہاد میں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اچھی بات کا صدقہ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جب کوئی انسان کسی کو اچھی چیز عطا کرتا ہے تو اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے، اور اس کے دل میں اس کے خلاف جو بات ہو تو وہ نکل جاتی ہے، اسی طرح کسی سے اچھی بات سن کر بھی اس کا دل خوش ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ قَالَ شُعْبَةُ أَمَّا مَرَّتَيْنِ فَلَا أَشُكُّ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از خیثمہ از عدی بن حاتم، انہوں نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا، پھر آپ نے اس سے پناہ مانگی اور اپنے چہرہ سے اعراض کیا، پھر آپ نے دوزخ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور اپنے چہرہ سے اعراض کیا، شعبہ نے کہا: لیکن دو مرتبہ کے بارے میں تو مجھے شک نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر دو، پس اگر تمہیں کھجور کا ٹکڑا نہ ملے تو کسی سے

اچھی بات ہی کہہ کر دوزخ کی آگ سے بچو۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۶۰۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے اچھا کلام کرنا اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اگر تمہیں کھجور کا ٹکڑا بھی صدقہ کرنے کے لیے نہ ملے تو اچھی بات کہو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابن مرہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خیثمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن الجعفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عدی بن حاتم، یہ الطائی ابوطریف ہیں، انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کرلی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واشاح" اس کا معنی ہے: آپ نے اعراض کیا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: "أشاح بوجهه" اس وقت کہتے ہیں جب انسان کسی چیز سے منہ پھیرے اور اس سے ڈرائے جیسے اس کو ناپسند کرتا ہو، گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کو دیکھ رہے تھے اور اس سے ڈرا رہے تھے اور اس کی تپش سے بچنے کے لیے آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیرا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اما" یہ اما تفصیلیہ ہے اور اس کا قسیم محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے "رہا تین مرتبہ آپ کا فرمانا تو مجھے اس میں شک ہے اور دو مرتبہ میں شک نہیں ہے"۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولو بشق" یعنی خواہ آدھی کھجور کو صدقہ کر کے دوزخ کی آگ سے بچو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۷۔۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابُ: الرِّفْقِ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ — ہر کام میں نرمی کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں تمام امور میں نرمی کی فضیلت کا بیان کیا گیا ہے اور "الرفق" کا معنی ہے: قول اور فعل میں نرمی کرنا اور آسان چیز کو اختیار کرنا۔ اور یہ سختی اور ملامت کرنے کی ضد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۴ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ۔

بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پس انہوں نے کہا: ''السام علیکم'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس کا مطلب سمجھ لیا سو کہا: ''اور تم پر سام ہو اور لعنت ہو''، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا انہوں کیا کہا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہہ دیا تھا: ''اور تم پر ہو''۔

(صحیح بخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۲۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۰۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد العزیز بن عبد اللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح، وہ ابن کیسان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دخل رھط من الیھود'' رھط دس سے کم مردوں کی جماعت کو کہتے ہیں، دوسرا قول ہے کہ چالیس مردوں کی جماعت کو کہتے ہیں جن میں کوئی عورت نہ ہو، رھط کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا، اور اس کی جمع ارھط اور ارھاط ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''السام علیکم'' سام کا معنی ہے: موت، گویا کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کو موت کی بددعا دی تھی، اور قتادہ اس کو مد کے ساتھ روایت کرتے ہیں یعنی ''السآم'' اور اس کا معنی: ملال ہے، یعنی تمہیں اپنے دین کی ناکامی کی وجہ سے ملال ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ تم سب کو اسی ساعت میں اللہ تعالیٰ مار ڈالے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ''، صحیح مسلم میں مذکور ہے ''ان اللہ رفیق یحب الرفق'' یعنی اللہ تعالیٰ حلیم ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے، اور نرمی پر اتنا اجر دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اولم تسمع؟'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے جواب میں فرمایا'' وعلیکم'' یعنی ہم اور تم ہر ایک پر موت نے آنا ہے، یا یہ واؤ استیناف کے لیے ہے اور عطف کے لیے نہیں ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے ''علیکم ما تستحقونہ'' تم پر وہ چیز آئے جس کے تم مستحق ہو، اور آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا تا کہ یہ ان کو وحشت میں ڈالنے سے دور ہو اور نرمی اور ملامت کے قریب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامُوا إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُزْرِمُوهُ ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، تو صحابہ اسے ڈانٹنے یا مارنے کے لیے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے پیشاب کو منقطع نہ کرو، پھر آپ نے ایک ڈول پانی منگایا اور اس کے پیشاب کے اوپر بہا دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن نسائی: ۳۲۹، سنن ابن ماجہ: ۵۲۸، مسند احمد: ۱۲۹۵۵، موطا امام مالک: ۱۴۴، سنن دارمی: ۷۴۰)

صحیح البخاری: ۶۰۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے نرمی کرنا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تو صحابہ کرام نے اس کو ڈانٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا اور فرمایا: اس کے پیشاب کو منقطع نہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے ساتھ نرمی فرمائی اور صحابہ کو اس کا پیشاب منقطع کرنے سے منع فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ بَابُ: تَعَاوُنِ الْمُؤْمِنِينَ بَعْضِهِمْ بَعْضًا — مومنوں کا ایک دوسرے کی معاونت کرنے کا بیان

اس باب میں مومنین کے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۶۰۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ برید بن ابی بردہ، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی میرے دادا ابو بردہ نے از والد خود ابی موسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مومن، مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے، اس کا بعض، بعض کو مضبوط کرتا ہے، پھر آپ نے اپنی انگلیاں، انگلیوں

میں ڈالیں۔

(صحیح البخاری:۴۸۱،۶۰۲۶،۲۴۴۶، صحیح مسلم:۲۵۸۵،سنن ترمذی:۱۹۲۸،سنن نسائی:۲۵۶۰،مسند احمد:۷۱۹۱۲)

۶۰۲۷۔ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ أَوْ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ۔

اور نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک مرد نے آکر سوال کیا یا اپنی حاجت طلب کی تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: تم سفارش کرو تمہیں اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

(صحیح بخاری:۱۴۳۲،۶۰۲۷،۶۰۲۸،۷۴۷۶، صحیح مسلم:۲۶۲۷،سنن نسائی:۲۵۵۶،سنن ابوداؤد:۵۱۳۱،مسند احمد:۱۹۰۸۷)

صحیح البخاری:۶۰۲۶،۶۰۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری:۶۰۲۶، کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، یہ الفریابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور ابوبردہ کا ذکر ہے، یہ بُرید کی کنیت ہے، یہ ابن عبداللہ بن ابی بردہ ہیں، نیز ان کا نام عامر بن موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری ہے، پس ابوبردہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا ابوبردہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "المومن" اس میں لامِ تعریف جنس کے لیے ہے، اور مراد ہے مومن ایک دوسرے کے لیے۔

مومن ایک دوسرے کی معاونت کریں خواہ امورِ آخرت میں، خواہ دنیاوی امورِ مباح میں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہاں معاونت سے مراد ہے امورِ آخرت میں معاونت کرنا، اسی طرح جو امور مباح ہیں دنیا میں، ان میں معاونت کرنا بھی مستحب ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا کہ مومنین اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بات میں مبالغہ مقصود ہو تو اسے سمجھانے کے لیے ہاتھ وغیرہ سے اشارہ اور حرکت کر سکتے ہیں تاکہ سننے والا اس کو اچھی طرح سمجھ سکے۔

کسی مسلمان کی سفارش کرنے سے اس پر اجر کا ملنا

اس حدیث میں فرمایا ہے "تم سفارش کرو اور تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا"۔

یعنی جب کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت پیش کرے تو تم اس کی سفارش کرو، سفارش کی وجہ سے تمہیں اجر ملے گا خواہ تمہاری

سفارش قبول ہو یا نہ ہو، اللہ عزوجل میری زبان پر اسی چیز کو جاری فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی، تمہاری سفارش کی وجہ سے کسی کی کوئی ضرورت پوری ہوگئی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور نہیں ہوئی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکم سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سفارش کا قبول ہونا یا نہ ہونا ایک الگ بات ہے، محض سفارش کر لینے سے اجر کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷۔ باب:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيْتًا (النساء:۸۵)

كِفْلٌ: نَصِيبٌ، قَالَ أَبُو مُوسَى: كِفْلَيْنِ أَجْرَيْنِ بِالْحَبَشِيَّةِ۔

۳۷۔ باب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے، اور جو بری سفارش کرے گا، اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

کفل کا معنی ہے: حصہ، ابوموسیٰ نے کہا: کفلین کا معنی حبشی زبان میں دو اجر ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجاہد وغیرہ نے کہا: یہ آیت لوگوں کی ایک دوسرے کے لیے شفاعت کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے، یعنی جو شخص دنیا میں کسی کے لیے اچھی سفارش کرتا ہے تو اس کو آخرت میں اس سے اجر ملے گا، اور کہا گیا ہے: اچھی شفاعت مومنین کے لیے دعا ہے، اور بری شفاعت مومنین کے لیے بد دعا ہے، اور شفاعت پر جو اجر ملتا ہے وہ علی العموم نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ مخصوص ہے جس کے ساتھ شفاعت جائز ہو۔ اور اچھی شفاعت وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو، اور بری شفاعت وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو۔

اس آیت میں ''مُّقِيْتًا'' کا لفظ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ شاہد ہے اور مطلع ہے ہر چیز پر۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''مقیت'' کا معنی ہے اللہ تعالیٰ بدنی اور روحانی روزیوں کا خالق ہے اور ان کو بدنوں اور روحوں تک پہنچانے والا ہے، اور ایک قول ہے کہ مقیت کا معنی ہے: مقتدر، یہ لغتِ قریش ہے۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ''يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ'' (الحدید:۲۸) (اللہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آیت میں کفلین کا معنی ہے ضعفین یعنی دگنا اور یہاں حبشی لغت، عربی لغت کے موافق ہوگئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَتَاهُ السَّائِلُ أَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از ابی موسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ کے پاس کوئی سائل آتا یا ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے:

رَسُولِهِ مَا شَاءَ۔ تم سفارش کرو تمہیں اجر دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۴۳۲، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۷۴۷۶، صحیح مسلم: ۲۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۵۶، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، مسند احمد: ۱۹۰۸۷)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۳۸۔ بَابٌ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا

نبی ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے نہ تکلفاً

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فحش کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو اپنی مقدار سے نکل جائے حتیٰ کہ اس کو قبیح سمجھا جائے اور اس میں قول، فعل اور صفت تینوں داخل ہیں۔ کہا جاتا ہے فلاں آدمی قبیلِ فاحش ہے، یعنی اس کا طول بہت زیادہ ہے لیکن اس کا استعمال قول میں اکثر ہے۔ اور متفحش وہ شخص ہے جو قصداً اور تکلفاً فحش گفتاری کرے۔ یعنی نبی ﷺ میں فحش گفتاری اصلاً نہیں تھی، نہ ذاتی تھی اور نہ عرضی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ بری باتیں اور بے حیائی والی باتیں بالکل نہیں کرتے تھے۔ علامہ داؤدی نے کہا کہ متفحش وہ شخص ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے بے حیائی کی باتیں کرے اور طبری نے کہا: فاحش وہ شخص ہے جو قبیح اور بری باتیں کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حِينَ قَدِمَ مَعَ مُعَاوِيَةَ إِلَى الْكُوفَةِ فَذَكَرَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ح اور ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از شقیق بن سلمہ از مسروق، انہوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس داخل ہوئے جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی طرف آئے، پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: آپ نہ فاحش تھے اور نہ متفحش تھے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

(صحیح بخاری:۳۵۵۹، ۳۷۵۹، ۶۰۲۹، ۶۰۳۵، صحیح مسلم: ۲۳۲۱، سنن ترمذی: ۱۹۷۵، مسند احمد: ۶۴۶۸)

صحیح البخاری: ۶۰۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان من اخیرکم'' اس میں یہ دلیل ہے کہ افعل التفضیل کا استعمال خیر اور شر دونوں میں جائز ہے۔

خُلق کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''خُلقا'' خُلق سے مراد ہے کسی چیز کا ایسا ملکہ جس سے بغیر غور وفکر کے سہولت کے ساتھ افعال صادر ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ يَهُودَ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللهُ وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْكُمْ قَالَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہود نبی ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ''السام علیکم'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''سام تم پر ہو اور اللہ تم پر لعنت فرمائے اور اللہ تعالیٰ تم پر غضب ناک ہو''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر واے عائشہ! تم پر نرمی لازم ہے اور تم اپنے آپ کو سخت گوئی اور درشت کلام کرنے سے بچاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا انہوں نے کیا کہا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے کیا جواب دیا تھا؟ میں نے ان پر ان کا کلام لوٹا دیا، تو میرا کلام میرے لیے ان کے حق میں قبول ہوگا اور ان کا کلام میرے حق میں قبول نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۰۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے ''باب الرفق فی الامر کلہ''۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر دوبارہ ذکر کیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نہ فاحش تھے اور نہ متفحش تھے۔ اور آپ نے نرمی کا حکم دیا ہے اور سخت گوئی اور

درشت گوئی سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث کو یہاں پر ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''العنف'' کا ذکر ہے، یہ لطف کی ضد ہے یعنی سخت گفتاری۔ اور فحش کا معنی ہے: قبیح باتیں کرنا۔

آپ نے فرمایا: میرا کلام مقبول ہوگا کیونکہ میرا کلام برحق ہے اور ان کا کلام مقبول نہیں ہوگا کیونکہ ان کا کلام باطل ہے۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۱- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا أَبُو يَحْيَى هُوَ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَبَّابًا وَلَا فَحَّاشًا وَلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُولُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَا لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ۔

(صحیح البخاری: ۶۰۳۱، ۶۰۴۶، مسند احمد: ۱۱۸۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو یحییٰ نے خبر دی، وہ فلیح بن سلیمان ہیں، از ہلال بن اسامہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالی دینے والے تھے، نہ سخت بات کرنے والے تھے اور نہ لعنت کرنے والے تھے۔ جب ہم میں سے کسی پر غصہ ہوتے تو آپ فرماتے: اس کو کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

صحیح البخاری: ۶۰۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اصبغ، یہ ابن الفرج المصری ہیں اور یہ عبداللہ بن وہاب المصری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہلال بن اسامہ، وہ ہلال بن علی ہیں اور ان کو ہلال بن ہلال اور ہلال بن ابی میمونہ المدنی بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سبّابا'' یہ تشدید کے ساتھ فعال کے وزن پر ہے، اسی طرح اس حدیث میں فحاش اور لعان کا بھی ذکر ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ فعال مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے کہ آپ بہت زیادہ گالی دینے والے نہیں تھے، اور یہ مبالغہ کا صیغہ فاعل کے صیغہ کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، یعنی بہت زیادہ گالیاں نہیں دیتے تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاً گالی نہ دیتے ہوں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے اصلاً متصف نہیں ہوئے نہ کم نہ زیادہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی مثل ہے:

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾ (حم السجدہ: ۴۶) اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے O

ظلام بھی فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اس کا معنی ہے زیادہ ظلم کرنے والا، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہاں تین لفظ ذکر کیے گئے ہیں، سباب، فحاش اور لعان۔ ان کے درمیان کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ لعنت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہو، کیونکہ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا، اور سب یعنی گالی کا تعلق نسب کے ساتھ ہے جیسے کسی پر تہمت لگانا، اور فحش کا تعلق حسب یعنی خاندانی شرافت کے ساتھ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ماله وترب يمينه'' یعنی اس کی پیشانی خاک آلود ہو، جیسے کہا جاتا ہے ''تربت يداك'' یعنی تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، اس کا معنی ہے: تمہیں کوئی خیر نہ پہنچے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: اس دعا کے دو معنی ہیں، پہلا معنی یہ ہے کہ یہ آدمی منہ کے بل گر جائے تو اس کی پیشانی زمین پر لگے اور خاک آلود ہو، اور دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ اس کے حق میں دعا ہے کہ یہ عبادت کرے، نماز پڑھے اور اس کی پیشانی مٹی کے ساتھ لگ جائے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ وہ کلمہ ہے جو عربوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس سے اس کی حقیقت مراد نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ حِينَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا عَائِشَةُ مَتَى عَهِدْتِنِي فَحَّاشًا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سواء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی، از محمد بن المنکدر از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی، جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے اور یہ اپنے قبیلہ کا برا بیٹا ہے، پس جب وہ بیٹھ گیا تو نبی ﷺ اس سے بہت کشادہ روئی کے ساتھ ملے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے، جب وہ مرد چلا گیا تو آپ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! جب آپ نے اس مرد کو دیکھا تھا تو آپ نے اس طرح اور اس طرح کہا، پھر آپ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملے اور بہت کشادہ روئی سے اس سے باتیں کیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے مجھے بدگو کب پایا؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے برے مرتبے کا شخص وہ ہوگا جس سے لوگ اس کے شر کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیں گے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۳۲، ۶۰۵۴، ۶۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۵۹۱، سنن ترمذی: ۱۹۹۶، سنن ابوداود: ۴۷۹۱، مسند احمد: ۲۳۵۸۶)

صحیح البخاری: ۶۰۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عیسیٰ، یہ ابو عثمان الضبعی البصری ہیں اور امام بخاری نے اس حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث روایت نہیں کی اور محمد بن سواء سے کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں روایت کی ہے، یہ ابو خطاب السدوسی ہیں، امام بخاری نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے اور کتاب المناقب میں بھی ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے روح بن القاسم، یہ مشہور ہیں اور کثیر الحدیث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن المنکدر، المنکدِر اسمِ فاعل کے وزن پر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا"۔ علامہ ابن بطال نے کہا: اس مرد کا نام عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری ہے، اس شخص کو "الاحمق المطاع" کہا جاتا تھا، یہ اپنی قوم کے اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ اس کے آنے سے خوش ہوئے۔ اور یہ اس وقت آیا جب یہ مشرک تھا، اس کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے بات منقطع کردی، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤىۙ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ (رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا ○ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا ○ (عبس: ۲-۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے باتیں کر رہے تھے، جب یہ شخص آیا تو آپ نے اس کے اسلام قبول کرنے کی توقع پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے باتیں ترک کردیں اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اور عبدالغنی نے از ابی عامر الخزاز از ابی یزید المدنی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مخرمہ بن نوفل آیا اور اس نے اجازت طلب کی، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا: یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے۔۔ الحدیث۔

اور حافظ المنذری نے اپنی مختصر میں دو قول روایت کیے ہیں، پس کہا: یہ عیینہ تھا، اور کہا: یہ مخرمہ تھا۔ آپ نے فرمایا: بئس اخو العشیرۃ یا بئس ابن العشیرۃ، اور معمر کی روایت میں ہے بئس اخوالقوم، یعنی وہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے یا اپنی قوم کا برا آدمی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: عشیرہ سے مراد ہے جماعت یا قبیلہ، یعنی یہ مرد اس قبیلہ کا برا آدمی ہے یا اس جماعت کا برا آدمی ہے، جیسے تم کسی مرد کے متعلق کہو "یا اخ العرب"۔ اور یہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیب کی خبروں سے ہے، کیونکہ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اسے قید کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تطلّق" (یہ تفعّلَ کے وزن پر ہے) یعنی آپ شرحِ صدر اور کشادہ روئی کے ساتھ اس سے ملے، اور اسی سے کہا جاتا ہے "وجہ طلق و طلیق" یعنی اس سے اس طرح ملے کہ تیوری پر بل نہیں ڈالے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں مدارات کا ثبوت ہے، یعنی جس شخص کی فحش گوئی کا خطرہ ہو تو اس سے کشادہ روئی کے ساتھ ملنا۔ 38 A

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو فاسق معلن ہو یعنی جو اپنے فسق کو ظاہر کرتا ہو اس کی غیبت کرنا جائز ہے اور یہ حدیث مدارات کی اصل ہے اور اہل کفر، اہل فسق، ظالموں اور اہل فساد کی غیبت کے جواز کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۴۔۱۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مداہنت اور مدارات کا فرق

میں کہتا ہوں: کسی کافر، مشرک یا ظالم کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور اس کے کفر اور ظلم کو نہ بیان کرنا اگر دنیاوی فائدہ کی وجہ سے ہو تو اس کو مداہنت کہتے ہیں اور یہ جائز نہیں ہے اور کسی کافر یا فاسق سے اچھی طرح پیش آنا اور اس کے منہ پر اس کی برائی کو نہ بیان کرنا اگر دینی فائدہ کی بناء پر ہو تو اس کو مدارات کہتے ہیں اور یہ جائز ہے، اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ مدارات کی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۹۔ بَابُ: حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ

حسن خلق اور سخاوت کا بیان اور بخل کا ناپسندیدہ ہونا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَجْوَدَ النَّاسِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَمَّا بَلَغَهُ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأَخِيهِ: ارْكَبْ إِلَى هَذَا الْوَادِي فَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهِ فَرَجَعَ فَقَالَ: رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ زیادہ سخاوت فرماتے تھے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: اس وادی کی طرف سوار ہو کر جاؤ اور ان کے قول سے سنو، پھر ان کا بھائی واپس آیا، سو اس نے کہا: میں نے ان کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حُسنِ اخلاق کا بیان ہے اور سخاوت کا بیان ہے اور بخل کے ناپسندیدہ ہونے کا ذکر ہے۔

خُلق کا لفظ پیش کے ساتھ بھی ہے اور لام کے پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی خُلُق۔ امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: ''الخَلق (خاء پر زبر کے ساتھ) اور الخُلق (خاء پر پیش کے ساتھ) دونوں کا ایک معنی ہے جیسا کہ الشَّرب اور الشُّرب ہے، لیکن خَلق جو زبر کے ساتھ ہے وہ ان شکلوں اور صورتوں کے ساتھ خاص ہے جن کا آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے اور خُلق جو خاء پر پیش کے ساتھ ہے وہ ان قوتوں کے ساتھ اور ان خصلتوں کے ساتھ خاص ہے جن کا ادراک بصیرت سے کیا جاتا ہے۔ اور رہی سخاوت تو اس کا معنی

38 B

ہے: جس کو دینا چاہیے اس کو اتنا دینا جتنا دینا چاہیے اور جو مال اس نے رکھا ہوا ہے، اس کو بغیر عوض کے دینا۔ اور سخاوت بھی محاسن اخلاق میں سے ہے بلکہ سب سے عظیم حسن خلق ہے، اور رہا بخل تو وہ سخاوت کی ضد ہے، کیونکہ بخل نہ انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے اور نہ جلیل فضلاء کی صفت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بخل اس کو کہتے ہیں کہ جس چیز کو اس نے حفاظت سے رکھا ہوا ہے اس کو کوئی طلب کرے تو وہ اس سے منع کرے اور سب سے برا بخل یہ ہے کہ طلب کرنے والا مستحق ہو، پھر بھی وہ اس کو نہ دے۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: ''مایکرہ من البخل'' یعنی بخل میں سے جو چیز ناپسندیدہ ہے، اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ بعض وہ چیزیں جن پر بخل کا اطلاق ہوتا ہے، وہ مذموم نہیں ہوتیں۔

صحیح بخاری کے اس باب کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے کتاب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور رمضان میں آپ زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ رہا یہ کہ آپ رمضان میں زیادہ سخاوت کیوں کرتے تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان بہت عظیم مہینہ ہے، اس میں اللہ کے لیے روزے رکھے جاتے ہیں، اور اس میں لیلۃ القدر ہے، اور روزہ تمام عبادات میں زیادہ اشرف ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا، اس وجہ سے رمضان میں صدقہ کرنے کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ الزہری نے کہا ہے: رمضان کے مہینہ میں ایک بار سبحان اللہ کہنا، دوسرے مہینوں میں ستر مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے بہتر ہے۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے کہا: جاؤ اس وادی میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنو، انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکارمِ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ امام بخاری نے یہ تعلیق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں روایت کی ہے۔

مکارمِ اخلاق سے مراد ہے فضائل اور محاسن، نہ کہ رذائل اور قبائح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں مکارمِ اخلاق کو پورا کردوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۵۔۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُولُ لَنْ تُرَاعُوا لَنْ تُرَاعُوا وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، وہ ابن زید ہیں از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے، تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے، اور ایک رات کو مدینہ والے سخت خوفزدہ ہوگئے (لوگوں کو یہ خوف تھا کہ شور کی آواز اس وجہ سے آرہی ہے کہ کسی دشمن نے حملہ کردیا ہے) تو سب لوگ اس شور کی آواز کی طرف

بڑھے تو انہیں آگے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔آپ لوگوں سے پہلے شور کی آواز کی طرف چلے گئے تھے اور آپ فرمار ہے تھے: نہ ڈرو، نہ ڈرو، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی، آپ نے فرمایا: میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا یا فرمایا: یہ دوڑنے میں سمندر کی مثل ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۲۷، ۲۸۲۰، ۲۸۵۷، ۲۸۶۲، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۹۰۸، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۳۰۴۰، ۶۰۳۳، ۶۲۱۲، صحیح مسلم: ۲۳۰۷، سنن ترمذی: ۱۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۴۹۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۲، مسند احمد: ۱۲۳۳۳)

صحیح البخاری: ۶۰۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عون، یہ ابن اویس سلمی الواسطی ہیں اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوصافِ کمالیہ کا جامع ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے''احسن الناس''۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین اوصاف ذکر کیے ہیں، اور یہ جوامع الکلم میں سے ہیں، کیونکہ یہ تین اوصاف امہات الاخلاق ہیں، کیونکہ ہر انسان میں تین قوتیں ہوتی ہیں، قوتِ غضبیہ، قوتِ شہویہ اور قوتِ عقلیہ۔قوتِ غضبیہ کا کمال شجاعت ہے، اور قوتِ شہویہ کا کمال جود اور سخا ہے اور قوتِ عقلیہ کا کمال حکمت ہے۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے احسن کا لفظ ذکر کیا، اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے تمام افعال اور اقوال میں حُسن تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فزع''یعنی ایک رات اہلِ مدینہ شور کی آواز سن کر خوفزدہ ہو گئے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''فاستقبلھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم''اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں آگے سے ملے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''لن تراعوا''یعنی تم خوفزدہ نہ ہو۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمہ لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے اور پرسکون کرنے کے لیے فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''علی فرس''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے، اس گھوڑے کا نام مندوب تھا، اور حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل الانصاری رضی اللہ عنہ ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ما علیہ سرج''یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''بحرا''یعنی وہ گھوڑا بہت تیز رفتار تھا اور سمندر کی رفتار دوڑتا تھا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص

۱۸۵۔۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رضی اللہ عنہ يَقُولُ مَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۱، مسند احمد: ۱۴۸۸۲، سنن دارمی: ۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابن المنکدر، انہوں نے کہا: کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ نبی ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہو: نہیں!

صحیح البخاری: ۶۰۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں، وہ از محمد بن المنکدر روایت کرتے ہیں اور وہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" ما سئل النبی ﷺ " یعنی جب بھی نبی ﷺ سے دنیا کے اموال میں سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ "لا" نہیں فرماتے تھے، یعنی منع نہیں فرماتے تھے، عطا کر دیتے تھے۔ فرزدق کا ایک شعر ہے:

ما قال: لا قط الا فی تشھدہ	لولا التشھد کانت لاؤہ: نعم
آپ نے "لا" صرف کلمہ شہادت میں فرمایا ہے	اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو آپ کا "لا" بھی نعم ہوتا

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

بعض اوقات نبی ﷺ نے سوال کے جواب میں "لا" فرمایا، اس کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر نبی ﷺ نے "لا" بھی فرمایا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے اصحاب نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا کہ میں آپ سے سواریوں کا سوال کروں، تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا اور میں آپ سے اس وقت ملا تھا جب آپ ناراض تھے، پھر جب میں دوبارہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اپنے اصحاب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بے شک اللہ نے یا بے شک رسول اللہ ﷺ نے تم کو سوار کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۶۷۸)

نیز امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل اس طرح روایت کی ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں گیا، ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس ایسی سواری ہے جس پر میں تم کو

سوار کروں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال غنیمت میں سے اونٹ آئے تو آپ نے ہمارے متعلق دریافت کیا اور فرمایا: وہ اشعریین کی جماعت کہاں ہے؟ پس آپ نے سفید کوہان والے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم دیا، پس جب ہم روانہ ہوئے تو ہم نے کہا: ہم نے جو کام کیا ہے اس میں ہمیں برکت نہیں دی جائے گی، پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس گئے تو ہم نے کہا: ہم نے آپ سے سواری کا سوال کیا تھا، پس آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، کیا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سواری پر سوار نہیں کیا لیکن اللہ نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے، اور بے شک اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ کسی کام (کے نہ کرنے) کی قسم نہیں کھاتا، مگر پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس قسم کے خلاف کرنا بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اس قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۵۸، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعریین سے جو فرمایا تھا کہ ”میں تم کو سوار نہیں کروں گا“ یہ تادیباً فرمایا تھا، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز کا سوال کیا تھا جو اس وقت آپ کے پاس نہیں تھی، کیونکہ جس وقت انہوں نے سواریوں کا سوال کیا اس وقت آپ کے پاس سواریاں نہیں تھیں، پھر جب آپ کے پاس سواریاں آئیں تو آپ نے ان کو عطا کر دیں، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی چیز ہو اور اس کا کوئی سائل سوال کرے تو آپ اس کو رد نہیں فرماتے تھے۔ اور جب آپ کے پاس کوئی چیز نہ ہو، پھر کوئی سائل سوال کرے اور آپ اس کے جواب میں منع فرما دیں تو یہ آپ کے جود و سخا کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کچھ عطا کرنے کا سوال کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے، لیکن تم مجھ پر ادھار خرید لو، جب میرے پاس کچھ مال آئے گا تو میں وہ ادھار ادا کر دوں گا، حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! (اس سے پہلے) آپ اس کو عطا کر چکے ہیں (لہٰذا آپ پر دوبارہ اس کو عطا کرنا ضروری نہیں ہے)، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ جس پر آپ قادر نہیں ہیں وہ عطا کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو ناپسند فرمایا، پھر ایک انصاری مرد نے کہا: یا رسول اللہ! آپ خرچ کیجئے، اور عرش والے سے تنگی کا خوف نہ رکھیے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور آپ کے چہرہ مبارک پر انصاری کی بات سے خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی: ۳۵۵)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی چیز سوال کے وقت ہوتی تو آپ عطا فرما دیتے، اور نہ ہوتی تو آپ فرماتے: اس چیز کو میرے نام پر قرض خرید لو، ادائیگی میں کروں گا۔

۶۰۳۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُنَا إِذْ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَإِنَّهُ كَانَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از مسروق،

يَقُولُ إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا۔

انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، وہ ہمیں حدیث بیان کر رہے تھے، جب انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے اور نہ تکلفاً، اور آپ فرماتے تھے: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق تم میں سے سب سے اچھے ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۵۹، ۳۷۵۹، ۶۰۲۹، ۶۰۳۵ صحیح مسلم: ۲۳۲۱، سنن ترمذی: ۱۹۷۵، مسند احمد: ۶۴۶۸)

صحیح البخاری: ۶۰۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث النخعی الکوفی سے روایت کرتے ہیں جو وہاں کے قاضی تھے، اور وہ روایت کرتے ہیں از سلیمان الاعمش از شقیق بن سلمہ از مسروق بن الاجدع۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حسن اخلاق کے متعلق متعدد احادیث

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں از روئے ایمان کے کامل ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اس حدیث کی ابویعلیٰ نے روایت کی ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔

(۳) امام حاکم نے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن میرے نزدیک تم سب سے زیادہ محبوب اور تم سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم سب سے اچھے ہوں گے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۵) امام ابن حبان اور امام طبرانی اور امام حاکم نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے

جَائَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِبُرْدَةٍ فَقَالَ سَهْلٌ لِلْقَوْمِ أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ فَقَالَ الْقَوْمُ هِيَ الشَّمْلَةُ فَقَالَ سَهْلٌ هِيَ شَمْلَةٌ مَنْسُوجَةٌ فِيهَا حَاشِيَتُهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَكْسُوكَ هَذِهِ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَلَبِسَهَا فَرَآهَا عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَحْسَنَ هَذِهِ فَاكْسُنِيهَا فَقَالَ نَعَمْ فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ لَامَهُ أَصْحَابُهُ قَالُوا مَا أَحْسَنْتَ حِينَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ إِيَّاهَا وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يُسْأَلُ شَيْئًا فَيَمْنَعَهُ فَقَالَ رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس بردہ لے کر آئی، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: بردہ تہبند کو کہتے ہیں، تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ایسا تہبند جس میں حاشیہ بُنا ہوا ہوتا ہے، تو اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو یہ تہبند پہناؤں گی، تو نبی ﷺ نے وہ تہبند لے لیا درآں حالیکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ نے اس کو پہن لیا، پھر صحابہ میں سے ایک مرد نے آپ پر اس تہبند کو دیکھا تو کہا: یارسول اللہ! یہ کتنا خوبصورت ہے، یہ آپ مجھے پہنا دیجئے، آپ نے فرمایا: اچھا! پس جب نبی ﷺ (جانے کے لیے) کھڑے ہو گئے تو صحابہ نے اس مرد کو ملامت کی، انہوں نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ نبی ﷺ نے وہ تہبند لے لیا ہے اور آپ کو اس کی ضرورت بھی ہے، پھر تم نے نبی ﷺ سے اس کا سوال کیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی ﷺ سے جس چیز کا سوال کیا جائے تو آپ اس کو منع نہیں کرتے، اس مرد نے کہا: مجھے اس تہبند کی برکت کی توقع تھی جب نبی ﷺ نے اس کو پہن لیا، شاید میں اس تہبند میں کفن دیا جاؤں۔

(صحیح بخاری: ۱۲۷۷، ۲۰۹۳، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶، سنن نسائی: ۵۳۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵، مسند احمد: ۲۲۳۱۸)

صحیح البخاری: ۶۰۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "حسنِ اخلاق اور سخاوت" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ کو ایک تہبند کی ضرورت تھی، آپ اسے پہن چکے تھے، پھر بھی ایک مرد نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے وہ تہبند اسے عطا کر دیا، یہ آپ کا حسنِ اخلاق بھی ہے اور آپ کی سخاوت بھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوغسان کا ذکر ہے، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحازم کا ذکر ہے، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔

بردہ اور شملہ کے معنی

بُردہ اس سیاہ چوکور چادر کو کہتے ہیں جس کو عرب پہنتے ہیں، اور شملہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کو بطور تہبند کے باندھا جاتا ہے۔ اور حدیث میں بردہ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ چادر جس کے حاشیے بُنے ہوئے ہوں، علامہ داؤدی نے کہا ہے: بُردہ اون سے بُنی ہوئی چادر ہوتی ہے اور سوت سے بنی ہوئی ہوتی ہے، اور چھوٹی بھی ہوتی ہے جیسے چھوٹا تہبند اور کبیر بھی ہوتی ہے جیسے بڑی چادر۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی حمید بن عبدالرحمٰن نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ قریب ہوتا جائے گا اور عمل کم ہوتے جائیں گے، اور بخل گرا دیا جائے گا اور ھرج بہت زیادہ ہوگا، پوچھا: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل، قتل۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۲، مسند احمد: ۷۱۴۶)

صحیح البخاری: ۶۰۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "حسن اخلاق اور سخاوت" اور اس حدیث میں ذکر ہے بخل کو گرا دیا جائے گا، اور بخل کا گرنا سخاوت کو مستلزم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، وہ الحکم بن نافع ہیں۔

زمانہ کے قریب ہونے کا معنی

علامہ خطابی نے کہا: اس سے مراد ہے قیامت کے آنے کا قرب، یعنی جب قیامت قریب ہوگی تو عمل کم ہو جائیں گے اور بخل بھی کم ہو جائے گا اور قتل زیادہ ہوگا، یا اس سے مراد ہے کہ زمانہ کی مدت جو عادتاً ہے، وہ اس سے کم ہوگی اور یہ بھی قیامت کی علامات

میں سے ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا، یا عمروں کے زمانے کم ہو جائیں گے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ عبادات کم کریں گے کیونکہ دنیا میں ان کی مشغولیت زیادہ ہوگی، اور کبھی اس کا معنی یہ ہے کہ امانات میں خیانات کا ظہور ہوگا۔ اور قاضی بیضاوی نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہو کہ جلدی جلدی حکومتیں آ کر ختم ہوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور عمل کم ہوں گے'' اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے کہ علم کم ہوگا اور یہی معروف ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الشح کو گرا دیا جائے گا'' الشح کا معنی بخل ہے اور کہا گیا ہے کہ ان میں فرق ہے، الشح اس بخل کو کہتے ہیں جس میں حرص ہو، پس یہ بخل سے زیادہ خاص ہے۔

اس حدیث میں ''ھرج'' کا ذکر ہے اور اس کا معنی قتل بتایا ہے، یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، ابن فارس نے کہا: ھرج سے مراد فتنہ اور اختلاط ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۸۔۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ سَمِعَ سَلَّامَ بْنَ مِسْكِينٍ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا يَقُولُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رضی الله عنه قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے سلام بن مسکین سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ثابت سے سنا، وہ کہتے تھے: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں فرمایا اور نہ یہ فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا، اور نہ یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

(صحیح بخاری: ۲۷۶۸، ۶۰۳۸، ۶۹۱۱ صحیح مسلم: ۲۳۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۳، مسند احمد: ۱۱۵۷۷)

صحیح البخاری: ۶۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''حسن خلق اور سخاوت'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھے اُف نہیں فرمایا اور یہ حُسنِ اخلاق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلام بن مسکین، یہ النمری ہیں۔ اور ثابت کا ذکر ہے، وہ البنانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عشر سنین''، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی خدمت نو سال کی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں آنے کے چند مہینے

بعد آپ کی خدمت کی، تو یہ مدت نو سال اور چند مہینے ہے، تو جس روایت میں نو سال کا ذکر ہے اس میں چند مہینوں کو ترک کر دیا ہے، اور جس روایت میں دس سال کا ذکر ہے اس میں چند مہینوں کو ملا کر دس سال کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لما قال لی اُف" اُف ایسی آواز ہے کہ جس کو انسان اس وقت نکالتا ہے جب اس کو کسی چیز سے تکلیف ہو یا وہ اس چیز کو ناپسند کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا لما صنعت؟" یعنی میں نے جس کام کو نہ کیا ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا، اور میں جس کام کو کرتا اس کے متعلق آپ یہ نہ فرماتے کہ تم نے یہ کام کیوں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابٌ: كَيْفَ يَكُونُ الرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ — مرد کو اپنے گھر میں کس طرح رہنا چاہیے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مرد کو اپنے گھر میں کس طرح رہنا چاہیے، یعنی وہ گھر میں اپنے کام کس طرح کرے، گھر والوں کے کام کس طرح کرے جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ قَالَتْ كَانَ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از الاسود، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۶۷۶، ۵۳۶۳، ۶۰۳۹، سنن ترمذی: ۲۴۸۹، مسند احمد: ۲۴۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۰۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مرد کو گھر میں کس طرح رہنا چاہیے" اس عنوان میں ابہام تھا، اور حدیث نے اس ابہام کو دور کر دیا یعنی مرد کو گھر میں رہ کر گھر کے کام کاج کرنے چاہئیں اور نماز کے وقت مسجد میں جا کر نماز پڑھنی چاہیے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''مهنة'' کا ذکر ہے اور اس کی تفسیر کی ہے: گھر والوں کی خدمت کرنا۔ اور ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کپڑا سی لیتے تھے، اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے، اور جو مرد گھر میں کام کرتے ہیں، وہ سب کام کرتے تھے۔ اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام احمد نے از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے، آپ اپنے کپڑوں میں جوئیں دیکھ لیتے تھے اور بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے ذاتی کام خود کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کا جوؤں سے پاک صاف ہونا

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو روایت ذکر کی ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں دیکھ لیتے تھے، سو اس روایت کے یہ الفاظ صحیح نہیں ہیں۔ جوئیں کپڑوں میں اس وقت پڑتی ہیں جب انسان میلا کچیلا رہے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے، تو اس کے میل سے اور پسینے سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر صاف اور نظیف تھے اور آپ دوسروں کو بھی صاف اور نظیف رہنے کی تلقین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کر لیا کرو، اور آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، اور آپ کا بدن پاک اور صاف تھا، تو آپ کے جسم میں جوؤں کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لیے عمرہ کی یہ روایت درایتاً صحیح نہیں ہے اور امام احمد نے اس کی روایت کرتے وقت اور علامہ عینی نے اس روایت کا حوالہ دیتے وقت زیادہ غور و فکر نہیں کیا ورنہ وہ یہ الفاظ روایت نہ کرتے۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۱۔ بَابٌ: اَلْمِقَةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى — اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''المقة'' اصل میں الومق ہے، اس کا معنی محبت ہے، صرفی قانون کے تحت واؤ گر گئی تو یہ المقة ہو گیا جیسے وعد سے عدة ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل کو ندا فرماتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے

الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ۔

محبت کرو۔ پس حضرت جبریل اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، پھر آسمان والے بھی اس بندے سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت کو رکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۰۹، ۶۰۴۰، ۷۴۸۵، صحیح مسلم: ۲۶۳۷، سنن ترمذی: ۳۱۶۱، مسند احمد: ۱۰۲۹۶)

صحیح البخاری: ۶۰۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن بحر ابوحفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوعاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک بن مخلد النبیل البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر ہے، وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی اھل السماء" اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "سات آسمانوں کے اہل میں نداء کرتے ہیں"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "القبول" یعنی بندوں کے قلوب اس کو قبول کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے اور وہ اس سے راضی ہوتے ہیں، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی محبت اللہ عزوجل کی محبت کی علامت ہے۔ اور جس کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے، اور اللہ کی محبت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ اس کے لیے خیر کا ارادہ کرتا ہے، اور ملائکہ کی محبت کا معنی ہے کہ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں، اور اس کے لیے دنیا اور آخرت کی خیر کا ارادہ کرتے ہیں، اور ان کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے محبوبِ الٰہی ہونے کی دلیل

میں کہتا ہوں کہ بندوں کا کسی سے محبت کرنا اس کی دلیل ہے کہ اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے، اب تمام دنیا کے مسلمان حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۲۔ بَابُ: اَلْحُبِّ فِي اللهِ — اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنی چاہیے جس میں نہ دکھاوا ہو نہ خواہشِ نفس ہو۔

۶۰۴۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَجِدُ أَحَدٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَحَتَّى أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ وَحَتَّى يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک کوئی شخص ایمان کی مٹھاس نہیں پائے گا حتیٰ کہ جس مرد سے محبت کرے تو اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے حتیٰ کہ اس کو آگ میں ڈالا جانا اس سے زیادہ پسند ہو کہ وہ کفر کی طرف لوٹے جب کہ اللہ نے اس کو کفر سے نجات دے دی، حتیٰ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔

(صحیح بخاری: ۱۶، ۲۱، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱، صحیح مسلم: ۴۷، سنن نسائی: ۵۰۱۹، سنن نسائی: ۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۳، مسند احمد: ۱۱۵۹۱)

صحیح البخاری: ۶۰۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مرد جس سے بھی محبت کرے، اس سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، اور یہ آدم بن ابی ایاس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں ''باب حب رسول اللہ ﷺ من الایمان'' میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل شرح وہاں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حلاوۃ الایمان''، ایمان کو شہد کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت یہ ہے کہ شہد کی طرف بھی دل کا میلان ہوتا ہے اور ایمان کی طرف بھی دل کا میلان ہوتا ہے۔ اور ایمان کی طرف اس چیز کی نسبت کی جو شہد کے خواص میں سے ہے، سو یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ محبت تو امرِ طبیعی ہے، انسان کے اختیار کے تحت داخل نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں محبتِ عقلی مراد ہے، محبت عقلی کی تعریف یہ ہے کہ عقل جس کا تقاضا کرے اور اس کو ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے، اگر چہ یہ اس کی خواہش کے خلاف ہے جیسا کہ مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اور اپنی عقل سے دوا کو اختیار کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے اور کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے ''احب الیه مما سواهما'' یعنی اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک خطیب نے کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم برے خطیب ہو، تو ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ یعنی دونوں میں اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا گیا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے یہ کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کی وہ گمراہ ہوا، اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ جس نے ان دونوں کی معصیت کی وہ گمراہ ہوا، حالانکہ ان میں سے ایک کی معصیت بھی گمراہی ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس خطیب کے متعلق فرمایا کہ تم برے خطیب ہو۔ یعنی اس کے برے خطیب ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں کی نافرمانی کرنا گمراہی ہے حالانکہ ان میں سے ایک کی نافرمانی کرنا بھی گمراہی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو یہ فرمایا ''حتیٰ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں''، سو آپ نے بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے لیکن آپ کے متعلق کوئی یہ گمان نہیں کرے گا کہ آپ ان دونوں کو برابر سمجھتے ہیں، لیکن اور کوئی شخص جب کہے گا تو یہ گمان ہوگا کہ شاید یہ اللہ اور اس کے رسول کو برابر سمجھتا ہے، اس لیے دونوں کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے اور آپ کے سوا کسی اور کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۔ بَاب:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات: ۱۱)

۴۳۔ باب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں ○

آیتِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے: یعنی مسلمان ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیں، یعنی ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس کو وہ طعنہ دے رہے ہوں وہ ان سے اللہ کے نزدیک بہتر ہو، کیونکہ بعض صحابہ نے فقراء صحابہ کے فقر کی وجہ سے ان کو طعنہ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے طعنہ دیا، اور حضرت صفیہ بنت حیی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس کہا کہ عورتیں مجھ کو عار دلاتی ہیں اور کہتی ہیں اے یہود یہ بنت یہودیین، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ میرے باپ ہارون ہیں اور میرے چچا موسیٰ ہیں اور میرے خاوند محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ''وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ'' (اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ (الحجرات:۱۱) اور ''اللمز'' کا معنی ہے: طعنہ دینا اور زبان سے کسی کو مارنا، اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم جو ایک دوسرے کو طعنہ دیتے ہو، یہ نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اس کو طعنہ دیا جو اس طعنہ کا مستحق نہیں تھا تو گویا اس نے حقیقۃً اپنے آپ کو طعنہ دیا اور اس آیت میں ''تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ'' سے منع فرمایا ہے اور ''نبز'' سے مراد ہے برا لقب، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کو القاب سے پکارتے ہیں تو کہا گیا: یارسول اللہ! یہ لوگ القاب سے پکارنے کو برا جانتے ہیں یعنی برے لقب سے پکارنے کو، لیکن وہ لقب جو اچھا ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے حضرت ابوبکر کو عتیق کہا جاتا ہے، حضرت عمر کو فاروق، حضرت عثمان کو ذوالنورین، اور حضرت علی کو ابوتراب اور حضرت خالد کو سیف اللہ (رضی اللہ عنہم)۔

اور فرمایا ''بئس الاسم الفسوق'' یعنی برے لقب سے پکارنا بہت برا ہے جیسے کسی کو یا یہودی یا یا نصرانی کہا جائے حالانکہ وہ ایمان لاچکا ہو۔ اور جس نے اس برے لقب کے ساتھ پکارنے سے توبہ نہیں کی تو وہی لوگ ظالم ہیں، یعنی وہ اپنے نفس کو ضرر پہنچا رہے ہیں اپنی معصیت کی وجہ سے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَضْحَكَ الرَّجُلُ مِمَّا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْفُسِ وَقَالَ بِمَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ ثُمَّ لَعَلَّهُ يُعَانِقُهَا وَقَالَ الثَّوْرِيُّ وَوُهَيْبٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ جَلْدَ الْعَبْدِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود از عبداللہ بن زمعہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کسی کی ہوا خارج ہونے کی بناء پر اس پر ہنسے، اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی بیوی کو سانڈ یا اونٹ کی طرح مارتا ہے اور پھر شاید اس کو (بعد میں) گلے لگائے گا۔

اور ثوری اور وہیب اور معاویہ نے کہا از ہشام: یعنی غلام کی طرح مارتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۵۵، سنن ترمذی: ۳۳۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۳، مسند احمد: ۱۵۷۸۸، سنن دارمی: ۲۲۲۰)

صحیح البخاری: ۶۰۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی اس آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آیت کریمہ میں کسی مسلمان پر ہنسنے اور اس کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی ہوا خارج ہونے کی بناء پر اس کا مذاق نہ اڑائے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مما یخرج من الانفس'' یعنی جو چیز انسان سے خود اس کے اختیار کے بغیر خارج ہوتی ہے اور وہ چیز سب لوگوں میں مشترک ہے، اس پر کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمِنًى أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ أَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ یوم حرام ہے، کیا تم جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ شہر حرام ہے۔ (آپ نے پوچھا): کیا تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ مہینہ حرام ہے۔ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو اس طرح حرام کر دیا ہے جس طرح تمہارے آج کے دن میں اور تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۲، ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶، ۶۷۸۵، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۶، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸، مسند احمد: ۵۶۰۴)

صحیح البخاری: ۶۰۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

39 A

حدیث مذکور کی آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت

الحجرات: ۱۱ میں بھی مسلمانوں کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، یعنی ان کی عزتوں کے خلاف کوئی بات نہ کہی جائے۔ اور اس حدیث میں بھی فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای یوم ھذا؟'' اور یہ منیٰ کا دن ہے، اور شہر مکہ ہے اور مہینہ ذوالحجہ کا ہے، اور یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے ہے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اعراضکم'' یہ عرض کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: عزت، کیونکہ مسلمان کی عزت کے خلاف کوئی بات کہنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابُ: مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ

گالیاں دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

سباب، سب کی جمع ہے، یا یہ پھر باب مفاعلہ ہے اور اس کا معنی ہے: سب وشتم کرنا، یعنی کسی انسان کا ذکر عیب کے ساتھ کرنا، اور لعن کا معنی ہے: اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۳۔ ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ تَابَعَهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور، انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور مسلمان سے قتال کرنا کفر ہے۔

سلیمان بن حرب کی متابعت غندر نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح البخاری: ۴۸، ۶۰۴۴، ۷۰۷۶، صحیح مسلم: ۶۴، سنن ترمذی: ۲۶۳۵، سنن نسائی: ۴۱۰۵، سنن ابن ماجہ: ۶۹، مسند احمد: ۳۶۳۹)

صحیح البخاری: ۶۰۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔

39 B

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فسوق" فسق کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج ہونا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وقتاله کفر" یعنی مسلمان سے لڑنا حقوقِ مسلمین کی ناشکری ہے۔ اور اگر وہ حلال سمجھ کر مسلمان سے قتال کرے تو پھر یہ کفر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبداللہ بن بریدہ، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن یعمر نے حدیث بیان کی کہ ابوالاسود دیلی نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو مرد بھی کسی دوسرے مرد پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا تو اگر اس کا صاحب اس تہمت کا مصداق نہیں ہے تو وہ فسق یا کفر تہمت لگانے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۰۸، ۶۰۴۵، صحیح مسلم: ۶۱، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۹، مسند احمد: ۲۰۹۵۴)

صحیح البخاری: ۶۰۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، یہ عبداللہ بن عمرو المقعدی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید ہیں۔ اور الحسین کا ذکر ہے، یہ المعلم ہیں۔ اور عبداللہ بن بریدہ کا ذکر ہے، یہ ابن حسیب الاسلمی ہیں جو مرو کے قاضی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن یعمر کا ذکر ہے، یہ بھی مرو کے قاضی ہیں۔ اور ابوالاسود کا ذکر ہے، یہ ظالم بن عمرو الدولی ہیں، یہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے بصرہ کے والی ہوئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی، یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے علمِ نحو میں کلام کیا۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو ذر کا ذکر ہے، ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یرمی رجل رجلا بالفسوق" یعنی جو شخص بھی دوسرے کی طرف فسق کی نسبت کرے گا، یعنی اسے کہے گا: یا فاسق یا کفر کی نسبت کرے یا بایں طور کہ کہے گا: یا کافر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا ارتدت علیه" یعنی اس کا فاسق کہنا اسی کی طرف لوٹ آئے گا یا اس کا کافر کہنا اسی کی طرف

لوٹ آئے گا۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: جس نے کسی مرد کو کفر کے ساتھ پکارا، یا کہا: اللہ کا دشمن اور وہ اس طرح نہیں تھا تو اس کا یہ قول کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے دوسرے شخص سے کہا: تم فاسق ہو، یا کہا: اے فاسق یا کہا: تم کافر ہو یا کہا: اے کافر، تو اگر وہ شخص اس طرح نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف یہ اوصاف لوٹ آئیں گے۔

لیکن اس میں تفصیل ہے، اگر اس کا قصد یہ کہنے سے اس کی خیر خواہی تھی یا اس کے حال کا بیان کرنا تھا تو یہ جائز ہے، اور اگر اس کا قصد اس کو عار دلانا اور مذمت کرنا تھا یا محض اس کو ایذاء پہنچانا تھا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیوب کو چھپائیں اور خیر خواہی سے نصیحت کریں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ''اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہے تو وہ کفر یا فسق کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا'' اس رجوع کی تاویل میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اگر اس نے جائز اور حلال سمجھ کر اسے کافر کہا تو اس کی طرف کفر لوٹ آئے گا، اور یہ اس حدیث کے سیاق وسباق سے بعید ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث خوارج پر محمول ہے کیونکہ وہ مومنین کو کافر کہتے تھے۔ اسی طرح قاضی عیاض نے امام مالک سے نقل کیا ہے اور یہ ضعیف ہے، اس لیے کہ اکثرین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خوارج اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہیں ہیں۔

اور زیادہ صحیح اور راجح یہی ہے کہ جس نے کسی ایسے شخص کو کافر کہا جس کا اسلام معروف تھا اور اس کے اسلام میں کوئی شبہ بھی نہیں تھا اور کسی شخص نے اس کو کافر کہا تو کہنے والا کافر ہو جائے گا اور یہی اس حدیث کا معنی ہے کہ اس کی طرف اس کی تکفیر لوٹ آئے گی۔ پس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کی طرف تکفیر لوٹ آئے گی نہ کہ کفر، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بھی کافر کہا ہے کیونکہ وہ بھی اسی کی مثل ہے، یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا اور وہ خود بھی مسلمان ہے تو اس کی تکفیر اسی کی طرف لوٹ آئے گی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ دو میں سے ایک کا کفر واجب ہو جائے گا، یعنی اگر واقع میں وہ کافر نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف اس کی تکفیر لوٹ آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۴۔ ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَا لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ۔

(صحیح البخاری: ۶۰۳۱، ۶۰۴۶، مسند احمد: ۱۱۸۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فحش کلام کرنے والے نہ تھے اور نہ لعنت کرنے والے تھے، اور نہ کسی کو برا کہنے والے تھے، آپ غصہ کے وقت صرف اتنا فرماتے: اسے کیا ہوا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے ''باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا'' اور وہاں اس حدیث کی

شرح کی جا چکی ہے۔

۶۰۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ كَمَا قَالَ وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی قلابہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن الضحاک اصحابِ شجرہ میں سے تھے، انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ قسم کھائی کہ اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہوگا، تو اسی طرح ہوگا جس طرح اس نے کہا ہے، اور جس چیز کا ابن آدم مالک نہیں ہے، اس کی اس میں نذر صحیح نہیں ہے اور جس نے اپنی جان کو دنیا میں کسی چیز سے قتل کیا، اسے اسی چیز کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور جس نے کسی مومن کو لعنت کی، تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۶۳، ۴۱۷۱، ۴۸۴۳، ۶۰۴۷، ۶۱۰۵، ۶۶۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، مسند احمد: ۱۵۹۵۷)

صحیح البخاری: ۶۰۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گالیاں دینے اور لعنت کرنے کی ممانعت، اور اس حدیث میں مذکور ہے جس نے کسی مومن کو لعنت کی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، یہ ابن عثمان البصری ہیں، ان کا لقب بندار ہے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن عمر، یہ ابن فارس البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو قلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ثابت بن الضحاک، یہ الاشعری الانصاری ہیں اور یہ اصحابِ شجرہ میں سے ہیں یعنی حدیبیہ میں بیعتِ رضوان جس درخت کے نیچے لی گئی تھی، اس درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کے پانچ احکام

(۱) اس حدیث میں غیر ملتِ اسلام پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے کافروں کے طریقہ پر مثلاً لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہوگا یعنی وہ غیر ملتِ اسلام پر ہوگا، کیونکہ بت کی قسم کھانا اس بت کی تعظیم ہے اور بت کی تعظیم کرنا کفر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مرد نے قسم کھائی کہ اگر اس نے اس طرح کام کیا تو وہ یہودی ہے، سو وہ اسی طرح یہودی ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے ڈرانے اور دھمکانے کے لیے قسم کھائی ہو۔

(۲) جو چیز انسان کی ملکیت میں نہ ہو، اس کی نذر جائز نہیں ہے، مثلاً کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء دے دی تو اللہ کی رضا کے لیے میں فلاں آدمی کے غلام کو آزاد کر دوں گا۔

(۳) خودکشی کے متعلق، یعنی انسان جس چیز سے خودکشی کرے گا، اس کو اسی چیز کی جنس سے قیامت کے دن عذاب دیا جاتا رہے گا۔

(۴) جو شخص کسی مومن پر لعنت کرے تو اس کا گناہ اس کے قتل کرنے کے برابر ہے، کیونکہ لعنت کرنے والا اس کو آخرت کے منافع سے منقطع کرتا ہے۔

(۵) مومن پر کفر کی تہمت لگانا، مثلاً کوئی انسان کسی مومن کو کہے: اے کافر یا کہے: تم کافر ہو، تو اس کا گناہ اس کو قتل کرنے کے برابر ہے، کیونکہ قاتل مقتول کو دنیا کے منافع سے منقطع کرتا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کفر کی تہمت لگانے سے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَغَضِبَ أَحَدُهُمَا فَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى انْتَفَخَ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَقَالَ أَتُرَى بِي بَأْسٌ أَمَجْنُونٌ أَنَا اذْهَبْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن صُرَد سے سنا جو نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک مرد ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے دو مردوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا۔ پس ان دونوں میں سے ایک غضبناک ہوگیا اور اس کا غضب بہت شدید ہوگیا حتیٰ کہ اس کا چہرہ پھول گیا اور متغیر ہوگیا، تب نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ضرور ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ وہ کلمہ کہتا تو اس کا وہ غیض وغضب دور ہو جاتا جس کو یہ پا رہا ہے، سو ایک مرد اس کے پاس گیا اور اس کو نبی ﷺ کے ارشاد کی خبر دی اور کہا: ''تم شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو''۔ اس شخص نے کہا: کیا تمہارے

خیال میں مجھے کوئی بیماری ہے یا میں پاگل ہوں، جاؤ اپنا کام کرو۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۲، ۶۰۴۸، ۶۱۱۵، صحیح مسلم: ۲۶۱۰، سنن ترمذی: ۳۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۱، مسند احمد: ۲۱۶۰۶)

صحیح البخاری: ۶۰۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمر بن حفص کا ذکر ہے، وہ اپنے والد حفص بن غیاث الکوفی سے روایت کرتے ہیں جو وہاں کے قاضی تھے، اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔ اور حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ الخزاعی الکوفی اور صحابی ہیں، اور ان کا نام زمانہ جاہلیت میں یسار تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام سلیمان رکھ دیا۔ یہ کوفہ میں رہے اور وہاں عین الوردہ نامی جگہ میں ان کو شہید کر دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو ایک جنگ میں قتل کیا گیا جو عبید اللہ بن زیاد کے لشکر کے ساتھ تھی اور ان کا سر مروان بن الحکم کے پاس پہنچایا گیا، اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی انتفخ وجھہ" اور اس سے پہلی روایت میں مذکور ہے کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں، اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اس کی رگیں پھول گئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بی باس" یعنی کیا تمہارے گمان میں مجھے کوئی بیماری ہے یا میں پاگل ہوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اذھب" یعنی جس مرد کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس نے کہا: جاؤ اپنا کام کرو۔

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ اس شخص کا کلام ہے جس کو اللہ کے دین کی سمجھ نہ ہو، اور جو یہ نہ جانتا ہو کہ غضب شیطان کے نوچنے کی وجہ سے آتا ہے، اور اس نے یہ وہم کیا تھا کہ اعوذ باللہ پڑھنا صرف پاگلوں کے ساتھ مختص ہے اور شاید وہ عرب کے جفا کار لوگوں میں سے تھا۔ یا کہا جاتا ہے کہ وہ شخص کافر تھا یا منافق تھا، یا شدتِ غضب نے ہر چیز کو اعتدال سے نکال دیا حتیٰ کہ جو اس کی خیر خواہی سے اس کو نصیحت کی گئی تھی وہ بھی اعتدال سے نکل گئی۔ اور امام ابوداؤد نے عطیہ سعدی سے روایت کی ہے کہ غضب شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِيُخْبِرَ النَّاسَ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَإِنَّهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از حُمید، انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: مجھے عبادہ بن الصامت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تاکہ لوگوں کو لیلۃ القدر کی خبر دیں تو دو

رُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔

مسلمان آپس میں لڑے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اٹھا تھا تا کہ تم کو خبر دوں، پس فلاں اور فلاں لڑے اور لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی، اور ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، پس تم لیلۃ القدر کو تلاش کرو انتیسویں رات میں، ستائیسویں رات میں اور پچیسویں رات میں۔

(صحیح البخاری: ۴۹، ۲۰۲۳، ۶۰۴۹، مسند احمد: ۲۲۱۶۴، موطا امام مالک: ۷۰۵، سنن دارمی: ۱۷۸۱)

صحیح البخاری: ۶۰۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گالیاں دینے اور لعنت کرنے کی ممانعت، اور اس حدیث میں دو مسلمانوں کے لڑنے کا ذکر ہے، کیونکہ لڑنا اور جھگڑنا عموماً گالیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجلان" یہ دو مرد عبداللہ بن ابی حدرد اور کعب بن مالک تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت عبداللہ کا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما پر قرض تھا، اس لیے وہ دونوں لڑ پڑے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رفعت" یعنی لیلۃ القدر کی تعیین میرے دل سے اٹھالی گئی، یعنی میں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فالتمسواھا" یعنی اب تم لیلۃ القدر کو رمضان کی انتیسویں میں اور ستائیسویں میں اور پچیسویں میں تلاش کرو جیسا کہ دوسری احادیث میں ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۰۔ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ هُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ رَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدًا وَعَلَى غُلَامِهِ بُرْدًا فَقُلْتُ لَوْ أَخَذْتَ هَذَا فَلَبِسْتَهُ كَانَتْ حُلَّةً وَأَعْطَيْتَهُ ثَوْبًا آخَرَ فَقَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ كَلَامٌ وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً فَنِلْتُ مِنْهَا فَذَكَرَنِي إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لِي أَسَابَبْتَ فُلَانًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَفَنِلْتَ مِنْ أُمِّهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قُلْتُ عَلَى حِينِ سَاعَتِي هَذِهِ مِنْ كِبَرِ السِّنِّ قَالَ نَعَمْ هُمْ إِخْوَانُكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور وہ ابن سوید ہیں از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ، معرور نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر ایک چادر دیکھی اور ان کے غلام پر ایک چادر دیکھی تو میں نے کہا: اگر آپ یہ چادر لے لیتے تو اس کو پہن لیتے تو یہ آپ کا حلہ ہو جاتا اور غلام کو کوئی اور کپڑا دے دیتے، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے اور ایک مرد (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا، اور اس کی ماں

جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ۔

عجمی تھی، تو میں نے اسے اس کی ماں کی طرف سے طعنہ دیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا ذکر کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے فلاں کو گالی دی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں کا طعنہ دیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم ایسے مرد ہو جس میں زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اس بڑھاپے میں بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یاد رکھو، یہ غلام بھی تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت کر دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کے ماتحت اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہیے کہ جو وہ خود کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے، اور اسے ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہے جو اس کی طاقت میں نہ ہو اور اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۰، ۲۵۴۵، ۶۰۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۶۱، سنن ترمذی: ۱۹۴۵، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۰، مسند احمد: ۲۰۹۲۱)

صحیح البخاری: ۶۰۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: گالی دینے کی ممانعت، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو برا کہا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، اور وہ ابن غیاث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معرور، وہ ابن سوید ہیں، اور یہ سوید، اسود کی تصغیر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال" یعنی معرور نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر بھی ایک چادر دیکھی اور ان کے غلام پر بھی ویسی ہی چادر دیکھی، تو میں نے کہا: اگر تم اس غلام سے یہ چادر لے لو تو تمہارے پاس ایک قسم کی دو چادریں ہو جائیں گی اور تمہارا حلہ ہو جائے گا اور اس غلام کو کوئی اور کپڑا دے دو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بینی و بین رجل کلام" اس رجل سے مراد ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے اور ان کی ماں کا نام حمامہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فنلت منها'' یعنی میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں کی عزت کے خلاف طعنہ دیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''جاهلية'' یعنی تم نے بلال کو ان کی ماں کا طعنہ دیا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں کیا مجھ میں اب بھی جہالت ہے؟ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۴۵۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنْ ذِكْرِ النَّاسِ نَحْوَ قَوْلِهِمُ الطَّوِيلُ وَالْقَصِيرُ

لوگوں کے اوصاف بیان کرنے کا جواز مثلاً فلاں کا طویل قد ہے یا فلاں کا قصیر قد ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ وَمَا لَا يُرَادُ بِهِ شَيْنُ الرَّجُلِ۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے؟ اور جس کے ساتھ مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کیا جائے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے ایسے اوصاف کا ذکر کرنا جائز ہے جیسے فلاں آدمی کا لمبا قد ہے یا فلاں آدمی کا چھوٹا قد ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ لقب کا ذکر کرنا اگر کسی شخص کی پہچان اور اس کی تعیین کے لیے ہو تو یہ جائز ہے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین نے کہا: کیا نماز اب کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ (ﷺ)؟ آپ نے پوچھا: ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے۔ اور یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں ''باب تشبيك الاصابع في المسجد'' میں گزر چکی ہے۔ اور حدیث کے الفاظ میں ہے ''اكما يقول ذوالیدین؟'' یعنی کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے۔
اور امام بخاری نے دوسری تعلیق میں کہا ہے کہ اس کے ساتھ مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کیا جائے، یعنی لوگوں کے اوصاف کو بیان کرنا اس وقت جائز ہے جب ان اوصاف کے ذکر سے کسی مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کیا جائے، اور یہ ایک جماعت کا مذہب ہے اور متقدمین میں سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ مرد کی وہ صفت بیان کرنا جو اس میں ہو یہ غیبت ہے۔ شعبہ نے کہا: میں نے معاویہ بن قراء کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اگر تمہارے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا ہوا شخص گزرے اور تم یہ کہو کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو یہ تمہاری طرف سے غیبت ہے، لیکن دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص کا وصف بیان کرنا اس کی تعیین کے لیے اور اس کی پہچان کے لیے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اور امام بخاری نے جو اس تعلیق کو وارد کیا ہے کہ اس کے ساتھ وہ مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کرے اس سے بھی یہی مراد ہے لیکن جب وہ اس لقب کے ساتھ اس کے عیب بیان کرنے کا ارادہ کرے تو پھر جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں اس مرد کی تنقیص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۸۔۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۰۵۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِي الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَدْعُوهُ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ قَالُوا بَلْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ صَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ۔

عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز کی دو رکعت پڑھائیں، پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ پھر مسجد کے اگلے حصہ میں لکڑی کا ایک ستون نصب تھا، آپ اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے، اور نمازیوں میں اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، وہ آپ سے بات کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی مسجد سے نکلنے لگے، پس لوگوں نے کہا کہ نماز اب کم ہو گئی ہے اور نمازیوں میں ایک مرد تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کہہ کر بلاتے تھے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ بھول گئے یا نماز اب کم ہو گئی؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے، اس نے کہا: بلکہ آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا: ذوالیدین نے سچ کہا ہے، پھر آپ کھڑے ہوئے پس آپ نے (مزید) دو رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے پہلے سجدہ کی مثل سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا اور پھر اسی سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر اپنا سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا۔

(صحیح بخاری: ۴۸۲، ۷۱۴، ۷۱۵، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۶۰۵۱، ۷۲۵۰، صحیح مسلم: ۵۷۳، سنن ترمذی: ۳۹۹، سنن نسائی: ۱۲۲۴، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴، مسند احمد: ۷۱۶۰، موطا امام مالک: ۲۱۰، سنن دارمی: ۱۴۹۶)

صحیح البخاری: ۶۰۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوگوں کا ان کے اوصاف کے ساتھ ذکر کرنا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو ذوالیدین کہتے تھے، کیونکہ وہ شخص اسی صفت کے ساتھ مشہور تھا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ذوالیدین فرمایا اور اس کا نام خرباق

تھا۔ اور اس کو ذوالیدین کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ اس کے ہاتھ لمبے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابراہیم، یہ ابو سعید التستری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن سیرین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۶۔ بَابُ: الْغِيبَةِ

غیبت کرنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الحجرات: ۱۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب غیبت کے حرام ہونے کے بیان میں ہے، غیبت کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کا عیب بیان کرے جس کو اگر وہ شخص سنے تو مغموم ہو اور وہ عیب بھی سچ بیان کرے، لیکن جب وہ جھوٹ بیان کرے گا تو پھر اس کا نام بہتان ہے۔ اور کسی کی پیٹھ پیچھے لکھنا یا اشارہ وغیرہ کرنا بھی اسی کے حکم میں ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

امام بخاری نے یہاں پر صرف اس آیت کے ذکر کرنے پر اکتفاء کی ہے، کیونکہ اس آیت میں صراحتاً غیبت سے ممانعت ہے، اور امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں لکھا کہ غیبت کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ امام بخاری نے چغلی کے باب میں چغلی کا حکم بھی لکھا ہے کہ چغلی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَأَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ فَغَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، رہا یہ شخص تو یہ پیشاب کرتے وقت اپنے آپ کو لوگوں سے نہیں چھپاتا تھا، اور رہا

یہ، تو یہ چغلی کھاتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک تر شاخ منگوائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور آپ نے اس قبر پر بھی شاخ کے ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا اور دوسری قبر پر بھی شاخ کے ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا، پھر آپ نے فرمایا: شاید کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی جب تک یہ کھجور کی شاخیں خشک نہ ہوں گی۔

(صحیح بخاری: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵، صحیح مسلم: ۲۹۲، سنن ترمذی: ۷۰، سنن نسائی: ۲۰۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷، مسند احمد: ۱۹۸۱)

صحیح البخاری: ۶۰۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''غیبت'' اور اس حدیث میں ''النمیمۃ'' یعنی چغلی کا ذکر ہے، علامہ ابن التین نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ چغلی اور غیبت دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ جس کی چغلی یا غیبت کی جائے، اسے اگر معلوم ہو کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے تو وہ مغموم ہوگا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چغلی بھی غیبت کی ایک قسم ہے، کیونکہ جس کی چغلی کی گئی ہے اگر اس کو پتا چل جائے کہ اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے تو وہ مغموم ہوگا۔ اسی طرح غیبت سے بھی وہ مغموم ہوتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ بعض احادیث میں ''نمیمۃ'' کی جگہ غیبت کا لفظ وارد ہے، کیونکہ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ دو قبروں پر آئے، پھر اس کے بعد اسی طرح حدیث ہے اور آپ نے فرمایا: رہا ان میں سے ایک تو وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور امام طبرانی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جارہا، اور آپ روئے اور اس حدیث میں ہے ''ان دونوں کو غیبت کرنے اور پیشاب کی وجہ سے عذاب دیا جارہا ہے''۔ اور امام احمد اور امام طبرانی نے بھی یعلی بن شبابہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس قبر والے کو عذاب دیا جارہا تھا، تو آپ نے فرمایا: بے شک یہ شخص لوگوں کا گوشت کھاتا تھا (یعنی غیبت کرتا تھا)۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یا تو یہ ابن موسیٰ الحدانی ہیں، اور یا ابن جعفر البلخی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وکیع، یہ ابن الجراح الرؤاسی ابوسفیان الکوفی ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ہیں اور انہوں نے ان سے بہت احادیث کا سماع کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ کے ''باب من الکبائر ان لا یستتر من البول'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یستتر'' یعنی یہ شخص قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو لوگوں سے چھپاتا نہیں تھا۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے ''بالنمیمۃ'' نمیمۃ کا معنی ہے: چغلی، یعنی لوگوں کو آپس میں لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عسیب'' عسیب کا معنی ہے: کھجور کے درخت کی شاخ۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''مالم ییبسا'' یعنی جب تک درخت کی یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی، ان سے عذاب موقوف رہے گا، یہ اس پر محمول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی شفاعت کی تھی کہ جب تک درخت کی شاخیں خشک نہ ہوں، ان سے عذاب موقوف کر دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۰۔ ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو قبر والوں کے متعلق فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر چلتے تھے لیکن آپ کی نظر زمین کے نیچے بھی ہوتی تھی، بلکہ عالمِ برزخ پر ہوتی تھی، کیونکہ عذاب اور ثواب عالمِ برزخ میں ہوتا ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ نہیں بتایا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے بلکہ دونوں کے عذاب کا سبب بھی بیان فرما دیا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت ستر نہیں کرتا تھا اور دوسرا غیبت کرتا تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس وقت کے حال کا بھی علم تھا اور ان کے اس سے پہلے کے حال کا بھی علم تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ اس کا علم ہوا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صفتِ بصارت عطا فرمائی تھی جس سے آپ موجودہ احوال کو بھی جان لیتے تھے اور گزشتہ احوال کو بھی جان لیتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک یہ کھجور کی شاخیں خشک نہیں ہوں گی اس وقت تک ان سے عذاب موقوف رہے گا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بتا دیا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ایسا طریقہ بھی بتا دیا جس سے وہ عذاب دور ہو سکتا ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ قبر پر درخت کی شاخیں گاڑنے سے عذاب دور ہو جاتا ہے، اور اسی معنی میں یہ ہے کہ قبر پر سبزہ ڈال دیا جائے یا پھول ڈال دیے جائیں تو ان سے بھی یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

۴۷۔ بَابٌ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ انصار کا فلاں گھر سب سے بہتر ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پر پورا عنوان نہیں لکھا، پورا عنوان یوں ہے کہ انصار کے گھروں میں سب سے بہتر گھر بنونجار کا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ بنونجار کے علاوہ جو باقی گھر ہیں وہ بہتر نہیں ہیں، اور یہ ان گھروں کی غیبت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا کلام غیبت نہیں ہوتا، جیسے تم کہو کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں، تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیبت نہیں ہے، اور اسی سے ہے کہ یحییٰ بن معین اور دوسرے ائمہ حدیث نے جو ضعیف راویوں کی تخریج کی ہے اور ان کے احوال بیان کیے ہیں تا کہ عام لوگ ان کو دین کا امام نہ سمجھ لیں، جب کہ وہ اس کے مستحق نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۳ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از ابی سلمہ از حضرت ابی اسید الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین گھر بنونجار کا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۷۸۹، ۳۸۰۷، ۶۰۵۳، صحیح مسلم: ۲۵۱۱، سنن ترمذی: ۳۹۱۱، مسند احمد: ۱۵۶۱۹)

صحیح البخاری: ۶۰۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قبیصہ، یہ ابن عقبہ الکوفی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور ابوالزناد کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ذکوان المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور ابواُسید کا ذکر ہے، وہ مالک بن ربیعہ الساعدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''خیر دور الانصار'' علامہ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہاں ''دُوْر'' سے مراد قبائل ہیں، اور اس پر دوسری حدیث دلالت کرتی ہے جس میں مذکور ہے ''کوئی گھر باقی نہیں بچا مگر اس میں مسجد بنادی گئی ہے'' یہاں گھر سے مراد قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بنونجار'' علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ بنونجار کی یہ فضیلت اس لیے بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں سبقت کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ (التوبہ: ۱۰۰)

اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے۔

بنونجار نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور بنو عبدالاشہل نے تاخیر سے اسلام قبول کیا تھا، اس وجہ سے بنونجار کو خیریت کی صفت حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۸۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنِ اغْتِيَابِ أَهْلِ الْفَسَادِ وَالرِّيَبِ

مفسدین اور مشکوک لوگوں کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مفسدین اور مشکوک لوگوں کے عیوب بیان کرنا یہ غیبت نہیں ہے، عنوان میں ریب کا لفظ ہے (راء پر کسرہ) اور یہ ریب کی جمع ہے جس کا معنی شک اور تہمت ہے۔

۶۰۵۴۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ أَوْ ابْنُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْتَ الَّذِي قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْكَلَامَ قَالَ أَيْ عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن المنکدر سے سنا، انہوں نے عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، وہ اپنے قبیلے کا برا بھائی ہے، یا فرمایا: وہ اپنے قبیلے کا برا بیٹا ہے۔ پھر جب وہ داخل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا تھا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے متعلق نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدکلامی کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیں، یا فرمایا: اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس سے الگ ہو جائیں۔

(صحیح بخاری: ۶۰۳۲، ۶۰۵۴، ۶۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۵۹۱، سنن ترمذی: ۱۹۹۶، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۱، مسند احمد: ۲۳۵۸۶)

صحیح البخاری: ۶۰۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مفسدین کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ شخص غائب تھا اور اس کے پس پشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: وہ اپنے قبیلہ کا برا بھائی ہے یا برا بیٹا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جو مفسدین اور شریر ہوں ان کا پسِ پشت عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ غیبت نہیں تھی بلکہ یہ تو دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی تھی تا کہ وہ اس سے ہوشیار رہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہرحال یہ کلام صورتاً غیبت ہے، لیکن یہ وہ غیبت نہیں ہے جو شرعاً مذموم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابن المنکدر، یہ محمد ہیں۔ اور یہ حدیث عنقریب ''باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا'' میں گزر چکی ہے، اور وہاں اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۹۔ بَابٌ: النَّمِيمَةُ مِنَ الْكَبَائِرِ — چغلی کھانا گناہِ کبیرہ میں سے ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چغلی کرنا گناہِ کبیرہ میں سے ہے، اور کبائر، کبیرۃ کی جمع ہے، ہر وہ گناہ کہ جس کے نیچے کوئی گناہ ہو، وہ کبیرہ ہے۔

۶۰۵۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ بَعْضِ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا فَقَالَ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا بِكِسْرَتَيْنِ أَوْ ثِنْتَيْنِ فَجَعَلَ كِسْرَةً فِي قَبْرِ هَذَا وَكِسْرَةً فِي قَبْرِ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن حمید ابو عبدالرحمٰن نے خبر دی از منصور از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی باغ سے باہر نکلے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا، آپ نے فرمایا: ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی ایسے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا دشوار ہو، اور بے شک وہ گناہِ کبیرہ ہے، ان دونوں میں سے ایک پیشاب کرتے وقت اپنے آپ کو چھپاتا نہیں تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا، پھر آپ نے ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، اور ایک ٹکڑا ان میں سے ایک کی قبر پر رکھ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسرے کی قبر پر رکھ دیا، پھر فرمایا: شاید ان سے عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی جب تک یہ کھجور کی شاخیں خشک نہ ہوں۔

(صحیح بخاری: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵، صحیح مسلم: ۲۹۲، سنن ترمذی: ۷۰، سنن نسائی: ۲۰۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷، مسند احمد: ۱۹۸۱)

صحیح البخاری: ۶۰۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

40A

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''چغلی کرنا گناہِ کبیرہ ہے''اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کسی ایسے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا دشوار ہو اور بے شک وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سلام، یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیدہ، یہ ابن حمید ہیں اور حُمید، حمد بن صہیب تیمی کی تصغیر کی ہے، دوسرا قول ہے کہ وہ حمد بن صہیب اللیثی کی تصغیر ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ الضبی عبدالرحمٰن الکوفی ہیں جو الحذی کے نام سے مشہور ہیں، یہ ۱۹۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔

یہ حدیث عنقریب باب''الغیبة''میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''وانه لکبیرة''یعنی اللہ کے نزدیک وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''وما یعذبان فی کبیرة''اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے نزدیک یہ گناہِ کبیرہ نہیں ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس گناہ سے بچنا تمہارے لیے مشکل اور دشوار نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی مشقت نہیں ہے کہ تم چھپ کر پیشاب کر دیا تم کسی کی چغلی نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''لا یستتر''یعنی وہ شخص قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے نہیں چھپاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح سے عذاب کا اٹھ جانا

اس حدیث میں مذکور ہے''جب تک کھجور کی یہ شاخ خشک نہیں ہو گی یعنی تر رہے گی، اس وقت تک ان سے عذاب موقوف رہے گا''، کیونکہ جو شاخ تر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح کرتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح سے عذاب اٹھ جاتا ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب اٹھ جاتا ہے، تو اگر مومن قبر کے پاس تلاوتِ قرآن کرے تو پھر عذاب کا اٹھ جانا زیادہ متوقع ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ (سورہ)''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ''کو پڑھا، پھر اس کا ثواب قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا تو اس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا جتنا اجر ان مُردوں کو دیا جائے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے سورۂ یٰسین تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن ان مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

40 B

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس سورہ یٰس کی تلاوت کی، اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (کنزالعمال: ۴۵۴۸۶)

۵۰۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّمِيمَةِ

چغلی کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ: هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۝ (القلم:۱۱) وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (الھمزہ:۱) يَهْمِزُ وَيَلْمِزُ وَيَعِيبُ وَاحِدٌ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو بہت طعنہ دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے ۝ ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ۝ یھمز اور یلمز اور یعیب، تینوں کا ایک معنی ہے، یعنی کسی کا عیب بیان کرنا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چغلی کھانا مکروہ ہے، اور چغلی کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کی بات دوسرے شخص کو ان میں جھگڑا پیدا کرنے کے لیے پہنچائے۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے: بعض مرتبہ چغلی کرنا مکروہ نہیں ہوتا، مثلاً کسی کافر کی بات پہنچائی جائے یا جیسے کافروں کے ملک میں جاسوسی کرکے ان کی بات پہنچائی جائے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس طرح کی سازشیں کررہے ہیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

القلم:۱۱ میں مذکور ہے "هَمَّازٍ" اس کا معنی ہے: بہت چغلی کرنے والا۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ ھمز اور لمز اور عیب تینوں کا ایک معنی ہے، اللیث نے کہا: "ھمز" وہ ہے جو تمہارے پس پشت تمہارا عیب بیان کرے، اور "لمز" وہ ہے جو تمہارے سامنے تمہارا عیب بیان کرے، اور النحاس نے مجاہد سے اس کے برعکس بیان کیا ہے۔ اور اس آیت میں "مشاء" کا ذکر ہے، یہ ماشی کا مبالغہ ہے، ماشی کا معنی ہے: چلنے والا، اور تفسیر میں لکھا ہے کہ "مشاء بنمیم" کا معنی ہے: وہ شخص جو بعض لوگوں کی باتیں بعض دوسرے لوگوں تک لڑانے کے لیے پہنچاتا ہو، یہ جمہور کا قول ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جو جھوٹ کو پھیلانے کی کوشش کرے اور یہ ایک دن میں اتنا فساد پیدا کردیتا ہے جو جادوگر ایک ماہ میں فساد پیدا کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ رَجُلًا يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از ہمام، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پس ان سے کہا گیا کہ ایک آدمی باتیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا ہے، تو اس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چغل

خور جنت میں نہیں جائے گا۔

(صحیح مسلم:۱۰۵، سنن ترمذی:۲۰۲۶، سنن ابوداؤد:۴۸۷۱، مسند احمد:۲۲۷۳۶)

صحیح البخاری:۶۰۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''چغلی کرنا مکروہ ہے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ قتات جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور ''قتات'' کا معنی بھی ''النمام'' یعنی چغل خور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس باب کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس میں ابراہیم کا ذکر ہے، وہ النخعی ہیں۔ اور ھمام کا ذکر ہے، وہ ابن الحارث النخعی الکوفی ہیں۔ اور حذیفہ کا ذکر ہے، وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''یرفع الحدیث الی عثمان'' یعنی یہ آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچا دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: القتات لا یدخل الجنۃ'' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اہل لغت نے النمام اور القتات میں فرق کیا ہے، الخطابی نے کہا: کہ ''نمام'' وہ شخص ہے جو لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہا ہو اور ان کی باتیں دوسروں تک پہنچا دے، اور قتات وہ شخص ہے: جو لوگوں کی باتیں سن رہا ہو اور ان کو یہ پتا نہ ہو کہ وہ ہماری باتیں سن رہا ہے، پھر وہ ان کی باتیں دوسروں تک پہنچا دے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''لا یدخل الجنۃ''۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ جنت میں اس طرح داخل نہیں ہوگا جس طرح کامیاب لوگ جنت میں داخل ہوتے ہیں، یا وہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا جو بغیر کسی تاویل کے چغلی کو جائز سمجھ کر چغلی کرتا ہو حالانکہ اس کو علم ہو کہ چغلی کرنا حرام ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر اپنی وعید نافذ کی، کیونکہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وعید لازماً نافذ نہیں کرے گا، اگر وہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو اپنے فضل سے ان کو معاف کر دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱۔باب:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ (الحج: ۳۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو ۝

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کتاب الصیام کے شروع میں اس سند کے ساتھ گزر چکی ہے از آدم بن ابی ایاس از ابن ابی الذئب اور متن بھی وہی ہے اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے آخر میں اس حدیث کے راوی احمد بن یونس نے کہا: ایک مرد نے مجھے اس حدیث کی سند سمجھائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ احمد بن یونس نے جب اس حدیث کو اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے سنا تو انہوں نے اپنے شیخ سے اس حدیث کی سند کو نہیں سمجھا تو کسی اور مرد نے جوان کے ساتھ مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے ان کو وہ سند سمجھائی، اور امام ابوداؤد نے امام بخاری کی اس روایت کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے اس حدیث کی روایت از احمد بن یونس کی ہے لیکن اس کے آخر میں انہوں نے کہا ہے کہ احمد بن یونس نے کہا: میں نے اس حدیث کی سند کو ابن ابی ذئب سے سمجھا، اور اس حدیث کو مجھے ایک اور مرد نے سمجھایا جوان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ان کے بھتیجے تھے، اسی طرح اس حدیث کی اسماعیلی نے از ابراہیم بن شریک از احمد بن یونس روایت کی ہے اور یہ امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے اس کے برعکس ہے، کیونکہ امام بخاری کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ احمد بن یونس نے متن کو تو اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے سمجھ لیا تھا لیکن سند کو نہیں سمجھا تھا، اس کے برخلاف وہ ہے جو ابوداؤد نے اور ابراہیم بن شریک نے کہا۔ پس اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ احمد بن یونس نے اس حدیث کی دو طریقوں سے روایت کی ہے۔

اور علامہ کرمانی کو اس مقام پر خبط ہوا، انہوں نے کہا کہ احمد بن یونس نے بتایا کہ میں اس سند کو بھول گیا تھا، پس مجھے ایک مرد نے یہ سند یاد دلائی اور خبط کی وجہ یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے احمد بن یونس کی طرف اسناد کے بھولنے کی نسبت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے بعد ایک مرد نے ان کو یہ سند یاد دلائی حالانکہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ احمد بن یونس کی مراد یہ ہے کہ جب انہوں نے اس حدیث کو ابن ابی ذئب سے سنا تو ان سے بعض الفاظ مخفی رہ گئے، یا تو امام بخاری کی روایت کے بعض الفاظ مخفی رہ گئے یا امام ابوداؤد کے متن میں جو روایت ہے اس کے الفاظ مخفی رہ گئے اور ان کے پہلو میں جو آدمی بیٹھا ہوا تھا اس نے سمجھ لیا کہ کیا چیز احمد بن یونس پر مخفی رہی ہے تو انہوں نے احمد بن یونس کو وہ سمجھا دیا۔ پھر اس کے بعد جب احمد بن یونس اس حدیث کی روایت کے درپے ہوئے تو انہوں نے اس کو جائز نہیں سمجھا کہ وہ اس بات کے بیان کے بغیر اس حدیث کی روایت کی نسبت ابن ابی ذئب کی طرف کریں۔

پھر علامہ کرمانی نے کہا: احمد بن یونس نے جو کہا ہے کہ ایک مرد نے مجھے اس حدیث کا مطلب سمجھایا، اس میں رجل پر تنوین تعظیم کی ہے یعنی ایک عظیم مرد نے مجھے اس کا مطلب سمجھایا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ احمد بن یونس اس مرد کا نام بھول گئے تھے تو انہوں نے اس کو رجلٌ یعنی ایک مرد کے لفظ سے تعبیر کیا، اور رہا اپنے شیخ کی تعظیم تو وہ سیاقِ کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ابن ابی ذئب، وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرہ المخزومی ہیں اور ان کے دو بھائی تھے، ایک مغیرہ اور دوسرے طالوت، اور میں ان کے بھتیجے کے نام پر واقف نہیں ہوا اور نہ اس پر مطلع ہوا کہ ان کے بھتیجے کا باپ ان

دونوں میں سے کون تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے روزہ میں غیبت کی اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور بعض متقدمین کا یہی مسلک تھا اور جمہور اس کے خلاف ہیں، کیونکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ غیبت گناہِ کبیرہ میں سے ہے اور روزہ رکھنے کا اجر اس کے گناہ کو مٹاتا نہیں ہے، پس گویا کہ اس نے روزہ نہیں رکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ان کے کلام میں مناقشہ ہے، اس لیے کہ اس باب کی حدیث میں غیبت کا ذکر نہیں ہے، اس میں تو جھوٹ بولنے کا ذکر ہے اور جھوٹ کے تقاضے پر عمل کرنے کا ذکر ہے اور جہل کے تقاضے پر عمل کرنے کا ذکر ہے۔

اور اس حدیث میں ہے کہ اللہ کو اس کے روزے کی کوئی حاجت نہیں ہے، یہ مجاز ہے کہ اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۸۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں ہے "وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ" (الحج: ۳۰) اور زور کا معنی ہے: جھوٹ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زُور کا لغوی معنی ہے: میلان کرنا، اور جھوٹ میں بھی حق سے باطل کی طرف میلان ہوتا ہے۔ اور ابن الاثیر نے کہا: "زُور" کا معنی جھوٹ ہے اور تہمت اور باطل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ قَالَ أَحْمَدُ أَفْهَمَنِي رَجُلٌ إِسْنَادَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از والدخود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے جھوٹی بات کو نہیں چھوڑا اور اس کے تقاضے پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا اور جہل (کے تقاضے پر عمل کرنے) کو نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

احمد (بن یونس) نے کہا: مجھے ایک مرد نے اس حدیث کی سند سمجھائی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰۳، ۶۰۵۷، سنن ترمذی: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۹، مسند احمد: ۹۵۲۹)

صحیح البخاری: ۶۰۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جھوٹی بات سے پرہیز کرو" اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے جھوٹ کو

نہیں چھوڑا اور جھوٹ کے تقاضے پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، یہ احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمٰن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب ہیں اور ان کا نام ہشام القرشی المدنی ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المقبری، یہ سعید بن ابی سعید ہیں اور ان کا نام کیسان ہے، یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے اس لیے ان کو مقبرہ کی طرف منسوب کیا گیا۔

یہ حدیث کتاب الصوم میں ''باب من لم یدع قول الزور'' میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی از آدم بن ابی ایاس از ابن ابی ذئب۔۔۔ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''والعمل به'' یعنی جھوٹ کے تقاضہ پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''والجهل'' یعنی اس نے جہالت کو نہیں چھوڑا، اس سے مراد جاہلوں کے افعال ہیں یا جاہلوں کی طرح لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فليس لله حاجة'' یہ مجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے روزے کو قبول نہیں فرمائے گا۔

اس حدیث کے بعد مذکور ہے ''قال احمد'' اس سے مراد احمد بن یونس مذکور ہیں۔

اس حدیث کے بعد مذکور ہے ''افهمني رجل اسناده'' یعنی اس حدیث کی سندِ مذکور، گویا کہ احمد بن یونس نے اپنے شیخ ابن ابی ذئب کے ذکر کردہ الفاظ سے اس کی سند پر یقین نہیں کیا تھا تو پھر احمد بن یونس کو کسی اور مرد نے یہ سند سمجھا دی، اور امام ابوداؤد نے اس کے برعکس کہا ہے، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کی روایت کے آخر میں یہ کہا کہ احمد نے کہا: میں اس حدیث کی سند کو ابن ابی ذئب سے سمجھا اور اس حدیث کے متن کو مجھے ایک مرد نے سمجھایا جو ان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور میرا گمان ہے کہ وہ ان کا بھتیجا تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ احمد بن یونس نے کہا کہ مجھے سمجھایا، یعنی میں اس سند کو بھول گیا تھا تو ایک مرد نے مجھے اس کی سند کو یاد دلایا، یا یہ ارادہ کیا کہ ایک عظیم مرد نے یاد دلایا اور تنوین تعظیم کی ہے اور غرض اپنے شیخ ابن ابی ذئب کی مدح کرنا ہے، یا ایک دوسرے مرد کی جس نے ان کو اس حدیث کی سند سمجھائی۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ علامہ کرمانی کو یہاں پر خبط ہوا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو کئی وجوہ سے خبط ہوا ہے، اول اس وجہ سے کہ انہوں نے علامہ کرمانی کے متعلق ادب کو ترک کر دیا، حالانکہ علامہ کرمانی (متوفی ۷۸۶ ھ) علامہ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ ھ) پر اسلام میں اور علم میں اور تصنیف

میں مقدم ہیں۔ اور دوسری اس وجہ سے کہ انہوں نے علامہ کرمانی کا کلام اس طرح نہیں نقل کیا جس طرح میں نے نقل کیا ہے، بلکہ اس میں ان کو خبط ہو گیا ہے، انہوں نے کہا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ میں اس سند کو بھول گیا تھا تو مجھے ایک مرد نے وہ سند یاد دلائی یا ارادہ کیا کہ ایک عظیم مرد نے وہ سند یاد دلائی جس پر تنکیر کی تنوین دلالت کرتی ہے، انتہٰی۔ پس تم غور کرو ان دونوں کلاموں کی طرف، پس غور کرنے والا جان لے گا کہ خبط کس کو ہوا ہے۔ اور تیسرا خبط اس وجہ سے ہے کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا کہ وہ اس دوسرے مرد کی مدح کر رہے ہیں اور اس طرح نہیں ہے، بلکہ علامہ کرمانی کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی مدح کر رہے ہیں یا اس مرد کی مدح کر رہے ہیں جس نے ان کو یہ سند سمجھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۰۵۷ کی شرح کا خلاصہ

اس حدیث کی شرح جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے اور علامہ بدرالدین عینی نے کی ہے، وہ خالص علمی اور فنی ہے اور عام قارئین کی سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے ہم اس حدیث کی آسان شرح بیان کر رہے ہیں۔

اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص روزہ رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسے روزے کی حاجت نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا روزہ قبول نہیں فرمائے گا، کیونکہ اس شخص نے کھانے پینے اور جماع سے تو اپنے آپ کو روک لیا جو روزہ کے علاوہ عام حالات میں جائز ہیں، لیکن جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اپنے آپ کو نہیں روکا جو تمام اوقات میں حرام ہیں۔

۵۲۔ بَابُ: مَا قِيلَ فِي ذِي الْوَجْهَيْنِ — دو چہرے رکھنے والے (دوغلا) کے متعلق وعید

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس شخص کی وعید کے متعلق ہے جو دو چہرے رکھتا ہے، دو چہروں کا مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ ایک چہرہ کے ساتھ ملاقات کرے، اور کچھ لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرہ کے ساتھ ملاقات کرے، جیسا کہ عنقریب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا اور یہ وہ مداہنت ہے جس کو حرام کر دیا گیا ہے، اور دو چہرے رکھنے والے کو مداہن کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ برا کام کرنے والے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان میں سے ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے خوش دلی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتا ہے، اور جب اہل حق کے ساتھ ملاقات کرتا ہے تو ان سے ان کی موافقت کو ظاہر کرتا ہے، پس وہ دونوں فریقوں سے مل جل کر رہتا ہے اور وہ ان کے افعال سے رضامندی کا جو اظہار کرتا ہے اس کی وجہ سے وہ مداہنت کے اسم کا مستحق ہوا اور وعید شدید کا بھی مستحق ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذوالوجہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دنیا میں دو زبانیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی دو زبانیں بنا دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن

الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَجِدُ مِنْ شَرِّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔

حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں، وہ ان لوگوں کے پاس ایک چہرہ کے ساتھ آئے اور ان لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرہ کے ساتھ آئے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۹۴، ۶۰۵۸، ۷۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۵۲۶، سنن ترمذی: ۲۰۲۵، سنن ابوداؤد: ۴۸۷۲، مسند احمد: ۷۲۹۶، موطا امام مالک: ۱۸۶۴)

صحیح البخاری: ۶۰۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، وہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان الاعمش از ابی الصالح ذکوان السمان الزیات۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تجد من شر الناس" الکشمیھنی کی روایت میں ہے "تم جسے سب سے شریر لوگوں میں سے پاؤ گے وہ ذوالوجہین ہے"۔ اور امام ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے "بے شک لوگوں میں سے شر ذوالوجہین ہے" اور امام مسلم کی روایت میں ہے "تم سب سے زیادہ شر اس کو پاؤ گے"۔ اور ایک اور روایت میں ہے "تم لوگوں میں سے شر اس کو پاؤ گے جو ذوالوجہین ہے"۔ اور امام ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے "شر الناس میں سے ذوالوجہین ہے" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ شر ذوالوجہین ہے"۔ اور یہ الفاظ متقارب ہیں اور یہ روایات اس پر محمول ہیں کہ لوگوں میں سے شر وہ ہے جو ذوالوجہین ہو۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ لوگوں سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں سے مراد دو جماعتیں ہیں اور یہ شخص ان میں سب سے زیادہ شر ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے۔ یہ شخص ہر جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے سامنے یہ ظاہر کرے گا کہ یہ ان میں سے ہے اور دوسروں کا مخالف ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے، اور اگر یہ شخص ہر جماعت کے پاس اصلاح کی غرض سے جاتا تو اس شخص کی مدح کی جاتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۵۔۲۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۳- بَابٌ: مَنْ أَخْبَرَ صَاحِبَهُ بِمَا يُقَالُ فِيهِ

جس نے اپنے صاحب کو خبر دی کہ اس کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس کے جواز کے بیان میں ہے کہ اگر کوئی مرد اپنے صاحب کو یہ بتائے کہ اس نے سنا ہے کہ اس کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا قصد خیر خواہی ہو اور وہ سچ کا قصد کرے اور ایذاء رسانی سے بچے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شارع علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ ایک انصاری آپ کے متعلق کہہ رہا ہے کہ یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ایسی بات کہہ رہے ہو جو جائز نہیں ہے بلکہ آپ اس بات کو سن کر راضی رہے اور اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دینا چغلی نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضى الله عنه قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قِسْمَةً فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَاللهِ مَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ بِهٰذَا وَجْهَ اللهِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرْتُهُ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ رَحِمَ اللهُ مُوسَى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابووائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ تقسیم فرمایا، تو انصار کے ایک مرد نے کہا: اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰، ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶ صحیح مسلم: ۱۰۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۷)

صحیح البخاری: ۶۰۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجہاد میں اس باب میں گزر چکی ہے "باب ماكان النبي صلی اللہ علیہ وسلم يعطى المؤلفة قلوبهم" اور وہاں اس حدیث کی شرح بیان کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قَسَمَ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن مال غنیمت تقسیم کیا اور الاقرع بن حابس کو

آپ نے سو اونٹ عطا فرمائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتمعر" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا، اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے "فتمغر" یعنی آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ ہلکا سرخ ہو گیا یعنی گلابی ہو گیا۔ علامہ ابن الملقن نے کہا: یہ روایت ابوذر کی ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اہلِ فضل کو کبھی ایسی خبر دی جاتی ہے جو ان پر دشوار ہوتی ہے اور یہ انسانوں کی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے مگر اہلِ فضل ایسی خبر سن کر صبرِ جمیل کو اختیار کرتے ہیں اور اپنے پیش رو مومنین کی اقتداء کرتے ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صبر کیا اور حضرت موسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی سیرت پر عمل کیا، کیونکہ بعض بنی اسرائیل نے ان کے متعلق کہا کہ یہ "آدر" ہیں یعنی جس کے خصیتین معمول سے بڑے ہوں، پس وہ گئے اور برہنہ غسل کر رہے تھے، انہوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے، تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کو اس عیب سے بری پایا۔ اسی طرح قارون نے اپنی بیوی سے متعلق کہا جو بہت خوبصورت اور شریف خاندان کی تھی کہ تمہاری کیا رائے ہے اگر میں تم کو اپنے اہل میں اور مال میں شریک کرلوں تم بنی اسرائیل کی جماعت کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ بے شک موسیٰ (علیہ السلام) نے میرا ارادہ کیا ہے، جب وہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو بدل دیا اور اس نے جا کر کہا کہ قارون نے مجھ سے اس اس طرح کہا ہے، پس یہ خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچ گئی اور وہ بہت غصہ کرنے والے تھے اور جب ان کو غصہ آتا تو ان کے بال کپڑے سے باہر نکل آتے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: میں نے زمین کو حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہاری اطاعت کرے، اب تم جو چاہو زمین کو حکم کرو، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کی طرف گئے، جب قارون نے ان کو دیکھا تو کہا: اے موسیٰ! مجھ پہ رحم کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا اے زمین اس کو پکڑ لے، پس وہ زمین میں ٹخنوں تک دھنس گیا اور اس کا گھر بھی، اس نے کہا: اے موسیٰ! مجھ پہ رحم کر، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا تو اس نے اس کو اور اس کے گھر کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۶۔۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّمَادُحِ کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنے کی کراہت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ لوگوں کا کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا اور حد سے تجاوز کرنا مکروہ ہے، اور اس باب کے عنوان سے یہی مراد ہے کیونکہ حدیث اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ دو آدمیوں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے۔

(فتح الباری ج ۷ ۱۸۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو معنی بیان کیا ہے، یہ بابِ مفاعلہ کا خاصہ ہے

جس میں دو مردوں میں سے ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی ہوتا ہے، اور ''تمادح'' باب تفاعل ہے، اس کا خاصہ ہے ایک فعل میں کئی لوگ مشترک ہوں، یعنی کئی لوگوں کا کسی مرد کی مدح کرنا، اور جس کو علم صرف کی تھوڑی بھی سمجھ بوجھ ہو اس پر یہ مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۳، ۶۰۶۰، صحیح مسلم: ۳۰۰۱، مسند احمد: ۱۹۱۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از ابی موسیٰ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک مرد کو سنا جو دوسرے مرد کی تعریف کر رہا تھا اور تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم نے ہلاک کر دیا یا فرمایا: تم نے اس مرد کی کمر توڑ دی۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنے کی کراہت'' اور اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ کسی مرد کی بہت زیادہ مدح کی جائے اور ایسے اوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں تو اس وجہ سے وہ اس مرد کو خوش فہمی اور تکبر میں داخل کر دے گا اور وہ یہ گمان کرے گا کہ حقیقت میں وہ اسی طرح ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس مرد کی کمر توڑ دی جب تم نے اس کی ایسی صفت بیان کی جو اس میں نہیں ہے، کیونکہ ایسی تعریف بسا اوقات اس کو خوش فہمی اور تکبر میں مبتلا کر دے گی اور وہ عمل کو ضائع کرے گا اور زیادہ عمل کرنے کو چھوڑ دے گا، اسی وجہ سے علماء نے اس حدیث میں تاویل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا: مدح کرنے والوں کے چہروں میں مٹی ڈال دو، یعنی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی باطل کے ساتھ مدح کرتے ہیں، اور ان اوصاف کو بیان کرتے ہیں جو اس مرد میں نہیں ہوتے، اور اس سے آپ نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ کوئی آدمی کسی مرد کی مدح کرے اور اس میں وہ وصف موجود ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بھی مدح کی گئی ہے اشعار میں اور خطبوں میں، اور آپ نے مدح کرنے والوں کے چہروں میں مٹی نہیں ڈالی اور نہ ہی اس کا حکم دیا۔ ابو طالب نے آپ کی مدح میں کہا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

وہ سفید رنگ والے کہ بادل بھی ان کے چہرہ سے پانی طلب کرتا ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ ہیں اور بیواؤں کی حفاظت ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن الصباح، ان کو الصباح البغدادی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے

اسماعیل بن زکریا، یہ الاسدی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے برید ہ، یہ ابن عبداللہ بن ابی بردہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بردہ، ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث ہے، یہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری سے روایت کرتے ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں برید بن عبداللہ مذکور ہے، یہ اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں از ابو موسیٰ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ویطریه''اس کا معنی ہے:تعریف میں حد سے تجاوز کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''او قطعتم''یہ راوی کو شک ہے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا،اور کمر کو توڑنا اس کو ہلاک کرنے سے مجاز ہے،یعنی تم نے اس کو تکبر میں مبتلا کر دیا جس سے اس کا دین ہلاک ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۱۔حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَثْنَى عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ يَقُولُهُ مِرَارًا إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يُرَى أَنَّهُ كَذَلِكَ وَحَسِيبُهُ اللهُ وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدًا قَالَ وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ وَيْلَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:ہمیں آدم نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا:ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرد کا ذکر کیا گیا، پھر دوسرے مرد نے اس کی تعریف میں کہا: یہ بہت اچھا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم پر افسوس ہے!تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی، آپ نے کئی بار اس طرح فرمایا۔اگر تم میں سے کوئی شخص ضرور مدح کرنے والا ہو تو وہ یوں کہے کہ میں اس کو ایسا اور ایسا گمان کرتا ہوں، اگر وہ سمجھتا ہو کہ وہ اس طرح سے ہے اور اس کا حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔اور وہ اللہ کے سامنے کسی کی پاکیزگی نہ بیان کرے،اور حقیقتِ حال کو اللہ ہی جاننے والا ہے۔

وہیب نے کہا از خالد''ویلك''۔

(صحیح بخاری:۲۶۶۲،۶۰۶۱،۶۱۶۲، صحیح مسلم:۳۰۰۰،سنن ابوداؤد:۴۸۰۵،سنن ابن ماجہ:۳۷۴۴)

صحیح البخاری:۶۰۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، یہ ابن ابی ایاس ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، یہ ابن مہران الحذاء ہیں،

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکرہ، یہ نفیع بن الحارث الثقفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحك'' یہ کلمہ ترحم ہے، یہ کلمہ اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جو کسی ایسی ہلاکت میں واقع ہو جائے جس کا وہ مستحق نہ ہو، اور کبھی یہ مدح اور تعجب کے معنی میں بھی ہوتا ہے، اور یہ بطور مصدر کے منصوب ہوتا ہے، اور کبھی اس پر پیش ہوتا ہے اور اس کی اضافت کی جاتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قطعت عنق صاحبك'' گردن کے کاٹنے سے مراد ہے قتل کرنا، کیونکہ قتل کرنا بھی ہلاکت کے معنی میں ہے لیکن یہ ہلاکت دین میں ہے اور وہ ہلاکت دنیا میں ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وحسیبه الله'' اس کا معنی ہے: اللہ اس کا حساب لے گا جو حقیقتِ حال کا جاننے والا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان کان مادحًا فلیقل'' یعنی اگر وہ کسی کی مدح کرنے والا ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو اس طرح اور اس طرح گمان کرتا ہوں اور اللہ ہی اس کی حقیقت کو جانتا ہے کہ وہ کیسے کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس پر جزا دے گا، اور یہ نہ کہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ نیکی کرنے والا ہے اور اللہ اس پر گواہ ہے۔ اور نہ یہ کہے کہ اللہ پر واجب ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایسا کرے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یزکی'' یعنی وہ کسی کے انجام کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہ کہے، کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ حتمی طور پر اس کا انجام کیا ہوگا، وہ اس سے غائب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہیب نے کہا از خالد ''ویلك''۔ یعنی ویحك کی جگہ ویلك ہے، اور ویلک کا کلمہ افسوس کا کلمہ ہے اور یہ ہلاکت پر بولا جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ویح اور ویل دونوں کا ایک معنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۸۔ ۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۔ بَابُ: مَنْ أَثْنَى عَلَى أَخِيهِ بِمَا يَعْلَمُ

جو اپنے علم کے مطابق اپنے بھائی کی تعریف کرے

وَقَالَ سَعْدٌ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ: إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ۔

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے آدمی کے متعلق جو زمین پر چلتا ہو یہ نہیں سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنے بھائی کے متعلق کسی تعریف کا علم ہو، تو اس کے لیے اپنی بھائی کی ایسی تعریف کرنا جائز ہے، یعنی وہ اپنے بھائی کی ایسی تعریف کر سکتا ہے جس کا اسے علم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اس میں مبالغہ نہ کرے اور اپنے علم سے زائد بات نہ کہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تعلیق اس سے پہلے کتاب المناقب میں حضرت عبداللہ بن سلام کے مناقب میں سندِ موصول کے ساتھ گزر چکی ہے، یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام بھی ان صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، لہٰذا جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ان کا دس میں حصر کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ عدد کے ساتھ تخصیص زائد کی نفی نہیں کرتی۔ یا عشرہ مبشرہ سے مراد یہ ہے کہ جن دس صحابہ کو یکبارگی جنت کی بشارت دی گئی، ورنہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بالاتفاق اہل جنت میں سے ہیں۔

یہاں پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں سے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، حالانکہ اوروں کے لیے بھی بشارت دی گئی ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کسی اور کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق اس وقت یہ فرمایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں جب وہ زمین پر چل رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ ذَكَرَ فِي الْإِزَارِ مَا ذَكَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ إِزَارِي يَسْقُطُ مِنْ أَحَدِ شِقَّيْهِ قَالَ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے متعلق وہ ذکر فرمایا جو آپ نے ذکر فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرا تہبند ایک جانب سے پھسل جاتا ہے، آپ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو۔

(صحیح بخاری: ۳۶۶۵، ۳۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۶۰۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اپنے علم کے مطابق اپنے بھائی کی تعریف کرنے کا جواز" اور اس حدیث میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو"۔ اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح کی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور سالم کا ذکر ہے، وہ ابن عبداللہ بن عمر ہیں، جو اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ما ذکر'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تہبند کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، یہ حدیث کتاب اللباس کے اول میں گزر چکی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے، اور وہ لٹک جاتا ہے اور گھسیٹنے کی مثل ہوجاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو، یعنی تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو اپنے کپڑوں کو تکبر کی نیت سے گھسیٹتے ہیں، یعنی تم اپنے تہبند کو تکبر سے نہیں گھسیٹتے، اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کا فقہی مسئلہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرنا جائز ہے جن اوصاف کا تعریف کرنے والے کو علم ہو، تا کہ دوسروں کو ان صفات کا علم ہو اور ان کو بھی معلوم ہوجائے کہ اس شخص کی فضیلت کی وجہ کیا ہے اور وہ اس سے اس کے مرتبہ کے مطابق سلوک کریں اور اس کو دوسروں پر مقدم کریں اور خیر میں اس کی اقتداء کریں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس مردوں کو جنت کی بشارت دی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: جب میں نے تبلیغ کی تو سب لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ نے جھوٹ کہا اور ابوبکر نے مجھ سے کہا: آپ نے سچ کہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے علم کے مطابق دوسرے صحابہ کی تعریف فرمانا

اور معمر نے از قتادہ از ابن قلابہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے قوی عمر ہیں اور سب سے زیادہ حیاء کرنے میں صادق عثمان ہیں اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علی ہیں اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں اور میری امت میں سے حلال چیزوں کے سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور سب سے اچھی قرأت کرنے والے ابی بن کعب ہیں اور سب سے زیادہ میراث کے مسائل جاننے والے زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹۔ ۲۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ باب:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل: ۹۰)

۵۶۔ باب:

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو اور رشتہ داروں کو دو اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے، وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تا کہ تم نصیحت

قبول کرو○

وَقَوْلِهٖ: يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ۔ (یونس: ۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مُضر) ہے۔

وَقَوْلِهٖ: ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ (الحج: ٦٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ اس لیے ہے کہ جس نے اتنی ہی اذیت پہنچائی جتنی اسے اذیت پہنچائی گئی تھی، پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا۔

وَتَرْكِ إِثَارَةِ الشَّرِّ عَلَى مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ۔

اور مسلمان یا کافر پر شر کے پھیلانے کو ترک کرنا واجب ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان آیات کو وارد کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسلمان ہو یا کافر، اس پر شر کے پھیلانے کو ترک کرنا واجب ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کا حکم دیتا ہے یعنی کسی کی برائی پر سزا دینے کو ترک کرنا۔

عدل اور احسان کی تفسیر میں متعدد اقوال

النحل: ۹۰ میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے"۔ عدل کی تعریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) عدل سے مراد ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی شہادت دینا۔ اور احسان سے مراد ہے فرائض کو ادا کرنا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۲) عدل سے مراد ہیں فرائض، اور احسان سے مراد ہیں نوافل۔

(۳) عدل سے مراد ہے ظاہر اور باطن کا یکساں ہونا اور احسان سے مراد ہے باطن کا ظاہر سے افضل ہونا، یہ ابن عیینہ کا قول ہے۔

(۴) عدل سے مراد ہے بتوں کو چھوڑنا اور احسان سے مراد ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

(۵) عدل سے مراد ہے عبادت، اور احسان سے مراد ہے عبادت میں خضوع اور خشوع۔

(۶) عدل سے مراد ہے انصاف، اور احسان سے مراد ہے فضل۔

(۷) عدل سے مراد ہے احکام پر عمل کرنا اور احسان سے مراد ہے ممنوعہ کاموں سے اجتناب کرنا۔

(۸) عدل افعال میں ہے اور احسان اقوال میں ہے۔

(۹) عدل سے مراد ہے حق کو ظاہر کرنا اور احسان سے مراد ہے ظلم کو ترک کرنا۔

(۱۰) عدل سے مراد ہے خرچ کرنا اور احسان سے مراد ہے معاف کرنا۔

الفحشاء والمنکر کی تفسیر

"وینھی عن الفحشاء والمنکر": یعنی ہر فعل قبیح اور قولِ قبیح سے مَنع فرماتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے

مراد وزنا اور سرکشی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تکبر اور ظلم ہے، اور تیسرا قول ہے: اس سے مراد تعدی اور حد سے تجاوز ہے۔

''انما بغیکم علی انفسکم'' ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ سرکشی کی سزا سرکشی کرنے والے کو دنیا میں جلدی مل جاتی ہے۔ پھر جس کے خلاف سرکشی کی جائے، اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کا ضامن ہو گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل: ۱۲۶)

لیکن کسی کی سرکشی سے درگزر کرنا اولیٰ ہے، تاکہ اس آیت پر عمل ہو:

وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ۝ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے ○ (الشوریٰ: ۴۳)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے اور جو آپ پر ظلم کرتا آپ اس کو معاف کر دیتے تھے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی اللہ تعالیٰ نے شر کو پھیلانے سے اور شر کو برانگیختہ کرنے سے منع فرمایا ہے خواہ شر کو مسلمان پر پھیلایا جائے یا کافر پر۔ اور مسلمان کا حال یہ تقاضا کرتا ہے کہ تمام لوگوں سے شر کو بجھا دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۰-۲۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۳ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَكَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَذَا وَكَذَا يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَأْتِي أَهْلَهُ وَلَا يَأْتِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِي أَمْرٍ اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ أَتَانِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رِجْلَيَّ وَالْآخَرُ عِنْدَ رَأْسِي فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِي مَا بَالُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ يَعْنِي مَسْحُورًا قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ قَالَ وَفِيمَ قَالَ فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ هَذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا كَأَنَّ رُءُوسَ نَخْلِهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَأُخْرِجَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَهَلَّا تَعْنِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اور اتنے دن اس حال پر ٹھہرے رہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ اپنی اہلیہ کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ نہیں گئے ہوتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس آپ نے مجھ سے ایک دن فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کا جواب دے دیا ہے جس چیز کا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا، میرے پاس دو مرد آئے، پس ایک میرے پیروں کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے سر کے پاس بیٹھ گیا، پس جو میرے پیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے اس سے سوال کیا جو میرے سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس مرد کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ مطبوب ہے یعنی مسحور ہے (اس پر جادو کیا گیا ہے)،

تَنَشَّرْتَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ شَفَانِی وَأَمَّا أَنَا فَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا قَالَتْ وَلَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ

اس نے پوچھا: اور کس نے ان پر جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے، اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے، اس نے کہا: کھجور کے نر شگوفہ کے غلاف میں، اس کے اندر کنگھی ہے اور سوت کے تار ہیں، اور اس کو ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا، اس باغ کے کھجور کے درخت شیاطین کے سروں کی طرح ہیں، اور اس کا پانی مہندی کے تل چھٹ کی طرح ہے، پھر نبی ﷺ کے حکم سے اس چیز کو نکالا گیا جس میں جادو کیا گیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس واقعہ کو پھیلا کیوں نہیں دیا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دے دی اور سنو میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں لوگوں کے اوپر شر پھیلاؤں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لبید بن اعصم یہود کے حلیف بنو زریق سے تعلق رکھتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم: ۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵، مسند احمد: ۲۴۷۹)

صحیح البخاری: ۶۰۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور اور آیات مذکورہ کے درمیان مطابقت

اللہ تعالیٰ نے سرکشی کرنے سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ سرکشی کرنے کا ضرر سرکشی کرنے والے کی طرف پہنچتا ہے، اور جس کے خلاف سرکشی کی گئی اس کی مدد کرنے کا اللہ تعالیٰ ضامن ہو گیا، تو اب جس کے خلاف سرکشی کی گئی اس پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس پر احسان کیا اور جس نے اس کے خلاف سرکشی کی تھی اس کو معاف کر دے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ نبی ﷺ کس طرح جادو کے اثر میں مبتلا ہوئے اور آپ نے اس جادوگر کو کوئی سزا نہیں دی حالانکہ آپ اس پر قادر تھے۔ اور اس تعلیق کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس تعلیق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان ہو یا کافر اس پر شر کو نہ پھیلایا جائے، اور حدیث میں اس کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں کے اوپر شر پھیلاؤں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحُمیدی، وہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں اور اپنے اجداد میں سے ایک حُمید کی طرف منسوب

ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں، اور ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کذا و کذا" اس کا معنی ہے: کئی ایام تک۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یخیل الیه انه یاتی اهله" یعنی آپ کو یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ نے اپنی اہلیہ سے مباشرت کی ہے، حالانکہ مباشرت نہیں کی ہوتی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی امر" یعنی جو خیال مجھے ڈالا جاتا تھا اس کے متعلق میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رجلان" یعنی وہ دو فرشتے تھے جو دو مردوں کی صورت میں آئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی جف" اور یہ کھجور کے شگوفہ کا غلاف ہے۔ اور اس کا مذکر اور مونث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "و مشاطة" یہ وہ ہے جو سوت کو کاتا جاتا ہے، یعنی سوت کاتنے کے بعد جو دھاگے نکلتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دعوفة" یہ کنویں کی تہہ میں ایک پتھر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤس الشیاطین" یعنی ان درختوں کی صورت ایسی وحشت ناک تھی جسے دیکھ کر ڈر محسوس ہوتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۱-۲۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: ہم اس حدیث کی تحقیق صحیح البخاری: ۵۷۶۳ میں لکھ چکے ہیں۔

۵۷- بَابُ: مَا يُنْهَى عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّدَابُرِ

لوگوں سے حسد کرنے اور لوگوں کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (الفلق: ۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"تحاسد اور تدابر" دونوں باب تفاعل سے ہیں اور حسد کا معنی ہے کہ ایک مرد اپنے بھائی کے پاس کوئی نعمت دیکھے، پس یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت اس سے زائل ہو جائے اور یہ نعمت اس کے بغیر اسے مل جائے۔ اور تدابر یہ ہے کہ لوگوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی کی طرف اپنی پیٹھ کرے، پس اس سے اعراض کرے اور اس کو چھوڑ دے۔ یہ ابن اثیر کا بیان ہے۔ اور علامہ الہروی نے کہا ہے کہ تدابر کا معنی ہے "تقاطع" کہا جاتا ہے "تدابر القوم" یعنی ہر ایک نے اپنے صاحب سے پیٹھ پھیر لی۔ اور اس کے بعد آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حسد ممنوع ہے خواہ ایک جانب سے ہو۔ اور یہاں پر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حسد دونوں جانبوں سے ہو، کیونکہ تفاعل قوم کے درمیان ہوتا ہے دو کے درمیان نہیں ہوتا، اور حسد کرنے والوں میں سے ہر ایک پر یہ

صادق آتا ہے کہ وہ حاسد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو اور کسی کی جاسوسی نہ کرو، کسی سے حسد نہ کرو، دوسروں سے پیٹھ نہ پھیرو، دوسروں سے بغض نہ رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۵۱۴۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۶، ۶۷۲۴، صحیح مسلم: ۲۵۶۳، سنن ترمذی: ۱۹۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۷، مسند احمد: ۸۲۹۹، موطا امام مالک: ۱۶۸۴)

صحیح البخاری: ۶۰۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوگوں سے حسد کرنے اور لوگوں سے پیٹھ پھیرنے کی ممانعت" اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "تم لوگوں سے نہ حسد کرو اور نہ ان سے پیٹھ پھیرو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن محمد، یہ ابومحمد السختیانی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ہمام، اور یہ اسم فاعل کے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اجتنبوا الظن" علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ظن سے مراد یہاں پر وہ تہمت ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو، جیسے کوئی شخص کسی مرد کو بے حیائی کے کام کی تہمت لگائے بغیر اس کے کہ اس مرد سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جو بے حیائی کا تقاضا کرتی ہو۔ اسی لیے اس پر عطف کیا گیا ہے "ولا تحسسوا" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے دل میں کسی کے خلاف تہمت آئے گی تو وہ اس کا کھوج لگائے گا اور تحقیق کرے گا تو اس کو اس سے منع کر دیا گیا ہے۔

علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے: اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس ظن پر عمل نہ کرے جس پر اکثر احکام موقوف ہوتے ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس ظن کی تحقیق نہ کرو جس سے مظنون کو ضرر پہنچتا ہے، اسی طرح دل میں بھی کسی کے خلاف بغیر دلیل کے کوئی بات

آتی ہے، کیونکہ ظنون کی ابتداء میں دل میں خیالات آتے ہیں جن کو دفع کرنا ممکن نہیں ہوتا اور جو ممکن نہ ہو اس کا بندے کو مکلف نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فان الظن اکذب الحدیث'' یعنی ظن میں اکثر جھوٹا کلام ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کذب تو اقوال کی صفت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں کذب سے مراد ہے واقع کے مطابق نہ ہونا، برابر ہے کہ وہ قول ہو یا فعل ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تحسسوا ولا تجسسوا'' علامہ کرمانی نے کہا: ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے۔ اور علامہ ابن الانباری نے کہا کہ دوسرا لفظ تاکید کے لیے ہے جیسے کہتے ہیں ''بعدا وسحقا''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں ''ولا تحسسوا اور ولا تجسسوا'' دونوں میں فرق ہے، لاتجسسوا کا معنی ہے: کسی کی پوشیدہ باتوں کا کھوج نہ لگایا جائے، اور ''ولا تحسسوا'' کا معنی ہے: کسی کے متعلق لوگوں کی باتیں نہ سنی جائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''لاتجسسوا'' کا معنی ہے: کسی کے باطنی معاملات کا کھوج نہ لگایا جائے اور اکثر اس کا اطلاق شر میں ہوتا ہے، اور ''لاتحسسوا'' کا معنی ہے: کسی کے عیب کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے یا کسی کے عیب کو سننے کی کوشش نہ کرے۔ اور اس ممانعت سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کوئی معتمد آدمی یہ خبر دے کہ فلاں شخص دوسرے کے ساتھ خلوت میں مل رہا ہے تا کہ اس کو قتل کر دے، یا فلاں مرد خلوت میں کسی عورت سے مل رہا ہے تا کہ اس سے زنا کرے، تو ان صورتوں میں کھوج لگانا مشروع ہے تا کہ کسی بے قصور مرد کو قتل سے بچایا جائے یا کسی عورت کو زنا سے بچایا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تباغضوا'' یعنی بغض کے اسباب مہیا نہ کرو، ایک قول یہ ہے کہ اس ممانعت سے مراد ہے وہ ناجائز خواہشیں جو بغض کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور یہاں بغض کی ممانعت سے مراد یہ ہے جو غیر اللہ کے لیے بغض ہو، اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے بغض رکھتا ہے تو وہ واجب ہے اور اس کو ثواب ملے گا کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے حق کی تعظیم کر رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکونوا عباد اللہ'' یعنی اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تم ایسے بھائی بن جاؤ جیسا نسبی بھائی ہوتا ہے یعنی اس پر شفقت کرنے میں، اس پر رحمت کرنے میں، اس کی غمگساری کرنے میں، اس کی مدد کرنے میں اور خیر خواہی کرنے میں اس کے بھائی بن جاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ تم لوگوں سے بغض رکھو، نہ ان سے حسد رکھو اور نہ ان سے پیٹھ پھیرو اور اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ، اور کسی مسلمان

کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۷۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۹، سنن ترمذی: ۱۹۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰، مسند احمد: ۱۱۶۶۳)

صحیح البخاری: ۶۰۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی نے دینی وجہ سے ترکِ تعلق کیا ہو تو پھر تین دن سے زیادہ بھی ترکِ تعلق جائز ہے

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یحل لمسلم'' اس حدیث میں تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق کرنے کی ممانعت ہے، لیکن یہ اس شخص کے متعلق ہے جس نے دین کی نافرمانی نہ کی ہو، اور جس شخص نے دین میں زیادتی کی ہو اور اپنے رب کی نافرمانی کی ہو تو اس پر تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کی رخصت ہے جیسا کہ وہ تین صحابی جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے، تو شارع علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان سے قطع تعلق کیا جائے اور پچاس راتوں تک مسلمانوں سے ان سے قطع تعلق رکھا حتیٰ کہ ان کی توبہ نازل ہوگئی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور اپنے بالا خانے پر تشریف لے گئے اور اپنی ازواج کی طرف نہ اترے حتیٰ کہ مہینہ پورا ہو گیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے جو اپنے مسلمان بھائی سے ترکِ تعلق کیا ہوا ہے، تو کیا صرف سلام کر لینے سے وہ اس ترکِ تعلق سے نکل جائے گا یا نہیں؟ البغدادہ نے کہا: ہاں اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ ترکِ تعلق محض سلام کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اور سلام کا جواب دینے سے۔ اور امام مالک کا بھی ایک روایت میں یہی قول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ترکِ تعلق سے وہ اس وقت تک بری نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کے ساتھ پہلے جیسا تعلق قائم نہ کر لے اور یہ بھی کہا کہ اگر کلام کو ترک کرنے سے اس کو ایذاء پہنچتی ہے تو صرف سلام کرنے سے وہ ترکِ تعلق منقطع نہیں ہوگا۔ ابن القاسم مالکی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۔ باب:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا (الحجرات: ۱۲)

۵۸۔ باب:

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان دو مردوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے متعلق غیبت کی تھی، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اکثر گمانوں سے احتراز کرو، اور سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی سے کوئی بات سنتا ہے جس نے اس بات سے کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا، پھر اس کا مسلمان بھائی اس کے کلام کے متعلق بدگمانی کرتا ہے،

اس سے قرآن مجید نے منع فرمایا ہے۔ اور زجاج نے کہا: وہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ برا گمان کیا جائے اس سے منع کیا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے''کثیرا من الظن، ان بعض الظن اثم'' اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام گمانوں سے منع نہیں فرمایا، اور ظن کی چار قسمیں ہیں:

(۱) ممنوع (۲) مامور بہ (۳) مباح (۴) مستحب

ظن ممنوع

جو ظن ممنوع ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی کی جائے اور اسی طرح ان مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی کی جائے جن کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ نیک ہیں۔

ظن مامور بہ

یہ وہ ظن ہے کہ کسی حکم کے اوپر کوئی دلیل قائم نہ کی گئی ہو جس سے اس حکم تک پہنچا جا سکے، اور ہمیں مکلف کیا گیا ہو کہ ہم اس میں حکم جاری کریں تو ایسی صورت میں غلبۂ ظن کے اوپر اقتصار کیا جائے گا اور غلبۂ ظن کے اعتبار سے حکم جاری کرنا واجب ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے جیسے ہم کو نیک لوگوں کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہم غور و فکر کر کے ان کی شہادت کو قبول کریں، اسی طرح ہمیں نماز پڑھنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو اب ہم اپنے ظن سے قبلہ کی سمت کا تعین کریں گے۔ اسی طرح کسی نے کسی کی کوئی چیز ضائع کر دی تو اس چیز کی ہم اپنے ظن سے قیمت لگائیں گے۔ یا کسی نے حالتِ احرام میں شکار کیا تو اس کے تاوان میں بھی ہم اپنے ظن سے حکم لگائیں گے۔ سو ایسی تمام صورتیں جن کی مقدار معلوم نہ ہو، تو ان کی مقدار پر ہم اپنے ظن سے حکم لگائیں گے، پس یہ اور اس کی مثالیں اس میں ہمیں غلبۂ ظن کے ساتھ مکلف کیا گیا ہے۔

ظن مباح

ظن مباح یہ ہے جیسے نماز میں آدمی کو شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں جب وہ امام ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے اور غلبۂ ظن کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا ہے، تو اگر کسی نے ایسی صورت میں ظن کے مطابق عمل کیا تو یہ مباح ہے اور اگر کسی دلیل سے اس پر یقینی صورت حال منکشف ہو گئی تو پھر یقین پر عمل کرے۔

ظن مستحب

یعنی اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ نیک گمان کرے تو اس نیک گمان کرنے پر اس کو ثواب دیا جائے گا۔

اور ''لا تجسسوا'' کی تفسیر اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ

ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بدگمانی

أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا

کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، اور تم لوگوں کی باتیں نہ سنو، اور لوگوں کے عیوب کی چھان بین نہ کرو، اور جس چیز کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو اس کی قیمت نہ بڑھاؤ، اور لوگوں سے حسد نہ کرو اور لوگوں سے بغض نہ رکھو اور لوگوں سے پیٹھ نہ موڑو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۵۱۴۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۶، ۶۷۲۴، صحیح مسلم: ۲۵۶۳، سنن ترمذی: ۱۹۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۷، مسند احمد: ۸۲۹۹، موطا امام مالک: ۱۶۸۴)

صحیح البخاری: ۶۰۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس آیت میں بدگمانی کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور حدیث میں بغض اور حسد سے منع کیا گیا ہے اور بغض اور حسد بدگمانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث مذکور کے اکثر الفاظ اس سے پہلی حدیث میں آچکے ہیں اور ان کے معانی کا بیان کیا جا چکا ہے، البتہ اس میں ایک لفظ ہے ''ولا تناجشوا'' اور نجش کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کا اضافہ کرے اور اس چیز کو خریدنے میں اس کی رغبت نہ ہو بلکہ وہ دوسرے کو دھوکا دینا چاہتا ہو، تاکہ دوسرا شخص دھوکا کھا کر اس کی قیمت زیادہ لگائے۔

اور ''ولا تنافسوا'' کا معنی ہے: کسی نفیس چیز میں رغبت کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۔ بَابٌ: مَا يَكُونُ مِنَ الظَّنِّ — جائز گمان کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس گمان کے بیان میں ہے جو جائز ہو، اور القابسی اور الجرجانی کی روایت میں ہے: جو گمان مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِينِنَا شَيْئًا قَالَ اللَّيْثُ كَانَا رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُنَافِقِينَ۔ (صحیح بخاری:۶۰۶۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں فلاں اور فلاں کے متعلق یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ ہمارے دین میں سے کسی چیز کو جانتے ہوں گے۔

اللیث نے کہا: یہ دونوں مرد منافقین میں سے تھے۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث اور عنوان کے درمیان مطابقت نہیں ہے، کیونکہ عنوان میں ظن کا اثبات ہے اور حدیث میں ظن کی نفی ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حدیث میں ظن نہ کرنے کا ذکر ہے اور ظن کی نفی نہیں ہے لہٰذا، ان میں منافات نہیں ہے۔

منافقین کے علم کی نفی کا محمل

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اللیث نے جو اس حدیث کی تاویل کی ہے، وہ بعید ہے اور نبی ﷺ تمام منافقین کو نہیں پہچانتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ۔ (الانفال:۶۰)

اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ظن یہاں پر یقین کے معنی میں ہے، کیونکہ نبی ﷺ منافقین کو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے پہچانتے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں نبی ﷺ کو منافقین کی خبر دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم سورۂ توبہ کو سورۃ الفاضحہ کہتے تھے، یعنی اس صورت میں منافقین کی خبر دے کر ان کو رسوا کر دیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور ہم اپنے گمان سے اس طرح نہیں جانتے جس طرح نبی ﷺ کو علم تھا، کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، پس ہمارے لیے قطعی طور پر منافقین کو بتانا واجب نہیں ہے۔ ہاں جس نے کوئی برا کام کیا اور اس نے اپنے نفس کو بدگمانی پر اور دین میں اس کے متعلق تہمت پر پیش کر دیا تو اس کے متعلق بدگمانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم جس مرد کو عشاء اور فجر کی نماز میں غیر حاضر پاتے تو اس کے متعلق نفاق کی بدگمانی کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بِهَذَا وَقَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ دِينَنَا الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۷، ۶۰۶۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے یہ حدیث بیان کی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی ﷺ ایک دن ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! میں فلاں اور

فلاں کے متعلق یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ ہمارے اس دین کو پہچانتے ہیں جس پر ہم ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی اس حدیث کی دوسری سند ہے، جو از یحییٰ بن بکیر ابی زکریاء المخزومی المصری ہے از اللیث بن سعد بھی یہی حدیث مذکور مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۔ بَابُ: سَتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلَى نَفْسِهِ — مومن کا خود اپنی پردہ پوشی کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مومن سے کوئی عیب صادر ہو تو اس عیب کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔

۶۰۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ فَيَقُولَ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کے بھتیجے از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے ہر امتی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا سوا ان کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہوں، اور علی الاعلان گناہ کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ کوئی مرد رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے، پھر جب صبح ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھ لیا ہو، پھر وہ کہے: اے فلاں! میں نے رات کو اس طرح اور اس طرح (برا) کام کیا، حالانکہ اس نے اس طرح رات گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کا پردہ رکھ لیا تھا اور صبح کو وہ اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو خود کھول دے۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ باب کے عنوان اور اس حدیث میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ

مومن خود اپنے عیب کو چھپائے اور حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے عیب کو چھپائے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا اس کو مستلزم ہے کہ مومن خود بھی اپنا پردہ رکھے، سو جس نے اللہ کی نافرمانی کا اظہار کیا اور علی الاعلان گناہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو غضب میں لایا، پس اللہ تعالیٰ اس کی معصیت کا پردہ نہیں رکھے گا اور جس نے حیاء کی وجہ سے اپنی معصیت کو چھپانے کا ارادہ کیا کہ وہ اپنے رب سے بھی اپنی معصیت کو چھپائے اور لوگوں سے بھی، تو اللہ تعالیٰ اس کی معصیت کا پردہ رکھتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، اور یہاں انہوں نے زہری سے ایک واسطہ کے ساتھ روایت کی ہے اور وہ اکثر زہری سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کے بھتیجے کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن عبداللہ بن مسلم ہے، وہ اپنے چچا سے از سالم بن عبداللہ بن عمر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مُعَافًى" اس میں میم پر پیش ہے اور فاء پر زبر ہے اور یہ اسم مفعول مقصور ہے اور یہ عافیت سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے "عافاہ اللہ عافیۃ" اور عافیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا بندے سے دفاع کرنا۔ اور یہاں مراد ہے اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الا المجاھرین" اس کا معنی ہے: لیکن جو علی الاعلان اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نہیں معاف فرمائے گا۔ اور مُجاہر وہ شخص ہے جو کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرے اور اللہ کی معصیت کو ظاہر کرے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میری امت میں سے ہر شخص کے گناہ کو معاف کر دیا جائے گا سوائے فاسق معلن کے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: جو آدمی اپنے فسق کو ظاہر کرے یا اپنی بدعت کو ظاہر کرے تو اس کے فسق اور بدعت کا ذکر کرنا جائز ہے، اور جو اپنے فسق اور بدعت کو چھپائے، اس کے فسق اور بدعت کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "مُجاھر" تو بابِ مفاعلہ سے ہے اور اس کا معنی ہے ہر ایک فاعل بھی ہو اور مفعول بھی ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی بابِ مفاعلہ مجرد کے معنی میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (آل عمران: ۱۳۳) اور اپنے رب کی بخشش کی طرف جلدی کرو۔

اس آیت میں "سَارِعُوْٓا" بھی بابِ مفاعلہ سے ہے لیکن یہ مجرد کے معنی میں ہے، یعنی اپنے رب کی بخشش اور مغفرت کی طرف جلدی کرو۔ اور "مجاھرۃ" کا معنی ظہور اور اظہار ہے، اور "اھجار" بے حیائی اور کثرت کلام کو کہتے ہیں، جب کوئی شخص فضول بکواس کرے تو اس کو "ھجر" اور "اھجر" کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ فِي النَّجْوٰى قَالَ يَدْنُو أَحَدُكُمْ مِنْ رَبِّهِ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ وَيَقُولُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَرِّرُهُ ثُمَّ يَقُولُ إِنِّي سَتَرْتُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از صفوان بن محرز، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے النجویٰ کے متعلق کیا سنا ہے آپ کیا فرماتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے رب کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا پر اس کے اوپر رکھ دے گا، پھر فرمائے گا: تو نے فلاں فلاں کام کیا ہے، وہ بندہ کہے گا: جی ہاں! اور فرمائے گا: تو نے فلاں فلاں کام کیا ہے، وہ بندہ کہے گا: جی ہاں! سو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے کاموں کا اقرار کرائے گا، پھر فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا تو میں آج کے دن تیری مغفرت کر دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۲۴۴۱، ۴۶۸۵، ۶۰۷۰، ۷۵۱۴، مسلم: ۲۷۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳، مسند احمد: ۵۴۳۱)

صحیح البخاری: ۶۰۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ بھی یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے: مومن کا خود اپنے عیب پر پردہ رکھنا، اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کے عیب پر پردہ رکھے گا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا بندے کے پردہ رکھنے کو مستلزم ہے، دوسرا جواب یہ ہے: کیونکہ بندے کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا بندے کا پردہ رکھنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صفوان بن مُحرِز، یہ المازنی البصری ہیں، اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے، اور ایک اور حدیث بھی ہے جو ''بدأ الخلق'' میں گزر چکی ہے، اور ان دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے کئی جگہ پر ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی النجویٰ'' نجویٰ کے معنی ہیں: سرگوشی، یعنی وہ چپکے چپکے باتیں جو اللہ عزوجل اور اس کے مومن بندہ کے درمیان قیامت کے دن ہوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یدنوا'' یہ لفظ الدنو سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: مرتبہ کے اعتبار سے قریب ہونا نہ کہ مکان کے

اعتبار سے قریب ہونا۔اس حدیث میں مذکور ہے''کنفه'' یہ ساتر ہے،یعنی وہ چھپانے والا،یعنی اللہ تعالیٰ اپنی توجہ سے بندہ کو اپنی رحمت کے پروں میں چھپالے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''عملت کذا و کذا''یعنی تو نے اس طرح اور اس طرح کام کیا،اور اللہ تعالیٰ بندہ سے اقرار کرائے گا،یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنی کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے،یا اس کی ایسی تاویل کی جائے جو مقام کے مناسب ہو۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۸۔۲۱۹،دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١۔ بَابُ: الْكِبْرِ

تکبر کا بیان

وَقَالَ: مُجَاهِدٌ: ثَانِيَ عِطْفِهِ (الحج:٩) مُسْتَكْبِرٌ فِي نَفْسِهِ۔ عِطْفُهُ: رَقَبَتُهُ۔

مجاہد نے (الحج:۹ کی تفسیر میں) کہا:''وہ (از راہِ تکبر) اپنی گردن موڑے ہوئے ہے''۔یعنی وہ اپنے دل میں تکبر کرنے والا ہے، عِطفه: کا معنی ہے: وہ اپنی گردن موڑنے والا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب تکبر کی مذمت کے بیان میں ہے۔اور بہت سے علماء اور عبادت گزار اور زاہدین تکبر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

تکبر اس حالت کو کہتے ہیں جس حالت کو انسان اپنے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے،اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور عظیم سمجھتا ہے،اور وہ اپنے رب کے سامنے بھی تکبر کرتا ہے اور حق کے قبول کرنے اور اس کے ماننے سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کا انکار کرتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق مجاہد سے منقول ہے،انہوں نے کہا:عِطف کا معنی ہے:گردن موڑنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا ہے:جو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا ہو،تکبر کرنے والا ہو۔

نیز مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۹،دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٠٧١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ الْقَيْسِيُّ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَاعِفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا:ہمیں معبد بن خالد القیسی نے حدیث بیان کی، از حارثہ بن وہب الخزاعی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو کمزور ہو اور تواضع کرنے والا ہو، اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی

قسم میں پورا کر دے گا، اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟
ہر بد مزاج، اکڑ کر چلنے والا اور تکبر کرنے والا۔

(صحیح بخاری: ۴۹۱۸، ۶۰۷۱، ۶۶۵۷، صحیح مسلم: ۲۸۵۳، سنن ترمذی: ۲۶۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۱۶، مسند احمد: ۱۸۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۰۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معبد بن خالد القیسی، یہ الجدلی القیسی الکوفی القاضی ہیں، یہ خالد بن عبداللہ کی ولایت میں ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حارثہ بن وہب الخزاعی، الخزاعی میں خزاعہ کی طرف نسبت ہے اور یہ الازد کا قبیلہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کل ضعیف متضاعف" ضعیف سے مراد ہے جس کا حال ضعیف ہو نہ وہ کہ جس کا بدن ضعیف ہو، اور متضاعف کا معنی ہے متواضع، جو عاجزی کرنے والا ہو اور یہ وہ شخص ہے جس کو عام لوگ دنیا میں اس کے حال کے ضعف کی وجہ سے حقیر جانتے ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک اتنا مقرب ہوتا ہے کہ اگر وہ کوئی قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرتا ہے اور اس کو اس کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عتل" اس کا معنی ہے: بدخو، اور "الجواظ" کا معنی ہے: خیر سے روکنے والا اور اکڑ کر چلنے والا۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ زیادہ تر اہل جنت وہ ہوں گے جو تواضع اور عاجزی کرنے والے ہوں گے، اور زیادہ تر اہل دوزخ وہ ہوں گے جو تکبر کرنے والے اور اکڑنے والے ہوں گے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جنت اور دوزخ میں صرف ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۹۔ ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۲۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۱۷۷، مسند احمد: ۱۱۵۳۰)

اور محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔

صحیح البخاری: ۶۰۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن عیسیٰ کا ذکر ہے، یہ محمد بن عیسیٰ بن الطباع ابوجعفر البغدادی ہیں، یہ اذنہ میں آ کر رہنے لگے تھے جو طرطوس کا شہر ہے، امام ابوداؤد نے کہا: ان کو تقریباً چالیس ہزار احادیث حفظ تھیں، اور یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے صرف اسی جگہ ان کی حدیث روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جنہوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال کو جمع کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ان سے کتاب الحج اور کتاب الادب کے اخیر میں حدیث روایت کی ہے، اور دونوں جگہ محمد بن عیسیٰ کہا ہے اور صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: مشابہ بالحق یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ محمد بن عیسیٰ سے یہ حدیث مذاکرہ کے درمیان حاصل کی، اور ابو جعفر بن ہمدان النیشاپوری نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں امام بخاری یہ کہیں کہ مجھ سے فلاں نے یہ کہا تو وہ عرض اور مناولہ ہے، اور بعض مغاربہ نے کہا: امام بخاری کہتے ہیں ''قال لی اور قال لنا'' یہ اس وقت کہتے ہیں جب انہیں اس کی سند کا علم ہو لیکن اس کا ذکر نہ کریں، اور اس کا وہ ذکر استشہاد کے لیے کرتے ہیں اور اکثر محدثین اس لفظ کو وہاں ذکر کرتے ہیں جہاں وہ مذاکرات اور مناظرات میں حدیث کو حاصل کرتے ہیں۔ اور جو احادیث المذاکرہ ہوں، ان سے بہت کم استدلال کیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی''۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے کہ اگر کسی باندی کو بھی آپ سے کوئی کام ہوتا تو آپ کو مدینہ میں جہاں چاہتی لے جاتی۔

اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ تواضع پر دلیل ہے اور تکبر کی تمام اقسام سے آپ کی براءت کی دلیل ہے۔

اور اس حدیث میں کئی قسم کا مبالغہ ہے، ایک تو اس میں عورت کا ذکر کیا ہے مرد کا ذکر نہیں کیا، اور عورتوں کی اصناف میں سے بھی باندی کا ذکر کیا ہے، اور باندی کے لفظ کو بھی عام رکھا ہے یعنی خواہ کوئی باندی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۰۔۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۔ بَابُ: الْهِجْرَةِ — اپنے مسلمان بھائی سے سلام کلام چھوڑنے کا بیان

وَقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے ہجرت، اور ہجرت کا معنی ہے: اپنے مومن بھائی سے اس کی ملاقات کے وقت کلام نہ کرنا اور ہر ایک کا دوسرے سے اجتماع کے وقت اعراض کرنا، اور یہاں ہجرت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے

کیونکہ اس کا حکم پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس حدیث میں مذکور ہے تین دن سے زیادہ، اور ایک روایت میں مذکور ہے تین راتوں سے زیادہ۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان تین راتوں سے زیادہ ایک دوسرے سے سلام اور کلام کو منقطع کرنا نصِ صریح سے ممنوع ہے، اور اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ تین دن یا تین راتوں تک اگر سلام، کلام منقطع کرے تو یہ معاف ہے، کیونکہ آدمی کی فطرت میں یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ بات پر غضب میں آ جاتا ہے تو غضب کے تقاضے سے تین دن تک اس کو سلام اور کلام منقطع کرنے میں تسامح کیا گیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ وَهُوَ ابْنُ أَخِي عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمِّهَا أَنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ فِي بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ أَوْ لَأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا فَقَالَتْ أَهُوَ قَالَ هَذَا قَالُوا نَعَمْ قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لَا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِينَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللهِ لَا أُشَفِّعُ فِيهِ أَبَدًا وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلَى نَذْرِي فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وَهُمَا مِنْ بَنِي زُهْرَةَ وَقَالَ لَهُمَا أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ لَمَا أَدْخَلْتُمَانِي عَلَى عَائِشَةَ فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذِرَ قَطِيعَتِي فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ مُشْتَمِلَيْنِ بِأَرْدِيَتِهِمَا حَتَّى اسْتَأْذَنَا عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَا السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ أَنَدْخُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ ادْخُلُوا قَالُوا كُلُّنَا قَالَتْ نَعَمِ ادْخُلُوا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عوف بن مالک بن طفیل نے حدیث بیان کی اور وہ ابن الحارث ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی کے بھتیجے ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسی بیع یا ان کی کسی عطاء کے متعلق کہا: اللہ کی قسم! عائشہ باز آ جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا دوں گا، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا واقعی اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بھی کلام نہیں کروں گی۔ پھر جب یہ ہجرت (کلام کو منقطع کرنا) طویل ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کی طرف لوگوں کو سفارشی بنایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم میں اس کے متعلق کبھی بھی سفارش کو قبول نہیں کروں گی اور میں اپنی نذر کو نہیں توڑوں گی، پھر جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر اس کا زمانہ طویل ہوگیا تو انہوں نے حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث سے اس مسئلہ میں گفتگو کی اور یہ دونوں بنوزہرہ سے تھے اور ان سے کہا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جب تم دونوں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل

يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا مَا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ وَيَقُولَانِ إِنَّ
النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهَى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ فَإِنَّهُ
لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَلَمَّا 42 A
أَكْثَرُوا عَلَى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيجِ طَفِقَتْ
تُذَكِّرُهُمَا نَذْرَهَا وَتَبْكِي وَتَقُولُ إِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ
شَدِيدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتَّى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَأَعْتَقَتْ
فِي نَذْرِهَا ذَلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا
بَعْدَ ذَلِكَ فَتَبْكِي حَتَّى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۰۳، ۳۵۰۵، ۶۰۷۳)

کردو تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کی نذر برقرار رکھیں تو اس کو حضرت المسور اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما دونوں نے قبول کرلیا، وہ دونوں اپنی چادروں میں لپٹے ہوئے تھے، (اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان چادروں میں تھے) حتیٰ کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی، پس ان دونوں نے کہا: السلام علیکِ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا ہم داخل ہوجائیں؟ ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: داخل ہو جاؤ، انہوں نے کہا: ہم سب داخل ہوجائیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں تم سب داخل ہوجاؤ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، پس جب وہ داخل ہوگئے تو ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی حجاب کے اندر داخل ہوگئے، پس حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور اللہ کی قسم دینے لگے اور رونے لگے، اور حضرت المسور اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما بھی رونے لگے اور قسم دینے لگے (کہ آپ ان کو معاف فرمادیں) ان سے بات کرلیں اور ان کا عذر قبول کرلیں، اور وہ دونوں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطع تعلق کرنے کے متعلق کیا فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے کہنے لگیں اور رو رہی تھیں کہ میں نے تو نذر مان لی ہے اور نذر بہت شدید ہے، پھر وہ دونوں برابر کوشش کرتے رہے حتیٰ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بات کرلی اور اپنی نذر کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کردیئے، اس کے بعد جب بھی آپ نذر کا یہ واقعہ یاد کرتیں تو آپ روتیں حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کا دوپٹا بھیگ جاتا۔

42
B

صحیح البخاری: ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اپنے مسلمان بھائی سے سلام کلام چھوڑنے کا بیان" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے قطع تعلق کر لیا تھا اور اس پر تین دن سے زیادہ گزر گئے تھے، اس اعتبار سے یہ باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جو تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا، اس کی توجیہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے تین دن سے زیادہ کیوں قطع تعلق رکھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھا، اس پر ہجرتِ مذمومہ کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ہجرتِ مذمومہ یہ ہے کہ دو مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور بات نہ کریں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہیں ہوتی تھی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے ہوتی تھیں اور کوئی پردہ کے اندر ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو چھوڑے رکھنا ہجرتِ مذمومہ نہیں تھی۔ اور نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ اس لیے جائز تھا کہ آپ ام المومنین تھیں، خصوصاً حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی نسبت سے، کیونکہ آپ ان کی خالہ تھیں، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے متعلق جو کہا تھا وہ یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی داد و دہش اور سخاوت سے باز آجائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا دوں گا، تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ کلام نافرمانی کی مثل تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کو چھوڑنا ان کے لیے تادیباً تھا، اور یہ نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ الحمصی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم بن شہاب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فروخت کرنے اور عطاء کرنے پر پابندی لگا دوں گا، اس کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے "حدثت فی بیع او عطاء اعطتہ عائشہ" اوزاعی کی روایت میں ہے کہ ایک گھر کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیچ دیا تھا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس گھر کے بیچنے پر ناراض ہوئے اور کہا: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باز

آ جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا دوں گا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھے، اور وہ بھی تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نیکی کرتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی تو وہ اس کو اپنے پاس نہیں رکھتی تھیں بلکہ صدقہ کر دیتی تھیں تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان کے ہاتھوں کو روکنا چاہیے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا؟ مجھ پر نذر ہے (یعنی قسم ہے) اگر میں ان سے بات کروں، اور یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے پہلے کا تھا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۵۷ ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور اس وقت حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کسی چیز کے والی نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا ابن الزبیر نے یہ بات کہی ہے؟" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عبداللہ بن زبیر نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اب شان یہ ہے کہ میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ ابن الزبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔

علامہ ابن التین نے کہا: اصل عبارت اس طرح ہے کہ اگر میں ان سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھائی کہ وہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بات نہیں کریں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستشفع ابن الزبیر الیھا" یعنی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سفارش کرنے والوں کو طلب کیا اور سفارش کا معنی یہ ہے کہ گناہوں اور جرائم سے درگزر کر لیا جائے، پھر لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سفارش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کو قبول نہیں کیا اور عبدالرحمٰن بن خالد کی روایت میں ہے: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مہاجرین کو سفارشی بنایا۔ اور ابراہیم حربی نے حمید بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عبید بن عمیر کو سفارشی بنایا اور ان سے کہا: وہ حدیث کہاں ہے جو تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچائی ہے کہ آپ نے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ لا اشفع فیہ" یعنی میں ان کے متعلق سفارش کو قبول نہیں کروں گی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا اتحنث الی نذری" یعنی میں اپنی نذر کو یا اپنی قسم کو نہیں توڑوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما طال ذالک" یعنی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے قطع تعلق بہت طویل ہو گیا تو پھر حضرت ابن الزبیر نے حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں بات کی اور وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانھا لا یحل لھا ان تنذر قطیعتی" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ نذر مانیں کہ مجھ سے قطع تعلق کریں گی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہیں اور انہوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی زیادہ تر تربیت کی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اندخل کلنا؟" کیا ہم سب داخل ہو جائیں، اور ان دونوں نے کہا: اور جو ہمارے ساتھ ہیں وہ

بھی داخل ہو جائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں سب داخل ہو جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ینا شدانها الا ما کلمته" یعنی وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسم دیتے تھے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے بات کرلیں اور ان کا عذر قبول کرلیں، اور انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے ساتھ قطع تعلق سے منع فرمایا ہے اور انہیں یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور معاف کرنے اور غصہ پینے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واعتقت فی نذرها ذالك اربعين رقبة" اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں نذر سے مراد قسم ہے۔اور التوضیح میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا: مجھ پر نذر ہے کہ میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے کبھی بھی کلام نہیں کروں گی، اور یہ نذر غیر عبادت میں ہے، لہٰذا امام مالک کے نزدیک اس نذر کے توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے اگر کہا کہ مجھ پر نذر ہے کہ میں ضرور ایسا کروں گا تو اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے، اور یہ امام مالک کا اور ایک سے زیادہ تابعین کا قول ہے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اس پر سب سے غلیظ کفارہ ہے جیسا کہ ظہار کے کفارہ میں ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اللہ کی قسم کے الفاظ نہیں کہے اور نہ اس کی نیت کی ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک دن کا روزہ رکھ لے یا ایک مسکین کو کھانا کھلا دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے۔ واللہ اعلم

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۲۔۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تم لوگوں سے بغض رکھو اور نہ لوگوں سے حسد رکھو، نہ لوگوں سے پیٹھ موڑو اور تم اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۷۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۹، سنن ترمذی: ۱۹۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰، مسند احمد: ۱۱۶۶۳)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۶۰۷۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، ایک دوسرے سے

ملاقات کریں، پس یہ بھی منہ موڑ لے اور وہ بھی منہ موڑ لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہوگا جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۱، مسند احمد: ۲۳۵۱۷، موطا امام مالک: ۱۶۸۲)

صحیح البخاری: ۶۰۷۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوایوب انصاری، ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیُعرض'' اس میں یاء پر پیش ہے اور اس کا معنی ہے: چہرہ سے اعراض کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خیرھما'' اس سے مراد ہے: ان دونوں میں افضل وہ ہے جو سلام میں ابتداء کرے یعنی جو یہ کہے: السلام علیکم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام اور کلام سے جو تعلق منقطع کیا ہوا ہو، وہ سلام کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۴۔ ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۔ بَابُ: مَا یَجُوزُ مِنَ الْهِجْرَانِ لِمَنْ عَصَی

نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز

وَقَالَ كَعْبٌ حِينَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا وَذَكَرَ خَمْسِينَ لَيْلَةً.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا جب وہ نبی ﷺ سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، اور نبی ﷺ نے مسلمانوں کو ہم سے کلام کرنے سے منع فرمادیا اور انہوں نے پچاس راتوں کا ذکر کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو نافرمانی کرے اس سے سلام اور کلام کو منقطع کرنا جائز ہے۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کریں کہ جو قطع تعلق جائز ہو اس کی صفت بیان کریں اور اس کی جرم کے اعتبار سے کئی قسمیں ہیں۔ پس جس کا جرم زیادہ بڑا ہو، پس لائق ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس سے اجتناب کیا جائے اور اس سے بات چیت ترک کر دی جائے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے باقی دو صاحبوں کے بارے میں ہے۔ اور اگر قطع تعلق اس وجہ سے ہو کہ اپنی اہلیہ یا اپنے بھائیوں پر کسی وجہ سے ناراضگی ہو تو ان سے جو ترکِ تعلق جائز ہے، وہ یہ ہے کہ ان کو سلام نہ کیا جائے اور ان سے خندہ پیشانی سے ملاقات نہ کی جائے جیسا کہ جب حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہوتیں تو وہ ایسا کرتی تھیں۔

(میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کب تم مجھ سے ناراض ہو اور کب تم مجھ سے راضی ہو، جب تم مجھ سے ناراض ہو تو کہتی ہو "و رب ابراهیم" یعنی رب ابراہیم کی قسم، اور جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو "و رب محمد" اور محمد کے رب کی قسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا جب وہ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ان کے ساتھ اور ان کے دو صاحبوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا، ان کے دو صاحب حضرت برارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ وہ تین صحابی ہیں جو غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے جو ان سے ترکِ تعلق رکھا وہ پچاس راتوں پر مشتمل تھا۔ اس کا ذکر امام بخاری نے کتاب المغازی کے آخر میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي لَأَعْرِفُ غَضَبَكِ وَرِضَاكِ قَالَتْ قُلْتُ وَكَيْفَ تَعْرِفُ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّكِ إِذَا كُنْتِ رَاضِيَةً قُلْتِ بَلَى وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتِ سَاخِطَةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ لَسْتُ أُهَاجِرُ إِلَّا اسْمَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے ناراض ہونے اور تمہارے راضی ہونے کو ضرور پہچانتا ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس کو کیسے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو "بلی و رب محمد" کیوں نہیں! رب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قسم!" اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو "لا و رب ابراهیم، رب ابراہیم کی قسم" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا: ہاں! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔

(صحیح بخاری: ۵۲۲۸، ۶۰۷۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹، مسند احمد: ۲۴۷۹۷)

صحیح البخاری: ۶۰۷۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں صرف آپ کے

نام کو چھوڑتی ہوں اور یہ وہ چھوڑنا ہے جو جائز ہے جیسا کہ ہم نے علامہ المہلب مالکی سے نقل کیا ہے کہ یہ جائز چھوڑنے کی مثال ہے۔
قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہونا اس غیرت کی بناء پر ہوتا تھا جو عورتوں کے حق میں معاف کردی گئی ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عظیم حرج ہوتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہونا بہت سنگین گناہ ہے۔
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں، اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کا دل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے بھرا ہوا تھا اور ان کو جو دوسری ازواج پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے التفات کی وجہ سے غیرت آتی تھی وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرطِ محبت کی وجہ سے تھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، وہ ابن سلام ہیں۔ اور اس میں عبدہ مذکور ہے، وہ ابن سلیمان الکلابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: اجل، اجل، نعم کے وزن پر ہے اور اس کا معنی بھی وہی ہے لیکن اخفش نے کہا ہے: استفہام کے جواب میں نعم کا ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے، اور تصدیق کرنے کے لیے اجل کا لفظ زیادہ بہتر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کی سنگین لغزش

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان لکھا ہے "معصیت کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز" اور اس حدیث کا یہ عنوان صحیح نہیں ہے اور دلیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ سے معصیت ہوئی یا آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نافرمانی کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں، یہ قطعاً ناجائز ہے، کیونکہ معصیت اور نافرمانی چھوٹے کی بڑے سے ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹے یا کم تر نہیں تھے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نافرمانی کرتے یا ان کی معصیت کرتے، بلکہ یہاں پر تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر ناراض ہوئی تھیں اس حدیث کو ذکر کرنا مناسب تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو صاحبوں پر ناراض ہوئے تھے اس کو ذکر کرنا مناسب تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہونا بہ طورِ ناز تھا اور احباء اپنے محبوبین سے ناز میں اس طرح کا تعلق روا رکھتے ہیں، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں دعا کی تھی "اے اللہ! اگر آج مسلمانوں کی یہ جماعت ہار گئی تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا اور کوئی نہیں ہوگا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعا کرنا بھی بہ طور ناز کے تھا اور آپ کے علاوہ اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس قسم کا کلام کرے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۴۔ بَابٌ: هَلْ يَزُورُ صَاحِبَهُ كُلَّ يَوْمٍ أَوْ بُكْرَةً وَعَشِيًّا؟

کیا کوئی شخص اپنے صاحب سے ہر روز ملاقات کرے یا صبح اور شام میں ملاقات کرے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کیا کوئی شخص اپنے صاحب کی ہر روز زیارت کرے یا دن کی دو طرفوں میں زیارت کرے۔ ''بکرۃ وعشیۃ''۔ پس ''بکرۃ'' اول نہار کو کہتے ہیں جو طلوع شمس سے لے کر نصف النہار تک کا وقت ہوتا ہے۔ اور ''عشیۃ'' آخر نہار کو کہتے ہیں، اور بخاری کے بعض نسخوں میں ''عشیا'' ہے۔

علامہ الجوہری نے کہا ہے ''العشی والعشیۃ'' مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''العشی'' زوال سے لے کر عشاء تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ اور تیسرا قول ہے ''العشی'' زوال سے لے کر فجر تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ ابن فارس نے بیان کیا ہے ''العَشَآء'' عین کی زبر کے ساتھ اور مد کے ساتھ زوال سے لے کر عشاء کی نماز تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۱، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے، علامہ الجوہری نے کہا ہے: عشاء کا لفظ مد اور زبر کے ساتھ معین طعام کو کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ ابن فارس نے کہا ہے ''العشاء'' مد اور زیر کے ساتھ ہے، اور یہ غلطی ناقل سے ہوئی ہے۔

(میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض ج ۲'' میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ) (انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۷۸) (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۹۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْهِمَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ قَالَ إِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي بِالْخُرُوجِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر ح اور اللیث نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی، ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا: میں نے اپنے ماں باپ کو ہوش سنبھال کر جبھی دیکھا جب وہ دین دار تھے اور عبادت گزار تھے، اور ہم پر جو دن بھی گزرتا اس دن ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف میں صبح کو یا شام کو، پس جس وقت کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس ساعت میں جس میں آپ ہمارے پاس نہیں آتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس ساعت میں اسی وجہ سے آئے ہیں کہ کوئی خاص اور اہم کام ہے، رسول اللہ؟ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے (مکہ سے) نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۶، ۲۱۳۸، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۹۷، ۳۹۰۵، ۴۰۹۳، ۵۸۰۷، ۶۰۷۹، مسند احمد: ۲۵۰۹۸)

صحیح البخاری: ۶۰۷۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے'' کیا کوئی شخص اپنے صاحب سے ہر روز ملاقات کرے یا صبح اور شام میں ملاقات کرے؟'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس ساعت میں صبح یا شام کو نہیں آتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن موسیٰ، یہ ابن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق الرازی ہیں جو صغیر کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ ابن یوسف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، اور وہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''یدینان الدین''یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد مومن تھے اور دینِ اسلام کے مطابق عمل کرتے تھے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے''ولم یمر علیھما یوم الا یاتینا فیه''۔ یعنی کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر نہ آتے ہوں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کے معارض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ نے ان سے فرمایا: تم کبھی کبھی میری زیارت کیا کرو تا کہ تمہاری محبت بڑھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں کوئی معارضہ نہیں ہے، کیونکہ ہر حدیث کا ایک معنی ہے۔ پس اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ دوست کی اپنے مہربان دوست سے ہر روز ملاقات کرنا بقدرِ ضرورت جائز ہے اور اس کے ساتھ شرکت سے نفع اٹھانا بھی جائز ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ معنی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی خصوصیت نہ ہو اور کوئی دوستی ثابت نہ ہو تو اس کی زیادہ زیارت کرنا اور زیادہ ملاقات کرنا بسا اوقات بغض کی طرف پہنچا دیتا ہے اور وہ قطع تعلق کا سبب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث کا حدیث مشہور ''کبھی کبھی زیارت کرو۔۔۔الحدیث'' سے معارضہ اور اس کی تحقیق

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے اس حدیث مشہور کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ارشاد ہے: کبھی کبھی تم زیارت کرو تا کہ تمہاری محبت بڑھے اور یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اس کی اکثر سندیں غریب ہیں اور کوئی ایک سند بھی قیل وقال سے خالی نہیں ہے، اور امام ابونعیم وغیرہ نے اس کے تمام طرق کو جمع کیا ہے، یہ حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو، حضرت ابوبرزہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت حبیب بن مسلمہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور میں نے ان طرق کو ایک مستقل رسالے میں جمع کیا ہے۔

اس کا سب سے قوی طریقہ وہ ہے جس کو امام حاکم نے اپنی تاریخ میں از یحییٰ بن حبیب از جعفر بن عون از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے اور اس یحییٰ کی کنیت ابوعقیل ہے، یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور اس کے تمام رجال کی توثیق کی گئی ہے، لیکن اس کی سند میں اختلاف ہے، بعض راوی اس کو وصل کرتے ہیں اور بعض راوی اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں، اور امام ابو عبید نے کتاب الامثال میں وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ امثالِ عرب سے ہے، یعنی عرب والے اس کی مثالیں دیتے ہیں، اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں اور امام بخاری کے اس باب کی حدیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا عموم تخصیص کا تقاضا کرتا ہے، پس یہ حدیث اس پر محمول ہے جس کی کوئی خصوصیت نہ ہو اور اس کے لیے دوستی ثابت نہ ہو، تو کثرتِ زیارت سے اس کا مرتبہ کم نہیں ہوگا، اور ابن بطال نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۱، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر اعتراض

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ان کا امام بخاری کے حق میں محض گمان ہے، کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے اور ان کے اسماء یہ ہیں:

حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوبرزہ، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت معاویہ بن حیدہ، رضی اللہ عنہم۔

امام ابونعیم وغیرہ نے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا ہے اور اس حدیث کو امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں روایت کیا ہے اور خطیب بغدادی نے قوی سند کے ساتھ تاریخ بغداد میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراضِ مذکور کا جواب از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

تم بغور علامہ عینی کی عبارت پڑھو اور تعجب کرو، کیونکہ علامہ عینی نے بعینہٖ حافظ ابن حجر کی عبارت نقل کی ہے اور پھر الٹا حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا ہے، پس اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۷۸-۳۷۹، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روز چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے کی مشقت نہ ہوتی

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روزانہ زیارت کرنے کے زیادہ لائق تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تکرار کی مشقت کو زائل کیا جاتا۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محض

زیارت کے لیے نہیں آتے تھے، بلکہ آپ کے پاس جو اللہ کا علم ہوتا تھا، وہ اس کو پہنچانے کے لیے آتے تھے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف جاتے تو مشرکین کی ایذاء رسانی سے مامون رہتے۔ اس کے برخلاف اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روزانہ جاتے تو وہ مشرکین کی ایذاء رسانی سے محفوظ نہ رہتے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دن اور رات میں دو مرتبہ سے زیادہ جاتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نحر الظهيرة" علامہ کرمانی نے کہا: اس کا معنی ہے ظہر کے اول وقت میں یعنی سخت گرمی میں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اذن لی بالخروج" یعنی مجھے مکہ سے مدینہ کی طرف جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۔ بَابُ: الزِّيَارَةِ وَمَنْ زَارَ قَوْمًا فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ

زیارت کا بیان، اور جو لوگوں کی زیارت کرے تو انہیں کے پاس کھانا کھائے

وَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَأَكَلَ عِنْدَهُ۔

اور حضرت سلمان نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کی زیارت کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں، پس ان کے پاس کھانا کھایا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ دوستوں کی زیارت کرنا جائز ہے، اور اس بات کے بیان میں ہے کہ جو کسی کی زیارت کے لیے جائے تو وہ کھانا بھی وہیں کھائے۔ اور زیارت کے اتمام سے یہ ہے کہ زائر کے لیے ماحضر کو پیش کیا جائے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس سے دوستی ثابت ہوتی ہے اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے جس کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے عبید اللہ بن عبد بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت آئی تو انہوں نے ان کی طرف روٹی اور سرکہ کو پیش کیا، پس کہا: آپ لوگ کھائیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ بہترین سالن سرکہ ہے، اور کسی مرد کی ہلاکت یہ ہے کہ اس کے پاس اس کے بھائیوں کی جماعت آئے اور وہ ماحضر کو ان کے سامنے پیش کرنا حقیر سمجھے اور قوم کی ہلاکت یہ ہے کہ جو چیز ان کو پیش کی جائے وہ اس کو حقیر سمجھے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام عویمر ہے جو کہ عامر کی تصغیر ہے، یہ انصاری ہیں اور یہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے جو کتاب الصیام میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی از خالد الحذاء از حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ، از حضرت

ﷺ زَارَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَمَرَ بِمَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَنُضِحَ لَهُ عَلَى بِسَاطٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُمْ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے گھر والوں کی زیارت کی تو ان کے پاس وہاں کھانا کھایا، پھر جب آپ نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے گھر کی ایک جگہ میں حکم دیا، وہاں صاف کر کے چٹائی بچھائی گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

(صحیح بخاری: ۶۷۰، ۱۱۷۹، ۶۰۸۰، سنن ابوداؤد: ۶۵۷، مسند احمد: ۱۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۶۰۸۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، وہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے انس بن سیرین، وہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''زار اهل بيت من الانصار'' یہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فطعم'' یعنی آپ نے کھایا، کیونکہ ''طعم'' کا معنی ہے طعام کھانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا (الاحزاب: ۵۳) پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ۔

اور ''طعم'' کا معنی چکھنا بھی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي (البقرہ: ۲۴۹) اور جس نے اس پانی کو چکھا بھی نہیں تو وہ میرے طریقہ پر ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فنضح له'' یعنی کسی جگہ پر پانی کو چھڑک کر اس کو صاف کیا یا اس جگہ کو پانی سے دھو کر صاف کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''على بساط'' اس سے مراد ہے چٹائی بچھائی، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ودعا لهم'' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کی زیارت کرنے کے لیے جائے اور جس کی زیارت کرنے کے لیے گیا ہے وہ اسے کھانا کھلائے تو اسے چاہیے کہ اس کے لیے اور اس کے گھر والوں کے لیے دعائے خیر کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۔ بَابٌ: مَنْ تَجَمَّلَ لِلْوُفُودِ

جس نے ملاقات کے لیے آنے والوں کی وجہ سے خوبصورت لباس پہنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مباح چیزوں کے ساتھ خوبصورتی حاصل کی وہ جائز ہے، ''تجمل'' کا معنی ہے: مرد کا اپنی ہیئت اور حالت کو اچھے کپڑے پہن کر خوبصورت بنانا۔ اس باب میں ''للوفود'' لکھا ہے، یہ وفد کی جمع ہے اور وفد، وافد کی جمع ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو جمع ہو کر شہروں میں جانے کا قصد کریں، اسی طرح جو لوگ امراء اور حکام سے ملاقات اور ان کی زیارت کا قصد کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ لِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَا الْإِسْتَبْرَقُ قُلْتُ مَا غَلُظَ مِنَ الدِّيبَاجِ وَخَشُنَ مِنْهُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ رَأَى عُمَرُ عَلَى رَجُلٍ حُلَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اشْتَرِ هَذِهِ فَالْبَسْهَا لِوَفْدِ النَّاسِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَمَضَى مِنْ ذَلِكَ مَا مَضَى ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ إِلَيْهِ بِحُلَّةٍ فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ وَقَدْ قُلْتَ فِي مِثْلِهَا مَا قُلْتَ قَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا مَالًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ لِهَذَا الْحَدِيثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے سالم بن عبداللہ نے کہا: اِستبرق (ریشم) کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: وہ دیباج کا دبیز اور کھردرا کپڑا ہے، سالم نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرد پر استبرق کا ایک حلہ دیکھا، پس وہ اس حلے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے، پس کہا یا رسول اللہ! آپ اس کو خرید لیجئے اور اس کو پہنیں جب وفد آپ سے ملاقات کے لیے آئیں، آپ نے فرمایا: ریشم کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر جو عرصہ گزرا وہ گزر گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک حلہ بھیجا، وہ اس حلہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ نے میری طرف یہ حلہ بھیجا ہے حالانکہ اس کی مثل میں آپ نے وہ فرمایا تھا جو فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہاری طرف اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس کی وجہ سے مال حاصل کرو (یعنی فروخت کر دو)، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کی وجہ سے کپڑے میں ریشم کے نقش و نگار کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۸۶، سنن نسائی: ۱۳۸۲، سنن ابو داؤد: ۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۱، مسند احمد: ۵۷۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۰۵)

صحیح البخاری: ۶۰۸۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے اس حدیث پر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ باب کے موافق نہیں ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''جس نے ملاقاتیوں کی وجہ سے خوبصورت لباس پہنا'' اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوبصورت لباس پہنا۔ اس لیے اس باب کا عنوان یوں ہونا چاہیے تھا کہ ''ملاقاتیوں کے لیے خوبصورت لباس پہننے کا بیان''۔

اور اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ جس نے ایسا کیا، حدیث مذکور سے استدلال کرتے ہوئے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ معنی بعید ہے اور عنوان کا معنی وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور مطابقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے سمجھ میں آتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت جاریہ یہ تھی کہ ملاقاتیوں کی وجہ سے خوبصورت کپڑے پہنتے تھے، کیونکہ اس میں اسلام کی عظمت ہے اور دشمنوں پر رعب ہے اور ان پر غیظ ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو انکار کیا وہ ریشم پہننے کی وجہ سے تھا اور مطلقاً خوبصورت لباس پہننے کا آپ نے انکار نہیں کیا حتیٰ کہ علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زیادہ نفیس کپڑے پہننا وفود سے ملاقات کے وقت جائز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''خشن'' اس کا معنی ہے: موٹا اور کھردرا، اور بعض روایات میں ہے ''حسن''۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''لا خلاق لہ'' یعنی آخرت میں اس کے لیے نیکی سے کوئی حصہ نہیں ہوگا اگر اس نے ریشم کو حلال جان کر پہنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لتصیب بھا مالا'' یعنی میں نے تم کو یہ جبہ اس لیے دیا تھا کہ تم اس کو فروخت کر کے مال حاصل کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کان ابن عمر یکرہ العَلَم فی الثوب''۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس مسئلہ میں تقویٰ پر عمل تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی کپڑے میں ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں تو وہ جائز ہے، کیونکہ جتنی مقدار میں بیل بوٹے بنے ہوں، اس پر لباس پہننے کا اطلاق نہیں آتا۔ اور ابو عثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ریشم پہننا ممنوع ہے مگر دو انگل یا تین انگل یا چار انگل کی مقدار ہو تو جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧ - بَابُ: الْإِخَاءِ وَالْحِلْفِ

مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا اور معاہدہ کرنا

وَقَالَ أَبُو جُحَيْفَةَ: آخَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ۔

اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان اخوت قائم کی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ باب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانے کی مشروعیت اور جواز کے بیان میں ہے اور حِلف کا معنی ہے: کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان یا معاہدہ کرنا۔

بابِ مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری کی پہلی تعلیق حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ابوجحیفہ میں جیم پر پیش ہے اور حاء پر زبر ہے، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے، یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور وہیں پر انہوں نے مکان بنالیا تھا، یہ تعلیق اس باب میں گزر چکی ہے "باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابہ"۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت قائم کی اور ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا جب آپ ابتداءً مدینہ میں تشریف لائے اور ان کے درمیان معاہدہ کرایا، اور وہ اس اخوت اور معاہدہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے اور ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے تھے، حسن بصری نے کہا: یہ معمول آیتِ مواریث کے جاری ہونے سے پہلے تھا اور اہلِ جاہلیت اس طرح کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾ (النساء: ۳۳)

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں اولاد اور قرابت دار، اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے، سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے O

اور کہا جاتا ہے کہ حلیف بھی چھٹے حصہ کا وارث ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

امام طبری نے کہا: اب اسلام میں حِلف یعنی کسی قوم سے معاہدہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت جبیر بن مُطعم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا:

لا حلف فی الاسلام وما کان من حلف فی الجاھلیه فلا یزیدہ الاسلام الا شدۃ۔

یعنی اسلام میں کسی قوم کے ساتھ معاہدہ نہیں ہے، اور وہ جو زمانہ جاہلیت میں معاہدہ تھا، اسلام اس میں صرف شدت کا اضافہ کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت اور اسلام کے معاہدہ کو منسوخ کر دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

اور وراثت کو قرابت داروں کی طرف راجع کر دیا۔

اور دوسری تعلیق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہ "باب فضائل الانصار" میں حدیث موصول کے ساتھ ذکر ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۹-۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَآخَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از حُمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے پاس حضرت عبدالرحمٰن آئے رضی اللہ عنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان اور حضرت سعد بن الربیع کے درمیان اخوت قائم کر دی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے کرو۔

(صحیح بخاری: ۲۰۴۹، ۲۲۹۳، ۳۷۸۱، ۳۹۳۷، ۵۰۷۲، ۵۱۴۸، ۵۱۵۳، ۵۱۵۵، ۵۱۶۷، ۶۰۸۲، ۶۳۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ترمذی: ۱۹۳۳، سنن نسائی: ۳۳۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷، مسند احمد: ۱۲۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۵۷، سنن دارمی: ۲۲۰۴)

صحیح البخاری: ۶۰۸۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، وہ ابن ابی حمید ہیں، اور آپ نے فرمایا "تم ولیمہ کرو"۔ کیونکہ انہوں نے معاہدہ کے بعد نکاح کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ کرایا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۹۴، ۶۰۸۳، ۷۳۴۰، صحیح مسلم: ۲۵۲۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۱۳۵۷۴)

صحیح البخاری: ۶۰۸۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

43 A

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم، یہ ابن سلیمان الاحول ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا حِلف فی الاسلام'' کیونکہ حِلف باہمی اتفاق کے لیے ہوتا ہے، اور اسلام نے انہیں باہم جمع کر دیا تھا اور ان کے درمیان دلوں میں الفت ڈال دی تھی، پس ان کے لیے کسی اور معاہدہ کی ضرورت نہیں تھی۔ اور لوگ زمانہ جاہلیت میں حِلف اٹھا کر معاہدہ کرتے تھے کیونکہ وہ آپس میں منتشر اور متفرق تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد حالف النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اسلام میں حِلف نہیں ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ کرایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو منفی ہے وہ زمانہ جاہلیت کا معاہدہ ہے اور جو مثبت ہے وہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا ہے۔
علامہ نووی نے کہا ہے ''لا حِلف فی الاسلام'' کا معنی ہے کہ ایک دوسرے کے وارث بننے کا معاہدہ، یا جو چیز شرعاً ممنوع ہو، اس کا معاہدہ اسلام میں جائز نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں تعاون کرنے کا جو معاہدہ ہو وہ منسوخ نہیں ہوا، منسوخ وہ ہوا ہے جس کا تعلق زمانہ جاہلیت کے ساتھ تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۰۔۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

زمانہ جاہلیت کے معاہدہ کو منسوخ کرنے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ زمانہ جاہلیت میں معاہدہ اس طرح ہوتا تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق سے معاہدہ کرتا کہ اسے ہر حال میں دوسرے فریق کی مدد کرنا ہوگی خواہ دوسرا فریق حق پر ہو یا باطل پر ہو، حتیٰ کہ اگر دوسرے فریق نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو اسے قاتل کی بھی مدد کرنا پڑتی تھی، اسلام نے ایسے معاہدہ کو منسوخ کر دیا، البتہ نیکی اور احکامِ شرعیہ کی پیروی میں ایک دوسرے کی مدد کا جو معاہدہ کیا جائے، وہ اب بھی باقی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۔ بَابُ: التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ — مسکرانے اور ہنسنے کا بیان

وَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَسَرَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَضَحِكْتُ

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چپکے سے کوئی بات کہی تو میں ہنسی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ اللهَ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ مسکرانا اور ہنسنا دونوں مباح ہیں۔ مسکرانے کا معنی ہے: کسی تعجب میں ڈالنے والی چیز کو

دیکھ کر دانتوں کا ظاہر ہونا بغیر آواز کے۔ اور اگر آواز کے ساتھ ہو تو یا وہ ایسی آواز ہوگی کہ اس شخص کا پڑوسی بھی اسے سنے گا، یا پڑوسی نہیں سنے گا صرف وہ خود سن سکے گا، اگر اس کا پڑوسی بھی اس آواز کو سنے تو وہ قہقہہ ہے ورنہ وہ ہنسنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب احناف نے کہا: ضحک یعنی ہنسنا یہ ہے کہ ہنسنے والا خود اپنی آواز سنے۔ اور قہقہ یہ ہے کہ دوسرا بھی اس آواز کو سنے، اور تبسم کی تعریف یہ ہے کہ نہ اسے کوئی آواز آئے اور نہ دوسرے کو۔ پس ضحک (یعنی ہنسنا) نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن وضو کو فاسد نہیں کرتا اور قہقہہ نماز کو بھی فاسد کر دیتا ہے اور وضو کو بھی فاسد کر دیتا ہے، اور تبسم ان میں سے کسی کو فاسد نہیں کرتا۔ اور کہا جاتا ہے تبسم کا لغوی معنی ہے: ضِحک کے مبادی اور ضحک یہ ہے کہ انسان کا پورا چہرہ کھل اٹھے حتیٰ کہ خوشی سے اس کے دانت بھی ظاہر ہو جائیں۔ پس اگر وہ آواز کے ساتھ ہو کہ دور سے اس کی آواز سنی جائے تو وہ قہقہ ہے ورنہ وہ ضحک ہے اور اگر بغیر آواز کے وہ آواز سنی جائے تو وہ تبسم ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس حدیث کی پہلی تعلیق میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے چپکے سے کوئی بات کی تو آپ ہنسیں، یہ تعلیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی طرف ہے، جس کو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں اور یہ حدیث ''باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں گزر چکی ہے۔ اور جب موت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آئی تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تم وہ ہو جو سب سے پہلے میرے گھر والوں میں سے میرے پیچھے آئے گی''۔

اور اس باب کی دوسری تعلیق میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ کیونکہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مؤثر نہیں ہے جیسا کہ اشاعرہ کا مذہب ہے، اور یہ تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی ایک طرف ہے، وہ حدیث ''کتاب الجنائز'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۴۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ وَإِنَّهُ وَاللهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا مِثْلُ هَذِهِ الْهُدْبَةِ لِهُدْبَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ جِلْبَابِهَا قَالَ وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَابْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لِيُؤْذَنَ لَهُ فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِي أَبَا بَكْرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی نے اپنی بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے دی، ان کی بیوی نے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کر لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، پس (اس عورت نے) کہا: یارسول اللہ! وہ پہلے حضرت رفاعہ کے نکاح میں تھیں، سو انہوں نے ان کو آخری تین طلاقیں دے دیں، پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کر لیا اور بے شک اللہ کی قسم یارسول اللہ! ان کے پاس صرف اتنا ہے جتنا کپڑے کا یہ پلو ہے، انہوں نے اپنی

يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَزْجُرُ هَذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا يَزِيدُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى التَّبَسُّمِ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ۔

چادر سے ایک پلو بنایا، عروہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ابن سعید بن العاص کے حجرہ کے دروازہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تا کہ ان کو آنے کی اجازت دی جائے، پس حضرت خالد نے ندا کر کے کہا: اے ابوبکر! اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کو منع نہیں کرتے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے کیا کہہ رہی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر صرف مسکرا رہے تھے، پھر فرمایا: شاید کہ تم رفاعہ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کرتی ہو؟ نہیں! حتیٰ کہ تم تھوڑی سی اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تھوڑی سی تمہاری مٹھاس چکھ لے۔

صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

صحیح البخاری: ۶۰۸۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان، یہ ابن موسیٰ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، وہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے رِفاعہ، یہ رفاعہ القرظی ہیں۔ (رِفاعہ میں راء کے نیچے زیر ہے) ان کی نسبت قریظہ الخزرج کی طرف ہے اور قریظہ نضیر کے بھائی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فبتَّ" یعنی انہوں نے مجھے قطعی طور پر تین طلاقیں دے دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عبدالرحمٰن بن الزَّبِیر" الزَّبیر میں زاء کے اوپر زبر ہے اور باء کے نیچے زیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الھدبۃ" اس سے مراد ہے کپڑے کا پلو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن سعید" وہ خالد بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا! حتی تذوقی" یعنی تم رفاعہ کے پاس واپس نہیں جاسکتیں حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو یعنی عبدالرحمٰن بن الزبیر کی اور آپ نے مٹھاس سے لذتِ جماع کا کنایہ کیا۔

اس پر یہ سوال ہے کہ وہ کیسے ایک دوسرے کی مٹھاس چکھیں گے حالانکہ عبدالرحمٰن بن الزبیر کا آلہ تو کپڑے کے پلو کی طرح

تھا؟ یعنی کپڑے کے پلو کی طرح نرم تھا اور باریک تھا اور اس میں سختی اور حرکت نہیں تھی۔ یہ علامہ کرمانی کی شرح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی مراد یہ تھی کہ وہ جماع پر اصلاً قادر نہیں ہیں، پس اگر یہی مراد ہوتو پھر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو، یعنی جب وہ جماع پر قادر ہوتو پھر تم اس کی مٹھاس چکھ لینا، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر کرے حتیٰ کہ عبدالرحمٰن بن الزبیر جماع پر قادر ہو جائیں، اور اگر وہ عبدالرحمٰن بن الزبیر کے نکاح میں نہ رہنا چاہتی ہو تو پھر ضروری ہے کہ کسی اور مرد سے نکاح کریں اور وہ ان کے ساتھ جماع کرے اور ان کا اس کی فرج میں ادخال کرنا کافی ہے اور انزال شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت رفاعہ قرظی کے قصہ میں علامہ عینی کے جواب پر مصنف کی تنقید

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا یہ جواب درست نہیں ہے، کیونکہ صحیح البخاری: ۵۸۲۵ میں تصریح ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یا رسول اللہ! یہ عورت جھوٹی ہے، میں اس کو اس طرح اٹھا کر پٹختا ہوں جس طرح چمڑے کو پٹختے ہیں، لیکن یہ نافرمان ہے اور رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ دو بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے جو ان کی پہلی بیوی سے ہوئے تھے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اس عورت نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ پر نامردی کا جو الزام لگایا تھا، وہ غلط تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی کہ عبدالرحمٰن بن الزبیر اپنے ساتھ جو دو بچے لائے ہیں وہ انہی سے ہوئے ہیں، لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر پر نامردی کا الزام جھوٹا ہے تو جب تک وہ عورت حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کی مٹھاس نہ چکھ لے، وہ حضرت رفاعہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۰۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَسْأَلْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَدَخَلَ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَضْحَكُ فَقَالَ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَقَالَ عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي لَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ أَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِنَّ فَقَالَ يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَمْ تَهَبْنَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب از محمد بن سعد از والدخود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت قریش کی خواتین آپ سے سوال کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ طلب کر رہی تھیں اور ان کی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اونچی تھیں، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ سب حجاب کی طرف لپکیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی، پس وہ داخل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے، آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! پھر آپ نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر

فَقُلْنَ إِنَّكَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِيهِ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ۔

تعجب ہے جو ابھی میرے پاس بیٹھی تھیں، انہوں نے جیسے ہی تمہاری آواز سنی تو یہ حجاب کی طرف لپکیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ خواتین آپ سے ڈریں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان خواتین کی طرف متوجہ ہوئے، پس کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ تو انہوں نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت کلام کرتے ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے ابن الخطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جب بھی شیطان تم کو کسی راستہ پر جاتے ہوئے دیکھے تو پھر وہ دوسرے راستہ سے جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۹۴، ۶۰۸۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۷، مسند احمد: ۱۴۷۵)

صحیح البخاری: ۶۰۸۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "تبسم اور ہنسا" اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو ہنستا ہوا رکھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں، اس کی تصریح حافظ المزی نے کی ہے، اور علامہ الغسانی نے کہا ہے کہ شاید یہ ابن ابی اویس اصحی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح بن کیسان، یہ ابومحمد مؤدب ہیں جو عمر بن العزیز کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن سعد بن ابی وقاص، یہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ایہ" یہ اسمِ فعل ہے، یہ کسی کام یا بات کی زیادتی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فجا" یہ کشادہ راستے کو کہتے ہیں۔ اور دو پہاڑوں کے درمیان جو وسیع راستہ ہو اس کو بھی فجا

کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالطَّائِفِ قَالَ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ فَقَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا نَبْرَحُ أَوْ نَفْتَحَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَاغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ قَالَ فَغَدَوْا فَقَاتَلُوهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا وَكَثُرَ فِيهِمُ الْجِرَاحَاتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ فَسَكَتُوا فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِالْخَبَرِ كُلِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس از عبداللہ بن عمرو، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف میں تھے، تو آپ نے فرمایا: ہم ان شاءاللہ کل واپس لوٹیں گے، تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے کہا: ہم جب تک طائف کو فتح نہ کرلیں نہیں جائیں گے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: پس تم قتال کے لیے تیار ہو جاؤ، راوی نے کہا: پس انہوں نے صبح کی، پس انہوں نے طائف والوں سے بڑا شدید قتال کیا اور اس میں بہت صحابہ زخمی ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ان شاءاللہ ہم کل واپس جائیں گے، تو سب خاموش رہے، پس رسول اللہ ﷺ ہنسے۔

حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے پوری سند خبر کے لفظ کے ساتھ بیان کی۔

(صحیح بخاری: ۴۳۲۵، ۶۰۸۶، ۷۴۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۷۸، مسند احمد: ۴۵۷۴)

صحیح البخاری: ۶۰۸۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ہنسنا، اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ہنسنے کا ذکر ہے، آپ تعجب سے ہنس رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالعباس، یہ السائب بن فروخ الشاعر الاعمی المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص، یہ فقط حموی کی روایت میں ہے، اور اکثرین کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ یہ حدیث کتاب المغازی میں غزوۃ الطائف کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا نبرح اونفتحها" اس میں (نفتحها میں) حاء پر زبر ہے، یعنی ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ہم طائف فتح نہ کر لیں۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے "قال الحمیدی" یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں۔ اس تعلیق میں مذکور ہے "کله بالخبر" یعنی پوری تعلیق لفظ الخبر کے ساتھ ہے یعنی لفظ عنعن کے ساتھ نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ هَلَكْتُ وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ قَالَ أَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَيْسَ لِي قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا أَجِدُ فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ قَالَ إِبْرَاهِيمُ الْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ تَصَدَّقْ بِهَا قَالَ عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي وَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَأَنْتُمْ إِذًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از حمید بن عبدالرحمٰن کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں ہلاک ہوگیا، میں رمضان میں اپنی بیوی کے اوپر واقع ہوگیا، آپ نے فرمایا: تم غلام آزاد کرو، اس نے کہا: میرے پاس غلام نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اس نے کہا: اتنی وسعت میرے پاس نہیں ہے، پس نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا، ابراہیم نے کہا: العرق کے معنی ٹوکرا ہیں، آپ نے فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ پھر اس سے فرمایا: ان کھجوروں کو تم صدقہ کر دو، اس نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے ان دو کناروں کے درمیان کوئی گھرانہ مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے، پس نبی ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، آپ نے فرمایا: پھر تم لے لو۔

(صحیح بخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۴۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۰۸۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ہنسنا اور مسکرانا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ، وہ ابن اسماعیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، یہاں انہوں نے ابن شہاب زہری سے بلا واسطہ روایت کی ہے اور وہ ان سے صالح بن کیسان کے واسطہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، وہ ابن عبدالرحمٰن الحمیری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "العرق" یہ اتنا بڑا ٹوکرا ہے جس میں تقریباً آٹھ کلو کھجوریں آسکیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لابتیھا" یعنی مدینہ منورہ کے دونوں طرفوں پر جو سیاہ پتھریلی زمینیں ہیں، ان کو "حرتین" بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی بدت نواجذہ" نواجذ کے معنی ڈاڑھیں ہیں، منہ کے شروع میں جو دانت ہیں ان کو الثنایا کہتے ہیں، پھر الرباعیات ہیں، پھر الانیاب ہیں، پھر الضواحک ہی، پھر الانیاب ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں تعارض ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کا تالو بھی دیکھوں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دیکھنے کی نفی کی ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشاہدہ کی خبر دی ہے اور جو حدیث مثبت ہو اور نافذ اور مقدم ہوتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ دیکھنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نہ دیکھنے کو مستلزم نہیں ہے، ہر ایک نے وہ خبر بیان کی جس کا اس نے مشاہدہ کیا تھا اور یہ دونوں خبریں مختلف ہیں اور ان میں تضاد نہیں ہے۔ اور ایک اور جواب یہ ہے کہ بعض لوگ انیاب اور الضواحک کو النواجذ کہتے ہیں، کتاب الصیام میں ہے "حتی بدت انیابہ" سو اختلاف زائل ہو گیا، اور یہ سب ڈاڑھوں کی قسمیں ہیں۔

ہنسنے کے ثبوت میں احادیث

یہ حدیث حسن بصری کے اس قول کا رد کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے نہیں تھے اور ابن سیرین ہنستے تھے، اور حسن بصری کے خلاف استدلال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے، اور صحابہ بھی ہنستے تھے۔

امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہنستے تھے، انہوں نے کہا: ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے زیادہ عظیم تھا۔ اور کسی شخص کا زہد اور تقویٰ سید الخلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور تقویٰ کی مثل نہیں ہے، اور یہ ثابت ہے کہ آپ ہنسے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحابِ مہدیین میں عمدہ نمونہ ہے، اور جو چیز اس باب میں مکروہ ہے وہ زیادہ ہنسنا ہے، جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

تم اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، اور زیادہ وقت ہنستے رہنا مذموم ہے اور ممنوع ہے، اور یہ جاہل اور باطل لوگوں کا کام ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فانتم اذا" یہ جواب ہے یعنی اگر مدینہ میں تم سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے تو پھر تم لوگ یہ کھجوریں کھاؤ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً قَالَ أَنَسٌ فَنَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی جس کے کنارے دبیز تھے، پس ایک اعرابی نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ کی چادر کو پکڑ کر آپ کو بہت شدت کے ساتھ کھینچا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس میں نے نبی ﷺ کے کندھوں کی طرف دیکھا تو اس اعرابی کے شدت کے ساتھ چادر کو کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کندھوں پر نشان پڑ گئے تھے، پھر اس اعرابی نے کہا: یا محمد! مجھے اللہ کے اس مال میں سے حکم دیجئے جو آپ کے پاس ہے، نبی ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، پھر آپ ہنسے، پھر آپ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری: ۳۱۴۹، ۵۸۰۹، ۶۰۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳، مسند احمد: ۱۲۱۳۹)

صحیح البخاری: ۶۰۸۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، ان کا نام زید بن سہل الانصاری ہے اور یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "علیہ برد نجرانی" نجران، حجاز اور یمن کے درمیان ایک مشہور شہر ہے، یہ چادر وہاں کی بنی ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''جبذة شديدة''یعنی اس اعرابی نے اتنے زور سے اس چادر کو پکڑ کر کھینچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر اس اعرابی کی طرف دیکھا اور آپ کے گردن کے حصہ میں نشان پڑ گئے تھے، حتیٰ کہ وہ چادر پھٹ گئی اور اس کا کنارہ آپ کی گردن میں رہ گیا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ میں پہنچے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''مُرلی''اوزاعی کی روایت میں ہے: آپ ہمیں عطا کیجئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فضحك''اور اوزاعی کی روایت میں ہے کہ آپ نے تبسم فرمایا، پھر آپ نے کہا: اس کے لیے کچھ دینے کا حکم دو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ حلم اور شدتِ صبر کا بیان

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے نفس کے اوپر اذیت برداشت کرنے کی بہت زیادہ طاقت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذیت پر بہت صبر کرتے تھے، خواہ آپ کے نفس میں اذیت پہنچائی جائے یا مال میں۔ اور آپ جن لوگوں کے اسلام کی توقع رکھتے تھے، ان کے سخت رویے کو برداشت کرتے تھے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو حکمران آئیں تو وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خلقِ جمیل کی پیروی کریں اور درگزر کریں اور برائی کو اچھے طریقہ سے دفع کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۵-۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٠٨٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از جریر، انہوں نے بیان کیا جب میں نے اسلام قبول کیا ہے، کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے، اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تھے تو آپ کے چہرہ پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۳۰۲۰، ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۶۰۸۹، ۶۳۳۳، صحیح مسلم: ۲۴۷۶، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹، مسند احمد: ۱۸۷۲۲)

صحیح البخاری: ۶۰۸۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ابن نمیر، اور یہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ادریس، وہ عبداللہ الاودی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس، وہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ماحجبنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت" یعنی جب سے میں نے اسلام قبول کیا، کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں میں بلا حجاب داخل ہوں۔اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس مجلس سے اوجھل نہیں ہوئے جو مجلس آپ نے مردوں کے لیے مخصوص کی ہوئی تھی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی میں نے آپ سے کسی چیز کو طلب کیا آپ نے مجھے اس سے منع نہیں فرمایا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۰۔ وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا۔

اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں گھوڑوں پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت قبول کیا ہوا بنا دے۔

(صحیح بخاری:۳۰۲۰،۳۰۳۶،۳۰۷۶،۳۸۲۳،۴۳۵۵،۴۳۵۶،۴۳۵۷،۶۰۸۹،۶۳۳۳، صحیح مسلم:۲۴۷۶، سنن ابوداؤد:۲۷۷۲، سنن ابن ماجہ:۱۵۹، مسند احمد:۱۸۷۲۲)

صحیح البخاری:۶۰۹۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا کی: اے اللہ اس کو ثابت قدم رکھ، یا تو اس کا معنی یہ ہے کہ گھوڑوں پر جم کر بیٹھنے میں اس کو ثابت قدم رکھ، یا اس کا معنی عام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَبِمَ شَبَهُ الْوَلَدِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از زینب بنت ام سلمہ، از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سُلیم نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا، کیا عورت کو بھی جب احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی کو دیکھ لے، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہنسیں، پس انہوں نے پوچھا:

کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کس وجہ سے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے؟

(صحیح بخاری: ۱۳۰، ۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱، صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۲، سنن نسائی: ۱۹۷، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، مسند احمد: ۲۵۹۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۸)

صحیح البخاری: ۶۰۹۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''ہنسا'' اور اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کا ذکر ہے، اور ان کا ہنسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا اور آپ نے ان کے ہنسنے پر انکار نہیں فرمایا۔ آپ نے اس پر انکار فرمایا کہ ان کو اس پر تعجب تھا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اور حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، اور ان کا نام رمیصاء ہے، یہ الارمص کی تانیث ہے، اور ان کے خاوند حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''اذا رات الماء'' یعنی جب عورت پانی کو دیکھ لے، پانی سے مراد منی ہے، یعنی عورت پر غسل واجب ہوتا ہے جب اسے احتلام ہو اور انزال ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فبما شبه الولد؟'' یعنی پھر کس چیز کے سبب سے بچہ اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ یعنی کس چیز کے اندر بچہ اور اس کی ماں میں مشابہت ہوتی ہے، اگر اس کا پانی منعقد نہ ہوتا ہو۔ اور حکماء نے کہا ہے کہ مرد کے پانی میں قوتِ عاقدہ ہوتی ہے اور عورت کے پانی میں قوتِ منعقدہ ہوتی ہے۔ قوتِ عاقدہ سے مراد ہے کسی کام کو کرنے کی قوت اور قوتِ منعقدہ سے مراد ہے کسی کام کو قبول کرنے کی قوت۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن سلیمان نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عمرو نے کہ بے شک ابوالنضر نے ان سے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کو مکمل ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کے تالو کو بھی دیکھتی،
آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری:۴۸۲۸،۴۸۲۹،۶۰۹۲،صحیح مسلم:۸۹۹،سنن ابوداؤد:۵۰۹۸،مسند احمد:۲۳۸۴۸)

صحیح البخاری:۶۰۹۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ہنسنا اور مسکرانا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکمل نہیں ہنستے تھے، آپ صرف مسکراتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سلیمان، وہ ابی سعید الجعفی الکوفی ہیں جو مصر میں آ کر رہنے لگے تھے، وہ عبداللہ بن وہب سے روایت کرتے ہیں از ابی عمرو بن الحارث النضر از سلیمان بن یسار۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''لھواتہ'' یہ لھات کی جمع ہے، اور''لھات'' تالو کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَخْطُبُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ قَحَطَ الْمَطَرُ فَاسْتَسْقِ رَبَّكَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ وَمَا نَرَى مِنْ سَحَابٍ فَاسْتَسْقَى فَنَشَأَ السَّحَابُ بَعْضُهُ إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ مُطِرُوا حَتَّى سَالَتْ مَثَاعِبُ الْمَدِينَةِ فَمَا زَالَتْ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ مَا تُقْلِعُ ثُمَّ قَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ فَقَالَ غَرِقْنَا فَادْعُ رَبَّكَ يَحْبِسْهَا عَنَّا فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَصَدَّعُ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ ح اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ مدینہ میں خطبہ دے رہے تھے، پس اس نے کہا: بارش کا قحط آ گیا ہے، آپ اپنے رب سے بارش طلب کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا، اور ہم بادل نہیں دیکھتے تھے، پھر آپ نے بارش کے لیے دعا کی، پس بادل ایک دوسرے کے اوپر امڈ کر آئے، پھر بارش ہوئی، حتیٰ کہ مدینہ کے نالے بہنے لگے، پھر مسلسل اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی اور بارش منقطع نہیں

الْمَدِينَةِ يَمِينًا وَشِمَالًا يُمْطَرُ مَا حَوَالَيْنَا وَلَا يُمْطِرُ مِنْهَا شَيْءٌ يُرِيهِمُ اللهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَإِجَابَةَ دَعْوَتِهِ۔

ہوئی، پھر وہی مرد آ کر کھڑے ہوئے یا کوئی دوسرا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اس مرد نے کہا: ہم تو غرق ہو گئے، آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس بارش کو ہم سے روک لے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل کر، ہم پر نہ نازل کر۔ آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ دعا کی، پھر بادل مدینہ سے چھٹنا شروع ہو گئے دائیں جانب اور بائیں جانب، اور بارش ہمارے اردگرد ہو رہی تھی، اور مدینہ میں بالکل بارش نہیں ہو رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت دکھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا قبول ہونا دکھایا۔

(صحیح بخاری: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲، صحیح مسلم: ۸۹۷، سنن نسائی: ۱۵۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۴، مسند احمد: ۱۲۶۰۴)

صحیح البخاری: ۶۰۹۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن محبوب، یہ ابو عبداللہ البنانی البصری ہیں۔ اور صاحب التوضیح (علامہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: محمد بن محبوب، یہ محمد بن الحسن ہیں اور ان کا لقب حسن ہے، نام محمد بن ہلال ابو جعفر ہے، اور دوسرا قول ہے: یہ ابو عبداللہ القرشی البنانی البصری ہیں۔ ان کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

یہ حدیث کتاب الاستسقاء میں ''باب الاستسقاء علی المنبر'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ: ۱۱۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو ۝

وَمَا يُنْهَى عَنِ الْكَذِبِ

اور وہ احادیث جن میں جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے۔

باب مذکور کی آیت کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اے ایمان والو صدقین سے ہو جاؤ، یا صدقین کی مثل ہو جاؤ، صادقین سے مراد وہ مومنین ہیں جو اپنے قول اور عمل میں صادق ہوتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے عہد اور ایمان میں صادق ہوتے ہیں اور اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور اس باب میں وہ احادیث ہیں جن میں جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: صدق نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی طرف ہدایت دیتی ہے، اور بے شک مرد سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے اور کذب اللہ کی نافرمانیوں کا راستہ دکھاتا ہے اور اللہ کی نافرمانیاں دوزخ کا راستہ دکھاتی ہیں، اور مرد جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۰۷، سنن ترمذی: ۱۹۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ: ۴۶، مسند احمد: ۴۰۹۷، سنن دارمی: ۲۷۱۵)

صحیح البخاری: ۶۰۹۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور اور آیتِ مذکورہ کے درمیان مطابقت

اس آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ، اور حدیث میں ہے کہ صدق جنت کی ہدایت دیتا ہے اور صادقین کے ساتھ رہنا بھی جنت کی ہدایت دیتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن ابی شیبہ، یہ ابو بکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں، اور ابو شیبہ کا نام ابراہیم ہے، اور وہ عثمان کے دادا ہیں کیونکہ وہ محمد بن ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن معتمر ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوائل، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یھدی" یہ لفظ ہدایت سے ماخوذ ہے اور ہدایت اس رہنمائی کو کہتے ہیں جو مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الی البر'' بِر کا معنی ہے: وہ نیک عمل جو ہر بری چیز سے خالی ہو، اور یہ وہ اسم ہے جو تمام اچھے کاموں کا جامع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''صدیقا'' یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الی الفجور'' فجور کا معنی ہے: فساد اور خرابی کی طرف میلان کرنا۔ دوسرا قول ہے: اس کا معنی ہے: اللہ کی نافرمانیوں کی طرف برانگیختہ کرنا اور یہ تمام برے کاموں کا جامع ہے، اور بر اور فجور دونوں متقابل ہیں، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ۚ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ﴿۱۴﴾ (الانفطار: ۱۳۔۱۴) بے شک نیکو کار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں○ اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں○

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ یکتب'' یعنی اس کے لیے صدیق کا حکم کر دیا جاتا ہے اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوقین پر ظاہر کر دیا جاتا ہے یا ملائکہ مقربین پر ظاہر کر دیا جاتا ہے، اور یا مراد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور ان کی زبانوں پر جاری کر دیا جاتا ہے کہ وہ صدیق ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو ازلی ہے۔ اور اس سے غرض یہ ہے کہ وہ شخص صدیقین کے وصف اور ان کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو جھوٹ بولتا رہتا ہے، وہ کذابین کی صفت اور ان کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ جھوٹ نفاق کی علامات میں سے ہے۔ اور صدیق کے لفظ میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ لکھ دیا جاتا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ صدیق ان تمام لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿ؕ۶۹﴾ (النساء: ۶۹) اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں○

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس کی امام مالک نے روایت کی ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کیا مومن کذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں!

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صفوان بن سُلیم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مومن سے مراد ہے مومن کامل، یعنی جو مومن کامل ہو اور ایمان کے اعلیٰ درجات کا حامل ہو، وہ کذاب نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کے اوپر کذب غالب آجائے، کیونکہ کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی جو اکثر جھوٹ بولتا ہو، حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان وہ جھوٹا مشہور ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۸۔۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۵۔ حَدَّثَنِیۡ مُحَمَّدُ بۡنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا إِسۡمَاعِیلُ بۡنُ جَعۡفَرٍ عَنۡ أَبِیۡ سُهَیۡلٍ نَافِعِ بۡنِ مَالِكِ بۡنِ أَبِیۡ عَامِرٍ عَنۡ أَبِیهِ عَنۡ أَبِیۡ هُرَیۡرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ آيَةُ الۡمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخۡلَفَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل نافع بن مالک بن ابی عامر از والد خود، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۳، ۲۶۸۲، ۲۷۴۹، ۶۰۹۵، صحیح مسلم: ۵۹، سنن ترمذی: ۲۶۳۱، سنن نسائی: ۵۰۲۱، مسند احمد: ۸۴۷۰)

صحیح البخاری: ۶۰۹۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "وہ احادیث جن میں جھوٹ سے منع کیا گیا ہے"۔ اور یہ ترجمہ کا دوسرا جز ہے اور اس کا معنی جھوٹ سے ممانعت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سلام، وہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن جعفر، وہ ابراہیم انصاری کے والد ہیں اور وہ بغداد میں ایک سو اسی ہجری (۱۸۰ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سہیل، ان کا نام نافع ہے، یہ اپنے والد مالک بن ابی عامر الاصبحی سے روایت کرتے ہیں جو مالک بن انس کے دادا ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان "باب علامات المنافق" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس سوال کے متعدد جوابات کہ کیا جھوٹ بولنے والا حقیقتاً منافق ہو جاتا ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "آیۃ المنافق" آیت کا معنی علامت ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس پر اجماع منعقد ہے کہ مسلمان کے اوپر جھوٹ کے واسطہ سے اس نفاق کا حکم نہیں کیا جائے گا جس کا تقاضا ہے کہ وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں رہے۔ پھر یہ جواب دیا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے، وہ منافق کے مشابہ ہے، یا اس کو منافق اس وقت کہا جائے گا جب وہ ان تین کاموں کا عادی ہو جائے، یا یہ حدیث تغلیظ پر محمول ہے۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقین تھے، یا اس سے کوئی خاص منافق مراد ہیں، یا اس حدیث سے نفاق ایمانی مراد نہیں ہے بلکہ نفاقِ عرفی مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي قَالَا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يَكْذِبُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

44
B

بِالْكِذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

نے فرمایا: آج رات خواب میں میرے پاس دو مرد آئے ہیں، ان دونوں نے کہا کہ آپ نے جس شخص کو دیکھا تھا جس کا جبڑا توڑا جا رہا تھا وہ کذاب ہے، وہ جھوٹی بات بولتا ہے اور وہ جھوٹ تمام دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے، تو اس کا جبڑا قیامت تک اسی طرح توڑا جاتا رہے گا۔

(صحیح بخاری: ۸۴۵، ۱۱۴۳، ۱۳۸۶، ۲۰۱۲، ۲۷۹۱، ۳۲۳۶، ۳۳۵۴، ۴۶۷۴، ۶۰۹۶، ۷۰۴۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۵، سنن ترمذی: ۲۲۹۴، مسند احمد: ۱۹۶۵۲)

صحیح البخاری: ۶۰۹۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، وہ جریر بن حازم ہیں۔ اور ابو رجاء کا ذکر ہے، وہ عمران عطاردی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''رایت'' اس کا معنی ہے: میں نے خواب میں دیکھا، اور صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں ''اللیل'' کا لفظ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الذی رایتہ یشق شدقہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا مرد کھڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا ہے، وہ اس آنکڑے کو اس کے جبڑے میں داخل کرتا ہے حتیٰ کہ وہ آنکڑا اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے دوسرے جبڑے میں بھی اسی کی مثل کارروائی کرتا ہے اور پہلا جبڑا اتنے میں جڑ جاتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ اسی طرح کارروائی کرتا ہے، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے کو پھاڑا جا رہا تھا وہ کذاب ہے، اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کذاب'' اور اس شخص کو معصیت کی جگہ میں عذاب دیا جائے گا اور معصیت کی جگہ اس کا منہ ہے جہاں سے وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۔ بَابٌ: فِي الْهَدْيِ الصَّالِحِ — نیک سیرت کے بیان میں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب نیک سیرت کے بیان میں ہے، علامہ ابن اثیر نے کہا ہے ''الھدی: السیرۃ'' یعنی ہدی کا معنی سیرت ہے اور ہیئت اور طریقہ ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ عمار کی سیرت کے مطابق اپنی سیرت بناؤ، کہا جاتا ہے ''ھدی فلان'' جب وہ سیرت کے

مطابق چلے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک سیرت اور اچھا چال چلن اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہے، اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۷ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمُ الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ شَقِيقًا قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ إِنَّ أَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَسَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَابْنُ أُمِّ عَبْدٍ مِنْ حِينِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهِ لَا نَدْرِي مَا يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ إِذَا خَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: میں نے ابو اسامہ سے کہا: (کیا) تمہیں اعمش نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے شقیق سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ سیرت اور ہیئت اور چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ابن ام عبد تھے، جب وہ اپنے گھر سے نکلتے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر لوٹ آتے، اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اپنے گھر میں تنہائی میں کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۷۶۲، ۶۰۹۷، سنن ترمذی: ۳۸۰۷، مسند احمد: ۲۲۸۹۹)

صحیح البخاری: ۶۰۹۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''الهدی الصالح'' کا ذکر ہے اور حدیث میں ''ھدی'' کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

بعض شارحین نے کہا ہے کہ اسحاق بن ابراہیم سے مراد اسحاق بن راہویہ ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابوابراہیم السعدی البخاری ہوں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک ابواسامہ سے روایت کرتا ہے، پس بعض شارحین نے یہ کیسے وثوق سے کہا کہ یہ ابن راہویہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حدثکم'' اور یہ بھی روایت ہے ''احدثکم'' یعنی کیا تم کو حدیث بیان کی ہے اور اس میں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے۔ اور جواب سے سکوت تصدیق اور تسلیم کے قائم مقام ہے جب قرائن موجود ہوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''دلا''۔ علامہ کرمانی نے کہا: ''الدل'' کا معنیٰ ''الھدی'' کے قریب ہے، اور ان دونوں کا معنیٰ

سکون اور وقار ہے یعنی ہیئت میں اور منظر میں اور شمائل میں سکون اور وقار ہے اور ''الھدی'' کا معنی سیرت ہے اور ''السمت'' کا معنی الطریق اور المقصد ہے اور اہل خیر کی ہیئت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لابن ام عبد'' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ام عبد بنت عبد ود تھیں اور وہ صحابیہ تھیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ان کے پاس جاتے تھے اور ان کے قول اور فعل اور ان کی حرکت اور سکون کا مشاہدہ کرتے تھے، اور پھر وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مشابہت اختیار کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من حین یخرج من بیتہ'' یعنی گھر سے نکلنے اور گھر میں واپس جانے تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے تمام افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوتے تھے، باقی گھر کے اندر تنہائی میں وہ کیا کرتے تھے اس کا ہمیں علم نہیں اور ان کی اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں کوئی نقص نکالنا نہیں ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے اہل فضل اور اہل صلاح کی تمام احوال میں اتباع اور اقتداء کریں، ان کی ہیئت میں، مخلوق کے لیے ان کی تواضع میں، لوگوں پر ان کی رحمت میں، اور وہ جو اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اس میں، اور ان کے کھانے اور پینے میں، اور ان کی میانہ روی میں، تمام امور میں ان کی اقتداء اور اتباع کریں تاکہ ان سے تبرک حاصل ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُخَارِقٍ سَمِعْتُ طَارِقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مخارق، انہوں نے کہا: میں نے طارق سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ سے سنا، کہ بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۹۸، ۷۲۷۷، مسند احمد: ۲۲۰۲۳، سنن نسائی: ۱۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۶، سنن دارمی: ۲۰۷)

صحیح البخاری: ۶۰۹۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخارق، یہ ابن عبداللہ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبدالرحمن ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ابن خلیفہ بن جابر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے طارق، یہ ابن شہاب الاحمسی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ طارق بن شہاب بن عبد شمس ابوعبداللہ نے زمانہ جاہلیت کو پایا اور ان کی سند کے ساتھ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

کی خلافت میں تینتالیس (۴۳) جنگوں میں شرکت کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۰۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابو الخلیفہ نے از ابو الولید شیخِ بخاری اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے "وشر الامور محدثاتها" یعنی تمام کاموں میں سب سے برا کام بدعات ہیں، اور اس آیت کا اضافہ کیا ہے:

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ (الانعام: ۱۳۴) بے شک جس (روزِ قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو ○

اور امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ میں کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد فرماتے تھے: بہترین کتاب کلام اللہ ہے اور بہترین سیرت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرت ہے، اور یحییٰ نے کہا: مجھے نہیں معلوم مگر یہ فرمایا کہ سب سے برے کام بدعات ہیں۔ اور امام مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے: اما بعد! بہترین کتاب کلام اللہ ہے اور بہترین سیرت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرت ہے اور بدترین امور بدعات ہیں، اور ہر بدعتِ سیئہ گمراہی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۱۱، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۷۱۔ بَابُ: الصَّبْرِ عَلَى الْأَذٰى — ایذاء رسانی پر صبر کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اذیت برداشت کرنے پر صبر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، یعنی لوگوں کا اذیت پہنچانا اور اس پر صبر کرنا۔

اور صبر کا لغوی معنی ہے: اپنے آپ کو روکنا یعنی فریاد سے اور جذع اور فزع سے روکنا، اسی وجہ سے روزہ کو بھی صبر کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں نفس کو کھانے اور پینے اور جماع سے روکا جاتا ہے۔ اور اسی سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر البہائم سے منع فرمایا، یعنی کسی جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کی مشق کرنا، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اور ایذاء رسانی پر صبر کرنا نفس کا جہاد ہے اور اس کو شہوت سے روکنا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے اخلاق میں سے ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نفوس کی فطرت میں یہ رکھا ہے کہ ایذاء رسانی پر ان کو درد ہوتا ہے اور مشقت ہوتی ہے اور تکلیف ہوتی ہے۔

اور اس عنوان کے بعد امام بخاری نے سورۂ زمر کی یہ آیت ذکر کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا، یعنی جو ایذاء رسانی پر صبر کرتے ہیں، اور صابرین سے مراد وہ ہیں جو مصائب اور بلاؤں پر صبر کرتے ہیں، دوسرا قول ہے کہ جن لوگوں نے بے وطن ہونے پر صبر کیا، حالانکہ ان کے خاندان اور رشتہ دار مکہ میں تھے اور انہوں نے مدینہ کی

طرف ہجرت کی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کہ انہوں نے اپنے دین کو ترک نہیں کیا۔

''بِغَيْرِ حِسَابٍ'' کا معنی یہ ہے کہ عقل اس کے اجر کا حساب نہیں کر سکتی، اور نہ اس کا بیان کر سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ أَوْ لَيْسَ شَيْءٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللهِ إِنَّهُمْ لَيَدْعُونَ لَهُ وَلَدًا وَإِنَّهُ لَيُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

(صحیح بخاری: ۷۳۷۸، صحیح مسلم: ۲۸۰۴، مسند احمد: ۱۹۰۳۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے الاعمش نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از ابو عبد الرحمٰن السلمی، از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی ایک یا کوئی چیز بھی کسی اذیت کو سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والی نہیں ہے، کیونکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور ان کو رزق دیتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۹۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ایذاء رسانی پر صبر کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی ایذاء پر صبر کرنے والا نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ پر صبر کا اطلاق حلم کے معنی میں ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا کلمات کہہ کر سزا کا مستحق ہو، اللہ تعالیٰ اس سے فوری مواخذہ نہیں فرماتا اور اس کی سزا کو یومِ حساب تک مؤخر کر دیتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عبد الرحمٰن، یہ عبد اللہ بن حبیب السلمی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو موسیٰ یہ عبد اللہ بن قیس الاشعری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیس شیء اصبر'' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حلم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیدعون له'' یعنی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف اس چیز کو منسوب کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات

منزہ ہے، اور وہ پھر بھی لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، ان کو عافیت میں رکھتا ہے اور ان کو رزق عطا فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقًا يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قِسْمَةً كَبَعْضِ مَا كَانَ يَقْسِمُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَاللهِ إِنَّهَا لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ قُلْتُ أَمَّا أَنَا لَأَقُولَنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَسَارَرْتُهُ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ وَغَضِبَ حَتَّى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَخْبَرْتُهُ ثُمَّ قَالَ قَدْ أُوذِيَ مُوسَى بِأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَصَبَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے شقیق سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ نے کہا: نبی ﷺ نے (مالِ غنیمت کو) تقسیم کیا، جیسے آپ بعض مسلمانوں میں (مالِ غنیمت) تقسیم کرتے تھے، پس انصار کے ایک مرد نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہ قسمت (تقسیم) ہے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا، میں نے (دل میں) کہا: رہا میں تو میں ضرور نبی ﷺ کو یہ بات بتاؤں گا، پس میں آپ کے پاس آیا اور آپ اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے چپکے سے آپ کو یہ بات کہی، پس نبی ﷺ پر یہ بہت شاق گزری، اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، اور آپ غصہ میں آ گئے، حتیٰ کہ میں نے پسند کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ خبر نہ دی ہوتی، پھر آپ نے فرمایا: بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو آپ نے صبر فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰، ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۰۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۷)

صحیح البخاری: ۶۱۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان الاعمش از شقیق بن سلمہ۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قَسَمَ'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن (مالِ غنیمت کو) تقسیم کیا اور عرب کے معزز لوگوں کو تقسیم فرمایا اور انصار کو نہیں دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال رجل من الانصار'' بعض شارحین نے یہ زعم کیا ہے کہ یہ حرقوص بن زہیر ہیں، اور ان پر رد کیا گیا ہے اور اس کا بیان غزوۂ حنین کے باب میں گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۲۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالْعِتَابِ — جن پر عتاب ہو ان کا نام ذکر نہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن پر غصہ یا عتاب ہو تو ان سے حیاء کی وجہ سے ان کا نام ذکر نہ کیا جائے۔

۶۱۰۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَتْ عَائِشَةُ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً۔

(صحیح بخاری: ۷۳۰۱، صحیح مسلم: ۲۳۵۶، مسند احمد: ۲۴۳۶۶۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی ﷺ نے کوئی کام کیا، پھر اس کام میں آپ نے رخصت دی، تو بعض لوگوں نے اس کام کو نہ کرنا اچھا سمجھا، پس نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی، سو آپ نے خطبہ دیا، پس اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں جس کام کو میں کرتا ہوں، پس اللہ کی قسم! بے شک میں ان سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۱۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ عتاب کے وقت ان لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہونا جن پر عتاب ہے، اور اس حدیث میں بھی اسی طرح ہے کہ آپ نے ایک قوم پر عتاب فرمایا اور اس قوم کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی ﷺ عتاب کے وقت لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے جب کہ آپ کو خاص اپنی ذات کے متعلق عتاب ہو، جیسے آپ جاہلوں کی جہالت اور دیہاتیوں کی جفا پر صبر کرتے تھے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو چھوڑ دیا جس نے آپ کی گردن میں چادر کو زور سے کھینچا تھا حتیٰ کہ کھینچنے کے نشان آپ کی گردن میں پڑ گئے، لیکن جب کوئی شخص دین کی بے حرمتی کرے تو پھر آپ اس پر عتاب کو ترک نہیں کرتے تھے اور بلند آواز سے حق کو بیان کرتے تھے، اور جو سلوک بے حرمتی کرنے والے کے ساتھ کرنا شروع ہوا اس کے ساتھ وہی سلوک کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان از الاعمش، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، یہ اسم فاعل کے صیغہ کے وزن پر ہے۔

بعض شارحین نے کہا ہے: یہ ابن صُبیح ابوالضحیٰ ہیں، اور جس نے یہ زعم کیا کہ یہ ابن عمران البطین ہیں تو اس کو وہم ہوا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر نے علامہ کرمانی کی طرف تعریض کی ہے، انہوں نے وثوق سے نہیں کہا کہ یہ مسلم بن عمران البطین ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ یا تو یہ مسلم بن عمران البطین ہیں اور یا یہ مسلم بن صُبیح ہیں، اور یہ دونوں امام بخاری کی شرط کے مطابق مسروق سے اور الاعمش سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "صنع النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا" یہ پتا نہیں چلا کہ آپ نے کیا کام کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرخص فیه" یعنی آپ نے اس میں شدت نہیں کی بلکہ معاملہ کو آسان رکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتنزہ عنه قوم" یعنی بعض لوگوں نے اس کام سے احتراز کیا اور اس کے قریب نہیں گئے، اور امام مسلم کی روایت میں اس طرح ہے: گویا انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور اس سے پرہیز کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فبلغ ذالك" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے پرہیز کی خبر پہنچ گئی، تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں، اور امام مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ آپ غضبناک ہوئے حتیٰ کہ غضب کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انی لاعلمهم بالله واشدهم خشیة" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ علمیہ کی طرف اشارہ ہے، اور فرمایا کہ ان سب سے زیادہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ عقلیہ کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنی چاہیے اور گہرائی میں واقع نہیں ہونا چاہیے اور مباح چیز سے پرہیز کرنے کی مذمت فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ هُوَ ابْنُ أَبِي عُتْبَةَ مَوْلَى أَنَسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ سے سنا اور وہ ابن ابی عتبہ ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ

بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکی سے زیادہ حیا کرنے والے تھے جتنی وہ اپنے کنوارے پن میں حیا کرتی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھتے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۶۲، ۶۱۰۲، ۶۱۱۹، صحیح مسلم: ۲۳۲۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۰، مسند احمد: ۱۱۳۳۹)

صحیح البخاری: ۶۱۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جن پر عتاب ہوان کا ذکر نہ کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ حیاء کی وجہ سے کسی کو اس کے منہ پر برا نہیں کہتے تھے، اور جب کوئی چیز ناپسندیدہ دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عتاب فرماتے تو کسی کام کرنے والے کو معین نہیں فرماتے، بلکہ آپ کا عتاب بالعموم ہوتا۔ اور آپ اپنی امت پر نرمی کرتے تھے اور ان کا پردہ رکھتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن مبارک ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسعید، ان کا نام سعد بن مالک الخدری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من العذراء'' اس کا معنی ہے کنواری عورت، کیونکہ اس کی بکارت کی کھال باقی ہوتی ہے، اور ''خدر'' کا معنی ہے پردہ، جو باکرہ عورت کے گھر کی ایک جانب میں ڈالا جاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ دلیل سے کوئی حکم لگائے، کیونکہ صحابہ کرام نے جان لیا کہ جب آپ کا چہرہ متغیر ہے تو آپ نے کسی چیز کو ناپسند کیا ہے، اسی طرح وہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کو آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے جان لیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۳۔ بَابٌ: مَنْ كَفَّرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ

جس نے اپنے مسلمان بھائی کو بغیر دلیل کے کافر کہا تو وہ خود کافر ہو جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی بغیر دلیل کے تکفیر کی یعنی اس کو کافر کہا یا اس کو کفر کی طرف منسوب کیا۔

بغیر دلیل کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جب اس نے کسی دلیل کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ معذور ہوگا اور گنا ہگار نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معذور قرار دیا جب انہوں نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو تاویل سے منافق قرار دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ کیونکہ حضرت حاطب نے مشرکین کی طرف ایک مکتوب لکھا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے احوال بیان کیے تھے، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز پر مشرکین کو مطلع کرنے کی وجہ سے منافق ہو گئے تھے۔ سو جس نے بغیر کسی دلیل کے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو جس کو کافر کہا ہے وہ صحیح الایمان ہے اور جس شخص نے بغیر دلیل کے اس کو کافر کہا ہے وہ ایمان سے نکل جائے گا۔ سو جس نے اپنے مسلمان بھائی کو بغیر دلیل کے کافر کہا، وہ خود کافر ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۱۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ۔

(صحیح مسلم: ۶۰، مسند احمد: ۴۶۷۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد اور احمد بن سعید نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو اس کفر کے ساتھ دو میں سے ایک لوٹے گا۔

اور عکرمہ بن عمار نے کہا از یحییٰ از عبداللہ بن یزید، انہوں نے ابو سلمہ سے سنا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسی حدیث کی مثل۔

صحیح البخاری: ۶۱۰۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور وہ یا ابن بشار ہیں اور یا ابن المثنیٰ ہیں، اسی طرح علامہ کرمانی نے کہا ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ محمد، ابن یحییٰ الذہلی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر حافظ ابن حجر کا کہنا صحیح ہو کہ اس محمد سے مراد محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں، تو محمد کا ذکر بغیر نسبت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب امام بخاری نیشاپور میں گئے، تو ان کے خلاف محمد بن یحییٰ ذہلی نے شور مچا دیا کہ یہ قرآن مجید کے الفاظ کو مخلوق

مانتے ہیں، جس کی وجہ سے امام بخاری کو نیشاپور سے جانا پڑا۔ اور امام بخاری نے چند احادیث محمد بن یحییٰ الذہلی سے سنی تھیں تو انہوں نے محمد بن یحییٰ ذہلی کی روایت کو ترک نہیں کیا، اور ان کے والد کے نام کی تصریح نہیں کی، بلکہ کسی جگہ وہ کہتے ہیں "حدثنا محمد بن عبد اللہ" اور محمد بن یحییٰ کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن سعید، یہ ابن صخر بن سلیمان ابوجعفر الدارمی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن عمر، یہ ابن فارس العبدی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۵۔۲۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا۔

(صحیح بخاری: ۶۱۰۳، صحیح مسلم: ۶۰، مسند احمد: ۴۶۷۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار، از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! پس بے شک اس کفر کے ساتھ دو میں سے ایک لوٹے گا۔

صحیح البخاری: ۶۱۰۳، ۶۱۰۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہے "جس نے اپنے بھائی سے کہا" اور بھائی سے مراد اخوتِ اسلام ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فقد باء به" یعنی کفر کے ساتھ دو میں سے ایک رجوع کرے گا، کیونکہ اگر وہ شخص اپنے بھائی کو کافر کہنے میں صادق ہے، تو جس کو کافر کہا ہے، وہ کافر ہوگا۔ اور اگر جھوٹ کہا ہے تو کہنے والا کافر ہوگا، کیونکہ اس نے مومن کو کافر کہا یا ایمان کو کفر قرار دیا، اور یہ بجائے خود کفر ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ مسلمان معصیت کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، سو مسلمان کو کافر کہنا معصیت ہے، تو وہ اس قول سے کافر نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب وہ حلال سمجھ کر اس کو کافر کہے۔ دوسرا قول یہ ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تکفیر اس شخص کی طرف لوٹ آئے گی، کیونکہ جب وہ شخص اسی کی طرح مسلمان تھا تو اس نے اپنی مثل شخص کو کافر کہا، لہٰذا وہ بھی کافر ہوگا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کہنے والا اس کفر کے ساتھ لوٹے گا بشرطیکہ اس نے بغیر دلیل کے دوسرے شخص کو کافر کہا ہو۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یعنی اپنے بھائی کی طرف کفر کی تہمت لگانے کی وجہ سے اس تکفیر کا گناہ کہنے والے کو ہوگا اگر وہ جھوٹا ہے تو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کفر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا، کیونکہ جب وہ شخص کافر نہیں ہے تو وہ دین میں کہنے والے کی مثل ہے تو اس کو کافر کہنے کی وجہ سے لازم آئے گا کہ یہ اپنے آپ کو کافر کہہ رہا ہے، کیونکہ وہ ایمان میں اس کے مساوی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٠٥ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ثابت بن الضحاک از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے غیر ملتِ اسلام کی جھوٹی قسم کھائی، تو وہ اس قول کا مصداق ہوگا، اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کو اسی چیز کے ساتھ دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، اور مسلمان کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۶۳، ۴۱۷۱، ۴۸۴۳، ۶۰۴۷، ۶۱۰۵، ۶۶۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، مسند احمد: ۱۵۹۵۷)

صحیح البخاری: ۶۱۰۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ وہب کی تصغیر ہے اور یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ثابت بن الضحاک، یہ ابن الضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ الانصاری ہیں، ابوعمر نے کہا: یہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے، ان کی کنیت ابویزید ہے، یہ شام میں رہائش پذیر تھے اور بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے اور ۴۵ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اہلِ بصرہ میں سے ابوقلابہ اور عبداللہ بن مغفل نے ان سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من حلف بملة غير الاسلام" علامہ ابن بطال نے کہا: اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی ہوں، تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا ہے، یعنی جھوٹا ہوگا کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اس قول سے یہ قصد نہیں کیا کہ اگر اس نے وہ کام کیا تو وہ حقیقت میں یہودی ہوگا، بلکہ یہ اس نے دھوکا دینے کے لیے کہا ہے، سو یہ وعید ہے۔

اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ وہ اس حلف سے اپنے اسلام میں خلل ڈال رہا ہے اور وہ یہودی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وعید میں مبالغہ ہو اور دھمکانا ہو، گویا کہ اس نے کہا کہ اگر اس نے وہ کام کیا تو وہ بھی یہودیوں کے عذاب کا مستحق ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عذب بہ'' یعنی اس کی خودکشی کے عمل کی جنس سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ولعن المومن کقتلہ'' یعنی مسلمان کو لعنت کرنا اس طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے، یا مسلمان کو لعنت کرنے کا گناہ ایسا ہے جیسے اس کو قتل کرنے کا گناہ ہے، یا مسلمان کو لعنت کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا، کیونکہ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا اور قتل حیات سے دور کرتا ہے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ومن رمی مومنا بکفر فھو کقتلہ'' یعنی جس نے مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے، کیونکہ کسی شخص کی نسبت کفر کی طرف کرنا اس شخص کو قتل کرنے کا موجب اور سبب ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۶۔ ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۴۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَرَ إِكْفَارَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ مُتَأَوِّلًا أَوْ جَاهِلًا

جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا

وَقَالَ عُمَرُ لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق کہا کہ یہ منافق ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم، تحقیق اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس ارشاد فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے کسی کو دلیل سے کافر کہا بایں طور کہ اس کے گمان میں وہ کافر ہے، یا جہالت سے اس کو کافر کہا تو اس کی طرف کفر نہیں لوٹے گا۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس کی شرح یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ وہ منافق ہے، کیونکہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ مشرکین کی طرف خط لکھنے کی وجہ سے منافق ہو گئے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور یہ تعلیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے، جو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں سورۃ الممتحنہ میں گزر چکی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادَةَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا سَلِيمٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الصَّلَاةَ فَقَرَأَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ

بِهِمُ الْبَقَرَةَ قَالَ فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلَاةً خَفِيفَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاذًا فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا وَنَسْقِي بِنَوَاضِحِنَا وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى بِنَا الْبَارِحَةَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ فَتَجَوَّزْتُ فَزَعَمَ أَنِّي مُنَافِقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ ثَلَاثًا اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَنَحْوَهَا۔

رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، پھر اپنی قوم کے پاس جاتے، پھر ان کو نماز پڑھاتے، پس ایک دن انہوں نے نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی، پس ایک مرد جماعت سے علیحدہ ہوگیا اور اس نے الگ ہوکر مختصر نماز پڑھی، پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ شخص منافق ہے، پس اس شخص تک یہ بات پہنچ گئی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! ہم مشقت سے کام کرنے والے لوگ ہیں، ہم اپنے اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں، اور بے شک معاذ نے ہمیں گزشتہ رات نماز پڑھائی تو اس میں سورۃ البقرہ پڑھی، اس لیے میں نماز توڑ کر الگ ہوگیا، اس پر انہوں نے میرے متعلق کہا کہ یہ منافق ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟ تم وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھو، اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھو، اور ان کی مثل (سورتیں) پڑھو۔

(صحیح بخاری: ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۱۱، ۶۱۰۶، صحیح مسلم: ۴۶۵، سنن ترمذی: ۵۸۳، سنن نسائی: ۸۳۵، سنن ابوداؤد: ۶۰۰، مسند احمد: ۱۴۳۴۵، سنن دارمی: ۱۲۹۶)

صحیح البخاری: ۶۱۰۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا'' اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس صحابی کو منافق کہا جو ان کے پیچھے نماز توڑ کر علیحدہ نماز پڑھنے لگا تھا، کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ جماعت کا تارک منافق ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبادہ، یہ الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، اور یہ ابن ہارون ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیم، یہ ابن حیان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیصلی بہ الصلوٰۃ'' یہ نماز، عشاء کی نماز تھی اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ یہ

مغرب کی نماز تھی، اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ عشاء کی روایات زیادہ صحیح ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتجوز'' یعنی اس نے تخفیف سے نماز پڑھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس لفظ میں جیم نہ ہو حاء ہو، اور یہ لفظ ''فتحوز'' ہو، یعنی اس نے علیحدہ ہوکر اکیلے نماز پڑھی، اور یہ روایت امام مسلم کی روایت کے موافق ہے، اس میں مذکور ہے کہ وہ مرد منحرف ہوگیا، اس نے سلام پھیرا اور پھر اس نے اکیلے نماز پڑھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بنواضحنا'' یہ ''ناضح'' کی جمع ہے اور یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر پانی لاد کر لاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثلثا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟

متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی تحقیق

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو جاکر عشاء کی نماز پڑھاتے تھے، اس میں یہ دلیل ہے کہ مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز ہے، کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پہلے پڑھ چکے تھے، پھر جاکر اپنی قوم کو جو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے تو وہ ان کی نماز نفل تھی اور پیچھے لوگوں کی نماز فرض تھی۔

علامہ ابن التین نے اپنے مذہب کی نصرت کرتے ہوئے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نفل تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نہ بتایا ہو کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز ادا نہیں ہوتی۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: یہ دونوں جواب کس قدر بعید ہیں، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق کس طرح یہ گمان کیا جائے گا کہ وہ عشاء کے فرض مؤخر کردیں تاکہ اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھیں، اور یہ کیسے انہوں نے دعویٰ کیا کہ شارع علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ نہیں بتایا تھا، حالانکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی تھی کہ وہ شخص ان کے پیچھے نماز توڑ کر علیحدہ نماز پڑھنے لگا اور آپ نے فرمایا: اے معاذ! تم فتنہ میں ڈالتے ہو؟

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ کلام درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر یہ معاملہ مشتبہ ہوگیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض نہ پڑھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنے کی فضیلت انہیں حاصل نہیں ہوگی اور اپنی قوم کو جو وہ نفل نماز پڑھائیں گے تو یہ ادائے فرض کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟

اور یہ حدیث مذکور منسوخ ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان دنوں میں ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنے کی اجازت ہو، یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بھی عشاء کے فرض پڑھتے تھے اور بعد میں جاکر اپنی قوم کو بھی عشاء کے فرض پڑھاتے تھے، اور یہ معاملہ ابتدائے اسلام میں تھا، پھر امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی کہ ''ایک دن میں ایک نماز دو مرتبہ نہ پڑھی جائے''۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ احتمال سے کسی حدیث کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب وہ احتمال دلیل پر مبنی ہو تو پھر اس سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح ہے۔ اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ پہلے

صحابہ ایک فرض ایک دن میں دو مرتبہ پڑھتے تھے حتیٰ کہ ان کو پھر اس سے منع کر دیا گیا، اور اسی طرح علامہ المہلب نے ذکر کیا ہے، اور ممانعت اباحت کے بعد ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۸۔ ۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمغیرہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حُمید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص حلف اٹھائے اور اپنے حلف میں کہے "لات اور عزیٰ کی قسم" تو اسے چاہیے کہ وہ کہے لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) اور جس نے اپنے صاحب سے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں، تو اسے چاہیے کہ وہ کچھ صدقہ کرے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۶۰، ۶۱۰۷، ۶۳۰۱، ۶۶۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۴۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۵، سنن نسائی: ۳۷۷۵، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶، مسند احمد: ۸۰۲۶)

صحیح البخاری: ۶۱۰۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا"، یعنی جس شخص نے جہالت کی وجہ سے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ان کو معذور قرار دیا جنہوں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی، کیونکہ صحابہ کا زمانہ ان لوگوں کے معمول کے قریب تھا جو اپنی زبانوں سے جہالت کی وجہ سے یہ قسم کھاتے تھے، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھالی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! زمانہ قریب ہے تو میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھالی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو "لا الٰہ الا اللہ"۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تعلیم دی کہ جو شخص بھول گیا یا جس نے جہالت کے ساتھ ایسی قسم کھائی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دوبارہ کلمۂ شہادت پڑھے اور توحید کی گواہی دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق۔ حافظ ابن حجر نے کہا: یہ اسحاق بن راہویہ ہیں، گویا کہ انہوں نے اس کو ابن السکن سے

اخذ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: یہ اسحاق ابن راہو یہ ہے۔ اور علامہ الکلاباذی نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالمغیرہ مذکور ہے، یہ عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی الحمصی ہیں، اور یہ بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ اور امام بخاری نے یہاں ان سے بالواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاوزاعی، ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، جو حمد کی تصغیر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیقل لا الہ الا اللہ" کیونکہ اس شخص نے بتوں کا نام تعظیم سے لیا جب اس نے بتوں کے نام سے حلف اٹھایا، تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ اس کی تلافی کلمۂ توحید پڑھ کر کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومن قال لصاحبہ" یعنی جس شخص نے کسی سے کہا: آؤ میرے ساتھ جوا کھیلو، تو بتوں کی قسم کھانے کے بعد جوئے کا ذکر کیا، جس طرح قرآن مجید میں جوئے کے بعد اس بتوں کے نصب شدہ پتھر کا ذکر ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ (المائدہ:۹۰) شراب، جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر۔

جس طرح قرآن مجید میں جوئے کے بعد بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر کا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لات اور عزیٰ کی قسم کھانے کے بعد جوا کھیلنے کی دعوت کا ذکر فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لات اور عزیٰ کی قسم کھانے کی تلافی اس طرح ہے کہ وہ کلمہ توحید پڑھے، اور جوا کھیلنے کی دعوت دینے کی تلافی اس طرح ہے کہ وہ کچھ صدقہ کر دے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اتنے پیسوں کا صدقہ کرے جتنے پیسوں سے وہ جوا کھیلنا چاہتا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ جب جوئے کی دعوت دینے والے نے مال کو باطل میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو اسے حکم دیا گیا کہ اب وہ مال کو حق کی راہ میں خرچ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سواروں کی جماعت میں پایا اور وہ اپنے والد کی قسم کھا رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ندا کی، سنو! اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسمیں کھاؤ، پس جس نے قسم کھانی ہے تو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۶، سنن ترمذی: ۱۵۳۴، سنن نسائی: ۳۷۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۴، مسند احمد: ۴۵۰۹، موطا امام مالک: ۱۰۳۷، سنن دارمی: ۲۳۴۱)

صحیح البخاری: ۶۱۰۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی قسم کھائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور قرار دیا، کیونکہ وہ تاویل سے یہ سمجھ رہے تھے کہ باپ کا حق بھی اولاد پر ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قتیبہ، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ ابن سعد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان تحلفوا باٰبائکم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افلح وابیہ" یعنی وہ کامیاب ہو گیا اور اس کے باپ کی قسم۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ کلام میں تقریر کے لیے ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور آباء کی قسم کھانے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کا تقاضا اس کی تعظیم ہوتا ہے، اور عظمت کی حقیقت اللہ تعالیٰ وحدہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، پس کوئی دوسرا اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

پھر اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں جیسے "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ" اور "وَالطُّوْرِ" وغیرہ۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، وہ جس کی چاہے قسم کھائے تاکہ قسم کھا کر اس چیز کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر فرمائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۔ بَابُ: مَا يَجُوْزُ مِنَ الْغَضَبِ وَالشِّدَّةِ لِأَمْرِ اللهِ

اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التوبہ: ۷۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی!) کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کی تعظیم کے سبب سے غضب اور شدت کا اظہار جائز ہے۔امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ایذاء رسانی پر صبر کرتے تھے، وہ اپنے حق میں صبر کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہوتو آپ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''(اے نبی!) کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اوران پر سختی کیجئے''۔ کفار کے خلاف جہاد کریں یعنی تلوار سے، اور منافقین کے خلاف جہاد کریں یعنی دلائل سے۔اور قتادہ نے بیان کیا کہ منافقین کے خلاف جہاد یہ ہے کہ ان پر حدود کو قائم کیا جائے، اور مجاہد نے کہا: ان کے خلاف جہاد یہ ہے کہ ان کو وعید سنائی جائے، اور فرمایا ''وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ'' یعنی دونوں فریقوں پر غصہ اور سختی کریں، قتال سے اور دلائل سے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۹۔ حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيهِ صُوَرٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ وَقَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الزہری، از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور گھر میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا، پھر آپ نے اس پردہ کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو یہ تصویریں بناتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۹۵۴، ۶۱۰۹، صحیح مسلم: ۲۱۰۷، سنن نسائی: ۵۳۶۴، مسند احمد: ۲۵۱۰۳)

صحیح البخاری: ۶۱۰۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا متغیر ہونا اللہ تعالیٰ کے غضبناک ہونے کی وجہ سے تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یسرہ، یہ ابن صفوان اللخمی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔یہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں از القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قرام" اس کا معنی ہے پردہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فھتکه" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان من اشد الناس" یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

یہ حدیث "کتاب اللباس" میں صحیح البخاری: ۵۹۵۰ میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل شرح بھی وہاں کی جاچکی ہے، نیز مزید تفصیل کے لیے صحیح البخاری: ۵۹۸۵ کی شرح کو دیکھا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا قَالَ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد، انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے رہ جاتا ہوں فلاں شخص کی وجہ سے جو ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے اس دن سے زیادہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرتے ہوئے اتنے غضب میں نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تم میں سے لوگوں کو متنفر کرنے والے ہیں، ان کو بھگانے والے ہیں، تم میں سے جو آدمی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے، کیونکہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور کسی کام کے لیے جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۹۰، ۷۰۲، ۷۰۴، ۶۱۱۰، ۷۱۵۹، صحیح مسلم: ۴۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۸۴، مسند احمد: ۱۶۶۱۷، سنن دارمی: ۱۲۵۹)

صحیح البخاری: ۶۱۱۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو امام لمبی نماز پڑھاتے تھے ان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت ناراض ہوئے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو مسعود، وہ عقبہ بن عامر البدری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "منه" یعنی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعتبار سے مفضل ہیں اور دوسرے اعتبار سے مفضل علیہ ہیں، یعنی حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے غضب میں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کو لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے اور بعض اوقات آپ نے خود بھی لمبی نماز پڑھائی ہے

امام کو لمبی نماز پڑھانے کا محمل یہ ہے کہ جب نمازیوں میں بوڑھے، کمزور اور بیمار ہوں اور اگر نمازیوں میں سب صحت مند اور توانا ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لیے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبی سورتوں مثلاً سورۂ یوسف پڑھ کر بھی نماز پڑھاتے تھے اور آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف بھی پڑھی ہے، تاہم جب آپ نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے تھے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں نماز میں مضطرب ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کو نماز میں لمبی قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ہوتے ہیں۔ جب امام لمبی نماز پڑھائے گا تو بوڑھا آدمی تنگ ہوتا رہے گا، بیمار اپنی بیماری کی وجہ سے پریشان ہوگا، اور کمزور اپنی کمزوری کی وجہ سے نڈھال ہوتا رہے گا، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں لمبی قراءت کرتے تھے تو نمازی قراءت سن کر وجد میں آجاتے، اور ان کی خواہش ہوتی کہ کاش اگر ان کی عمر نوح علیہ السلام جتنی بھی ہوتی تو وہ اسی طرح آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے گزر جاتی، آپ قرآن پڑھتے رہتے اور وہ کیف آور قراءت کو سنتے رہتے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جو بیمار نماز پڑھتے تھے وہ آپ کے فیض سے تندرست ہو جاتے تھے، جو کمزور نماز پڑھتے تھے وہ توانا ہو جاتے تھے اور جو کسی کام کے لیے جانے والے ہوتے تو ان کے کام بن جاتے تھے۔

۶۱۱۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي رَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِيَدِهِ فَتَغَيَّظَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللهَ حِيَالَ وَجْهِهِ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ حِيَالَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے مسجد کے قبلہ میں بلغم دیکھا، آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ دیا، پھر آپ ناراض ہوئے، پھر فرمایا: بے شک تم میں سے جب

کوئی ایک نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کے سامنے ہوتا ہے، تو کوئی شخص نماز میں اپنے چہرہ کے سامنے بلغم نہ تھوکے۔

(صحیح بخاری: ۴۰۶، ۷۵۳، ۱۲۱۳، ۶۱۱۱، صحیح مسلم: ۵۴۷، سنن نسائی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۷۶۳، مسند احمد: ۵۳۱۳، موطا امام مالک: ۴۵۶، سنن دارمی: ۱۳۹۷)

صحیح البخاری: ۶۱۱۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھ کر ناراض ہوئے، اور اس باب کے عنوان میں اللہ کے لیے غضب میں آنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جویریہ، ان کا نام ابن اسماء ہے اور یہ دونوں عَلَم ہیں جس میں مذکر اور مؤنث دونوں شریک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حیال وجھه" یعنی نمازی اللہ تعالیٰ کے بالمقابل ہوتا ہے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے منزہ ہے تو پھر اس کا کیا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کے بالمقابل ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطورِ تشبیہ ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نمازی کی توجہ قبلہ کی طرف ہوتی ہے اور قبلہ کی وساطت سے اس کی توجہ اپنے رب کی طرف ہوتی ہے، گویا کہ نمازی کا مقصود اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَائَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوْ احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے خبر دی از یزید مولی المنبعث، از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ یعنی گری ہوئی چیز کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم ایک سال تک اس کی پہچان یاد رکھو، پھر تھیلی کی ڈوری کی پہچان یاد رکھو، پھر اس تھیلی کی پہچان یاد رکھو، پھر تم اس کو خرچ کر دو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو وہ اس کے مالک کو ادا کر دو، اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! پس گم شدہ بکری (کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: تم اس بکری کو لے لو، یا وہ

رَبُّهَا۔

تمہارے لیے ہوگی، یا تمہارے بھائی کے لیے ہوگی، یا وہ بھیڑیے کے لیے ہوگی، اس نے پوچھا: یارسول اللہ! پس گم شدہ اونٹ؟ راوی نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے، یا کہا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، پھر کہا: تمہیں اونٹ سے کیا مطلب ہے، اس کے ساتھ اس کی جوتیاں ہیں اور اس کے ساتھ اس کا پانی ہے، وہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس سے ملاقات کرلے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۲۲، سنن ترمذی: ۱۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۴، مسند احمد: ۱۶۵۸۹، موطا امام مالک: ۱۴۸۲)

صحیح البخاری: ۶۱۱۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس مرد کے نامناسب سوال کرنے پر ناراض ہوئے، کیونکہ بکری کے متعلق تو خطرہ ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا یا کوئی آدمی لے جائے گا، اور اونٹ کے متعلق ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور یہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وكاءها" اس کا معنی ہے: جس کے ساتھ تھیلی کے منہ کو باندھا جاتا ہے یعنی ڈوری۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "العفاص" اس سے مراد ہے ظرف یا تھیلی جس میں رقم رکھی جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ثم استنفق" یعنی تم اس میں تصرف کرو اور اس میں نفع حاصل کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وجنتاه" یہ وجنۃ کا تثنیہ ہے، اور اس کا معنی ہے: ابھرے ہوئے گال یا رخسار۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مالك ولها؟" یعنی تم اس اونٹ کو نہ پکڑو، وہ اپنی معیشت میں مستقل ہے اور اس کے ساتھ اس کے اسباب ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حذاؤها" یعنی جن کے ساتھ اونٹ چلتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سقاؤها" اس کا معنی ہے: دودھ اور پانی کا ظرف، جیسے مشک ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١١٣ - وَقَالَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی الله عنه قَالَ احْتَجَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حُجَيْرَةً مُخَصَّفَةً أَوْ حَصِيرًا فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي فِيهَا فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَاءُوا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ ثُمَّ جَاءُوا لَيْلَةً فَحَضَرُوا وَأَبْطَأَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْهُمْ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مُغْضَبًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ۔

اور مکی نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن سعید نے، ح اور مجھے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی محمد بن جعفر نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن سعید نے، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی سالم ابوالنضر مولی عمر بن عبید اللہ نے از بسر بن سعید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائیوں کا اور کھجور کے پتوں کا یا چٹائیوں کا ایک حجرہ بنالیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اوراس میں (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے، پھر لوگوں نے بھی آپ کی اتباع کی اور وہ آئے اور آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، پھر ایک رات لوگ آئے اور وہ حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آنے میں ان سے تاخیر کردی، پس ان کی طرف آپ نہ آئے، تو انہوں نے اپنی آوازیں بلند کیں اور دروازہ پر کنکریاں ماریں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آئے اس حال میں کہ آپ غصہ میں تھے، پس ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ یہ نماز تم پر فرض کردی جائے گی، پس تم پر لازم ہے کہ تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے سوائے فرض نماز کے۔

(صحیح بخاری: ۷۳۱، ٦١١٣، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷، مسند احمد: ۲۱۱۲۳)

صحیح البخاری: ٦١١٣ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف غصہ کی حالت میں آئے، اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں غضب کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے باب سے ہے۔ اوراس پر اجماع منعقد ہے کہ یہ ائمہ پر فرض ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور ظالموں کے ہاتھوں کو پکڑ لیں اور مظلومین کو انصاف مہیا کریں اور امور شرعیہ کی حفاظت کریں، حتیٰ کہ شریعت متغیر نہ ہو اور اس کی بے حرمتی نہ ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مکی، اور وہ ابن ابراہیم ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مکی، مکہ مکرمہ کی طرف منسوب ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مکی ان کا نام ہے اور یہ نسبت نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی دو طریقوں سے روایت کی ہے، ایک طریقہ تو حدیث معلق ہے از مکی بن ابراہیم از عبداللہ بن سعید بن ابی ہند الفزاری۔ اور امام احمد اور امام دارمی نے اپنی مسندوں میں اس حدیث کو مکی بن ابراہیم کی سند سے موصولاً روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بہ طورِ مسند روایت کیا ہے از محمد بن زیاد۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''احتجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے حجرہ بنالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مخصفة'' یعنی کھجور کے پتوں سے وہ حجرہ بنایا۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ''الخصفة'' کھجور کے پتوں اور چٹائی کا ایک ہی معنی ہے، مقصود یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حجرہ بنالیا جو مسجد کی ایک جگہ میں تھا اور چٹائیوں سے اس کو ستر کیا ہوا تھا تاکہ آپ اس میں نماز پڑھیں اور وہاں آپ کے پاس کوئی نہ آئے اور وہاں آپ دل سے نماز کی طرف متوجہ رہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتتبع الیه'' یعنی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تتبع کیا یعنی آپ کو تلاش کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم جاء و الیلة'' یعنی لوگ ایک رات آپ کے ساتھ آئے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلم یخرج الیهم فرفعوا اصواتهم وحصبوا الباب'' یعنی لوگوں نے اس حجرہ کے دروازہ پر کنکریاں مارنی شروع کردیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف آئے اس حال میں کہ آپ غصہ میں تھے، اور غصہ کا سبب یہ تھا کہ صحابہ آپ کے حکم کے بغیر جمع ہوئے اور انہوں نے اشارہ کرنے پر اکتفاء نہیں کی، کیونکہ آپ ان کی طرف تشریف نہیں لائے اور انہوں نے مبالغہ کیا اور دروازہ پر کنکریاں ماریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا غصہ اس وجہ سے تھا کہ آپ صحابہ پر نرمی کرنے کے لیے دیر سے تشریف لائے تاکہ ان پر یہ نماز فرض نہ ہوجائے اور صحابہ کچھ اور گمان کررہے تھے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ آپ اس لیے ناراض ہوئے کہ صحابہ آپ کی اس خاص مسجد میں آپ کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے لگے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نماز میں اس اشتیاق کو دیکھ کر مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے۔

افضل نفل وہ ہیں جو گھر میں پڑھے جائیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل نوافل وہ ہیں جو گھر میں پڑھے جائیں اور لوگوں کی نظروں سے چھپ کر پڑھے جائیں سوا ان نمازوں کے جو شریعت کا شعار بن گئی ہیں جیسے عید۔ علامہ ابن التین نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں بھی کوئی فرض نماز پڑھے اور یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، تو اس کا

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث نوافل پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۳۔ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۶۔ بَابُ: الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ

غضب سے احتراز کرنے کا بیان

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى عَزَّوَجَلَّ: وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ (الشوریٰ: ۳۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں O

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ: الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ خوش حالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور جو غصہ پینے والے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غضب سے احتراز کرنا چاہیے، اور غضب کا معنی ہے: انتقام کے ارادہ سے خون کا جوش میں آنا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے غضب سے احتراز کرنے کے لیے دو آیتوں سے استدلال کیا ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: ان دونوں آیتوں میں غضب سے احتراز پر دلالت نہیں ہے، سوا اس کے کہ جب دوسری آیت میں جو مذکور ہے "غصہ کو پینے والے" اس کو ملا لیا جائے فواحش سے اجتناب کے ساتھ تو اس میں مقصود کی طرف اشارہ ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ان دونوں آیتوں میں غضب سے احتراز کے اوپر دلیل ہے، رہی پہلی آیت تو اس میں ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبیرہ گناہ شرک اور بے حیائی کے کام ہیں اور السدی نے کہا: یعنی زنا، اور مقاتل نے کہا: یعنی وہ گناہ جو حد کو واجب کرتے ہیں، اور فرمایا: "وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں" یعنی تجاوز کرتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اور اس کا ماقبل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوا ہے، پس جب کہ جو ذکر کیا گیا ہے وہ مدح ہے تو اس کی ضد مذمت ہوگی۔ اور اس کی ضد جو مذمت ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص غضب میں آئے تو وہ حد سے تجاوز نہ کرے، پس یہ بالبداہۃ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو غضب مذموم ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

اور رہی دوسری آیت تو اس میں ان متقین کی مدح ہے جن کے اللہ تعالیٰ نے وہ اوصاف بیان کیے ہیں جو ذکر کیے گئے ہیں، پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان اوصاف کی ضد مذموم ہے، اور مذموم میں سے یہ ہے کہ انسان غصہ کو برداشت نہ کرے اور لوگوں کو معاف نہ کرے، اور غصہ کو نہ برداشت کرنا وہ بعینہٖ غصہ اور غضب کرنا ہے، پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ غضب سے

احتراز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۴۔ ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ پہلوان نہیں ہے جو کشتی میں پچھاڑ دے، پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۰۹، مسند احمد: ۷۱۷۸، موطا امام مالک: ۱۶۸۱)

صحیح البخاری: ۶۱۱۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''غضب سے احتراز کرنے کا بیان'' اور اس حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی غصہ کے وقت بے قابو نہ ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالصرعۃ'' اس کا معنی ہے: کشتی لڑنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغْضَبًا قَدْ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالُوا لِلرَّجُلِ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَسْتُ بِمَجْنُونٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عدی بن ثابت، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی سلیمان بن صرد نے، انہوں نے کہا: دو آدمی نبی ﷺ کے سامنے ایک دوسرے سے لڑے اور ایک دوسرے کو برا کہہ رہے تھے، ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور ان میں سے ایک اپنے صاحب کو برا کہہ رہا تھا اور سخت غصہ میں تھا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے اندر جو غیظ اور غضب ہے، وہ چلا جائے گا۔ اگر یہ کہہ لے کہ ''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں'' تو صحابہ نے اس مرد سے کہا:

کیا تم نہیں سن رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں، اس مرد نے کہا: میں دیوانہ نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۸۲، ۶۰۴۸، ۶۱۱۵، صحیح مسلم: ۲۶۱۰، سنن ترمذی: ۳۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۱، مسند احمد: ۲۱۶۰۶)

صحیح البخاری: ۶۱۱۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''غضب سے احتراز کرنا'' اور اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے اندر جو غصہ اور غضب ہے وہ نکل جائے گا، پس جو شخص یہ کلمہ پڑھے گا تو اس کا غضب اتر جائے گا اور اس کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انی لست بمجنون'' یا تو اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کے متعلق کہا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں، اس صورت میں وہ منافق تھا، یا اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے متعلق نہیں کہا بلکہ صحابہ نے جو اس سے کہا تھا کہ یہ کلمہ پڑھ لو تو ان کے متعلق کہا تھا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۶۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ هُوَ ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَوْصِنِي قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔

(سنن ترمذی: ۲۰۲۰، مسند احمد: ۹۶۸۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی اور وہ ابن عیاش ہیں از ابی حصین از ابی صالح، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا: تم غصہ نہ کرنا، اس نے کئی بار کہا، آپ یہ فرماتے کہ تم غصہ نہ کرنا۔

صحیح البخاری: ۶۱۱۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''غضب سے احتراز کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو غصہ نہ کرنے کی وصیت کی، اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن یوسف، یہ الزمی ہیں، امام بخاری نے ان سے صرف ابوبکر بن عیاش کے واسطہ سے روایت کی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحُصین، (حاء پر زبر اور صاد کے نیچے کسرہ) ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان الزیات السمان ہیں۔

غصہ اور غضب کو ترک کرنے کی نصیحت کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تغضب''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا: تم غضب نہ کیا کرو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مخلوق کی صفات منکشف تھیں تو آپ لوگوں کو اس چیز کا حکم دیتے تھے جو ان کے حال کے زیادہ لائق ہوتی یا مناسب ہوتی اور شاید کہ وہ مرد غضب بہت کرتا تھا، تو آپ نے اس کو غضب کے ترک کرنے کی وصیت کی۔

اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے: جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ تمام خرابیاں جو انسان کو پیش آتی ہیں، وہ اس کی شہوت اور غضب کی وجہ سے پیش آتی ہیں، پس جب اس مرد نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ایسی چیز کی طرف رہنمائی کریں جس کی وجہ سے وہ برے کاموں اور بری باتوں سے رک جائے اور غضب سے بھی رک جائے جس کا ضرر سب سے زیادہ ہے اور جس کا گناہ بھی سب سے زیادہ ہے، اور بے شک جب وہ غضب پر قابو پالے گا تو باقی بری صفات پر قابو پانا اس کے لیے آسان ہوگا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس مرد کو فرمایا کہ تم غصہ نہ کیا کرو، اس کا معنی یہ ہے کہ تم ایسے اسباب کے درپے نہ ہو جن کی وجہ سے غصہ آتا ہے، اور ان امور کے درپے نہ ہو جو غصہ کو لاتی ہیں، کیونکہ غصہ اور غضب تو انسان کی طبیعت میں مرکوز ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ تم وہ کام نہ کرو جس کام کا حکم تمہیں غضب دیتا ہے اور تمہیں افعال اور اقوال پر برانگیختہ کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۷۔ بَابُ: الْحَيَاءِ — حیاء کا بیان

اس باب میں حیاء کی فضیلت کا بیان کیا گیا ہے، جب انسان کو یہ خوف ہو کہ کسی کام کی وجہ سے اس کا عیب بیان کیا جائے گا اور اس کی مذمت کی جائے گی اور اس خوف کی وجہ سے اس کے اندر جو تغیر اور انکسار طاری ہو، اس کو حیاء کہتے ہیں۔

۶۱۱۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي السَّوَّارِ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ إِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ وَقَارًا وَإِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينَةً فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِيفَتِكَ۔ (صحیح مسلم: ۳۷، مسند احمد: ۱۹۳۲۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی السوار العدوی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین سے سنا، انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء سے صرف خیر حاصل ہوتی ہے، پس بُشیر بن کعب نے کہا: حکمت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ بے شک حیاء سے انسان باوقار ہوتا ہے اور حیاء سے انسان پرسکون ہوتا ہے، تو ان سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ

نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم مجھے اپنے صحیفہ سے بیان کرتے ہو۔

صحیح البخاری: ۶۱۱۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ابوسوار، یہ حسان بن حریث ہیں، اور حریث، حرث کی تصغیر ہے جس کا معنی کھیت ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام حجیر بن الربیع ہے، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

حیاء کے فضائل

اس حدیث میں مذکور ہے ''الحیاء لا یاتی الا بخیر'' اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے حیاء کرتا ہے کہ کہیں لوگ اس کو گناہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں، یا محارم کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں، سو یہ وصف اس کی دعوت دے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ حیاء کرنے والا ہے، اور جو اپنے رب سے حیاء کرے گا تو اس کی حیاء اس کو فرائض کے ضائع کرنے اور گناہوں پر سوار ہونے سے منع کرے گی اور حیاء بے حیائی کے کاموں کے کرنے سے منع کرتی ہے اور نیکی اور خیر پر برانگیختہ کرتی ہے، جیسا کہ ایمان مومن کو گناہوں سے منع کرتا ہے اور گناہوں سے دور رکھتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت پر برانگیختہ کرتا ہے، پس گویا کہ حیاء ایمان کی مثل ہے، کیونکہ دونوں نیکی کے حاصل کرنے اور برائی کے ترک کرنے میں مساوی ہیں۔ ہر چند کہ حیاء ایک طبعی اور جبلی وصف ہے اور ایمان مومن کا فعل ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الحیاء من الایمان'' یعنی حیاء ایمان کے اسباب سے ہے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے از عمران بن حصین، کہ حیاء کُل کی کُل خیر ہے، اور امام طبرانی نے قراء بن غیاث سے روایت کی ہے، کہا گیا: یارسول اللہ! کیا حیاء دین سے ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کل کا کل دین ہے۔

حکمت کی تعریف

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے ''فی الحکمۃ''۔ حکمت کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں حقائق موجودات کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے ''وقار'' وقار کا معنی ہے: حلم اور بردباری۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے ''فقال لہ عمران'' یعنی جب بشیر بن مذکور نے حکمت کے متعلق اپنے صحیفہ سے بیان کیا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں اور حضرت عمران نے یہ غصہ سے کہا تھا، کیونکہ ان معاملات میں حجت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، نہ کہ وہ چیزیں جن کو کتب حکمت سے بیان کیا جائے، جن کی حقیقت کے بارے میں کوئی پتا نہیں ہے اور نہ ہی ان کے صدق کے بارے میں کوئی پتا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عمران کیوں غصہ میں آئے، حالانکہ وقار اور سکون میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو حکمت کے خیر ہونے کے منافی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ابوقتادہ العدوی نے بُشیر کی پوری روایت بیان کی ہے، اس میں یہ ہے کہ حیاء سے سکون اور وقار حاصل ہوتا ہے اور اسی سے ضعف حاصل ہوتا ہے، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے ان پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۵۷۔۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى رَجُلٍ وَهُوَ يُعَاتِبُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ يَقُولُ إِنَّكَ لَتَسْتَحْيِي حَتَّى كَأَنَّهُ يَقُولُ قَدْ أَضَرَّ بِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص پر گزر ہوا جو اپنے بھائی پر حیاء کی وجہ سے ناراض ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا: تم بہت حیاء کرتے ہو گویا کہ وہ کہہ رہا تھا: تم اس کی وجہ سے اپنا نقصان کرتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس کو چھوڑو، کیونکہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴، ۶۱۱۸، صحیح مسلم: ۳۶، سنن ترمذی: ۲۶۱۵، سنن نسائی: ۵۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۵، مسند احمد: ۵۱۶۱، موطا امام مالک: ۱۶۷۹)

صحیح البخاری: ۶۱۱۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن ابی سلمہ کا ذکر ہے، اور وہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ہیں، اور ان کا نام دینار ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فان الحیاء من الایمان'' یعنی حیاء ایمانِ کامل کا جز ہے۔ علامہ الہروی نے کہا ہے کہ حیاء ایک طبعی اور جبلی وصف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان سے قرار دیا حالانکہ ایمان اکتساب ہے، کیونکہ حیاء کرنے والا حیاء کی وجہ سے گناہوں سے رک جاتا ہے خواہ اس کی نیت نہ ہو۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مَوْلَى أَنَسٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ اسْمُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی علی بن الجعد نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی شعبہ نے، از

عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا۔

قتادہ از مولی انس، امام ابوعبداللہ نے کہا: ان کا نام عبداللہ بن ابی عتبہ ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنواری پردہ دار لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۶۲، ۶۱۰۲، ۶۱۱۹، صحیح مسلم: ۲۳۲۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۰، مسند احمد: ۱۱۳۳۹)

اس حدیث کی شرح عنقریب گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۸۔ بَابٌ: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

اس کا بیان کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم حیاء نہ کرو تو جو مرضی آئے کرو۔ اور امام بخاری نے اسی حدیث کو عنوان بنا دیا ہے۔

۶۱۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زُہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از رِبعی بن حراش، انہوں نے کہا: ہمیں ابومسعود نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو پہلے نبیوں کا کلام جو ملا، اس میں یہ مذکور تھا کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۶۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۷، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۶۴۱)

صحیح البخاری: ۶۱۲۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُہیر، یہ الیربوعی ہیں اور وہ ابی معاویہ ابن خیثمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ربعی بن حراش، وہ الغطفانی الاعور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومسعود، وہ حضرت عقبہ بن عامر البدری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان مما ادرک الناس" اس میں "ادرک" کا معنی ہے "بَلَغَ"، یعنی لوگوں کو جو نبوت کا پہلا کلام ملا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اذا لم تستحیی" یعنی حیاء انبیاء سابقہ کی شریعتوں میں بھی مستحسن قرار دی جاتی تھی اور اس کا حکم

46
B

باقی ہے، منسوخ نہیں ہوا۔ پس مقدمین اور متاخرین حیاء کو مستحسن قرار دینے میں ایک جیسے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاصنع ما شئت'' یہ امر تہدید کے لیے ہے، یعنی دھمکانے کے لیے ہے، یعنی جن کاموں سے تم کو حیاء نہیں آتی ان میں سے جو چاہو تم کرو، اور وہ کام نہ کرو جن سے تم کو حیاء آتی ہے، یا اس حدیث میں امر بمعنی خبر ہے یعنی جب تم میں حیاء نہیں ہوگی جو برے کاموں سے منع کرتی ہے تو تم جو چاہو گے وہ کرو گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۹۔ بَابُ: مَا لَا يُسْتَحْيَا مِنَ الْحَقِّ لِلتَّفَقُّهِ فِي الدِّينِ

حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوال کرنے میں حیاء کرنا جائز نہیں ہے اور تمام حقائق جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، ان میں حیاء کرنا مذموم ہے، اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ حیاء کل خیر ہے، اس عموم سے بعض کی تخصیص کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا، کیا جب عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر بھی غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی کو دیکھ لے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۰، ۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱، صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۲، سنن نسائی: ۱۹۷، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، مسند احمد: ۲۵۹۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۸)

صحیح البخاری: ۶۱۲۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا ایک مسئلہ معلوم کرنے میں حیاء نہیں کی، یعنی حیاء کی وجہ سے اس سوال کو ترک نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کتاب العلم میں "باب الحیاء فی العلم" اور کتاب الغسل میں "باب اذا احتلمت المرأة" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ان کے نام میں اختلاف ہے جس کا ذکر ہم نے کتاب الغسل میں کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ شَجَرَةٍ خَضْرَاءَ لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَلَا يَتَحَاتُّ فَقَالَ الْقَوْمُ هِيَ شَجَرَةُ كَذَا هِيَ شَجَرَةُ كَذَا فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالَ هِيَ النَّخْلَةُ وَعَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَهُ وَزَادَ فَحَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ فَقَالَ لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا لَكَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال سبز درخت کی طرح ہے، اس کے پتے گرتے ہیں اور نہ جھڑتے ہیں، تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں درخت ہے، کسی نے کہا: یہ فلاں درخت ہے، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بتاؤں کہ یہ کھجور کا درخت ہے، اور میں نوجوان لڑکا تھا، سو مجھے حیاء آئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔ اور شعبہ سے روایت ہے، ہمیں خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی کی مثل اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اگر تم بتا دیتے کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو یہ مجھے فلاں فلاں چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(صحیح بخاری: ۶۱، ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴، صحیح مسلم: ۲۸۱۱، سنن ترمذی: ۲۸۶۷، مسند احمد: ۴۸۴۴، سنن دارمی: ۲۸۲)

صحیح البخاری: ۶۱۲۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے کہ

''حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہ کی جائے'' اور حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حیاء کی کہ ان اکابر کے سامنے وہ اپنا منہ کھولیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس جگہ خاموش رہنا مستحسن نہیں تھا، کیونکہ اگر اس جگہ خاموش رہنا مستحسن ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے: تم نے اچھا کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے اعتبار سے یہ حدیث اس باب میں داخل ہوگئی کہ حیاء نہ کی جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محارِب بن دِثار، (اس میں راء کے نیچے کسرہ ہے ابن الدثار میں بھی دال کے نیچے کسرہ ہے)۔ اور اس حدیث کی دوسری سند میں مذکور ہے خبیب، یہ عبدالرحمن بن خبیب الحارث الانصاری المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حفص بن عاصم، یہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لکان احب الیہ من کذا و کذا'' اور دوسری حدیث میں مذکور ہے ''جو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتا''۔

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ مومن کی مثال سبز درخت کی طرح ہے، اور مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ سبز رنگ کے کھجور کے درخت میں بہت زیادہ خیر ہوتی ہے اور اس میں کئی جہات سے منافع ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اس کا سر کاٹ دیا جائے یا یہ غرق ہو جائے تو یہ مرجاتا ہے، اور کھجور کا یہ درخت اس وقت تک حاملہ نہیں ہوتا جب تک اس میں پیوند نہ لگایا جائے۔ اور اس کے شگوفوں کی بُو انسان کی منی کی بو کی طرح ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت کی توجیہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ مومن سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ سے اور اپنی جان سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور کھجور کے درخت میں بھی یہ صفت تھی، کیونکہ اس درخت کا تنا مسجد میں مرکوز تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ نے اس تنے سے ٹیک لگانا چھوڑ کر منبر پر بیٹھنا شروع کر دیا تو کھجور کا یہ تنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں زور زور سے رو رہا تھا، اور مومن کا بھی یہی حال ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں روتا ہے اور آپ کو یاد کرتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۱۲۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ سَمِعْتُ ثَابِتًا أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رضی اللہ عنہ يَقُولُ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَتْ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ بِيَ فَقَالَتْ ابْنَتُهُ مَا أَقَلَّ حَيَائَهَا فَقَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ عَرَضَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَفْسَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مرحوم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ثابت سے سنا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور وہ اپنے آپ کو آپ کے اوپر پیش کر رہی تھی، پس

اس عورت نے کہا: کیا آپ کو میری ضرورت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا: یہ کتنی کم حیاء والی عورت تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم سے بہتر تھی، اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا۔

(صحیح بخاری: ۵۱۲۰، ۶۱۲۳، سنن نسائی: ۳۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۱، مسند احمد: ۱۳۴۲۳)

صحیح البخاری: ۶۱۲۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس عورت نے اپنے سوال میں حیاء نہیں کی، کیونکہ اس کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب حاصل کرنے کے لیے تھا اور اس لیے کہ وہ امہات المومنین میں سے ہو جائے جو سعادتِ دارین کی حاملہ ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مرحوم، (راء اور حاء کے ساتھ) یہ ابن عبد العزیز العطار البصری ہیں۔ اور ثابت کا ذکر ہے، یہ البنانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تعرض علیہ نفسھا" یعنی وہ عورت اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کرتی تھی تاکہ آپ اس سے نکاح فرمالیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابنتہ" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیٹی، ان کی بیٹی نے کہا: اس عورت میں کتنی کم حیاء تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم سے بہتر تھیں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رغبت رکھتی تھیں تاکہ ان کا شمار بھی امہات المومنین میں سے ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۰۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو

وَكَانَ يُحِبُّ التَّخْفِيفَ وَالْيُسْرَ عَلَى النَّاسِ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخفیف کو اور لوگوں پر آسانی کو پسند فرماتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ذکر کیا جائے گا کہ آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو، اور عنقریب اس کا ذکر باب میں سند موصول کے ساتھ آئے گا۔ اور امام مالک نے الموطا میں الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے اور اس میں چاشت کی نماز کا ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ارشاد ہے کہ آپ اس چیز کو پسند فرماتے تھے جو لوگوں پر آسان ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمَا يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا قَالَ أَبُو مُوسَى يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا بِأَرْضٍ يُصْنَعُ فِيهَا شَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ وَشَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعید بن ابی بردہ از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بھیجا، تو ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کے لیے مشکل احکام نہ بیان کرنا، اور تم دونوں بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا اور آپس میں موافقت رکھنا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم ایسی زمین میں جا رہے ہیں جہاں پر شہد کی شراب بنائی جاتی ہے جسے البِتع کہا جاتا ہے، اور جو کی شراب بنائی جاتی ہے اسے المزر کہا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۳۴۴، ۴۳۴۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۳، سنن نسائی: ۵۶۰۳، سنن ابوداؤد: ۳۶۸۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۱، مسند احمد: ۱۹۱۷۴، سنن دارمی: ۲۰۹۸)

صحیح البخاری: ۶۱۲۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، علامہ کرمانی نے کہا: یا تو یہ ابن ابراہیم ہیں یا ابن منصور ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ الکلاباذی کا قول ہے۔ اور ابونعیم نے کہا: یہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النضر، یہ ابن شمیل ہیں، یہ شمل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی بردہ، ان کا نام عامر بن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری ہے، اور یہ سعید اپنے والد عامر سے روایت کرتے ہیں اور عامر اپنے والد ابوموسیٰ مذکور سے روایت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ باپ کی روایت دادا سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تطاوعا" یعنی تم دونوں معاملات میں ایک دوسرے کی موافقت کرنا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بارض" اس سے ان کی مراد یمن کی سرزمین ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

خمر کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی شراب اور جو کی شراب کے متعلق فرمایا "ہر نشہ آور حرام ہے"۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر شہد کا نبیذ یا جَو کا نبیذ اتنی کم مقدار میں پیا جائے جو نشہ آور نہ ہو تو پھر وہ حرام نہیں ہے اور یہی فقہائے احناف کا موقف ہے کہ جو مشروب نشہ آور مقدار میں پیا جائے تو وہ حرام ہوتا ہے اور جب یہ حرام ہوگا تو حرام ظنی ہوگا، کیونکہ حرام قطعی صرف خمر ہے جس کی حرمت قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے اور باقی شرابیں جن کی حرمت حدیث سے ثابت ہے، وہ حرام ظنی ہیں۔ خمر کا ایک قطرہ بھی آدمی پی لے تو وہ حرام ہے اور حد کا موجب ہے، اس کے برخلاف دوسری شرابیں اگر کم مقدار میں پی جائیں جن سے نشہ نہ ہو تو وہ حرام نہیں ہیں۔

۶۱۲۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسان احکام بیان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو اور لوگوں کو پرسکون رکھو اور ان کو وحشت میں مبتلا نہ کرو۔

(صحیح بخاری: ۶۹، ۶۱۲۵، صحیح مسلم: ۱۷۳۴، مسند احمد: ۱۱۹۲۴)

صحیح البخاری: ۶۱۲۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو التیاح، یہ یزید بن حمید الضبعی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لوگوں کے سامنے آسان احکام بیان کرو" تاکہ لوگ خوش ہوں۔ اور لوگوں کے سامنے مشکل احکام نہ بیان کرو، تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "وسکنوا" یہ تسکین سے امر ہے، اور یہاں مراد یہی ہے کہ لوگوں کو بھگاؤ مت۔

اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ یہ دین آسان احکام پر مبنی ہے مشکل احکام پر مبنی نہیں ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دین وہ ہے جو باطل سے الگ ہو اور آسان ہو۔ اور اہل کتاب اپنے اوپر سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اوپر سختی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ضرورت کی بناء پر ایلو پیتھک ادویات سے علاج کا جواز

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں بعض مفتی حضرات ڈھونڈ ڈھونڈ کر سخت اور نا قابلِ عمل احکام بیان کرتے ہیں مثلاً وہ ایلو پیتھک کی مائع ادویات سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں الکوحل ملی ہوتی ہے اور وہ شراب ہے، حالانکہ مائع ادویات میں ان کے تحفظ کے لیے بہت قلیل مقدار میں الکوحل ملائی جاتی ہے اور اتنی مقدار میں وہ نشہ آور نہیں ہوتی، نیز اس میں دیگر کیمیاوی اجزاء کا بھی غلبہ ہوتا ہے اور خالص شراب میں بھی اگر نمک ملا دیا جائے تو وہ سرکہ ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ مفتی حضرات انتقالِ خون سے منع کرتے ہیں، حالانکہ جب کسی شخص کا کسی حادثے میں بہت زیادہ خون نکل جائے تو جب تک اس کو خون مہیا نہ کیا جائے وہ صحت یاب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض لوگوں کو بلڈ کینسر ہو جاتا ہے، اس کا علاج ہی یہی ہے کہ ان کے جسم کا پورا خون تبدیل کر دیا جائے۔ اسی طرح پوسٹ مارٹم سے منع کرتے ہیں، حالانکہ بعض صورتوں میں قاتل کی تعیین اور شناخت کے لیے پوسٹ مارٹم ضروری ہوتا ہے تاکہ کسی بے قصور کے اوپر قتل کا الزام عائد نہ ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۱۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مَسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ان دونوں میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز میں بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہو تو پھر آپ اس کا انتقام لیتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، ۶۷۸۶، ۶۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵، مسند احمد: ۲۵۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۶۷۱)

صحیح البخاری: ۶۱۲۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین'' اس سے مراد ہے کہ جن دنیاوی کاموں میں آپ کو

اختیار دیا جاتا، اس میں آپ زیادہ آسان کام کو اختیار فرماتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مالم یکن اثما'' گناہ تو صرف آخرت کے امور میں ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دو کاموں کے درمیان کیسے اختیار دیا جائے گا جن میں سے ایک کام گناہ ہوگا۔

پھر علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر کفار کی جانب سے آپ کو اختیار دیا گیا ہو پھر تو ظاہر ہے کہ کفار آپ کو دو کاموں میں سے کوئی ایک کام کرنے کا کہیں اور ان میں سے کوئی ایک کام گناہ ہو۔ اور اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا یا مسلمانوں کی طرف سے تو اس کا معنی یہ ہے: جب تک کہ وہ کام کسی گناہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو جیسا کہ آپ کو عبادت میں مجاہدہ اور عبادت میں میانہ روی میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جائے، کیونکہ عبادت میں اتنا مجاہدہ کرنا جو آدمی کو ہلاکت تک پہنچادے جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا ان تنتھک حرمۃ اللہ'' یعنی جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اس حد کو کوئی توڑے تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بدلہ لیتے اور جو اس کا ارتکاب کرتا، آپ اس سے انتقام لیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۲ - ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۱۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا عَلَى شَاطِئِ نَهَرٍ بِالْأَهْوَازِ قَدْ نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ فَجَاءَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ عَلَى فَرَسٍ فَصَلَّى وَخَلَّى فَرَسَهُ فَانْطَلَقَتِ الْفَرَسُ فَتَرَكَ صَلَاتَهُ وَتَبِعَهَا حَتَّى أَدْرَكَهَا فَأَخَذَهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَضَى صَلَاتَهُ وَفِينَا رَجُلٌ لَهُ رَأْيٌ فَأَقْبَلَ يَقُولُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ تَرَكَ صَلَاتَهُ مِنْ أَجْلِ فَرَسٍ فَأَقْبَلَ فَقَالَ مَا عَنَّفَنِي أَحَدٌ مُنْذُ فَارَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ إِنَّ مَنْزِلِي مُتَرَاخٍ فَلَوْ صَلَّيْتُ وَتَرَكْتُهُ لَمْ آتِ أَهْلِي إِلَى اللَّيْلِ وَذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَرَأَى مِنْ تَيْسِيرِهِ۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱۱، ۶۱۲۷، مسند احمد: ۱۹۲۹۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ازرق بن قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اہواز (ایران کا ایک شہر) میں دریا کے کنارے پر تھے جس کا پانی سوکھ چکا تھا، پس حضرت ابو برزہ اسلمی اپنے گھوڑے پر آئے، سو انہوں نے نماز پڑھی اور گھوڑے کو چھوڑ دیا، پس گھوڑا چلا گیا، انہوں نے نماز چھوڑ دی اور گھوڑے کا پیچھا کیا حتیٰ کہ گھوڑے کو پکڑ لیا، پس اس کو پکڑ کر لائے، پھر آکر اپنی نماز ادا کی، اور ہم میں ایک مرد تھا جو صاحب رائے تھا وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا: اس بوڑھے کی طرف دیکھو، اس نے گھوڑے کی وجہ سے نماز چھوڑ دی، تو حضرت ابو برزہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوا ہوں، مجھے کسی نے ملامت نہیں کی اور انہوں نے کہا کہ میرا گھر کافی دور ہے، پس اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو چھوڑ دیتا تو میں رات تک بھی اپنے گھر والوں کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا، انہوں نے بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آسانی کو دیکھا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۲۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں آسانی کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو برزہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آسان کام کو اختیار کرتے تھے، کیونکہ یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اپنی طرف سے کوئی کام کریں، بغیر اس کے کہ انہوں نے اس کام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کیا ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی ہیں جن کو عارم کہا جاتا ہے، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ازرق بن قیس کا ذکر ہے، یہ الحارثی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو برزہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبید بن الحارث الاسلمی ہیں، انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الاھواز" یہ عراق اور فارس کے درمیان ایک جگہ ہے خولستان۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نضب" یعنی اس دریا کا پانی زمین میں دھنس گیا تھا اور دریا خشک ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقضی صلوتہ" یعنی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز ادا کی، اور قضا ادا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ" (الجمعہ: ۱۰) یعنی جب نماز ادا کر لی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وفینا رجل" گویا کہ یہ مرد خوارج کی رائے کو صحیح سمجھتا تھا یعنی خارجی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متراخ" یعنی متباعد، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا گھر دور تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وترکتھا" یعنی میں نے گھوڑی کو چھوڑ دیا، اور فرس کے لفظ کا مذکر اور مؤنث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے، لیکن یہ لفظ مؤنث سماعی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرای من تیسیرہ" یعنی انہوں نے کاموں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی کو اختیار کرنے کو دیکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۳ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَثَارَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا بِهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دَعُوهُ وَأَهْرِيقُوا عَلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ایک اعرابی نے

بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ أَوْ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ۔

مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف دوڑے تا کہ اس کو سزا دیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی ڈال دو (راوی کو شک ہے کہ یہاں ذنوب کا لفظ ہے یا سجل کا لفظ ہے) پھر آپ نے فرمایا: تمہیں آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور تمہیں لوگوں کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۹، ۲۲۰، ۶۰۲۵، ۶۱۲۸، صحیح مسلم: ۲۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن نسائی: ۵۵، سنن ابن ماجہ: ۵۲۸، مسند احمد: ۷۲۲۲، موطا امام مالک: ۱۴۴، سنن دارمی: ۷۴۰)

صحیح البخاری: ۶۱۲۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فثار الیه" یہ لفظ ثوران سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہیجان یعنی خون کا جوش میں آنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیقعوابه" یعنی تا کہ اس کو سزا دیں یا ایذاء پہنچائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دعوہ" اس کا معنی ہے: اس کو چھوڑ دو، اور آپ نے یہ دو مصلحتوں کی وجہ سے فرمایا، ایک مصلحت یہ تھی کہ اگر اس پر اس کا پیشاب منقطع کیا گیا تو اس کو ضرر ہوگا اور نجاست کو مسجد کی تھوڑی سی جگہ میں حاصل ہوئی ہے، اور اگر وہ اس کو پیشاب کے درمیان کھڑا کر دیتے تو اس کے کپڑے نجس ہو جاتے اور کپڑے بھی نجس ہو جاتے اور مسجد کی متعدد جگہیں بھی نجس ہو جاتیں جب کہ ابھی صرف ایک ہی جگہ تھوڑی سی نجس ہوئی تھی جس کو دھونا آسان تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واھریقوا" یعنی اس پر پانی بہا دو، یہ لفظ اصل میں "اریقوا" ہے اور "اراقة" سے ماخوذ ہے پھر ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذنوبا" اس کا معنی ہے: بھرا ہوا ڈول۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سجلا" راوی کو شک ہے۔ سجل کا معنی ڈول ہے جس میں پانی ہو خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۱۔ بَابُ: اَلْاِنْبِسَاطِ إِلَى النَّاسِ — لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: خَالِطِ النَّاسَ وَدِينَكَ لَا تَكْلِمَنَّهُ وَالدُّعَابَةِ مَعَ الْأَهْلِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں سے میل جول رکھو اور اپنے دین کو ہر گز زخمی نہ کرنا اور اہل کے ساتھ مزاح کرنا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے ملنا جائز ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی لوگوں سے ملے ایسے چہرہ کے ساتھ جس پر مسکراہٹ ہو، جب کہ ان لوگوں میں کوئی گناہ کے آثار نہ ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے اور آپ کے چہرہ پر سب سے زیادہ مسکراہٹ رہتی تھی اور اللہ عزوجل نے آپ کے اس وصف کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں ○

پس آپ مردوں، عورتوں اور بچوں سب سے ہنستے مسکراتے ہوئے ملتے اور ان سے مزاح بھی فرماتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مزاح کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ پس مومن کو بھی چاہیے کہ وہ حسنِ اخلاق میں اور خندہ پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملنا اور ان سے مل جل کر رہنا مشروع ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے دین میں کوئی خلل نہ آئے، اور انہوں نے جو کہا: تم اپنے دین کو ہرگز زخمی نہ کرنا تو اس سے یہی مراد ہے، کیونکہ یکلم کا معنی زخمی کرنا ہے۔ امام طبرانی نے اس تعلیق کو المعجم الکبیر میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اور دوسری تعلیق میں مذکور ہے: اہل کے ساتھ مزاح کرنا اور کھیلنا۔

اور امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: بے شک میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے مزاح کرو۔ الحدیث۔ سو اس حدیث میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں اس طرح تطبیق ہے کہ جس مزاح سے منع فرمایا ہے، وہ ایسا مزاح ہے جس میں افراط ہو، یا اس مزاح پر دوام ہو، کیونکہ جس مزاح میں افراط ہو اور اس پر دوام ہو تو اس سے ایذاء ہوتی ہے اور جھگڑا ہوتا ہے اور اس سے ہیبت اور وقار ساقط ہو جاتے ہیں، اور جو ایسا مزاح ہو جو افراط اور مداومت سے خالی ہو تو وہ مباح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۴۔ ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے

قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُولُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے مل جل کر رہتے تھے حتیٰ کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے ''اے ابوعمیر! تمہارا نُغیر نامی پرندہ کیسا ہے؟

(صحیح بخاری: ۶۲۰۳، صحیح مسلم: ۲۱۵۰، سنن ترمذی: ۱۹۸۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۸۹)

صحیح البخاری: ۶۱۲۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یخالطنا'' یعنی آپ ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے اور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ملتے اور مزاح فرماتے اور لطف فرماتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یاباعمیر'' اس کی اصل ''یا ابا عمیر'' ہے، تخفیف کے لیے الف کو حذف کر دیا ہے اور عمیر، عمر کی تصغیر ہے، اور یہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، اور ان کا نام زید بن سہل ہے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں، اور ان دونوں کی ماں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں۔ زید بن سہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں وفات پا گئے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ کھیلتے اور مزاح فرماتے: ''یا باعمیر مافعل النغیر'' فرماتے، اور نغیر، نغر کی تصغیر ہے اور وہ نغرۃ کی جمع ہے، یہ چڑیا کی طرح ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے، اور ''مافعل النغیر'' کا معنی ہے: یعنی اس کی کیا شان ہے، کیا حال ہے، کیسا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کی چند مثالیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری طلب کی، آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

(شمائل ترمذی: ۲۳۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۹۸، سنن ترمذی: ۱۹۹۱، الادب المفرد: ۲۶۸، مسند ابویعلیٰ: ۳۷۷۶، سنن بیہقی: ۲۴۸ ۸، شرح السنۃ: ۳۶۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد دیہات کا رہنے والا تھا اور اس کا نام زاہر تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیہات سے لا کر ہدیے پیش کرتا تھا، اور جب وہ جانے لگتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسے کچھ عطا فرماتے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محبت فرماتے تھے اور وہ بدشکل تھا اور کریہہ المنظر

تھا۔ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے، وہ اپنا سامان بیچ رہا تھا، آپ نے پیچھے سے اس کو لپٹا لیا، وہ آپ کو نہیں دیکھ رہا تھا، اس نے کہا: یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑو، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا، اور اس کی کمر کا حصہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ مس ہوا تھا اس کو اسی طرح رہنے دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس مرد نے کہا: یارسول اللہ! تب اللہ کی قسم! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو، یا فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیمتی ہو۔

(شمائل ترمذی: ۲۴۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱، مسند ابویعلیٰ: ۳۴۵۶، صحیح ابن حبان: ۵۷۹۰، مسند البزار: ۲۷۳۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸، شرح السنہ: ۳۶۰۴، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۳۱۰۔ علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۶۹)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، کہنے لگی: یارسول اللہ! آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردے، آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی، وہ عورت روتے ہوئے مڑ کر جانے لگی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خبر دو کہ جنت میں کوئی عورت بڑھاپے کے حال میں داخل نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ (الواقعہ: ۳۵-۳۷)

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے O ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا O جبت کرنے والیاں ہم عمر O

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: "یاذا الاذنین" ابواسامہ نے کہا: آپ یہ ان سے مزاح میں فرماتے تھے اور یہ کلام برحق تھا کیونکہ ہر آدمی کے دو کان ہوتے ہیں۔ (شمائل ترمذی: ۲۲۷)

مزاح کی حدود اور قیود

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے، اور آپ فرماتے تھے کہ مزاحِ صادق میں اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتا، لیکن مزاح پر دوام نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہنسی کو پیدا کرتا ہے اور دل کی سختی کو پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرتا ہے اور دین کے مسائل میں غور وفکر سے مانع ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں مزاح کا نتیجہ ایذاء ہوتا ہے، کیونکہ یہ کینہ کو پیدا کرتا ہے اور رعب کو ساقط کرتا ہے، پس مزاح میں افراط ممنوع ہے اور مباح وہ ہے جو ان چیزوں سے خالی ہو، بلکہ اگر مخاطب کے دل کو خوش کرنے کے لیے اور اسے مانوس کرنے کے لیے ہو تو درست ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات مزاح فرماتے تھے۔

(المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ ص ۳۷۸)

۶۱۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گڑیوں

دَخَلَ یَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَیُسَرِّبُهُنَّ إِلَیَّ فَیَلْعَبْنَ مَعِی۔

کے ساتھ کھیلتی تھی اور میری سہیلیاں تھیں وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، پس رسول اللہ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو وہ سہیلیاں آپ سے چھپ جاتیں، پھر آپ ان کو میری طرف بلاتے اور پھر وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۲، مسند احمد: ۲۵۴۳۷)

صحیح البخاری: ۶۱۳۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا اور اپنے اہل کے ساتھ مزاح کرنا"۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور وہ جو گڑیوں سے کھیلتی تھیں تو اس سے خوش ہوتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے حتیٰ کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلتی تھیں، اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نابالغہ تھیں اس لیے ان کو گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دی گئی تھی، اور بالغوں کے ساتھ یہ کراہت باقی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ گڑیوں کی صورت بنانا جائز ہے تاکہ بچیاں اس کے ساتھ کھیلیں اور یہ تصویر بنانے کے عموم سے خارج ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے اسی کو وثوق سے کہا ہے اور جمہور نے اس کو نقل کیا ہے اور فقہاء نے گڑیوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے تاکہ بچیاں گڑیوں کے ساتھ کھیل کر گھر کے معاملات کو سمجھ لیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ علامہ ابن بطال کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور علامہ ابن الجوزی نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کی جو رخصت دی گئی تھی، یہ تصویر بنانے کی تحریم سے پہلے کی بات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۲۔ بَابُ: الْمُدَارَاةِ مَعَ النَّاسِ

لوگوں سے نرمی کے ساتھ کلام کرنے کا بیان

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے، انہوں نے کہا: ہم قوموں کے ساتھ ہنستے ہیں اور مسکراتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدارات مستحب ہے اور مدارات کا معنی ہے "نرمی سے کلام کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ اور درشت کلام کو ترک کر دینا" اور یہی مومنین کے اخلاق میں سے ہے۔ اور "مداھنۃ" حرام ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی

فاسق معلن سے ملاقات کرے اور اس سے محبت کی باتیں کرے اور اس پر انکار نہ کرے خواہ دل سے انکار ہو، اور مدارات یہ ہے کہ اس جاہل کے ساتھ نرمی سے کلام کرنا جو اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے اور اس کے ساتھ لطف سے پیش آنا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: مدارات کا شمار حسنِ خلق میں ہوتا ہے اور حسنِ صحبت میں ہوتا ہے۔ پھر امام بخاری نے یہاں پہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی تعلیق ذکر کی ہے کہ ہم لوگوں سے ہنستے ہوئے ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

یہ تعلیق عویمر بن مالک نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس تعلیق میں "لنکشر" کا لفظ ہے، یہ الکشر سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے دانتوں کو ظاہر کرنا اور اس کا اکثر اطلاق ہنسنے پر ہوتا ہے، اور اس کا اسم الکشرۃ، العشرۃ کی طرح ہے۔

اکثرین کی روایت میں ہے کہ ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے "لتقلیهم" اور ہمارے دل ان سے بغض رکھتے ہیں، یعنی ہم بہ ظاہر ان سے خوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور ہمارے دل ان سے بغض رکھتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ فِي الْقَوْلِ فَقَالَ أَيْ عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ مَنْ تَرَكَهُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن المنکدر، انہوں نے ان کو عروہ بن الزبیر سے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرد نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، وہ اپنے قبیلہ کا برا بیٹا ہے یا اپنے قبیلے کا برا بھائی ہے، پھر جب وہ گھر میں داخل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نرمی سے کلام کیا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے تو وہ فرمایا تھا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ بہت نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے برا وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اس کی فحش کلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

(صحیح بخاری: ۶۰۳۲، ۶۰۵۴، ۶۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۵۹۱، سنن ترمذی: ۱۹۹۶، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۱، مسند احمد: ۲۳۵۸۶)

صحیح البخاری: ۶۱۳۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں، وہ محمد بن المنکدر سے روایت کرتے ہیں از عروہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''رجل ''یعنی ایک مرد نے اجازت طلب کی۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس کا نام عیینہ بن حصن ہے۔ 47

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فبئس ابن العشیرۃ ''یعنی یہ مرد قبیلے کا برا آدمی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یا عائشۃ! ''یعنی اے عائشہ!

اس حدیث میں مذکور ہے ''ترکہ او ودعہ ''راوی کو شک ہے کہ آپ نے ''ترکہ ''فرمایا تھا یا ''ودعہ ''فرمایا تھا، معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اتقاء فحشہ ''یعنی اس کی بدکلامی سے بچنے کے لیے لوگ اس کو چھوڑ دیں۔

فاسق معلن کی غیبت کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسق معلن کی غیبت کرنا جائز ہے، اور اس کے عیوب اس لیے بیان کیے جائیں تا کہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ اور جس مرد کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسی طرح تھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیونکہ آپ کی حیات میں وہ ضعیف الایمان تھا اور آپ ﷺ کے بعد وہ مرتد ہو گیا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کریں جس طرح کے اوصاف ان سے ظاہر ہوں، اور وہ مرد اسلام کو ظاہر کرتا تھا تو آپ نے اس کے داخل ہونے سے پہلے اپنے علم کے مطابق فرمایا کہ وہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے اور اس کے بعد آپ نے اس کا ذکر فرمایا جو اس کے اوصاف سے ظاہر تھا، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ قَدْ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ قَالَ أَيُّوبُ بِثَوْبِهِ وَأَنَّهُ يُرِيهِ إِيَّاهُ وَكَانَ فِي خُلُقِهِ شَيْءٌ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی، از عبد اللہ بن ابی ملیکہ، کہ نبی ﷺ کے پاس ہدیہ میں دیباج کی اچکنیں آئیں جن میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے، آپ نے وہ اچکنیں اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیں، ان میں سے ایک اچکن بچ گئی وہ آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے رکھ دی، پھر جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی، ایوب نے کہا کہ آپ نے اس اچکن کو کپڑے میں چھپا کے رکھا تھا، آپ وہ اچکن ان کو دکھا رہے تھے اور ان (مخرمہ) کے اخلاق میں کچھ سختی تھی، اس حدیث کی حماد بن زید نے بھی از

47
B

ایوب روایت کی ہے اور حاتم بن وردان نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از المسور کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مختلف اچکنیں آئی تھیں۔

(صحیح بخاری: ۲۵۹۹، ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۱۸، سنن نسائی: ۵۳۲۴، سنن ابو داؤد: ۴۰۲۸، مسند احمد: ۱۸۴۴۸)

صحیح البخاری: ۶۱۳۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق میں کوئی چیز تھی یعنی کچھ سخت مزاج کے تھے تو اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ اچکن تمہارے لیے چھپا کے رکھی تھی، پھر آپ ان کو وہ اچکن دکھا رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن علیہ، اور یہ اسماعیل بن ابراہیم ہیں، اور عُلَیَّہ ان کی ماں کا نام ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی ملیکہ، یہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ملیکہ ہیں، اور ان کا نام زہیر القرشی ہے اور یہ عبداللہ التابعی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخرمہ، یہ المسور کے والد ہیں اور یہ دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اقبیة" یہ قباء کی جمع ہے اور دیباج ریشم کی ایک قسم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال ایوب" قال یہاں پر اشار کے معنی میں ہے یعنی انہوں نے اشارہ کیا، کیونکہ لفظ قول بولا جاتا ہے اور اس سے فعل کا ارادہ کیا جاتا ہے، یعنی ایوب نے کپڑے کی طرف اشارہ کیا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مستحضر ہو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مخرمہ کو وہ کپڑا دکھایا جس کو انہوں نے ان کے لیے چھپا کر رکھا تھا تاکہ ان کا دل خوش ہو، کیونکہ ان کے خُلق میں تھوڑی سی سخت مزاجی تھی۔

اس حدیث میں حماد بن زید کی تعلیق ہے، یعنی اس حدیث مذکور کو حماد بن زید نے از ایوب السختیانی روایت کیا ہے۔

اور امام بخاری نے بھی اس کو سندِ موصول کے ساتھ "باب قسمة الامام مایقدم علیه" میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۳۔ بَابٌ: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ

اس کا بیان کہ مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا

وَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا حَكِيمَ إِلَّا ذُو تَجْرِبَةٍ۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حلیم وہی شخص ہوتا ہے جو تجربہ کر چکا ہو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے ذکر میں ہے کہ مومن کو سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا، البتہ حدیث میں یہ ہے کہ مومن کو ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا، اور ''لدغ'' کا معنی ہے: زہریلے جانوروں کا کاٹنا اور ''اللدع'' (عین کے ساتھ) یہ وہ ہے جو آگ سے ہو۔

اس حدیث کی تعلیق حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اور اس تعلیق کی باب کی حدیث کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جو حلیم تجربہ کار نہ ہو تو وہ ایک کام کرے گا اور اس کے بعد پھر دوسرا کام کرے گا، تو اسی لیے حلیم کی قید تجربہ کے ساتھ لگائی ہے، یعنی حلیم وہی ہوتا ہے جو تجربے والا ہو۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی مرد اس وقت تک حِلم کے ساتھ متصف نہیں ہوتا جب تک کہ وہ متعدد امور کا تجربہ نہ کرلے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے متعدد کاموں کا تجربہ کرلیا تو ان کاموں کے انجام کو پہچاننے والا ہو جاتا ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کو امام ابی بکر بن ابی شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ اپنی سند میں ذکر کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ ''لاحلم الابالتجارب''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از زہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مومن کو ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۸۶۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۲، مسند احمد: ۸۷۰۹، سنن دارمی: ۲۷۸۱)

صحیح البخاری: ۶۱۳۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُقیل بن خالد، یہ روایت کرتے ہیں محمد بن مسلم الزہری سے اور وہ روایت کرتے ہیں سعید بن المسیب سے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی آخرِ کتاب میں روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں روایت کی ہے اور دونوں نے اس کی روایت قتیبہ سے کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس کی روایت کتاب الفتن میں کی ہے از محمد بن الحارث المصری۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لایلدغ"۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ جملہ لفظاً خبر ہے اور معناً امر ہے، یعنی مومن کو چاہیے کہ وہ محتاط اور خبردار رہے، اس کو کسی جانب سے اس کی غفلت میں یکے بعد دیگرے دھوکا نہ دیا جائے، اور کبھی اس کو دنیاوی امور میں دھوکا دیا جاتا ہے اور کبھی دینی امور میں دھوکا دیا جاتا ہے تو اس لیے اس کو زیادہ محتاط اور خبردار رہنا چاہیے۔

امام ابوعبید نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب مومن سے ایک بار عہد کو توڑا جائے تو اس کو ہوشیار رہنا چاہیے کہیں دوسری بار اس سے عہد کو نہ توڑا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں مومن سے مراد مومن کامل ہے جو تمام اسرار اور دقائق سے واقف ہو حتیٰ کہ آنے والی مشکلات اور مصائب سے خبردار رہتا ہو۔ رہا وہ مومن جو نادان ہو تو وہ تو بار بار ڈسا جاتا ہے۔

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، اس ارشاد کا شانِ نزول

یہ کلام اس قبیل سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف سبقت نہیں کی تھی، اور سب سے پہلے جس نے یہ بات کہی وہ ابوعزہ الجمحی ہے، وہ شاعر تھا اور غزوہ بدر میں قید کیا گیا، اس نے اپنے بال بچوں اور فقر کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور اس کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ احد میں اس کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے تو اس نے پھر کہا: مجھ پر احسان کریں اور اپنے فقر کا اور اپنے بال بچوں کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کبھی مکہ میں اپنا منہ نہ دکھانا اور تم کہو گے کہ میں نے دو مرتبہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکا دیا، پھر آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

ابوعزہ نام کا ایک شاعر تھا اور وہ غزوہ بدر کے دن قید کیا گیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس پر احسان فرمائیں اور اس نے اپنے فقر کا آپ سے ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور اس سے یہ عہد لیا کہ وہ اسلام کے خلاف کسی کو برانگیختہ کرے گا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرے گا، پھر اس نے یہ عہد کر لیا اور وہ مکہ چلا گیا، تو صفوان بن امیہ کے پاس ٹھہرا، وہ اس کے قیام کا اور اس کے بچوں کے خرچ کا ضامن ہوا، پھر وہ قریش کے ساتھ نکلا اور اسلام کے خلاف اس نے لوگوں کو برانگیختہ کیا، پھر وہ قید کیا گیا اور اس نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس پر احسان فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا" تم اپنا منہ مکہ میں کسی کو نہ دکھانا اور تم کہو گے کہ میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دو مرتبہ دھوکا دیا، پھر آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۸ ص ۵۱۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۶۵)

۸۴۔ بَابُ: حَقِّ الضَّيْفِ مہمان کے حق کا بیان

اس باب میں مہمان کو ٹھہرانے کی مدت کا بیان کیا گیا ہے اور عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے حق کا بیان بھی آئے گا۔ اور مہمان نوازی کرنا رسولوں کی اور عباد صالحین کی سنت ہے۔

۶۱۳۴ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَلَا تَفْعَلْ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَأَفْطِرْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّكَ عَسَى أَنْ يَطُولَ بِكَ عُمُرٌ وَإِنَّ مِنْ حَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ فَقُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ قُلْتُ أُطِيقُ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ قُلْتُ وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت عبداللہ بن عمرو، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو، میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، تم رات کو کسی وقت قیام بھی کیا کرو اور سویا بھی کرو اور روزہ رکھا بھی کرو اور روزہ چھوڑا بھی کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اور بے شک عنقریب تمہاری عمر لمبی ہوگی اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کرو اور ہر روزے کا دس گنا اجر ملے گا تو اس طرح تمہیں ساری عمر روزے رکھنے کا ثواب مل جائے گا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے سختی کی تو آپ نے مجھ پر سختی کی، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر تم ہر جمعہ (یعنی ہر ہفتہ میں) تین روزے رکھ لیا کرو، حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا: پس میں نے سختی کی تو آپ نے مجھ پر سختی فرمائی، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: پھر تم نبی اللہ داؤد کے روزے رکھو، میں نے پوچھا: اور نبی اللہ داؤد کے روزے کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نصف الدہر (یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ چھوڑ دو)۔

(صحیح بخاری: ۱۹۷۵، ۶۱۳۴، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن نسائی: ۲۳۹۱، مسند احمد: ۶۸۳۹)

صحیح البخاری: ۶۱۳۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مہمان کا حق'' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ ''تم پر تمہارے مہمان کا حق ہے''۔ مہمان کے لیے اس حدیث میں ''زور'' کا لفظ ہے اور زور بمعنی زائر ہے اور اس کا معنی ہے مہمان، اور اس کا حق ایک دن اور ایک رات قیام کرنا ہے۔ اور اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ اللیث بن سعد نے کہا کہ ایک رات مہمان کا ٹھہرانا فرض ہے، اور عبدِ ماذون (وہ بندہ جس کو اجازت دی گئی ہو) کو یہ اجازت دی کہ جو اس کو میسر ہو اس کے ساتھ مہمان کی ضیافت کرے۔ اور اہلِ علم کی جماعت نے کہا ہے کہ مہمان نوازی کرنا مکارمِ اخلاق سے ہے خواہ وہ شہر میں ہو یا گاؤں میں، اور یہ امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام مالک نے کہا کہ شہر والوں پر اس کی ضیافت واجب نہیں ہے، اور علامہ سحنون مالکی نے کہا: ضیافت صرف گاؤں والوں پر واجب ہے، رہا شہر تو مسافر سرائے کے اندر ٹھہریں گے۔ اور عقبہ کی حدیث میں جو ضیافت کے واجب ہونے کا ذکر ہے، سو یہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ مومنوں پر وسعت اور خیر کو لے آیا تو اب ضیافت کرنا مستحب ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات میں اس کو عطیات اور انعامات پیش کیے جائیں، یہ اس کی دلیل ہے کہ ضیافت فرض نہیں ہے، اور ''جائزۃ'' کا معنی عربی زبان میں عطیہ اور بخشش ہے، اور یہ فضل ہے واجب نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دخل علیّ'' اس میں یاء پر تشدید ہے اور دخل کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یطول بك عمر'' یعنی قریب ہے کہ تمہاری عمر طویل ہو، پھر تمہاری قویٰ کمزور ہو جائیں گے اور تمہارے حواس اور تمہارے عقل پر بھی ضعف طاری ہو جائے گا، پھر تم روزہ رکھنے پر اس طرح دوام نہیں کر سکو گے اور بہترین عمل وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان من حسبك'' یعنی تمہارے لیے کافی ہے کہ تم ہر مہینے تین روزے رکھ لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الدھر'' یعنی اگر تم نے داؤد علیہ السلام کے روزے رکھے تو یہ تمہارے لیے تمام دہر کے روزے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۵۔ بَابٌ: إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ — مہمان کی از خود تکریم اور ضیافت کرنا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ (الذاریات ۲۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟O

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: يُقَالُ هُوَ زَوْرٌ وَهٰؤُلَاءِ زَوْرٌ وَضَيْفٌ وَمَعْنَاهُ أَضْيَافُهُ وَزُوَّارُهُ لِأَنَّهَا مَصْدَرٌ مِثْلُ قَوْمٍ رِضًا وَعَدْلٍ

امام ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''ضیف'' کی طرح تین دوسرے الفاظ بھی ہیں جو مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں): ''ھو زور'' وہ مہمان

يُقَالُ مَاءٌ غَوْرٌ وَبِئْرٌ غَوْرٌ وَمَاءَانِ غَوْرٌ وَمِيَاهٌ غَوْرٌ وَيُقَالُ: الْغَوْرُ الْغَائِرُ لَا تَنَالُهُ الدِّلَاءُ كُلُّ شَيْءٍ غُرْتَ فِيهِ فَهُوَ مَغَارَةٌ تَزَاوَرُ تَمِيلُ مِنَ الزَّوَرِ وَالْأَزْوَرُ: الْأَمْيَلُ۔

ہے'''وھؤلاء زور''اور وہ سب مہمان ہیں''اس کا معنی ہے: وہ سب اس کے مہمان اور زیارت کرنے والے ہیں، کیونکہ زور کا لفظ مصدر ہے (یہ مفرد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے) جیسے ''قوم'' راضی ہے اور عادل ہے، اور کہا جاتا ہے'' پانی دھنسا ہوا ہے اور کنواں دھنسا ہوا ہے دو پانی دھنسے ہوئے ہیں اور ان دونوں کا پانی دھنسا ہوا ہے''۔اور''الغور'' کو الغائر کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی اس کنویں میں اتنا کم پانی ہے جو ڈول میں نہیں آ سکتا، اور ہر وہ چیز جس میں تم جاؤ وہ مغارہ ہے اور غار اور کہف ہے، ''تزاور'' بھی زور سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی میلان ہے، اور ''الازور'' کا معنی ہے''الامیل'' یعنی زیادہ میلان کرنے والا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہمان کی تعظیم اور تکریم کرنا مستحب ہے۔امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے''اکرام الرجل ضیفہ'' یعنی مرد کا مہمان کی تعظیم کرنا اور اس کی خدمت کرنا۔پھر اس کے بعد لکھا''بنفسہ'' یہ تخصیص بعد التعمیم ہے، کیونکہ مہمان کا اکرام کرنا عام ہے کہ میزبان خود اس کی تکریم کرے یا اپنے کسی خادم کو کہے کہ وہ اس کی خدمت کرے۔اس کے بعد امام بخاری نے یہ آیت''ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ'' لکھی ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہمان کا اطلاق ایک پر بھی کیا جاتا ہے اور جمع پر بھی کیا جاتا ہے، اسی لیے مکرمین، ضیف کی صفت ہے، اور اس کی جمع قلت اضیاف ہے اور جمع کثرت ضیوف اور ضیفان ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے''قال ابوعبداللہ'' اس سے مراد خود امام بخاری ہیں۔

اس کے بعد اس تعلیق میں مذکور ہے''ھو زور وھؤلاء زور وضیف'' اس سے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ زور کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور جمع پر بھی ہوتا ہے، واحد کی مثال ہے''ھو زور'' اور جمع کی مثال ہے''ھؤلاء القوم زور''۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے''ومعناہ'' یعنی''ھؤلاء زور'' کا معنی ہے کہ یہ مہمان اور زیارت کرنے والے، اور''زوّار''''زائر'' کی جمع ہے۔

اس کے بعد اس تعلیق میں مذکور ہے''لانھا مصدر'' یعنی امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ لفظِ زور کا اطلاق زوّار پر اس طرح ہے جیسے لفظ قوم کا اطلاق جماعت پر ہوتا ہے اور یہ مصدریت میں مثال نہیں ہے، کیونکہ لفظِ قوم اسم ہے مصدر نہیں ہے برخلاف لفظِ زور کے، وہ اصل میں مصدر ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے کہا'' رِضَا وعدل '' یعنی کہا جاتا ہے'' قوم رضا '' اس کا معنی ہے: وہ قوم پسندیدہ ہے، اور کہا جاتا ہے'' قوم عدل '' یعنی وہ قوم عدول ہے، یعنی نیک ہے، قوم کی صفت لفظ کے اعتبار سے مفرد لائی گئی ہے، کیونکہ قوم لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے: کہا جاتا ہے'' ماء غور '' اس کا معنی ہے: پانی غائر ہے، یعنی زمین میں نیچے کی جانب دھنسنے والا ہے، اور کہا جاتا ہے'' غار الماء غورا '' اور غور اصل میں مصدر ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے ماء غور، و ماءان غور، و میاہ غور۔ یعنی اس کا اطلاق واحد، تثنیہ اور جمع سب پر ہوتا ہے۔ اور'' غور '' اور'' غائر '' کہا جاتا ہے، یعنی وہ زمین کی نشیب کی طرف جانے والا ہے، یعنی پانی اتنا تھوڑا رہ جائے گا کہ ڈولوں میں نہیں جا سکے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے'' تزاور '' کا ذکر کیا، یعنی سورۂ کہف کے اندر جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ (الکہف:١٧)

اور (اے مخاطب!) جب سورج نکلتا ہے تو، تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے۔

امام بخاری اس آیت کو ذکر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں'' تزاور '' کا لفظ بھی زور سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے میلان اور'' ازور '' کا لفظ اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی زیادہ میلان کرنے والا۔ اور'' تزاور '' اصل میں'' تتزاور '' تھا۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٢٧٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦١٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ مِثْلَهُ وَزَادَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید بن ابی سعید المقبری، از ابی شریح الکعبی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہے، اسے چاہیے کہ مہمان کی تکریم کرے، ایک دن اور ایک رات اس کے لیے عطیات ہیں، اور مہمانی تین دن ہے، اور اس کے بعد وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ میزبان کے پاس اس سے زیادہ ٹھہرے حتیٰ کہ میزبان کو حرج اور مشقت میں ڈالے۔ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے اس کی مثل حدیث بیان کی، اور یہ اضافہ کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: ٦٠١٩، ٦١٣٥، ٦٤٧٦، صحیح مسلم: ٤٨، سنن ترمذی: ١٩٦٧، سنن ابوداود: ٣٧٤٨، مسند احمد: ٢٦٦٢٠، موطا امام مالک: ١٧٢٨)

صحیح البخاری: ۶۱۳۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مہمان کی تعظیم کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کی تکریم کرے''۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو شریح، ان کا نام خویلد بن عمرو ہے، اور یہ بنی عدی بن عمرو بن لحی سے ہیں جو کعب بن عمرو کے بھائی ہیں، اسی وجہ سے ان کو الکعبی کہا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ الکعبی ۶۸ ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جائزتہ'' یہ فاعل کا وزن ہے اور ''جواز'' سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی ہے: عطا۔ اور شارع نے یہ مقرر کر دیا کہ مہمان کا زیادہ اعزاز اور اس کو عطیات ایک دن اور ایک رات تک دیے جائیں، کیونکہ مسافروں کی عادت یہی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''والضیافۃ ثلاثۃ ایام'' یعنی مہمان کی مہمانی تین دن ہے، اب اس میں اختلاف ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات جو ''جائزہ'' ہے، وہ ان تین دن میں داخل ہے یا نہیں، اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ جائزہ یعنی عطیات اور پر تکلف دعوت ان تین دن میں داخل ہے، یعنی پہلے ایک دن تو اس کی پر تکلف ضیافت کی جائے اور دوسرے دو دن میں جو طعام اس کے پاس حاضر ہو وہ کھلایا جائے۔ اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ ایک دن ان تین دنوں سے خارج ہے یا ان تین دنوں کے بعد ہے، کیونکہ امام مسلم اور امام احمد نے اپنی سندوں کے ساتھ ابو شریح سے اس طرح روایت کی ہے کہ ضیافت تین دن ہے اور ''جائزہ'' ایک دن اور ایک رات ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہمان کے معاملہ کی تین قسمیں کر دیں، پہلے دن تو اس کو تحفے تحائف دے، اور دوسرے دن اس کو پر تکلف کھانا کھلائے، اور تیسرے دن میں اس کو ماحضر پیش کرے۔ اور تین دن کے بعد اسے اختیار ہے جیسے صدقہ بھی ہوتا ہے۔

اور نیز علامہ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک سے اس کا سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کی تکریم کرے اور اس کو تحفے وغیرہ دے ایک دن اور ایک رات۔ اور تین دن میں اس کی ضیافت کرے، امام مالک کا یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک دن اور ایک رات تین دن کی ضیافت سے پہلے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یحل لہ ان یثوی عندہ'' اور مہمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ میزبان کے مکان میں ٹھہرے حتیٰ کہ میزبان کو حرج میں مبتلا کرے، یعنی تین دن کے بعد میزبان تنگ ہو گا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے ''حتیٰ کہ اسے گناہ میں مبتلا کرے'' کیونکہ جب وہ تین دن سے زیادہ ٹھہرے گا تو میزبان اس کے بارے میں بدگمانی کرے گا اور

غیبت کرے گا۔ اور امام احمد نے ابوشریح سے روایت کی ہے، عرض کیا: یارسول اللہ! وہ اس کو کیسے گناہ میں مبتلا کرے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس ٹھہرے، اور اس کے (یعنی میزبان کے) پاس اسے کھلانے اور اس کی ضیافت کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۲۔ ۱۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے، اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے، اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۱۸، صحیح مسلم: ۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۲۰۳۶، مسند احمد: ۷۵۷۱)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۶۱۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا فَمَا تَرَى فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر، از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک آپ ہمیں بھیجتے ہیں، ہم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں، وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے، سو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرو، اور وہ تمہارے لیے ان چیزوں کا حکم دیں جو مہمان کے لیے ہوتی ہیں تو اس کو تم قبول کرلو، پس وہ اگر ایسا نہ کریں تو ان سے تم مہمان کا حق وصول کرلو جو ان پر لائق تھا۔

(صحیح بخاری: ۲۴۶۱، ۶۱۳۷، صحیح مسلم: ۱۷۲۷، سنن ترمذی: ۱۵۸۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۵۲، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۶، مسند احمد: ۶۸۹۴)

صحیح البخاری: ۶۱۳۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فخذوہ'' یعنی تم جبراً ان سے اپنا حق لے لو، اور یہ اسی وقت جائز ہے جب اضطرار ہو، یعنی مہمانوں کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور وہ لوگوں سے کہیں کہ ہمیں نقد یا ادھار کھانے پینے کی چیزیں دے دو اور وہ پھر بھی نہ دیں تو جان بچانے کے لیے بقدرِ ضرورت ان سے چھین کر کھانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ رشتہ داروں کے ساتھ ملنا جلنا رکھے، اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح بخاری: ۵۱۸۵، ۶۰۱۸، صحیح مسلم: ۷۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۲۰۳۶، مسند احمد: ۱؍۷۵۷)

صحیح البخاری: ۶۱۳۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس باب میں گزر چکی ہے اور یہاں دوسری سند کے ساتھ اس کو دہرایا ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ رشتہ داروں سے ملنا جلنا رکھے۔ اور صلۂ رحم کا معنی ہے کہ رشتہ داروں کو نیکیوں میں شریک کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۶ - بَابُ: صُنْعِ الطَّعَامِ وَالتَّكَلُّفِ لِلضَّيْفِ

مہمان کے لیے کھانا تیار کرنے کا بیان اور صاحبِ ثروت پر اس میں تکلف کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہمان کی وجہ سے کھانا تیار کرنا چاہیے اور جو پر تکلف کھانا تیار کرنے پر قادر ہو تو اس کو مہمان کے لیے پر تکلف کھانا بنانا چاہیے، کیونکہ یہ رسولوں کی سنت ہے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت ابراہیم الخلیل صلوات اللہ علیہ نے اپنے مہمان کے لیے ایک فربہ بچھڑا ذبح کیا۔ مفسرین نے کہا: یہ مہمان تین تھے، حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے تکلف کیا اور ان کے لیے بچھڑے کو ذبح کیا اور اس کا گوشت کھانے کے لیے ان کو

پیش کیا، اور یہ قصہ مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ آخَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ قَالَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَدَقَ سَلْمَانُ أَبُو جُحَيْفَةَ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ يُقَالُ وَهْبُ الْخَيْرِ۔

(صحیح بخاری: ۶۱۳۹، سنن ترمذی: ۲۴۱۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان اخوت قائم کی، پس حضرت سلمان، حضرت ابولدرداء رضی اللہ عنہما سے ملنے کے لیے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بغیر زینت کے عام کپڑے پہنے ہوئے تھیں، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے بھائی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو تو دنیا کی حاجت ہے نہیں، پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، تو انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کیا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کھائیں میں تو روزہ سے ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہیں کھائیں گے، سو انہوں نے کھایا۔ پس جب رات ہو گئی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، حضرت سلمان نے کہا: سو جاؤ، تو وہ سو گئے، پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، تو حضرت سلمان نے کہا: سو جاؤ، پھر جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اٹھو، پھر ان دونوں نے اٹھ کر نماز پڑھی، پھر ان سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، سو تم ہر حق دار کو اس کا حق دو۔ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور اس بات کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

ابو جحیفہ کا نام وہب السوائی ہے، ان کو وہب الخیر بھی کہا جاتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۳۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے مہمان کے لیے کھانا تیار کرنا، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا۔ سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جعفر بن عون، یہ المخزومی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالعمیس، یہ ابن عبداللہ المسعودی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عون بن ابی جحیفہ، یہ اپنے والد ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام وہب ہے۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نام عویمر ہے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی کنیت ام الدرداء ہے، تو ان میں جو کبریٰ تھیں وہ صحابیہ ہیں اور ان کا نام خیرہ ہے اور جو صغریٰ ہیں، وہ تابعیہ ہیں، ان کا نام ہجیمہ ہے، یہ ہجمہ کی تصغیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متبذلة" یعنی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بغیر بناؤ سنگھار کے اور بغیر زینت کے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اخوك ابوالدرداء ليس له حاجة في الدنيا" حضرت ام الدرداء نے بالعموم کہا کہ تمہارے بھائی کو دنیا کی کسی چیز کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ اس سے شرم آئی کہ وہ صراحت سے کہیں کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو تو مجھ سے مباشرت کی حاجت ہی نہیں ہے، میں کس لیے زینت کروں۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوست کی زیارت کرنی چاہیے اور اس کی غیر حاضری میں بھی اس کے گھر میں داخل ہونا جائز ہے۔ اور مہمان کی وجہ سے روزہ توڑنا اور عبادت میں تشدد کو اختیار کرنے کی کراہیت ہے اور افضل میانہ روی ہے۔ اور تہجد کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا زیادہ لائق ہے۔ اور اس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کی تصدیق کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۷۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْغَضَبِ وَالْجَزَعِ عِنْدَ الضَّيْفِ — مہمان کے سامنے غصہ کرنے اور بے صبری کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہمان کے سامنے کسی پر غصہ اور غضب نہیں کرنا چاہیے۔غضب کا معنی ہے: انتقام لینے کے لیے دل کے خون کا جوش میں آنا، اور جزع کا معنی ہے: چیخ و پکار کرنا اور بے صبری کا اظہار کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۰۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما أَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَضَيَّفَ رَهْطًا فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ دُونَكَ أَضْيَافَكَ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيءَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ فَقَالَ اطْعَمُوا فَقَالُوا أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا قَالَ اطْعَمُوا قَالُوا مَا نَحْنُ بِآكِلِينَ حَتَّى يَجِيءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا قَالَ اقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ فَإِنَّهُ إِنْ جَاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوا لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ فَأَبَوْا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ فَلَمَّا جَاءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ فَقَالَ مَا صَنَعْتُمْ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَسَكَتُّ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَسَكَتُّ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَّا جِئْتَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ سَلْ أَضْيَافَكَ فَقَالُوا صَدَقَ أَتَانَا بِهِ قَالَ فَإِنَّمَا انْتَظَرْتُمُونِي وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ فَقَالَ الْآخَرُونَ وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ قَالَ لَمْ أَرَ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ وَيْلَكُمْ مَا أَنْتُمْ لِمَ لَا تَقْبَلُونَ عَنَّا قِرَاكُمْ هَاتِ طَعَامَكَ فَجَاءَهُ فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ بِاسْمِ اللَّهِ الْأُولَى لِلشَّيْطَانِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید الجریری نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو مہمان بنایا، پس حضرت عبد الرحمٰن سے کہا: تم اپنے ان مہمانوں کا خیال رکھو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہا ہوں، پس تم میرے آنے سے پہلے ان کو کھانا کھلا کر فارغ ہو جانا، پس حضرت عبد الرحمٰن مہمانوں کے پاس گئے اور جو گھر میں کھانا تھا وہ ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا کہ آپ لوگ یہ کھانا کھائیں، انہوں نے پوچھا: گھر کے مالک کہاں ہیں؟ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: آپ لوگ کھانا کھائیں، انہوں نے کہا: ہم کھانا اس وقت تک نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ اس گھر کے مالک آ جائیں۔ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: آپ ہماری طرف سے کھانا قبول کر لیں، کیونکہ اگر وہ آئے اور آپ لوگوں نے کھانا نہ کھایا ہوا تو ہمیں ان کی ناراضگی کا سامنا ہو گا، سو انہوں نے پھر بھی انکار کیا، پس میں نے جان لیا کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا سامنا ہو گا، پس جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو میں ایک طرف ہو گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ لوگوں نے کیا کیا؟ تو مہمانوں نے بتا دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد الرحمٰن! سو میں خاموش رہا، پھر کہا: اے عبد الرحمٰن! میں پھر بھی خاموش رہا، پھر کہا: اے ملامت زدہ! میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم میری آواز سن رہے ہو (تو باہر آ جاؤ) سو میں باہر نکلا اور عرض کیا: آپ اپنے مہمانوں سے پوچھیں، تو مہمانوں نے کہا: یہ سچ کہہ رہے ہیں، یہ ہمارے پاس کھانا لائے تھے، حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ میرا انتظار کرتے رہے، اللہ کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا، اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ اللہ کی قسم ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے ساتھ کھائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج رات کی مثل خرابی کو نہیں دیکھا تھا، تم پر افسوس ہے، تم لوگ کیوں ہماری میزبانی کو قبول نہیں کر رہے، عبدالرحمٰن! کھانا لے آؤ، سو وہ کھانا لے کر آئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر ہاتھ رکھا اور کہا: بسم اللہ، پہلے جو میں نے قسم کھائی تھی وہ شیطان کے اثر کی وجہ سے تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا اور انہوں نے بھی کھایا۔

(صحیح بخاری: ۶۰۲، ۳۵۸۱، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۶۱۴۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مہمان کے سامنے غصہ کا اظہار مکروہ ہے'' اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، اور ابوالولید الرقام البصری ہیں، یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، یہ ابن عبدالاعلیٰ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید الجریری، حافظ الدمیاطی نے کہا کہ یہ ۱۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا: الجریری، جر کی تصغیر ہے، اور جیم اور راء مشدد ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ وہم عظیم ہے، اور جریر نسبت ہے اور الجریری، جریر بن عباد کی طرف نسبت ہے، جو الحارث بن عباد کے بھائی ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، یہ عبدالرحمٰن بن مل النھدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دونک اضیافک'' یعنی اپنے مہمانوں کے ساتھ لازم رہو اور ان کو کھانا کھلاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انہ یجد علی'' یعنی حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تنحیت عنہ'' یعنی میں نے اپنے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سمت سے دور کر لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غنثر'' اس کا معنی ہے جاہل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے ملامت زدہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لما جئت" یہ "الا جئت" کے معنی میں ہے، یعنی میں تم سے صرف یہ طلب کر رہا ہوں کہ تم آ جاؤ۔
اس حدیث میں مذکور ہے "کاللیلۃ" یعنی میں نے کوئی رات آج کی رات کی طرح شر انگیز نہیں دیکھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۸۔ بَابُ: قَوْلِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِهِ لَا آكُلُ حَتَّى تَأْكُلَ

مہمان کا اپنے میزبان سے یہ کہنا: اللہ کی قسم میں نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ نہ کھائیں

فِيهِ حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس باب میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے، اور یہ وہی حدیث ہے جس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ میں نہیں کھاؤں گا حتیٰ کہ ابو الدرداء بھی کھائیں، اور یہ حدیث عنقریب "باب صنع الطعام والتکلف للضیف" میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما جَاءَ أَبُو بَكْرٍ بِضَيْفٍ لَهُ أَوْ بِأَضْيَافٍ لَهُ فَأَمْسَى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ لَهُ أُمِّي احْتَبَسْتَ عَنْ ضَيْفِكَ أَوْ عَنْ أَضْيَافِكَ اللَّيْلَةَ قَالَ مَا عَشَّيْتِهِمْ فَقَالَتْ عَرَضْنَا عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا أَوْ فَأَبَى فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ فَسَبَّ وَجَدَّعَ وَحَلَفَ لَا يَطْعَمُهُ فَاخْتَبَأْتُ أَنَا فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَطْعَمُهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ فَحَلَفَ الضَّيْفُ أَوِ الْأَضْيَافُ أَنْ لَا يَطْعَمَهُ أَوْ يَطْعَمُوهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَأَنَّ هَذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوا فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا فَقَالَتْ وَقُرَّةِ عَيْنِي إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ قَبْلَ أَنْ نَأْكُلَ فَأَكَلُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابوعثمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت ابوبکر اپنے مہمان کو لے کر آئے یا کہا کہ اپنے مہمانوں کو لے کر آئے، پھر شام کو وہ نبی ﷺ کے پاس رہے، پھر جب وہ آئے تو ان سے میری والدہ نے کہا: آپ اپنے مہمان یا کہا کہ اپنے مہمانوں سے آج رات غائب رہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ نے انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ نے کہا: ہم نے اس پر یا ان پر کھانا پیش کیا تھا، پس اس نے یا انہوں نے انکار کیا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے، پس انہوں نے برا کہا اور یہ بددعا دی کہ اللہ کرے اس کی ناک کٹ جائے، اور یہ قسم کھائی کہ اب وہ یہ کھانا نہیں کھائیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: پس میں چھپ گیا،

48
A

وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ملامت زدہ! پھر ان کی والدہ نے بھی قسم کھالی کہ وہ اس کھانے کو نہیں کھائیں گی حتیٰ کہ ابوبکر اس کھانے کو کھالیں، پھر مہمان نے یا مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ اس کھانے کو نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ ابوبکر اس کھانے کو کھائیں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میرا یہ قسم کھانا کہ میں اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا، شیطان کی طرف سے تھا، پس انہوں نے کھانا منگوایا اور پھر اس کھانے کو کھایا، اور مہمانوں نے بھی اس کھانے کو کھایا، پھر وہ ایک لقمہ بھی نہیں اٹھاتے تھے مگر وہ کھانا نیچے سے زیادہ مقدار میں ہوجاتا تھا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بنوفراس کی بہن، یہ کیا ہے؟ تو حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ نے کہا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو اس سے بہت زیادہ ہوگیا ہے جتنا پہلے تھا۔ پس سب نے وہ کھانا کھایا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا اور یہ بتایا کہ وہ اس کھانے سے کھا چکے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۶۰۲، ۳۵۸۱، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۶۱۴۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، یہ محمد بن ابی عدی ہیں اور ابن عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ سلیمان بن طرخان تیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، یہ عبدالرحمٰن النہدی ہیں جن کا ذکر عنقریب ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وجدّع" اس کا معنی ہے انہوں نے کہا: اے وہ جس کے کان کاٹے گئے ہیں، اور "الجدع" کا معنی ہے ناک کاٹنا۔ اور ایک روایت میں "جدع" کی جگہ "جزع" کا لفظ ہے، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بے صبری کا اظہار کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاختبات" یعنی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے چھپ گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ربا" یعنی ہم ایک لقمہ کھانے کے لیے لیتے تو نیچے سے اتنا ہی اور بڑھ جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخت بنی فراس'' یہ عبدالرحمان کی بیٹی ہیں اور ان کا نام زینب ہے، اور یہ ام رومان کے نام سے مشہور ہیں۔

48 B

اس حدیث میں مذکور ہے ''وقرت عینی'' یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم ہے، اور یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٨٩ ـ بَابُ: إِكْرَامِ الْكَبِيرِ وَيَبْدَأُ الْأَكْبَرُ بِالْكَلَامِ وَالسُّؤَالِ

بڑی عمر والے کی تکریم کرنا، اور بڑی عمر والے سے کلام اور سوال کی ابتداء کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بڑی عمر والے کی تکریم کا بیان ہے، کیونکہ امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑے کے حق کو نہیں پہچانا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اور امام عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے جلال کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ جس کے اسلام میں بال سفید ہو گئے ہوں اس کی تکریم کی جائے۔ اور اسلام کے آداب میں سے اور محاسنِ اخلاق میں سے یہ ہے کہ جو عمر میں بڑا ہو، اس سے کلام کی ابتداء کی جائے، لیکن یہ بطورِ عموم نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب چھوٹا اور بڑا دونوں علم میں برابر ہوں، لیکن جب چھوٹے کا علم زیادہ ہو تو پھر چھوٹے کو مقدم کیا جائے گا اور یہ بڑے کے حق کی کمی نہیں ہے۔

اور اس عنوان میں کہا ہے کہ سوال کی ابتداء بڑے سے کی جائے گی، اور جب چھوٹا بڑے سے زیادہ علم والا ہو تو اس چھوٹے کو بڑے پر مقدم کیا جائے گا، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب بچے تھے تو ان سے سوال کیا جاتا تھا اور وہاں پر بڑے بوڑھے لوگ موجود ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٤٢، ٦١٤٣ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ أَتَيَا خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں، از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار مولی الانصار، از حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور سہل بن ابی حثمہ، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر میں آئے، پھر ایک کھجوروں کے باغ میں متفرق ہو گئے، پس حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل

ﷺ فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَأَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَبِّرِ الْكُبْرَ قَالَ يَحْيَى يَعْنِي لِيَلِيَ الْكَلَامَ الْأَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَسْتَحِقُّونَ قَتِيلَكُمْ أَوْ قَالَ صَاحِبَكُمْ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ فِي أَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ فَوَدَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ قِبَلِهِ قَالَ سَهْلٌ فَأَدْرَكْتُ نَاقَةً مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ فَدَخَلَتْ مِرْبَدًا لَهُمْ فَرَكَضَتْنِي بِرِجْلِهَا قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ بُشَيْرٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ يَحْيَى حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مَعَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ بُشَيْرٍ عَنْ سَهْلٍ وَحْدَهُ۔

کر دیا گیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود کے دو بیٹے حویصہ اور محیصہ۔ نبی ﷺ کے پاس آئے، پس انہوں نے اپنے صاحب کے معاملہ میں گفتگو کی تو حضرت عبدالرحمٰن نے بات کرنی شروع کی اور وہ قوم میں سب سے چھوٹے تھے، تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: بڑے کو موقع دو، یحییٰ نے کہا: یعنی بڑے کو مجھ سے بات کرنے کا موقع دو، پس انہوں نے اپنے صاحب کے معاملہ میں گفتگو کی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنے مقتول یا فرمایا: اپنے صاحب (کی دیت) کے مستحق ہو گے جب تم میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھالیں کہ عبداللہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ایسا معاملہ ہے جس کو ہم نے دیکھا نہیں، آپ نے فرمایا: پھر یہود اپنے پچاس آدمیوں سے قسم کھلوا کر تم سے بری ہو جائیں گے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کافر لوگ ہیں (ہم ان کی قسم کا کیسے اعتبار کریں؟) پھر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن سہل کے وارثوں کو خود اپنی طرف سے دیت ادا کر دی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جن اونٹوں کو دیت میں ادا کیا گیا تھا، ان میں سے ایک اونٹ ان کے اصطبل میں گھس گیا، اس نے مجھے اپنی لات ماری۔

اور اللیث نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از بُشیر از سہل، یحییٰ نے کہا کہ میں نے گمان کیا کہ انہوں نے کہا رافع بن خدیج کے ساتھ اور ابن عیینہ نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بُشیر از سہل اور صرف انہی سے روایت کی۔

(صحیح بخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن نسائی: ۴۷۱۴، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۱۶۸۲۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۱)

صحیح البخاری: ۶۱۴۲۔ ۶۱۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "بڑی عمر والے کی تکریم کرنا، اور بڑی عمر والے سے کلام اور سوال کی ابتداء کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ بڑی عمر والے کو بات کرنے کا موقع دو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُشیر، یہ ابن یسار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے رافع بن خدیج، یہ ابن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ الاوسی المدینی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنیں، اور ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اور جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل بن أبی حثمہ، ان کا نام عامر بن سائلہ بن عامر ابو یحییٰ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابو محمد الانصاری الحارثی المدینی ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی ہیں اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۸ سال تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن سہل انصاری کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن سہل انصاری کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکر ہے حویصہ اور محیصہ، یہ دونوں منصور بن کعب بن عامر بن عدی کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی امر صاحبھم" یعنی ان کے مقتول کے متعلق گفتگو، اور مقتول عبداللہ بن سہل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کبر الکُبْر" یعنی جو بڑی عمر کا ہے اس کو بات کرنے کا موقع دو۔ اور بڑی عمر والے کو بات کرنے کا اس لیے فرمایا تا کہ وہ واقعہ کی صحیح صورت کو بتائے، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ دعویٰ کرے، کیونکہ حقیقت میں دعویٰ اس کے بھائی عبدالرحمٰن کے لیے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اتستحقون قتیلکم" یعنی تم اپنے مقتول کی دیت کے مستحق ہو گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اوقال صاحبکم" یہ راوی کو شک ہے۔ اور صاحب سے مراد مقتول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بأیمان خمسین منکم" یعنی تم میں سے پچاس مرد قسم کھائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امرلم نرہ" یعنی جس چیز کا ہم نے مشاہدہ نہیں کیا، ہم اس کے متعلق حلف کیسے اٹھائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتبرئکم یھود فی ایمان خمسین" یعنی اگر تم نے قسم نہیں کھائی تو یہود میں سے پچاس آدمی قسم کھا کر تم کو بری کر دیں گے۔ اور جان لو کہ قسامت کا حکم تمام دعاوی کے خلاف ہے، اس جہت سے کہ اس میں قسم مدعی پر ہوتی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ وارث بھائی ہے اور وہی مدعی ہے نہ کہ چچا کے بیٹے، پس ان کے اوپر قسم کیوں پیش کی؟

اس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ یمین وارث کے ساتھ مختص ہے، اس لیے ان سے مطلقاً خطاب کیا اور ارادہ کیا کہ جو ان کے ساتھ خاص ہے، اور اس جہت سے کہ یہ پچاس قسمیں ہیں اور یہ خون کے امر کی تعظیم کی وجہ سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیین سے ابتداء کی، پس جب انہوں نے اپنا عذر پیش کیا تو آپ نے قسم مدعا علیہ پر لوٹا دی، اور جب کہ وہ مدعی یہود

کی قسموں سے راضی نہیں تھے، کیونکہ وہ کفار تھے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی طرف سے دیت دی جائے، کیونکہ یہ دیت مسلمانوں کو دی جاتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے جو دیت ادا کرنے کا فرمایا وہ ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا، ورنہ ان کا استحقاق ثابت نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فوداهم'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنی طرف سے ادا کر دی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے خالص مال سے اس کی دیت ادا کی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیت المال سے اس کی دیت ادا کی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِربدالهم'' یعنی وہ جگہ جہاں پر اونٹ جمع ہوتے ہیں، یعنی اونٹوں کا اصطبل۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرکضتنی'' اس اونٹنی نے مجھ کو لات ماری، اس کلام سے یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ یہ حدیث انہیں پوری طرح یاد ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہِ ملک کو یہ چاہیے کہ وہ عام لوگوں کی مصلحتوں کی رعایت کرے۔ اور لوگوں کے درمیان صلح کرائے، اور اس حدیث میں قسامت کا اثبات ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ گمان کے ساتھ بھی قسم کھانا جائز ہے اور کافر کی قسم بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۹۔۲۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَلَا تَحُتُّ وَرَقَهَا فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ وَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمَّا لَمْ يَتَكَلَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا خَرَجْتُ مَعَ أَبِي قُلْتُ يَا أَبَتَاهُ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَهَا لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ مَا مَنَعَنِي إِلَّا أَنِّي لَمْ أَرَكَ وَلَا أَبَا بَكْرٍ تَكَلَّمْتُمَا فَكَرِهْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بتاؤ، وہ درخت کونسا ہے جس کی مثال مسلمان کی مثل ہے، وہ اپنا پھل ہر وقت لاتا ہے اپنے رب کی اجازت سے، اور اس کے پتے نہیں گرتے، سو میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، پس میں نے ناپسند کیا کہ میں بات کروں اور وہاں پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، پس جب ان دونوں نے کلام نہیں کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے، پس جب میں اپنے والد کے ساتھ نکلا تو میں نے کہا: اے ابا جان! میرے دل میں یہ آیا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: تمہیں یہ بتانے سے کس چیز نے منع کیا، اگر تم یہ بتا دیتے تو یہ میرے لیے فلاں چیز اور فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے صرف اس چیز نے منع کیا کہ میں نے آپ کو اور

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے کلام نہیں کیا، پس میں نے ناپسند کیا کہ میں بولوں۔

(صحیح بخاری: ۶۱، ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴، صحیح مسلم: ۲۸۱۱، سنن ترمذی: ۲۸۶۷، مسند احمد: ۴۸۴۴، سنن دارمی: ۲۸۲)

صحیح البخاری: ۶۱۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تحت ورقها'' یعنی اس درخت کے پتے نہیں گرتے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فکرھت'' یعنی میں نے اکابر کے ہوتے ہوئے اپنا بولنا مکروہ جانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۰۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالْحُدَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنْهُ

شعر اور رجز اور ''الحُداء'' (اونٹوں کو ہانکنے کے لیے گانا) کا جواز اور جو اس میں مکروہ ہیں، اس کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾ (الشعراء: ۲۲۴۔۲۲۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ○ اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے ○ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، اور انہوں نے اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا اور انہوں نے اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا، اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں ○

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فِي كُلِّ لَغْوٍ يَخُوضُونَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ہر لغو اور باطل چیز میں مشغول رہتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شعر کہنا جائز ہے، اور شعر کی تعریف یہ ہے کہ ''وہ کلام موزون جس میں وزن کا قصد کیا جائے'' اور رجز اکثرین کے نزدیک وہ بھی شعر کی قسم ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شعر نہیں ہے، اس لیے کہ رجز کرنے والے کو راجز کہا جاتا ہے شاعر نہیں کہا جاتا۔ اور ''الحداء'' اس کا معنی ہے: جس گانے کو کھینچا جائے اور اس میں قصر کیا جائے، کہا جاتا ہے:

''حدوت الابل حداء'' جیسے ''دعوت دعاء'' اور یہ اونٹوں کو ہانکنا ہے اور اونٹوں کو گانا ہے، اور غالباً یہ رجز کے ساتھ ہوتا ہے، اور کبھی بغیر رجز کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس نے سب سے پہلے اونٹوں کو گا کر ہانکا وہ مضر بن نزار بن معد بن عدنان کا غلام تھا، وہ مُضر کے اونٹ لے کر جا رہا تھا تو مضر نے اس کے ہاتھ پر مارا اور اس کو درد میں مبتلا کر دیا، تو اس نے کہا: ''یا یداہ، یا یداہ'' یعنی ہائے میرا ہاتھ، ہائے میرا ہاتھ۔ اور اس کی آواز بہت اچھی تھی، جب اونٹوں نے اس کی آواز سنی تو بہت تیز چلنا شروع کر دیا۔ اس وقت سے یہ اونٹوں کو گا کر ہانکنے کا مبدا بن گیا۔ اس کو محمد بن سعد نے سندِ صحیح کے ساتھ طاؤس سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور امام بزار نے سندِ موصول کے ساتھ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

نیز اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جو شعر پڑھنا مکروہ ہیں اور جو شعر پڑھنا جائز ہیں۔

امام بخاری نے ان چار آیات کو ان شعراء کی مذمت میں وارد کیا ہے جو لوگوں کی ہجو کرتے ہیں، اور ان شعراء کی مذمت میں وارد کیا ہے جو لوگوں کی ایسے اوصاف کے ساتھ مدح کرتے ہیں جو اوصاف ان لوگوں میں نہیں ہوتے، اور اس میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض اسلام کی حدود سے نکل جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے اشعار میں خرافات اور باطل باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

''وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾'':

اہل التاویل نے کہا ہے جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں کہ یہ شعراء مشرکین ہیں، ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے تھے اور سرکش شیاطین اور نافرمان جن ان کی پیروی کرتے تھے، کیونکہ گمراہ کی پیروی، گمراہ ہی کرتا ہے۔ اور الضحاک نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں دو مرد لڑے، ان میں سے ایک انصار میں سے تھا اور دوسرا دوسری قوم میں سے تھا، اور ہر ایک کے ساتھ اس کی قوم کے سرکش اور جاہل لوگ تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور الثعلبی نے کہا ہے کہ ان شعراء سے مراد کفار کے شعراء ہیں۔ عبد اللہ بن الزبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب اور مسافع بن عبد مناف اور عمرو بن عبد اللہ اور امیہ بن ابی الصلت، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کر رہے تھے، تو لوگ ان کی پیروی کرنے لگے۔

''اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾'':

اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک آپ ان میں اللہ تعالیٰ کا فعل دیکھیں گے۔ دوسرا قول ہے کہ یہ لوگ ہر فن میں سے لغو اور جھوٹ لے لیتے ہیں، پس باطل کے ساتھ مدح کرتے ہیں اور باطل کے ساتھ ہی مذمت کرتے ہیں۔ ''یھیمون'' کا معنی ہے: حیران رہتے ہیں۔ اور خیر کے راستہ سے اور ہدایت کے راستہ سے اور حق کے راستہ سے منحرف ہوتے ہیں۔

''وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾'':

یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا ہے، اور حالانکہ انہوں نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔

''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' اس سے ان شعراء مومنین صالحین کا استثناء کیا ہے جو گناہ کی بات نہیں کہتے، اور مفسرین نے کہا ہے کہ جب یہ آیت ''وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾'' نازل ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے، پس انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم شعراء ہیں، تو آپ نے فرمایا: اس کے بعد کی آیت پڑھو، ''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت سے حضرت ابن رواحہ اور حضرت حسان بن ثابت کا استثناء کیا ہے۔
''وَذَكَرُوا اللهَ كَثِيْرًا'' یعنی وہ اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے ہیں، اور مشرکین نے جو ان پر ظلم کیا ہے، اس کا بدلہ لیتے ہیں، یعنی مشرکین نے ہجو کی ابتداء کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تھا اور مسلمانوں کو مکہ سے بے وطن کیا تھا۔
''وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا'': یعنی عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جنہوں نے ظلم کیا، یعنی شرک کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی ہجو کی کہ ''اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾'' یعنی مرنے کے بعد وہ کونسی جگہ لوٹائے جاتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جہنم کی طرف لوٹیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾'' کا معنی ہے: یعنی وہ ہر لغو اور باطل چیز میں مشغول رہتے ہیں۔
اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۲۔ ۲۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ مروان بن الحکم نے ان کو خبر دی کہ عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض شعروں میں حکمت ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۴۴، سنن ابوداؤد: ۵۰۱۰، مسند احمد: ۲۰۶۵۱، سنن دارمی: ۲۷۰۴)

صحیح البخاری: ۶۱۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں یہ ذکر کیا ہے کہ کون سے شعر جائز ہیں اور کون سے شعر مکروہ ہیں، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے''۔ اور حکمت اس وقت ہوگی کہ جب اس شعر کا بنانا جائز ہو، اور حکمت سے مراد ہے سچی بات جو واقعہ کے مطابق ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کا ذکر ہے، وہ المخزومی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حکمة'' اس کی تفسیر ابھی ہم نے کی ہے یعنی قولِ صادق، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکمت کا اصل معنی ہے منع کرنا، اور اس کا معنی یہ ہے کہ بعض اشعار میں ایسا مفید کلام ہوتا ہے جو جہالت کی باتوں سے منع کرتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ بعض شعراس طرح نہیں ہوتے، کیونکہ اس میں مِن تبعیضیہ ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: جس شعر میں اور رجز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، اور اس کی تعظیم ہو اور اس کی وحدانیت کا بیان ہو، اور اس کی اطاعت کرنے کی ترغیب ہو تو وہ شعر حسن ہے اور اس میں رغبت کی جاتی ہے، اور حدیث میں جو ہے کہ بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے، اس سے مراد ایسے اشعار ہیں۔ اور جن اشعار میں جھوٹی اور بے حیائی کی باتیں ہوں، وہ مذموم ہیں۔

امام الطبری نے کہا: اس حدیث میں کثرتِ شعر پر مطلقاً رد فرمایا۔ اور امام طبری نے صحابہ کی ایک جماعت سے اور کبار تابعین سے روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شعر کا مذاکرہ کرتے اور جاہلیت کی باتوں کا ذکر کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو منع نہیں فرماتے تھے اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَمْشِي إِذْ أَصَابَهُ حَجَرٌ فَعَثَرَ فَدَمِيَتْ إِصْبَعُهُ فَقَالَ

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ
وَفِي سَبِيلِ اللهِ مَا لَقِيتِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت چل رہے تھے، اچانک ایک پتھر آ کر آپ کو لگا اور آپ گر گئے تو آپ کی ایک انگلی زخمی ہوگئی، آپ نے فرمایا:

تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہوگئی
اور اللہ کی راہ میں تو زخمی ہوئی ہے

(صحیح بخاری: ۲۸۰۲، ۶۱۴۶، صحیح مسلم: ۱۷۹۶، سنن ترمذی: ۳۳۴۵، مسند احمد: ۲۷۶۹)

صحیح البخاری: ۶۱۴۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے شعر اور رجز، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر شعر پڑھا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بینما النبی ﷺ یمشی" ابوعوانہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ کسی غزوہ میں جارہے تھے۔ اور شعبہ نے اسود سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نماز کی طرف جارہے تھے۔اور اسود نے از جندب روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھا، ایک پتھر آپ کو آکر لگا، آپ گر گئے اور آپ کی انگلی زخمی ہوگئی۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا نبی ﷺ نے ازخود یہ شعر بنایا یا یہ کسی کا شعر تھا جو آپ نے پڑھا۔

امام طبری وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ نے کسی کا شعر پڑھا ہے اور یہ کلام موزون ہے۔اور علامہ ابن التین نے اس کو وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا شعر ہے۔اور اس میں اختلاف ہے کہ کسی کا شعر پڑھنا نبی ﷺ کے لیے جائز ہے، پس صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور امام طبری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی کا شعر پڑھا کرتے تھے، اور آپ نے فرمایا: بہترین کلام وہ ہے جس کو شاعر نے کہا ہے، سنو! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اس شعر کو پڑھا کرتے تھے: "الا کل شیء ما خلا اللہ باطل"۔ (ترجمہ: سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے)۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو شیطان سے پناہ طلب کرتے اور آپ فرماتے: "من همزه ونفخه ونفثه"۔ اور عمرو بن مرہ نے اس کی تفسیر کی کہ "نفث" سے مراد ہے شعر، اور "نفخ" سے مراد ہے تکبر، اور "همز" سے مراد ہے جنون۔

اور ابن لہیعہ نے از ابی روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ جس نے تین شعر ازخود بنا کر پڑھے، وہ فردوس میں داخل نہیں ہوگا۔اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شعر شیطان کے مزامیر ہیں۔امام طبری نے کہا: یہ سب ضعیف احادیث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ

وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالملک، انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جس کو شاعر نے کہا ہے، وہ لبید کا کلمہ ہے "الا کل شیء ما خلا اللہ باطل"۔اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام لے آتا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۵۶، سنن ترمذی: ۲۸۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۷، مسند احمد: ۷۳۳۶)

صحیح البخاری: ۶۱۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شعر پڑھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن مہدی، وہ عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک، وہ ابن نمیر الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

لبید کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''کلمة لبید'' یہ ابن ربیعہ العامری الصحابی ہیں، یہ ایک سو چون (۱۵۴) سال تک زندہ رہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''امیہ بن ابی الصلت الثقفی''، اور ابوالصلت کا نام ربیعہ بن وہب بن ہلال بن ابی سلمہ ہے، یہ ثقیف سے ہیں۔ اور حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ ابی صلت کا نام عبداللہ بن ربیعہ بن عوف بن عقدہ ابوعثمان ہے جو زمانہ جاہلیت کے شاعر تھے، ایک قول یہ ہے کہ وہ نیک آدمی تھے۔ اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور ابتداء میں یہ مومن تھے اور بعد میں یہ گمراہ ہو گئے تھے۔

اور ہشام نے کہا ہے کہ امیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا اور وہ اس وقت شام میں تھا، پھر وہ حجاز میں آیا تا کہ طائف سے اپنا مال لے اور وہاں سے ہجرت کرے، پس جب وہ بدر میں پہنچا تو اسے کہا گیا: اے ابوعثمان! تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: میں طائف کی طرف جا رہا ہوں تا کہ اپنا مال لوں اور مدینہ کی طرف جاؤں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کروں، اس سے کہا گیا: کیا تم جانتے ہو اس کنویں میں کیا ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں! اس سے کہا گیا کہ اس کنویں میں شیبہ اور عتبہ ہیں، وہ تمہارے ماموں کے بیٹے ہیں، اور اس میں فلاں اور فلاں ہے، وہ تمہارے چچا کے بیٹے ہیں، اور اس کے اور رشتہ داروں کو گنا، تو اس نے غصہ میں اپنی اونٹنی کی ناک کاٹ ڈالی اور اس کی دم کے بال اکھیڑے اور اپنے کپڑے پھاڑے اور رویا، پھر طائف کی طرف گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ اور اس کی وفات ۲ھ میں ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى خَيْبَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع، انہوں

فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ بْنِ الْأَكْوَعِ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ قَالَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءٌ لَكَ مَا اقْتَفَيْنَا
وَثَبِّتْ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَتَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، ہم نے رات کو سفر کیا، پس قوم میں سے ایک مرد نے عامر بن الاکوع سے کہا کہ تم ہم کو اپنے کچھ اشعار سناؤ اور عامر ایک شاعر مرد تھے۔ پس وہ اونٹ سے اتر کر اپنے شعر گا کر سنانے لگے، اور وہ کہہ رہے تھے:

اے اللہ! (بالفرض) اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے
ہم تجھ پر فداء ہوں، ہم نے جو اپنے گناہ کیے تھے تو ان کو معاف فرما دے
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ
اور ہم پر سکون ڈال دے
اور بے شک جب ہم کو جہاد کیلئے بلایا جاتا ہے تو ہم حاضر ہوجاتے ہیں
اور دشمن نے بھی پکار کر ہم سے نجات چاہی ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوا عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ قَالَ فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ الْيَوْمَ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ عَلَى أَيِّ لَحْمٍ قَالُوا عَلَى لَحْمِ حُمُرٍ إِنْسِيَّةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَهْرِقُوهَا وَاكْسِرُوهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ فِيهِ قِصَرٌ فَتَنَاوَلَ بِهِ يَهُودِيًّا لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ رُكْبَةَ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَآنِي رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَاحِبًا فَقَالَ لِي مَا لَكَ فَقُلْتُ فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون اونٹوں کو گاتے ہوئے ہانک رہا ہے؟، تو صحابہ نے بتایا کہ یہ عامر بن الاکوع ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے۔ پس قوم میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی، آپ ہمیں اس سے چند دن فائدہ اٹھانے دیتے، راوی نے بیان کیا: پس ہم خیبر میں آئے اور ہم نے ان کا محاصرہ کرلیا حتیٰ کہ ہم کو سخت بھوک لگی، پھر بے شک اللہ تعالیٰ نے خیبر والوں پر ہم کو فتح عطا فرمائی، اس دن شام کو لوگوں نے جگہ جگہ آگ جلائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز پر یہ آگ جلائی گئی ہے؟ انہوں نے کہا: گوشت پر، آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ تو انہوں نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو، ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! یا ہم گوشت کو پھینک دیں اور برتنوں کو دھولیں، آپ نے فرمایا: یا ایسا کرلو۔ پھر جب قوم نے لڑنے کے لیے صفیں بنائیں تو حضرت عامر بن الاکوع کی تلوار چھوٹی تھی،

عَمَلُهُ قَالَ مَنْ قَالَهُ قُلْتُ قَالَهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ نَشَأَ بِهَا مِثْلَهُ۔ (صحیح مسلم: ۱۸۰۲، مسند احمد: ۱۶۰۷۶)

انہوں نے اس تلوار سے ایک یہودی پر حملہ کیا تا کہ اس کو قتل کریں، اس تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر بن الاکوع کے گھٹنوں پر لگی اور وہ اسی کے اثر سے شہید ہو گئے، پس جب وہ لوٹے تو حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں مجھے دیکھا کہ میرا چہرہ بدلا ہوا تھا، آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہوں، ان لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ عامر کے اعمال ضائع ہو گئے، آپ نے فرمایا: کس نے یہ کہا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ فلاں، فلاں اور فلاں اور اسید بن بن حضیر انصاری نے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے دو اجر ہیں، اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو جمع کیا، وہ عابد بھی تھے اور مجاہد بھی۔ اور عرب میں ان جیسے بہادر کم پیدا ہوئے ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۱۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من هنيهاتك؟" علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ابن الاکوع کی حدیث میں ہے "ولا تسمعنا من هناتك؟" یعنی "من كلماتك او من عراجيزك" یعنی آپ ہمیں اپنے اشعار کے کلمات نہیں سناتے یا رجز کے کلمات نہیں سناتے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "فداء لك" یعنی ہم تیرے رسول کے اوپر فداء ہو جائیں۔ علامہ المازری نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کہا جاتا "فداء لك"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما اقتفينا" یعنی ہم آپ کی اتباع نہ کرتے، اور یہ بھی روایت ہے "ما اتقينا" یعنی ہم گناہوں سے نہ بچتے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وبالصياح عولوا علينا" یعنی انہوں نے چیخ چیخ کر ہم پر حملہ کیا نہ بہادری سے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ کلمات خندق کھودتے وقت کہے تھے اور یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے کلمات کے رجز میں سے ہے۔ پھر جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان کا دو مرتبہ وقوع ہوا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کا شعر پڑھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وجبت" یعنی شہادت واجب ہوگئی۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ صحابہ یہ جانتے تھے کہ جب نبی

ﷺ کسی کے لیے میدانِ جنگ میں استغفار کریں تو وہ یقیناً شہید ہو جاتا ہے، تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عامر بن الاکوع پر رحم فرمائے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ہمیں چند دن عامر سے فائدہ اٹھا لینے دیتے، پھر اسی دن دشمن پر حملہ کرتے ہوئے تلوار ان کی پنڈلی پر لگی اور وہ اس سے شہید ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذباب سیفه'' یعنی تلوار کی ایک طرف۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''شاحبا'' یعنی ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حبط عمله'' یعنی ان کے عمل باطل ہو گئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ان له لاجرین'' یعنی ان کے لیے دو اجر ہیں، جہاد کا اجر بھی ہے اور اطاعت اور عبادت کا اجر بھی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک اجر تو ان کی موت فی سبیل اللہ کی وجہ سے ہے، اور دوسرا اجر یہ ہے کہ وہ ایسے اشعار پڑھتے تھے جن میں وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت وہ ثابت قدم رہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لجاهد مجاهد''، یہ دونوں لفظ اسمِ فاعل ہیں، اول ثلاثی مجرد سے ہے اور دوسرا ثلاثی مزید فیہ سے ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اجر کے حصول میں جہاد کرنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں بہت زیادہ جہاد کرنے والے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قل عربی نشأبها'' یعنی دنیا میں بہت کم ایسی خصلت کے لوگ ہیں، یا عرب میں قلیل لوگ اس خصلت کے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ وَمَعَهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيرِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَلِمَةٍ لَوْ تَكَلَّمَ بِهَا بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوهَا عَلَيْهِ قَوْلُهُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (ایک سفر کے موقع پر) اپنی بعض عورتوں کے پاس آئے، اور ان کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں، تو آپ نے فرمایا: افسوس اے انجشہ! شیشوں کو آہستگی کے ساتھ لے کر چلو۔ ابو قلابہ نے کہا: نبی ﷺ نے عورتوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال فرمائے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے تو تم اس پر عیب جوئی کرو اور وہ آپ کا یہ قول تھا کہ شیشوں کو نرمی سے لے کر چلو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۱۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''الحُداء'' کا لفظ ہے یعنی اونٹوں کو ہنکانے کے لیے گیت گانا اور اس حدیث میں مذکور ہے اونٹوں کو ہنکانے والا گانا گا رہا تھا اور اونٹ تیز چل رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: افسوس اے انجشہ! آہستہ، آہستہ چلاؤ۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن علیّہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوقلابہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی بعض نسائه'' حماد بن زید کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے، اور از شعبہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ اپنے گھر کے قریب تھے تو اونٹ کو ہنکانے والے نے گانا گانا شروع کیا۔ اور اس حدیث کی امام نسائی اور اسماعیلی نے اس طرح روایت کی ہے کہ ان کے ساتھ اونٹ کو ہنکانے والا تھا اور گانے والا تھا۔ اور ابوداؤد الطیالسی نے از حماد بن سلمہ از الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ انجشہ عورتوں کو سوار کر کے جا رہا تھا اور گیت گا رہا تھا۔ اور حضرت البراء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مردوں کو لے جاتے ہوئے گیت گا رہا تھا۔ اور قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گا کر ہنکانے والا تھا جس کا نام انجشہ تھا اور اس کی آواز بہت اچھی تھی۔ اور وہیب کی روایت میں ہے کہ انجشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام تھا جو اونٹنیوں کو ہنکاتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں''۔ اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اور سلیمان التیمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے ساتھ تھیں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحك''۔ کئی بار گزر چکا ہے کہ یہ کلمہ ترحم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یا انجشہ'' علامہ البلاذری نے کہا ہے کہ انجشہ حبشی تھا اور اس کی کنیت ابو ماریہ تھی۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ انجشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیاہ فام غلام تھا جس کا ذکر صحابہ میں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ابوعمر نے الاستیعاب میں ذکر کیا ہے کہ انجشہ سیاہ فام غلام تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو حجۃ الوداع کے سال میں لے کر جا رہا تھا اور وہ خوش آواز تھا اور جب وہ گیت گاتا تو اونٹ دوڑنے لگتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! شیشوں کو لے کر آہستہ چلو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالقواریر'' یہ قارورۃ کی جمع ہے، اس کا معنی شیشہ ہے، اس کو قارورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مشروب مستقر ہو جاتا ہے۔ اور ہشام نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آہستہ چلو اور شیشوں کو نہ توڑو۔ ابوقلابہ نے کہا: یعنی عورتوں کو۔ قتادہ نے کہا: یعنی کمزور عورتوں کو۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: عورتوں کو شیشوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح شیشہ جلدی ٹوٹ جاتا ہے، عورتیں بھی جلدی

ٹوٹ جاتی ہیں۔اور انجشہ گیت گا رہا تھا اور رجز پڑھ رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بے خوف نہیں ہوئے کہ وہ گیت ان کے دلوں میں اتر جائے، تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ اس کو روکو۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونٹ جب گیت کی آواز کو سنیں گے تو وہ تیزی سے دوڑیں گے اور اس پر جو سوار ہیں وہ گر جائیں گے اور وہ تھک جائیں گے، تو آپ نے اس سے منع فرمایا: کیونکہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں۔

الرامہ ہرمزی نے کہا ہے کہ عورتوں کا شیشوں سے کنایہ کیا، کیونکہ عورتیں بھی پتلی ہوتی ہیں اور حرکت کرنے سے کمزور ہوتی ہیں اور عورتیں باریکی میں، لطافت میں اور کمزور بنیاد میں شیشوں کے مشابہ ہیں۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم ان عورتوں کو اس طرح لے کر جاؤ جس طرح شیشوں کو لے کر جاتے ہو، گویا تمہارے اونٹوں پر شیشے لادے ہوئے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال ابو قلابہ لو تکلم بھا بعضکم لعبتموھا علیہ'' یعنی اگر اس طرح کا کلام تم کہو تو لوگ تمہارا عیب نکالیں گے۔علامہ کرمانی نے کہا کہ اگر تم یہ کہو کہ یہ استعارہ لطیفہ بلیغہ ہے، تو اس کو کیوں عیب والا کہا جائے گا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید انہوں نے اس طرف نظر کی کہ استعارہ کی شرط یہ ہے کہ اس میں وجہ شبہ تمام لوگوں کے نزدیک ظاہر ہے اور شیشہ اور عورت کے درمیان وجہ شبہ ظاہر نہیں ہے۔اور حق یہ ہے کہ یہ کلام انتہائی حسن میں ہے اور عیوب سے سلامت ہے اور اس طرح استعارہ میں یہ لازم نہیں ہے کہ اس میں وجہ شبہ کتنی ظاہر ہو بلکہ اس کے لیے کافی ہے کہ قرائن سے وجہِ شبہ ظاہر ہو جائے۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابو قلابہ کا مقصد یہ ہو کہ یہ استعارہ اس کے لیے حسین ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل بلیغ ہو، اور جو بلیغ نہ ہو وہ اگر اس طرح کا کلام کرے گا تو تم اس کا عیب نکالو گے، اور یہی توجیہ ابو قلابہ کے منصب کے لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۸۔۲۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو شیشہ سے تشبیہ دی تو آپ کے متعلق صرف حسنِ کلام کا عقیدہ ہوگا جب کہ دوسروں کی طرف نقص کا پہلو نکالا جا سکتا ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

۹۱۔ بَابُ: هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ — مشرکین کی ہجو کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کی ہجو کرنا جائز ہے۔اور امام احمد، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔اور امام طبرانی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب مشرکین نے ہماری ہجو کی تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی ان سے اس طرح کہو جس طرح وہ تمہارے متعلق کہتے ہیں۔اسی وجہ سے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے اور یہ اشارہ کیا ہے کہ بعض شعر مستحب ہوتے ہیں۔اور ہجاء اور ہجو کا معنی ہے: شعر میں مذمت کرنا۔اور الجوہری نے کہا ہے کہ ہجو مدح کے خلاف ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

49
A

٦١٥٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَيْفَ بِنَسَبِي فَقَالَ حَسَّانُ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبُّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میرے نسب کا کیا ہوگا؟ تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔

اور از ہشام بن عروہ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حسان کو برا کہنے لگا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۳۱، ۴۱۴۵، ۶۱۵۰، صحیح مسلم: ۲۴۸۷، ۲۴۸۹، مسند احمد: ۲۳۹۱۶)

صحیح البخاری: ۶۱۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، وہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدہ، وہ ابن سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فکیف بنسبی؟" یعنی تم کیسے ان کی ہجو کرو گے، اور میرا نسب جو مہذب الشریف ہے، وہ بھی ان میں ہے؟ پس بعض اوقات اس ہجو کا کچھ حصہ مجھے بھی پہنچے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاسُلّنک" یعنی میں آپ کے نسب کو ان کی ہجو میں سے خالی کرلوں گا، اس حیثیت سے کہ آپ کے نسب کے کسی جز کو بھی وہ ہجو نہیں پہنچے گی، جیسے بال کو گندھے ہوئے آٹے سے نکال لیا جائے تو اس بال پر کوئی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی۔

اس تعلیق میں ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں حسان کو برا کہنے لگا، کیونکہ یہ بھی ان منافقین کے ساتھ تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منع فرمایا اور کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور آپ کی طرف سے جھگڑتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٥١۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے

قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ الْهَيْثَمَ بْنَ أَبِي سِنَانٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ فِي قَصَصِهِ يَذْكُرُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ يَعْنِي بِذَاكَ ابْنَ رَوَاحَةَ قَالَ

وَفِينَا رَسُولُ اللهِ يَتْلُو كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

(صحیح بخاری:۱۱۵۵، ۶۱۵۱، مسند احمد:۱۵۳۱۰)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہیثم بن ابی سنان نے ان کو خبر دی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اپنے قصوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تمہارا بھائی بے حیائی کی باتیں نہیں کرتا، آپ کی اس سے مراد تھی حضرت ابن رواحہ، انہوں نے کہا:

اور ہم میں رسول اللہ ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں
اس وقت جب فجر کی روشنی پھوٹ کر پھیل جاتی ہے
انہوں نے ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت کا راستہ دکھایا سو ہمارے دل
اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ضرور واقع ہوگا
آپ رات اس طرح گزارتے ہیں کہ آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے
جب کہ کافروں کی خواب گاہیں ان کے بوجھ سے بوجھل رہتی ہیں

یونس نے عقیل کی متابعت کی از الزہری۔ اور زبیدی نے کہا از الزہری از سعید والاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صحیح البخاری:۶۱۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مشرکین کی ہجو کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین رات بھر اپنے بستروں پر سوئے رہتے ہیں یعنی رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور یہ ان کی بعینہٖ ہجو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اصبغ، یہ ابن الفرج ابو عبداللہ المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہیثم، یہ ابن سنان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رفث" یعنی فحش گفتاری اور بے حیائی کی باتیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن رواحہ" یہ عبداللہ بن رواحہ ہیں۔ اور یہ اشعار جو ذکر کیے گئے ہیں یہ بحر طویل سے ہیں۔

اور "الساطع" کا معنی ہے: المرتفع یعنی بلند۔ اور "العمی" کا معنی ہے: گمراہی۔

پہلے شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اس میں کہا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب سے تلاوت کرتے ہیں۔

اور تیسرے شعر میں آپ کے عمل کی طرف اشارہ ہے، اس میں مذکور ہے کہ آپ بستر سے دور رہتے ہیں، یعنی رات کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں، سو آپ علم اور عمل دونوں اعتبار سے کامل ہیں۔

اور دوسرے شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ دوسروں کے لیے مکمل ہیں، انہیں کامل کرنے والے ہیں، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ آپ نے ہم کو گمراہی کے بعد ہدایت دکھائی۔

اس باب کی تعلیق میں ذکر ہے کہ یونس نے عقیل کی متابعت کی۔ عُقیل کا پورا نام عقیل بن خالد ہے۔

اور دوسری تعلیق میں الزبیدی کا ذکر ہے، زبیدی کا نام محمد بن الولید الشامی ہے جو الزہری کے صاحب ہیں۔ اور سعید سے مراد ابن المسیب ہیں اور اعرج، عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَيَقُولُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ نَشَدْتُكَ بِاللّٰهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے: اے ابوہریرہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو؟ اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں!

(صحیح البخاری: ۴۵۳، ۳۲۱۲، ۶۱۵۲، صحیح مسلم: ۲۴۸۵، سنن نسائی: ۷۱۶، مسند احمد: ۲۱۴۲۹)

صحیح البخاری: ۶۱۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مشرکین کی ہجو کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو، یعنی مشرکین کی ہجو کرو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نشدتك بالله" یعنی میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اس کے واسطہ سے تم سے سوال کرتا ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اجب" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بروح القدس" اس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ أَوْ قَالَ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ ان کی ہجو کرو، یا آپ نے فرمایا "ھاجھم" اور حضرت جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۶۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۴۸۶، مسند احمد: ۱۸۱۷۶)

صحیح البخاری: ۶۱۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مشرکین کی ہجو کرنا" اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او ھاجھم" راوی کو اس میں شک ہے کہ آپ نے "اھجھم" فرمایا تھا یا "ہاجھم"۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "وجبریل معك" یعنی حضرت جبریل تمہاری تائید اور معاونت کرنے کے لیے تمہارے ساتھ ہیں۔
علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ کفار کی ہجو کرنا افضلِ اعمال میں سے ہے، اور اس کی شرف اور فضیلت کے لیے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! حسان کی تائید فرما۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب مشرکین مسلمانوں کی ہجو کریں اور اس کے جواب میں ان کی ہجو کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

گمراہ فرقوں کا رد کرنا بھی افضلِ اعمال میں سے ہے

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کا رد فرمایا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ اللہ کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں"۔ اور ولید بن مغیرہ کے دس عیوب بیان فرمائے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ﴿۱۱﴾ آپ بہت قسمیں کھانے والے بے حد ذلیل کی بات نہ مانیں! جو

مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۙ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۙ (القلم: ۱۰۔ ۱۳)

بہت طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے O نیکی سے بہت روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا سخت گنہ گار ہے O بہت بدخو، ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے O

اسی طرح جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوگئی، تو العاص بن وائل نے آپ کو ابتر کہا یعنی مقطوع النسل، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو کوثر عطا کی ہے، اور جس نے آپ کو ابتر کہا ہے وہی ابتر ہے۔ (الکوثر: ۱۔ ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جو فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے ہیں، ان کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اور ان گستاخ لوگوں کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا افضل اعمال میں سے ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۹۲۔ بَابُ: مَا یُکْرَہُ أَنْ یَکُوْنَ الْغَالِبَ عَلَی الْإِنْسَانِ الشِّعْرُ حَتّٰی یَصُدَّہُ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ

اس کا بیان کہ شعر و شاعری میں اس طرح غلو کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کہ انسان اللہ کے ذکر اور حصولِ علم اور تلاوتِ قرآن سے محروم ہو جائے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اشعار کے اس طرح درپے ہونا مکروہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حصولِ علم اور قرآن کی تلاوت سے منع کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۴۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوسٰی أَخْبَرَنَا حَنْظَلَۃُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَأَنْ یَمْتَلِیءَ جَوْفُ أَحَدِکُمْ قَیْحًا خَیْرٌ لَہٗ مِنْ أَنْ یَمْتَلِیءَ شِعْرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ نے خبر دی از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی ایک کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے بھر جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۸۵۱، سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۹، مسند احمد: ۷۸۱۴، سنن دارمی: ۲۷۰۵)

صحیح البخاری: ۶۱۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''شعر و شاعری کی مشغولیت میں غلو مکروہ ہے'' اور اس حدیث میں یہ فرمایا کہ اشعار سے بھرا ہوا پیٹ، پیپ سے بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ برا ہے۔

شعروشاعری میں زیادہ مشغولیت کی مذمت

یعنی انسان کا ہر وقت شعر وشاعری میں مشغول رہنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے فارغ نہ ہونا اور نہ قرآن پڑھنے کے لیے فارغ ہونا اور نہ حصولِ علم کے لیے فارغ ہونا، یہ انتہائی مذموم ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب کسی انسان کا زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور قرآن کے پڑھنے میں اور علم کے حصول میں گزرتا ہو، اور پھر وہ کچھ وقت شعر وشاعری میں گزارے تو وہ مذموم نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ شعر وشاعری جھوٹ اور فحش باتوں پر مشتمل نہ ہو۔

جن اشعار میں مسلمانوں کی ہجو نہ ہو اور اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو، ان میں مشغول رہنا مستحسن ہے

الشعبی، عامر بن سعد، محمد بن سیرین، سعید بن المسیب، قاسم، ثوری، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، اور امام ابوعبید، ان سب نے کہا ہے کہ اس شعر کی روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں مسلمانوں کی ہجو نہ ہو اور نہ کوئی بے حیائی کی بات ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت البراء بن عازب، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت عمران بن حصین، حضرت اسود بن سریع، اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔

اور جن اشعار میں نصیحت ہو، اور زہد کی ترغیب ہو اور نیکی کی تلقین ہو، وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۳۔۲۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: کہ میں نے ابو صالح سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی مرد کا پیٹ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ وہ اس کو دیکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۵۴، صحیح مسلم: ۲۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۸۵۱، سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۹، مسند احمد: ۸۱۴۷، سنن دارمی: ۲۷۰۵)

اس حدیث کی شرح بھی حسبِ سابق ہے۔

۹۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَعَقْرَى حَلْقَى

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ”تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں اور زخمی ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو“

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔

ابن السکیت نے کہا: ''تربت'' کا معنی ہے ''افتقرت'' یعنی تمہارے ہاتھ محتاج ہو جائیں، لیکن یہ ایسا کلمہ ہے جو بولا جاتا ہے اور اس سے دعا کے معنی کا ارادہ نہیں کیا جاتا، اس سے صرف کسی فعل پر برانگیختہ کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے خلاف کرے گا تو برا کرے گا۔ اور النحاس نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تم نے یہ کام نہیں کیا تو تمہارے ہاتھوں میں مٹی کے سوا اور کچھ نہیں آئے گا۔

اور ابن کیسان نے کہا: یہ ایک مثال ہے جو ان کاموں میں جاری ہوتی ہے کہ اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا تو تم اس کام کی طرف محتاج ہو جاؤ گے۔ علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی ہے کہ تم علم سے محتاج ہو جاؤ گے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''ترب الرجل'' اس وقت کہتے ہیں جب وہ محتاج ہو جائے، یعنی اس کے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔

اور اس حدیث میں ذکر ہے ''عقریٰ، حلقیٰ''۔ ''عقریٰ'' کا معنی ہے: اللہ اس کو زخمی کر دے۔ اور ''حلقیٰ'' کا معنی ہے: یعنی اس کے حلق میں درد ہو جائے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''عقریٰ'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو زخمی کر دے، اور ''حلقیٰ'' کا معنی ہے: اس کے حلق میں درد ہو جائے۔ اور الاصمعی نے کہا ہے کہ یہ تعجب کے موقع پر کہا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۵۔ ۲۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ وَاللهِ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَإِنَّ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَتُهُ قَالَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ قَالَ عُرْوَةُ فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ افلح جو ابوالقعیس کے بھائی تھے، انہوں نے مجھ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی، اور یہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد کی بات تھی۔ سو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کو اجازت نہیں دوں گی حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لوں، کیونکہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھ کو دودھ نہیں پلایا، لیکن مجھے تو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! ایک مرد جس نے مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن اس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے (وہ میرے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا)، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

عروہ نے کہا: اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہتی تھیں: رضاعت سے ان رشتوں کو حرام کردو جو رشتے نسب سے حرام ہیں۔

(صحیح بخاری: ۲۶۴۴، ۲۹۶۷، ۴۷۹۶، ۵۱۰۳، ۵۱۱۱، ۵۲۳۹، ۶۱۵۶، صحیح مسلم: ۱۴۴۵، سنن ترمذی: ۱۱۴۸، سنن نسائی: ۳۳۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۲۳۵۶۵، موطا امام مالک: ۱۲۷۸)

صحیح البخاری: ۶۱۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں، پہلا جز یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے ''تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں''۔ اور اس حدیث میں اسی طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ سو یہ باب کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے افلح، یہ فلاح سے ماخوذ ہے اور افعل کے وزن پر ہے۔ حافظ ابو عمر نے کہا: افلح بن ابی قعیس، اور اس کو اخو ابوالقعیس کہا جاتا ہے۔ اور زیادہ صحیح وہی ہے جس کو امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے پاس ابوالقعیس کا بھائی افلح آیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے سبب سے کسی بچے نے جو دودھ پیا ہو تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۷- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ أَرَادَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَنْفِرَ فَرَأَى صَفِيَّةَ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً لِأَنَّهَا حَاضَتْ فَقَالَ عَقْرَى حَلْقَى لُغَةٌ لِقُرَيْشٍ إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا ثُمَّ قَالَ أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ يَعْنِي الطَّوَافَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِي إِذًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم، از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مکہ سے) کوچ کا ارادہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیمہ کے دروازہ پر افسردہ اور مغموم کھڑی ہیں، کیونکہ ان کو حیض آ گیا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم زخمی ہو جاؤ، تمہارے حلق میں درد ہو جائے، (یہ قریش کی لغت ہے) بے شک تم ہم کو روکنے والی ہو، پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے یوم نحر کو طوافِ زیارت کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اب چلو۔

(صحیح بخاری: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹،

۷ ۲۲۹،۶۱۵۷، صحیح مسلم :۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۹۴۵،۵ سنن نسائی: ۲۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۲، مسند احمد: ۲۵۳۱۰)

صحیح البخاری: ۶۱۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب کے دوسرے جز کے مطابق ہے، یعنی کسی شخص کا کسی عورت کو یہ کہنا ''عقری، حلقی'' تم زخمی ہو اور تمہارے حلق میں درد ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، یہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحکم، یہ ابن عتیبہ ہیں جو کہ ''عتبة الدار'' کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم مذکور ہے، وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاسود مذکور ہے، وہ ابن یزید النخعی الکوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان ینفر'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے واپس جانے کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خباءھا''، ''خباء'' کا معنی ہے: خیمہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کئیبة'' یہ الکآبة سے ماخوذ ہے، یہ وہ عورت ہے جو بدحال ہو اور غم سے ٹوٹی پھوٹی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لغة قریش'' یعنی ''عقری، حلقی'' کے الفاظ قریش کی لغت ہے، وہ یہ لفظ بولتے ہیں اور اس سے ان کے معانی کا ارادہ نہیں کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اکنتِ افضتِ یوم النحر'' اس سے آپ نے طوافِ افاضہ کا ارادہ کیا جس کو طوافِ زیارت کہتے ہیں اور یہ حج کا رکن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فانفری'' یعنی اب واپس چلو، کیونکہ حضرت صفیہ کا حج پورا ہو گیا اور ان کے اوپر اب طوافِ وداع نہ کرنے کی وجہ سے نہ ٹھہرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ طوافِ وداع فرض نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۹۴۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي زَعَمُوا — ''زعموا'' کہنے کے بیان میں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں قول ''زعموا'' کا بیان ہے۔ اصل میں ''زعم'' اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کی حقیقت کا علم نہ ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا کہ ''زعم'' اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی خبر کا ذکر کیا جائے اور یہ پتا نہ چلے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل

ہے۔اور علامہ ابن الاثیر نے کہا''زعموا''اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں جس کی سند نہ ہو اور نہ اس کا ثبوت ہو، اور وہ حدیث لوگوں کی زبان پر جاری ہو۔اور دوسروں نے کہا:''زعم''کا اکثر استعمال قول کے معنی میں ہے، اور سیبویہ نے اپنی کتاب میں ناپسندیدہ باتوں کے متعلق''زعموا''کہا۔اور ابن الاثیر نے کہا: زعم ظن کے قریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۸ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذَاكَ ضُحًى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابومرہ جو ام ہانی بنت ابی طالب کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ کہتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی صاحبزادی ہیں وہ آپ کا پردہ کر رہی تھیں، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں، آپ نے فرمایا: ام ہانی کو خوش آمدید ہو، پھر جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔اس وقت آپ نے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا، پھر جب آپ مڑے تو میں نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں کے بیٹے کا یہ زعم ہے کہ وہ اس مرد کو قتل کرنے والا ہے جس کو میں پناہ دے چکی ہوں، وہ فلاں بن ہبیرہ ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اس کو پناہ دے دی جس کو اے ام ہانی تم نے پناہ دی ہے، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: یہ چاشت کا وقت تھا۔

(صحیح بخاری: ۲۸۰، ۳۵۷، ۳۱۷۱، ۶۱۵۸، صحیح مسلم: ۳۳۶، سنن ترمذی: ۲۷۳۴، سنن نسائی: ۲۲۵، مسند احمد: ۲۶۸۳۳، موطا امام مالک: ۳۵۹، سنن دارمی: ۱۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۱۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان''زعم''کہنے کے متعلق ہے، اور اس حدیث میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری ماں کے بیٹے کا یہ زعم ہے۔اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنضر، ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے، یہ عمر بن عبیداللہ بن معمر القرشی التیمی المدنی کے غلام تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومرہ، یہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت ام ہانی کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مرحبا" یعنی تم کو وسعت اور کشادگی ملے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی عطا کرے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "زعم ابن امی" یعنی میری ماں کے بیٹے نے کہا اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلان بن هبیرة" یعنی وہ مرد فلاں بن ہبیرہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث بن ہشام المخزومی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ضحی" جب سورج چوتھائی آسمان تک یا اس سے زیادہ تک بلند ہو جائے تو وہ وقت ضحیٰ یعنی چاشت کا وقت ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس کی توجیہ کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میری ماں کا بیٹا کہا، بھائی نہیں کہا

میں کہتا ہوں: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کہا: میری ماں کا بیٹا، اور یہ نہیں کہا کہ میرا بھائی۔ کیونکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اس سے ناراض تھیں کہ وہ ابن ہبیرہ کو پناہ دے چکی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے، تو یہ بھائی کا کام تو نہیں ہے، اس لیے بھائی کے بجائے یہ کہا کہ میری ماں کا بیٹا۔ (سعیدی غفرلہ)

۹۵۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ وَيْلَكَ — لفظ "ویلك" کہنے کے متعلق احادیث

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مرد دوسرے کے متعلق کہے: "ویلك"۔ سیبویہ نے کہا: "ویلك" اس کے لیے کہا جاتا ہے جو کسی ہلاکت میں واقع ہو اور "ویحك" ترحم کا کلمہ ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں کا ایک معنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ویل کا معنی ہے حسرت، اور ویح کا معنی ہے رحم۔ اور امام ترمذی سے منقول ہے کہ ویل اور ویح، ان دونوں کا ایک معنی ہے۔ اور اکثر اہل لغت نے کہا ہے کہ لفظ ویل عذاب کا کلمہ ہے، اور لفظ ویح رحمت کا کلمہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے

رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ۔

حدیث بیان کی از قتادہ، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو اونٹنی کو ہنکا کر لے جا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا: یہ "بدنہ" (یعنی یہ قربانی کی اونٹنی) ہے، آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا: یہ "بدنہ" ہے، آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ، تم پر افسوس ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۸۹، ۱۷۰۶، ۲۷۵۵، ۶۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، سنن ترمذی: ۹۱۱، سنن نسائی: ۲۷۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۶۰، مسند احمد: ۹۹۴۲، موطا امام مالک: ۸۴۸، سنن دارمی: ۱۹۱۳)

صحیح البخاری: ۶۱۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ویلك" کہنا۔ اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بدنہ"، یہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو مکہ میں نحر کیا جائے یا ذبح کیا جائے۔ یعنی یہ ہدی ہے جس کو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ ارْكَبْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو اپنی اونٹنی کو ہنکا کر لے جا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بدنہ ہے (ہدی ہے یا قربانی کی اونٹنی ہے)، آپ نے دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا: تم پر افسوس ہے، اس پر سوار ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۱۵۸۹، ۱۷۰۶، ۲۷۵۵، ۶۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، سنن ترمذی: ۹۱۱، سنن نسائی: ۲۷۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۶۰، مسند احمد: ۹۹۴۲، موطا امام مالک: ۸۴۸، سنن دارمی: ۱۹۱۳)

صحیح البخاری: ۶۱۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وفی الثالثۃ" راوی کو شک ہے کہ آپ نے دوسری بار "ویلک" فرمایا تھا یا تیسری مرتبہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وَأَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَكَانَ مَعَهُ غُلَامٌ لَهُ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ يَحْدُو فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ح اور ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کا سیاہ فام غلام تھا جس کو انجشہ کہا جاتا تھا، وہ گانا گا کر اونٹ کو ہنکاتا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم پر افسوس ہے اے انجشہ! شیشوں کو آہستگی کے ساتھ لے کر چلو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

اس حدیث کی شرح عنقریب "باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء ومایکرہ منہ" میں گزر چکی ہے، اور وہاں اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ أَخِيكَ ثَلَاثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللهُ حَسِيبُهُ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدًا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از خالد از عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ کے سامنے دوسرے مرد کی تعریف کی، آپ نے تین بار فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، تم میں سے جو شخص ضرور کسی کی مدح کرنے والا ہو تو اگر وہ جانتا ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا گمان کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا حساب کرنے والا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو پاکباز نہیں بتلاتا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۲، ۶۰۶۱، ۶۱۶۲، صحیح مسلم: ۳۰۰۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۴، مسند احمد: ۱۹۹۴۹)

صحیح البخاری: ۶۱۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ وہب کی تصغیر ہے، اور یہ ابن خالد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن مہران الحذاء ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمن بن ابی بکرہ، جو اپنے والد حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث الثقفی سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قطعت عنق اخیک" گردن کا کاٹنا قتل کرنے سے مجاز ہے، پس یہ دونوں لفظ ہلاک کرنے میں مشترک ہیں، اگرچہ دینی ہلاکت ہے اور گردن کاٹنا دنیاوی ہلاکت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حسیبہ" یعنی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا حساب کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا ازکی" یعنی میں کسی کے متعلق وثوق سے اللہ کی شہادت نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح اور اس طرح ہے، کیونکہ میں اس شخص کے باطن کو نہیں جانتا۔ میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کے اعمال کا انجام اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالضَّحَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ يَا رَسُولَ اللهِ اعْدِلْ قَالَ وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ لَا إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمُرُوقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمن بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی، از الزہری از ابی سلمہ والضحاک، از ابی سعید الخدری، وہ بیان کرتے ہیں جس وقت ایک دن نبی ﷺ تقسیم فرما رہے تھے، تو ذوالخویصرہ یہ بنو تمیم کا ایک مرد تھا، نے کہا: یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، جب میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: نہیں! اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے کوئی ایک اپنی نماز کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے، تیر کے پھل میں دیکھا جائے گا تو اس میں بھی

مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِينَ قَاتَلَهُمْ فَالْتُمِسَ فِي الْقَتْلَى فَأُتِيَ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کوئی نشان نہیں ملے گا، پھر اس کی لکڑی پر دیکھا جائے گا تو اس پر بھی کوئی نشان نہیں ملے گا، پھر اس کے دندانوں میں دیکھا جائے گا تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا، پھر اس کے پر میں دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا، تیر لید اور خون کو پار کر کے نکل چکا ہوگا، یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں کا ایک مرد ایسا ہوگا کہ اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہوگا، یا فرمایا کہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جو ہل رہا ہوگا، حضرت ابو سعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہوں نے ان خارجیوں سے (نہروان میں) جنگ کی تھی، مقتولین کی تلاشی لی گئی تو ایک شخص ان ہی صفات کا لایا گیا جو صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی تھیں (کہ اس کا ایک ہاتھ پستان کی طرح ہوگا)۔

(صحیح بخاری: ۳۶۱۰، ۶۱۶۳، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲، مسند احمد: ۱۱۱۴۳)

صحیح البخاری: ۶۱۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن ابراہیم، یہ ابو سعید ہیں جو دحیم الیتیم الدمشقی کے نام سے معروف ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابن ولید کا ذکر ہے، وہ ابن مسلم ابو العباس الدمشقی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاوزاعی کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن بن عمرو ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو سلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور ضحاک کا ذکر ہے، یہ ابن شراحیل ہیں۔ اور ایک قول ہے شرحبیل المشرقی۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو سعید کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سونے کے ٹکڑے بھیجے تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرما رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذوالخویصرة" اس سے پہلے "کتاب الانبیاء باب ھود" میں اس کی صفت گزر چکی ہے کہ اس کے رخسار ابھرے ہوئے تھے اور اس کی گھنی ڈاڑھی تھی اور اس کا سر منڈا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال عمر ائذن لی فلا ضرب عنقه" حضرت ابوسعید نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ جس شخص نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا تھا وہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے قطعیت کے ساتھ نہیں کہا تھا کہ وہ خالد بن الولید ہیں، بلکہ بطورِ گمان کہا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں نے اس کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الرمية" یہ رمی کا مفعول ہے یعنی جس کو تیر مارا گیا ہو اور وہ شکار ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الی نصله" یہ تیر کا لوہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رصاف" یہ رصفة کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: وہ پٹھا جو تیر کے داخل ہونے والی جگہ کے اوپر لگایا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا یوجد فیه شیء" یعنی شکار میں تیر کے نفوذ کا کوئی اثر مثلاً خون وغیرہ نہیں پایا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نضیه" یہ تیر کی لکڑی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تیر کے پھل اور اس کے پر کے درمیان ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قذذة" یہ تیر کا پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سبق الفرث والدم" یعنی وہ تیر گوبر اور خون سے پار گزر جائے گا اور اس پر گوبر اور خون کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

القزاز نے کہا ہے: یہ تشبیہ ہے، یعنی ان کی عبادات کا انہیں کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس لیے کہ وہ دین سے اپنے فاسد اعتقادات کی وجہ سے نکل گئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دین سے مراد امام کی اطاعت ہے، اور یہ لوگ خوارج ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یخرجون علی حین فرقة" یعنی ان خوارج کا ظہور اس وقت ہوگا جب امتِ مسلمہ اختلاف کا شکار ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آیتهم" یعنی ان کی علامات۔

اور یہ شخص یا تو خوارج کا امیر ہوگا، یا ان میں سے کوئی ایک مرد ہوگا، ان لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا اور آپ نے ان سے نہروان میں قتال کیا تھا جو المدائن کے قریب ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے، اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۳۰۰۔ ۳۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از حمید بن عبدالرحمن از

يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكْتُ قَالَ وَيْحَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ قَالَ أَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ مَا أَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ 50 A فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ مَا أَجِدُ فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فَقَالَ خُذْهُ فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعَلَى غَيْرِ أَهْلِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا بَيْنَ طُنُبَيِ الْمَدِينَةِ أَحْوَجُ مِنِّي فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ قَالَ خُذْهُ تَابَعَهُ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَيْلَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کردو، اس نے کہا: میں غلام کو نہیں پاتا، آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اس نے کہا: میں اس کو نہیں پاتا، پھر آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ اور اس کو صدقہ کردو، اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ میں اپنے اہل کے غیر پر صدقہ کروں؟ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مدینہ کی دو جانبوں کے درمیان مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں، پس نبی ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے فرمایا: یہ ٹوکرا تم لے لو، پھر فرمایا: (یہ تم اپنے اہل کو کھلا دو)۔

اوزاعی کی یونس نے متابعت کی ہے از زہری۔

اور عبدالرحمٰن بن خالد نے از الزہری کہا: ''ویلک'' تم پر افسوس ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۸۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۱۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ویلک'' کہنا اور اس حدیث میں ''ویحک'' ہے اور جو اس کی تعلیق زہری سے منقول ہے اس میں ''ویلک'' کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ عبداللہ بن المبارک ہیں۔

50 B

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ویحك'' یعنی تم پر افسوس ہے تم نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرلیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''طنبی المدینه'' اس سے مراد ہے مدینہ کے اطراف۔ اصل میں''الطنب'' کا معنی ہے خیمہ کی رسی اور اس کی جمع الاطناب ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: مدینہ کو خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو دو رسوں سے بندھا ہوتا ہے۔ اور یہاں دو رسوں سے مراد مدینہ کی دونوں طرف کی سیاہ پتھریلی زمینیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۲۔ ۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۵ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب زہری نے حدیث بیان کی، از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! مجھے ہجرت کے متعلق خبر دیجئے، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو، اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم سمندروں کے پار عمل کرو، پس بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑے گا۔

(صحیح بخاری: ۱۴۵۲، ۲۶۳۳، ۳۹۲۳، ۶۱۶۵، صحیح مسلم: ۱۸۶۵، سنن نسائی: ۴۱۶۴، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۷، مسند احمد: ۱۲۳۷)

صحیح البخاری: ۶۱۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''ویلك'' کہنا۔ اس لیے یہاں اعتراض ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے''ویحك'' اور باب کا عنوان ہے''ویلك''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ''ویحك'' اور''ویلك'' دونوں کا معنی ایک ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید، وہ ابن مسلم الدمشقی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعمرو، وہ عبدالرحمٰن

الاوزاعی ہیں۔

یہ حدیث ''باب الھجرۃ'' میں گزر چکی ہے۔

ہجرت کی تفصیل اور تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخبرنی عن الھجرۃ''۔

ہجرت کا معنی ہے: وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانا، اور ہجرت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ارضِ خوف کو چھوڑ کر ارضِ امن کی طرف جانا (۲) ارضِ کفار کو چھوڑ کر ارضِ اسلام کی طرف جانا (۳) ارضِ معصیت کو چھوڑ کر ارضِ اطاعت کی طرف جانا۔

میں کہتا ہوں: ہمارے دور میں جو لوگ پاکستان یا بھارت سے انگلینڈ، امریکہ اور جرمنی کی طرف چلے جاتے ہیں، ان میں سے بعض کو اپنے وطن میں فتنہ اور فساد کا خوف ہوتا ہے، اس لیے وہ امن کی سرزمین میں چلے جاتے ہیں جیسے بھارت سے لوگ برطانیہ اور امریکہ چلے جاتے ہیں اور پاکستان سے جو لوگ ترکِ وطن کر کے برطانیہ وغیرہ چلے جاتے ہیں، تو وہ کسی خوف کی وجہ سے نہیں جاتے بلکہ اپنی معیشت اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے برطانیہ وغیرہ چلے جاتے ہیں، کیونکہ وہاں روزگار کے اچھے مواقع ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحک ان شان الھجرۃ شدید'' کہا گیا ہے کہ یہ حدیث فتحِ مکہ کے زمانہ سے پہلے پر محمول ہے، کیونکہ فتحِ مکہ سے پہلے جو مکہ کے علاوہ کسی اور شہر سے اسلام قبول کرتا تو آپ اس کو ہجرت اور اپنے اہل اور وطن چھوڑنے سے ڈراتے تھے۔ اور ان کی ہجرت یہ ہوتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فھل تودی صدقتھا'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا، اور دوسرے اعمالِ واجبہ کے متعلق سوال نہیں کیا، کیونکہ لوگوں کی مال پر حرص بہت زیادہ ہوتی ہے اور اعمالِ بدنیہ پر اتنی حرص نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاعمل من وراء البحار'' یعنی تم اپنی بستیوں اور اپنے شہروں کے پار عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے حق کو قائم کرنا بہت سخت ہے، پس تم نیک عمل کرتے رہو خواہ کہیں بھی ہو، کیونکہ جب تم اللہ کا فرض ادا کرو گے تو پھر یہ پرواہ نہ کرو کہ تم اپنے گھر میں مقیم ہو یا اپنے گھر سے دور مدینہ میں مقیم ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ سَمِعْتُ أَبِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ قَالَ شُعْبَةُ شَكَّ هُوَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واقد بن محمد بن زید، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ نے

بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ وَقَالَ النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ وَيْحَكُمْ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ۔

(صحیح بخاری: ۱۷۳۹، سنن ترمذی: ۲۱۹۳، مسند احمد: ۲۰۳۷)

فرمایا ''ویلکم'' (تم پر افسوس ہے) یا فرمایا ''ویحکم'' (تم پر افسوس ہے) شعبہ نے کہا: اس میں شک ہے، (آپ نے فرمایا:) تم میرے بعد کفار نہ ہوجانا، پھر تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے، اور نضر نے کہا از شعبہ ''ویحکم'' اور عمر بن محمد نے کہا از والد خود ''ویلکم یا ویحکم''۔

صحیح البخاری: ۶۱۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عبدالوہاب، یہ ابو محمد الحجبی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن الحارث، یہ الہجیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے واقد، یہ ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''شك هو'' یعنی شعبہ کے شیخ کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا ترجعوا بعدی کفارا'' یعنی لوگ مسلمانوں کی تکفیر نہ کریں، جیسے خوارج نے تکفیر کی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اور ان سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خوارج ہیں جو زنا اور کفر اور دوسرے گناہ کبیرہ کی وجہ سے تکفیر کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب ہر کوئی اپنے صاحب کو قتل کرنے کے لیے کافر قرار دے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَائِمَةٌ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ إِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ فَقُلْنَا وَنَحْنُ كَذَلِكَ قَالَ نَعَمْ فَفَرِحْنَا يَوْمَئِذٍ فَرَحًا شَدِيدًا فَمَرَّ غُلَامٌ لِلْمُغِيرَةِ وَكَانَ مِنْ أَقْرَانِي فَقَالَ إِنْ أُخِّرَ هَذَا فَلَنْ يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ وَاخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ دیہاتیوں میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟، اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے کوئی تیاری نہیں کی مگر یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: بے شک تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ پس ہم نے کہا: اور ہم بھی اسی طرح

ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پس اس دن ہم بہت زیادہ خوش ہوئے، پھر حضرت مغیرہ کا ایک لڑکا وہاں سے گزرا جو میرا ہم عمر تھا، پس آپ نے فرمایا: اس کے آخر میں یہ ہے: اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آ جائے گی۔
اور شعبہ نے اس کا اختصار کیا ہے قتادہ سے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۶۸۸، ۶۱۶۷، ۶۱۷۱، ۷۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۶۳۹، سنن ترمذی: ۳۳۸۵، مسند احمد: ۱۲۹۵۸)

صحیح البخاری: ۶۱۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان رجلا من اهل البادية'' ایک دیہاتی نے کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ علامہ کرمانی نے کہا: ''قيامةَ'' پر نصب ہے اور علامہ ابن حجر نے کہا کہ اس پر پیش ہے، علامہ عینی نے کہا کہ نصب اس وجہ سے ہے کہ یہ حال ہو، یعنی قیامت کب واقع ہوگی دراں حالیکہ وہ قائم ہو، اور رفع اس وجہ سے ہے کہ وہ خبر ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ويلك وما اعددت لها؟''۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میرے شیخ کے شیخ علامہ طیبی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کے ساتھ حکیم کے اسلوب کو اختیار کیا، کیونکہ اس نے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا، اور آپ نے یہ جواب دیا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ یعنی اہم چیز یہ جاننا نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، اہم چیز یہ ہے کہ تم نے قیامت کے لیے کیا نیک اعمال تیار کر کے رکھے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''انك مع من احببت'' یعنی تم بھی انہی کے ساتھ ملا دیے جاؤ گے جن سے تم محبت کرتے ہو، اور ان کے گروہ میں شامل کر دیے جاؤ گے۔ صحابہ یہ جواب سن کر اس لیے خوش ہوئے کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بھی اہل جنت میں سے ہوں گے۔
اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں درجہ تو مسلمانوں کے درجات سے بہت اعلیٰ ہوگا، پس وہ آپ کے ساتھ کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ساتھ ہونا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ان کا درجہ بھی ایک ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''للمغيرة'' اس سے مراد ہیں المغیرہ بن شعبہ الثقفی۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''وكان من اقرانی'' یعنی وہ میرے ہم عمر تھے۔
ابن بشکوال نے کہا: اس لڑکے کا نام محمد تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: قیامت کب ہوگی؟ اور انصار میں سے ایک لڑکا تھا جس کو محمد کہا جاتا تھا۔۔۔ الحدیث
اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سعد تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے قیامت کے

متعلق سوال کیا، پھر حدیث کا ذکر کیا، انہوں نے کہا: پھر دوس کے ایک لڑکے نے دیکھا جس کو سعد کہا جاتا تھا، اسی طرح الماوردی نے اس کی روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ کئی بار واقع ہوا، ایک بار محمد نامی لڑکا ساتھ تھا، اور دوسری بار سعد نامی لڑکا ساتھ تھا۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ان آخر ھذا'' یعنی اگر یہ لڑکا اپنے بچپن میں فوت نہیں ہوا اور زندہ رہا تو یہ بوڑھا نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث کی کیا توجیہ ہے، کیونکہ یہ مشکلات میں سے ہے۔ پھر انہوں نے خود جواب دیا کہ اس میں قیامت کے قریب ہونے کی مثال ہے، اور اس سے اس کی حقیقت کا ارادہ نہیں کیا۔ علامہ نووی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو کہ یہ لڑکا نہ مؤخر ہوگا، نہ معمر ہوگا اور نہ بوڑھا ہوگا اور بوڑھا ہونے سے پہلے فوت ہوجائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۵-۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس لڑکے کے بڑھاپے سے پہلے تم سب کی قیامت آجائے گی، ''الساعۃ'' سے مراد موت ہے، یعنی تم سب کی موت آجائے گی، یعنی جب تم سب کی موت آگئی تو تمہاری قیامت بھی آگئی، کیونکہ ایک روایت میں ہے جو مر گیا تو اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۸۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کی دو قسمیں ہیں: ایک قیامت صغریٰ ہے وہ انسان کی موت ہے اور ایک قیامت کبریٰ ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے واقع ہوگی۔ اس حدیث میں قیامت سے مراد قیامتِ کبریٰ نہیں ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم قیامت کبریٰ کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہو، تمہاری قیامت تو اسی وقت واقع ہوجائے گی جب تمہاری موت آجائے گی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۹۶۔ بَابُ: عَلَامَةِ حُبِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ — اللہ عزوجل کی محبت کی علامت کا بیان

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کی محبت کی علامت کا بیان ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس لفظ سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بندے سے محبت رکھتا ہے اس کی علامت۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ مُحب ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس کی علامت، اس صورت میں اللہ تعالیٰ محبوب ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ محب ہو تو اس کی محبت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ثواب عطا فرمانا۔ اور اگر مراد ہو بندہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ محبوب ہو، تو اس سے مراد ہے بندوں کا اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرنا جس میں ہوائے نفس اور ریاکاری کا شائبہ نہ ہو۔

اس باب میں جو تعلیق ہے اور آل عمران کی آیت کریمہ ذکر کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں، پس جب بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں گے اور آپ کی شریعت اور سنت کی اتباع کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے محبت کرے گا۔ اور حسن بصری اور ابن جریج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعض لوگوں نے یہ زعم کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، پس انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۸۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

(صحیح بخاری: ۶۱۶۹، صحیح مسلم: ۲۶۴۱، مسند احمد: ۱۰۷۳، ۱۹۱۳۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر از شعبہ از سلیمان از ابی وائل از حضرت عبداللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے گا۔

صحیح البخاری: ۶۱۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اللہ عزوجل کی محبت کی علامت'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ مرد اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے۔ یہ اس سے عام ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے یا کسی بندہ سے محبت رکھے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے۔ پس جس طرح اس باب کا عنوان عموم کی گنجائش رکھتا ہے، اسی طرح یہ حدیث بھی عموم کی گنجائش رکھتی ہے۔ پس حدیث اور عنوان میں مطابقت ہوگئی، اور عموم کے اوپر دلیل لفظ ''مَن'' ہے، کیونکہ یہ عموم کا تقاضا کرتا ہے اور مفعول کی ضمیر محذوف ہے، یعنی ''من احبه'' اور وہ لفظ ''مَن'' کی طرف رجوع کرتی ہے، تو اس سے بھی عموم حاصل ہوتا ہے، اس کو بغور سمجھو کیونکہ یہ دقیق جگہ ہے اور مجھے انوارِ ربانیہ سے حاصل ہوئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن خالد، یہ ابومحمد العسکری ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، ان کی وفات ۲۵۳ھ میں ہوئی تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، وہ غندر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور ابووائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مع من احب'' یعنی ''فی الجنة'' اس کا معنی ہے کہ مرد اسی کے ساتھ جنت میں ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے گا، یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حسنِ نیت کی وجہ سے جنتیوں میں داخل کردے گا بغیر اس کے کہ اس نے زیادہ اعمالِ

صالحہ کیسے ہوں۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کسی بندہ سے محبت رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع کر دے گا اگرچہ اس کے عمل میں تقصیر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ صالحین سے ان کی اطاعت کی وجہ سے محبت رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اتنی اطاعت کا ثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ اصل چیز نیت ہے اور عمل اس کے تابع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو جو چاہے عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ بہت فضل عظیم کا مالک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضی الله عنه جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تَابَعَهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس کہا: یارسول اللہ! آپ اس مرد کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم کے ساتھ محبت رکھے اور ان کے ساتھ ملا نہ ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

ان کی متابعت کی ہے جریر بن حازم نے اور سلیمان بن قرم نے اور ابوعوانہ نے از الاعمش از ابووائل از حضرت عبداللہ از نبی ﷺ

(صحیح بخاری: ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، ۶۱۷۰، صحیح مسلم: ۲۶۴۱، مسند احمد: ۴۱۰۷، ۱۹۱۳۱)

صحیح البخاری: ۶۱۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ عبدالحمید رازی ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد ایک قوم سے محبت رکھتا ہے اور وہ ان کے ساتھ ملا نہیں، یعنی عمل میں اور فضیلت میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از ابی موسیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک مرد کسی قوم سے محبت رکھتا ہے اور وہ ابھی

عُبَيْدٍ۔

تک ان سے ملا نہیں، آپ نے فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے۔

سفیان کی متابعت کی ابومعاویہ محمد بن حازم نے اور محمد بن عبید نے۔

(صحیح بخاری: ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، صحیح مسلم: ۲۶۴۱، مسند احمد: ۱۰۷۲۳، ۱۹۱۳۱)

صحیح البخاری: ۶۱۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ الثوری ہیں۔ اور ابوموسیٰ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن قیس الاشعری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولما يلحق بهم" یعنی ابھی تک وہ ان سے ملا نہیں، اس سے پہلی حدیث میں تھا "ولم يلحق بهم" یعنی وہ ان سے نہیں ملا، اور اس حدیث میں مذکور ہے "وہ ابھی تک ان سے نہیں ملا" یعنی ان سے ملنا متوقع ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے ساتھ ملنا متوقع ہے، اور وہ شخص ان سے ملنے کا ارادہ کر رہا ہے اور اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے خبر دی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سالم بن ابی الجعد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے سوال کیا: قیامت کب ہوگی یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس کے لیے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقے تو تیار نہیں کیے، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ رہو گے جس کے ساتھ تم محبت کرو گے۔

(صحیح بخاری: ۳۶۸۸، ۶۱۶۷، ۶۱۷۱، ۷۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۶۳۹، سنن ترمذی: ۲۳۸۵، مسند احمد: ۱۲۹۵۸)

صحیح البخاری: ۶۱۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے جو اپنے والد عثمان بن جبلہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبہ، وہ روایت کرتے ہیں از عمرو بن مرہ از سالم بن ابی الجعد سے، ان کا نام رافع ہے اور وہ کوفی ہیں۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

میں کہتا ہوں: ہم بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم قیامت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما اعددت لھا؟'' تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ یہ حکیم کا اسلوب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

وقتِ وقوعِ قیامت کو مخفی رکھنا

متعدد علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقتِ وقوعِ قیامت کا علم دیا تھا اور اس علم کو مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (الاعراف: ۱۸۷) وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتادیا کہ محرم کے مہینہ میں قیامت آئے گی، تاریخ بھی بتادی کہ دس تاریخ کو آئے گی، دن بھی بتادیا کہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی، اور خاص وقت بھی بتادیا کہ عصر اور مغرب کے درمیان آئے گی، لیکن سن نہیں بتایا کہ کس سن میں قیامت آئے گی۔ اس لیے جب بھی قیامت آئے گی تو وہ اچانک ہی آئے گی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ سوال کرتے کہ قیامت کب آئے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکمت سے پہلو بدلتے اور فرماتے: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ یعنی تمہارے لیے یہ جاننا اہم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، تمہارے لیے اہم یہ ہے کہ تم قیامت کی تیاری کرو اور نیک کام کرو اور برے کاموں کو ترک کرو، تاکہ روزِ جزا کو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے انعامات سے نوازے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔

۹۷- بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ اخْسَأْ ایک مرد کا دوسرے مرد سے یہ کہنے کا بیان کہ ''دفع ہو''

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ''اخسأ'' کہہ کر کتے کو جھڑکتے ہیں، ڈانٹتے ہیں اور اس کو بھگاتے ہیں۔ یہ اس کلمہ کی اصل ہے، اور عرب اس کلمہ کو ہر اس شخص کے متعلق استعمال کرتے ہیں جس نے کوئی نازیبا بات کہی یا کوئی نازیبا کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ

ناراض ہوتا ہو تو پھر اسے ''اخسأ'' (یعنی دفع ہو) کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِابْنِ صَائِدٍ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا فَمَا هُوَ قَالَ الدُّخُّ قَالَ اخْسَأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے دل میں ایک بات چھپائی ہے، بتاؤ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۱۳۵۴، ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۰، سنن ترمذی: ۲۲۴۹، مسند احمد: ۶۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۱۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کسی مرد کا دوسرے مرد سے ''اخسأ'' کہنا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صائد سے کہا ''اخسأ'' یعنی دفع ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلم بن زریر، یہ البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابورجاء، یہ عمران العطاردی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لابن صائد'' ایک روایت میں ہے ''ابن صیاد'' اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خبیئا'' یہ فعیل کے وزن پر ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو چھپایا گیا ہو، اور وہ چیز غائب اور مستور ہو۔ کہا جاتا ہے ''خبئت الشیء'' جب تم کسی چیز کو چھپالو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھو الدخ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل میں دخان چھپایا تھا جس کو وہ نہیں جان سکا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخسأ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چپ ہو در اں حالیکہ تم ذلیل اور مردود ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اشکال کا جواب کہ ابن صیاد نے ''الدخ'' کو بھی کیسے جان لیا

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ ہر چند کہ ابن صیاد دخان نہیں بتا سکا، لیکن اس نے کچھ حصہ تو بتا دیا اور ''الدخ'' کہا۔ تو آپ کے دل

میں چھپی ہوئی بات کا اتنا حصہ بھی اس نے کیسے بتا دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بتایا تھا کہ میں نے دل میں یہ آیت چھپائی ہے، تا کہ صحابہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھپائی ہوئی آیت کو نہیں جان سکا، اور وہ آیت یہ تھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ⑩ سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا○

(الدخان:۱۰)

تو جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو یہ بتا رہے تھے تو شیطان نے کچھ سن لیا اور وہ ابن صیاد کے دل میں پھونک دیا، اور وہ پورا دخان نہیں سمجھ سکا صرف دخ کہہ دیا۔

۶۱۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فِي أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَرَضَّهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَالَ آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا تَرَى قَالَ يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنِّي خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا قَالَ هُوَ الدُّخُّ قَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَأْذَنُ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنْ يَكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطْ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو بنی مغالہ کے مکانوں میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، اور ابن صیاد اس دن بلوغت کے قریب تھا، اس کو نبی کا پتا نہیں چلا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پشت کے اوپر اپنا ہاتھ مارا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ سو اس نے آپ کی طرف دیکھا، پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے کہا: کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا، پھر فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے تمام رسولوں پر۔ پھر آپ نے ابن صیاد سے پوچھا: تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے اوپر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیرے لیے ایک بات چھپائی ہے، اس نے کہا: وہ الدخ ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس

کی گردن اڑا دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) تو تم اس پر مسلط نہیں ہو، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۵۴، ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۰، سنن ترمذی: ۲۲۴۹، مسند احمد: ۶۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۱۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کسی مرد کا دوسرے سے یہ کہنا کہ دفع ہو، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: دفع ہو، تو ہرگز اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قبل ابن صیاد'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن صیاد کی طرف گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی اطم'' اُطُم کا معنی ہے قلعہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بنی مغالہ'' ۔ مدینہ کی سرزمین کی دو قسمیں ہیں۔ وہ قبیلہ انصار کی دو شاخوں کی ہیں: بنو معاویہ اور بنو مغالہ۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بنو مغالہ وہ ہیں کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کی طرف منہ کر کے جا رہے ہو تو جو تمہارے دائیں ہاتھ پر مکان ہیں وہ بنو مغالہ کے مکان ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''الحُلم'' یعنی بلوغت۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الامیین'' اس کا معنی ہے: عرب۔ ابن صیاد نے کہا تھا کہ آپ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرضه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دھتکار دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خلّط'' یعنی ابن صیاد پر اس کا معاملہ مشتبہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یکن ھو'' ''ھُوَ'' ضمیر دجال کی طرف لوٹ رہی ہے، ہر چند کہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے لیکن دجال مشہور ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر یہ ابن صیاد وہی ہے یعنی دجال تو تم اس کو قتل کرنے پر مامور نہیں ہو، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ائذن لی فیه اضرب عنقه'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے منع کیا کہ وہ ابن صیاد کو قتل کریں جب کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر چکا تھا، اور جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے، تو پھر آپ نے کیوں منع کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ابھی تک بالغ نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ یا یہ واقعہ ان دنوں کا ذکر ہے جب آپ کی یہود سے صلح تھی۔ یا آپ نے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کو ابھی اس کے اسلام لانے کی امید تھی۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں لکھا ہے: علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس کو علامہ ابن شاہین نے اپنی کتاب الصحابہ میں وارد کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عبداللہ بن صیاد تھا، اس کا باپ یہودی تھا۔ پس عبداللہ پیدا ہوا، وہ کانا تھا اور مجنون تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہی دجال تھا، پھر وہ مسلمان ہو گیا، وہ تابعی ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۰۔۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر دوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

علامہ اُبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا: آپ کا منشاء یہ تھا کہ اگر دجال یہی ہے تو یہ اخیر زمانہ تک رہے گا اور تم اس کے قتل پر قادر نہیں ہو گے، اس کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ایک تو یہ نابالغ ہے اور دوسرا یہ کہ یہودیوں سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابن صیاد کی اصلیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح نہیں تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از خود) غیب کو نہیں جانتے، ماسوا ان امور کے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے، اور شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں ابن صیاد کے امر کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت تھی، اور جس چیز پر ایمان واجب ہے وہ یہ ہے کہ دجال ضرور نکلے گا اور وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور وہ کذاب اور کانا ہو گا، جیسا کہ اتنی زیادہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے جن سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نیز ایک اور حدیث میں ہے: ابن صیاد لیٹا ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپ کر اس کی بڑبڑاہٹ کو سننا چاہا، اس کی ماں نے اس کو خبردار کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا امر واضح ہو جاتا۔

علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یعنی وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا، اس سے معلوم ہو جاتا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟ البتہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تین آدمیوں سے (مکلف کرنے کا) قلم اٹھالیا گیا ہے، ان میں سے ایک سونے والا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، اور اس پر اجماع ہے کہ سونے والے سے نیند میں جو اقوال صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مواخذہ کا معاملہ نہیں ہے کہ یہ اشکال ہو، یہاں تو اس کے احوال اور قرائن میں غور کر کے اس کی اصلیت کو معلوم کرنے کا منشاء تھا، کیونکہ کسی شخص کی بیداری میں جو افکار ہوتے ہیں، انہی کا ظہور بڑبڑاہٹ کی صورت میں نیند میں ہوتا ہے اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ انتظار تھا کہ نیند کی حالت میں اس سے ایسی چیز کا ظہور ہو گا جس سے اس کی بیداری کی کیفیت معلوم ہو جائے

گی۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کی اصلیت سے مطلع نہیں فرمایا تھا اور شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام علمی عظمتوں کے باوجود، خدا ہیں نہ عالم الغیب ہیں اور امور غیبیہ میں سے انہی کو جانتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔

دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے اہل سنت و جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے سبب سے بندوں کو امتحان میں مبتلاء کیا ہے اور اس کو چند اشیاء پر قدرت دی ہے تا کہ اچھوں کو بُروں سے ممتاز کر دے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے امر کو باطل کر دے گا، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا۔ خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ نے دجال کا انکار کیا ہے اور دوسرے معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے تابعین نے دجال کے وجود کا اعتراف کیا، البتہ انہوں نے یہ کہا کہ دجال کے ہاتھوں جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے، وہ اس کی شعبدہ بازی ہوگی، کیونکہ اگر یہ حقائق ہوں تو اس سے نبوت پر طعن ہوگا لیکن یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا کہ ان خوارق سے اس کا صادق ہونا لازم آئے، وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس دعویٰ کا وہ خود مکذب ہوگا، کیونکہ اس کی ذات میں نقص اور حدوث کی علامتوں کا ظہور ہوگا اور وہ اپنی ذات سے اس نقص کو دور کرنے سے عاجز ہوگا، کسی مومن کو اس کے دعویٰ کے کذب کے متعلق کوئی شک نہیں ہوگا، اس کی اتباع یا تو کوئی شخص اضطرار کی وجہ سے کرے گا، یا کفر کی وجہ سے یا تقیہ اور اس کے خوف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس سے بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوگا اور پہلی بار ہی اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے اور ان کی عقل کام نہیں کرے گی، وہ تیز آندھی کی طرح سرعت سے زمین پر چلے گا اور جس شخص کی نظر اور بصیرت کام نہیں کرے گی وہی اس کی تصدیق کرے گا۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابن صیاد کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا: کیا آپ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں، تم کو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے پانی پر تخت نظر آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتے ہو، تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا: میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، اس کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۵، سنن ترمذی: ۲۲۵۵، مسند احمد: ۲۰۴۴۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن صیاد نے ایک بات کہی جس سے مجھے شرم آ گئی، اس نے کہا: میں اور لوگوں کو معذور سمجھتا ہوں مگر اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تمہیں میرے متعلق کیا ہو گیا ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ

دجال یہودی ہوگا اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ کہ وہ لا ولد ہوگا اور میری اولاد ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے اس پر مکہ حرام کر دیا ہے اور میں حج کر چکا ہوں، ابن صائد مسلسل ایسی باتیں کرتا رہا جن سے میں ممکن ہے متاثر ہو جاتا، کہ اس نے کہا: بہ خدا میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں ہے اور میں اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں، اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم ہی دجال ہو، اس نے کہا: اگر مجھ پر وہ پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کے لیے گئے، اور ہمارے ساتھ ابن صائد تھا، ہم ایک پڑاؤ پر اترے، لوگ منتشر ہو گئے، میں اس کے ساتھ رہ گیا۔ اس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا تھا مجھے اس سے سخت وحشت ہوئی، وہ اپنا سامان لے کر آیا اور اس کو میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا، میں نے کہا: گرمی بہت سخت ہے اگر تم اپنا سامان اس درخت کے نیچے رکھ دیتے تو بہتر ہوتا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر کچھ بکریاں آئیں وہ دودھ کا ایک پیالہ لے آیا اور کہا: اے ابوسعید! پیو، میں نے کہا: گرمی بہت سخت ہے اور دودھ گرم ہے اور وجہ صرف یہ تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے دودھ لینا نہیں چاہتا تھا، وہ کہنے لگا: اے ابو سعید! لوگ میرے متعلق جو باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ رسی لے کر درخت پر لٹکاؤں اور اپنا گلا گھونٹ لوں، اے ابوسعید! جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم نہیں (ان کی بات الگ ہے) اے انصار کی جماعت! تم پر تو کچھ مخفی نہیں ہے! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے زیادہ جاننے والے نہیں ہو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا: وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بانجھ اور لا ولد ہوگا اور میں نے اپنی اولاد کو مدینہ میں چھوڑا ہوا ہے، اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور مکہ جا رہا ہوں! حضرت ابوسعید نے کہا: قریب تھا کہ میں اس کا عذر قبول کر لیتا کہ اس نے کہا: بہ خدا! میں دجال کو پہچانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا اور اب کہاں ہے، میں نے کہا: تیرے لئے سارے دن تباہی اور بربادی ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۷، سنن ترمذی: ۲۲۵۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: جنت کی مٹی کیسی ہے؟ اس نے کہا: اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)! باریک سفید مشک کی طرح، آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے بعض راستوں میں حضرت ابن عمر کی صیاد سے ملاقات ہوئی، حضرت ابن عمر نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہو گیا اور وہ اتنا پھول گیا کہ راستہ بھر گیا، حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے، ان کو یہ خبر مل چکی تھی، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے ابن صیاد سے کیا ارادہ کیا تھا، کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: دجال کسی پر غصہ آنے کی وجہ سے ہی نکلے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۳۲، مسند احمد: ۲۶۴۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں ابن صیاد سے دو بار ملا ہوں، ایک بار ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا: تم یہ کہتے ہو کہ وہ دجال ہے، انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں نے کہا: تم نے مجھے جھوٹا کر دیا، بہ خدا! تم میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم سب سے زیادہ مال دار اور صاحب اولاد نہ ہو جائے، سو آج کل وہ لوگوں کے زعم میں ایسا ہی ہے، پھر ابن صیاد نے ہم سے باتیں کیں، پھر میں اس سے جدا ہو گیا، پھر میں اس سے دوبارہ ملا، اس وقت اس کی آنکھ نکل چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا: تیری آنکھ کیا ہوئی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں، میں نے کہا: وہ آنکھ تمہارے سر میں تھی اور تم کو

51 A

اس کا پتا نہیں، اس نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو وہ آنکھ تیری لاٹھی میں پیدا کرے گا، پھر وہ گدھے کی آواز کی طرح چیخا، اس سے زیادہ (سخت) آواز میں نے نہیں سنی تھی، میرے بعض ساتھیوں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اس کو اپنی لاٹھی ماری تو وہ لاٹھی ٹوٹ گئی، اور بہ خدا! مجھے اس کا پتا نہیں چلا، پھر حضرت ابن عمر، حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: تم کو اس سے کیا کام تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ سب سے پہلے جو چیز دجال کو لوگوں کے پاس بھیجے گی وہ اس کا غصہ ہوگا جو اس کو کسی پر غصہ آئے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۳۲)

۶۱۷۴ـ قَالَ سَالِمٌ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ أَيْ صَافِ وَهُوَ اسْمُهُ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ۔

سالم نے کہا: پس میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابی بن کعب انصاری قصد کرتے تھے ان کھجور کے درختوں کا جن میں ابن صیاد تھا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو کھجور کے تنوں میں چھپانے لگے، اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ آپ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں، اور ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا تھا، اس میں اس کے گنگنانے کی آواز آ رہی تھی، تو ابن صیاد کی ماں نے نبی ﷺ کو دیکھ لیا کہ آپ کھجوروں کے تنوں میں چھپ رہے ہیں، تو اس نے ابن صیاد سے کہا: اے صاف! اور یہ اس کا نام تھا، یہ محمد (ﷺ) ہیں، پھر ابن صیاد رک گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کی ماں چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ ظاہر ہو جاتا۔

(صحیح بخاری: ۱۳۵۵، ۲۶۳۸، ۳۰۳۳، ۳۰۵۶، ۶۱۷۴، صحیح مسلم: ۲۹۳۱، مسند احمد: ۶۳۲۷)

صحیح البخاری: ۶۱۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "يَؤُمَّان" اس کا معنی ہے: وہ دونوں قصد کرتے تھے، یعنی رسول اللہ ﷺ اور ابی بن کعب انصاری دونوں ان درختوں کا قصد کرتے تھے جن میں ابن صیاد تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یختل" یعنی آپ یہ طلب کرتے تھے کہ ابن صیاد غافل ہو تو آپ اس کی کوئی بات سن لیں تاکہ صحابہ کو اس کا حال دکھائیں کہ وہ کاہن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی قطیفۃ" اس سے مراد ہے مخملی چادر۔

51 B

اس حدیث میں مذکور ہے ''زمزمة'' یعنی آہستہ آواز جیسے گنگناہٹ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای صاف'' یعنی ''یا صاف'' ۔ یعنی اس کا نام صاف تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لوترکته'' یعنی اگر ابن صیاد کی ماں اس کو متنبہ نہ کرتی اور یہ نہ بتاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہوئے ہیں اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا نہ چلتا تو تم لوگ اس کا کلام سن کر جان لیتے کہ اس کی کیا حقیقت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٧٥ - قَالَ سَالِمٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ خَسَأْتُ الْكَلْبَ بَعَّدْتُهُ خَاسِئِينَ مُبْعَدِينَ۔

٦١٧٥ - سالم نے کہا: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے اللہ عزوجل کی ایسی حمد وثنا کی جس کا وہ اہل ہے، پھر آپ نے دجال کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا: میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں، اور ہر نبی نے دجال سے اپنی امت کو ڈرایا ہے، بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو ڈرایا، لیکن میں تم سے ایسی بات کہوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہی، تم جانتے ہو کہ وہ کانا ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

ابو عبد اللہ نے کہا کہ میں نے کتے کو دھتکارا، یعنی اس کو دور بھگا دیا، اور ''خاسئین'' کا معنی ہے: دور کیے ہوئے، دھتکارے ہوئے۔

(صحیح بخاری: ۳۰۵۷، ۳۳۳۷، ۳۴۳۹، ۴۴۰۲، ۶۱۷۵، ۷۱۲۳، ۷۱۲۷، ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، سنن ابو داؤد: ۴۷۵۷، مسند احمد: ۶۳۲۹)

صحیح البخاری: ۶۱۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''لقد انذرہ نوح قومہ'' پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تعمیم کی تھی کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے، پھر اس کے بعد تخصیص کی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے، اور نوح علیہ السلام کی تخصیص اس لیے کی کہ نوح علیہ السلام دوسرے ابو البشر ہیں، اور ان کی اولاد بھی قیامت تک باقی رہے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیس باعور'' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دجال کا اللہ نہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، پھر اس کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان لوگوں سے فرمایا جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ابوعبداللہ نے کہا: اس سے مراد خود امام بخاری ہیں۔

اس حدیث میں قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر ہے ''كُونُوا قِرَدَةً خٰسِئِينَ'' (البقرہ:٦٥) یعنی تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ اس آیت سے یہ بتلایا ہے کہ ''خسئی'' کا معنی ہے دھتکارنا۔ اور قرآن مجید میں ہے:

يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (الملک:٤) تیری نظر تھک کر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٣١١، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٩٨۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ مَرْحَبًا

کسی مرد کا مرحبا کہنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي۔ (صحیح بخاری: ٣٦٢٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: مرحبا میری بیٹی۔

وَقَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ۔ (صحیح بخاری: ٣٥٧)

اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ام ہانی کو مرحبا ہو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ ایک مرد دوسرے سے کہے ''مرحبا''۔ الاصمعی نے کہا ہے کہ مرحبا کا معنی ہے: تم وسعت اور کشادگی سے ملے ہو، اور الفراء نے کہا: اس کا معنی ہے: تم وسعت اور فراخی سے ملے ہو نہ کہ تنگی سے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٣١٢، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦١٧٦۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ الَّذِينَ جَاءُوا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مُضَرُ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَائَنَا فَقَالَ أَرْبَعٌ وَأَرْبَعٌ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَلَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اس وفد کو مرحبا ہو جو آیا ہے، نہ یہ شرمندہ ہوں گے اور نہ یہ نادم ہوں گے، ان لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم ربیعہ کے قبیلہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر ہے، اور ہم آپ کی طرف صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں، سو آپ ہمیں کسی فیصلہ کن حکم کی خبر دیجئے جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل

وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ہوں اور جو ہمارے پیچھے لوگ ہیں ہم ان کو بھی اس عمل کی دعوت دیں، آپ نے فرمایا: چار اور چار، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو، اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال) کو دو، اور کھو کھلے کدو میں نہ پیئو، اور نہ سبز مرتبانوں میں اور نہ کھوکھلی لکڑی میں اور نہ تارکول ملے ہوئے برتنوں میں۔

(صحیح بخاری: ۵۳، ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷، سنن ترمذی: ۲۶۱۱، سنن نسائی: ۵۶۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۹۲، مسند احمد: ۳۳۹۶)

صحیح البخاری: ۶۱۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالتیاح، ان کا نام یزید بن حمید ضبعی البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالتیاح، یہ نصر بن عمران الضبعی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''عبدالقیس'' یہ ربیعہ کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ القطیف کے اردگرد ٹھہرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غیر خزایا'' یہ الخزیان کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: جو ذلیل اور شرمندہ ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الندامی'' یہ ندمان کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے نادم۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مُضَر'' میم پر پیش ہے اور ضاد پر زبر ہے، یہ ایک قبیلہ ہے جس میں کفار تھے اور ان سے عموماً لڑائی رہتی تھی، اس لیے انہوں نے کہا: ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کے پاس آسکتے ہیں، کیونکہ ان مہینوں میں کفار کے ساتھ جنگ نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الشهر الحرام'' یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ کیونکہ عرب ان مہینوں میں لڑائی نہیں کرتے تھے۔ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں حج کے لیے جاتے تھے اور محرم میں حج سے واپس آتے تھے، اور رجب میں عمرہ کرتے تھے، اس لیے ان مہینوں میں عرب آپس میں لڑائی نہیں کرتے تھے تاکہ حج اور عمرہ امن کے ساتھ ادا ہو سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فمرنا بامر فصل'' یعنی ہمیں ایسا امر لکھوا دیں جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اربع واربع'' یعنی میں تمہیں چار کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار کاموں سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وصوموا رمضان'' ایک روایت میں ہے کہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور اس حدیث میں فرمایا کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرو، کیونکہ ان لوگوں کے پاس مالِ غنیمت آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ذکر نہیں کیا، یا

تو اس لیے کہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا، یا اس لیے کہ آپ کو علم تھا کہ ان لوگوں میں حج کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الحنتم" یہ سبز رنگ کے مرتبان ہیں۔ ابن حبیب نے کہا: یہ گھڑے ہیں اور یہ ہر وہ برتن ہے جو سفید یا سبز ٹھیکروں سے بنا ہوا ہو۔ اور بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ "الحنتم" وہ ہے جس پر روغن ملا ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والنقیر" اس کا معنی ہے: کھوکھلی لکڑی، اس کے جوف میں نبیذ بنایا جاتا ہے، یہ فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے یعنی المنقور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المزفت" یعنی جن برتنوں پر تارکول ملا ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۲۔ ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۹۔ بَابُ: مَا يُدْعَى النَّاسُ بِآبَائِهِمْ — لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْغَادِرَ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا قیامت کے دن بلند کیا جائے گا، کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۸۸، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۴۶۳۴، ۵۱۷۰)

صحیح البخاری: ۶۱۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "قیامت کے دن آباء کے نام سے پکارا جائے گا" اور اس حدیث میں ہے کہ عہد شکن کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن عبد اللہ العمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الغادر" غادر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا نہ کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لواء" اس کا معنی ہے: جھنڈا، اور زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص عہد شکنی کرتا تو اس کے لیے حج کے ایام میں ایک جھنڈے کو بلند کیا جاتا تا کہ لوگ جان لیں کہ یہ عہد شکنی کرنے والا ہے اور اس سے اجتناب کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هذه غدرة فلان بن فلان" یعنی اس شخص کا نام لیا جائے گا اور اس کے باپ کا نام لیا جائے گا اور یہ بتایا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کے بیٹے کی عہد شکنی ہے۔

اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی روایت کیوں نہیں کی جس میں صراحتاً آباء کی طرف نسبت کرنے کا حکم دیا ہے

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، تو اپنے نام اچھے رکھا کرو۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ پھر امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں ترک کر دیا، حالانکہ یہ مقصود پر زیادہ صراحت سے دلالت کرتی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کی سند میں انقطاع ہے۔ عبداللہ بن ابی زکریا اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوالدرداء کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ عبداللہ بن ابی زکریا نے حضرت ابوالدرداء کو نہیں پایا، تو امام بخاری نے اس حدیث کو ترک کر دیا کیونکہ یہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا، تا کہ ان کے آباء پر پردہ رہے۔ اور اس حدیث میں باطنی امر پر حکم لگانے کا بیان ہے۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۱۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو صرف ان کی ماؤں کے نام کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا تا کہ ان کے آباء پر پردہ رہے۔

جس حدیث میں ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارنے کا بیان ہے اس کے ضعف کی تصریح

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بہت ضعیف ہے، اور امام ابن عدی نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بھی اسی کی مثل ضعیف ہے۔ اور امام ابن عدی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔

کسی چیز پر اس کے ظاہر کے اعتبار سے حکم لگانا

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: آباء کے ساتھ پکارنا کسی شخص کی پہچان کرانے میں زیادہ قوی ہے اور اس کی تمیز میں زیادہ بلیغ ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے اوپر اس کے ظاہر کے اعتبار سے حکم لگانا چاہیے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آباء کو ان پر محمول کیا جائے جن کی طرف دنیا میں نسبت کی جاتی تھی، نہ ان پر جو اس کے حقیقت میں آباء ہوں، اور یہی قول معتمد ہے۔

اور ابن ابی جمرہ نے کہا: عہد شکنی اپنے عموم پر ہے، بڑی چیز میں ہو یا چھوٹی چیز میں ہو۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ گناہوں میں سے ہر وہ گناہ جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہے اس کی کوئی علامت ہوگی جس علامت سے وہ گناہ کرنے والا اس گناہ کو پہچان لے گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ (الرحمٰن: ۴۱)

(اس دن) مجرمین اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا O

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ہر عہد شکنی کا ایک جھنڈا ہوگا، اور اس بناء پر ایک شخص کے متعدد جھنڈے ہوں گے، جتنی اس نے عہد شکنیاں کی ہوں گی اتنے ہی جھنڈے ہوں گا۔ ابن جمرہ نے کہا کہ جھنڈا نصب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ غالباً سزا گناہ کی ضد سے دی جاتی ہے۔ پس جب کہ عہد شکنی کرنا پوشیدہ امور میں سے ہے تو اس کے مناسب یہ تھا کہ اس کی سزا مشہور ہو اور جھنڈے کو نصب کرنا عربوں کے نزدیک سب سے زیادہ مشہور چیز ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۱۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، پس کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۴۶۳۴، ۵۱۷۰)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔

۱۰۰۔ بَابٌ: لَا يَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِي — کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے، کیونکہ خبث کے لفظ کا مومن پر اطلاق کرنا حرام ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: خبیث کا اطلاق اعتقادِ باطل پر ہوتا ہے اور کلام میں جھوٹ پر ہوتا ہے اور افعال میں قبیح چیز پر ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں ممانعت بطورِ وجوب کے نہیں ہے، یہ ممانعت بطورِ ادب کے ہے۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے، وہ صبح کو اٹھتا ہے تو اس کا نفس خبیث ہوتا ہے اور سست ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي۔

(صحیح مسلم: ۲۲۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۷۹، مسند احمد: ۲۳۷۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے، لیکن یہ کہے کہ میرا دل پریشان ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں جو روایت کرتے ہیں از ہشام بن عروہ از والد خود عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولکن لیقل لقست نفسی" لقست کا معنی بھی خبثت ہے، لیکن خبیث کے لفظ کا اطلاق مکروہ ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: "لقست و خبثت" دونوں کا معنی ایک ہے، لیکن لفظِ خبثت قبیح ہے، اس لیے ایسے لفظ کو اختیار کریں جس کا معنی ہو کہ وہ خوشی سے محروم ہے، اور آپ کی سنت یہ تھی کہ آپ اسمِ قبیح کو اسمِ حسن کے ساتھ تبدیل فرما دیتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۱۷۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جہاں تک ممکن ہو انسان اپنے آپ کو اچھائی کی طرف منسوب کرے اور برائی سے اپنے آپ کو دور کرے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ" (ابراہیم: ۲۶)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کا ارادہ صرف مذمت کے معنی میں ہے، پس یہ اس کے منافی نہیں ہے جس پر اس باب کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لیے مکروہ ہے کہ اپنے آپ کو قبیح کی صفت کے ساتھ متصف کرے۔ قاضی عیاض نے کہا

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی صفت سے خبر دی ہے جو مذموم الحال ہو، پس اس کے اوپر اس لفظ کا اطلاق ممتنع نہیں ہے۔ اور ابن ابی جمرہ نے کہا: خبیث کے لفظ کے اطلاق کی ممانعت بطور استحباب ہے اور ''لقست'' کہنے کا جو حکم دیا ہے، وہ بھی بطور استحباب ہے۔ اگر اس کی جگہ اس لفظ کو بولا جائے جس سے یہی معنی ادا ہو تب بھی جائز ہے۔ اور ابن ابی جمرہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو الفاظِ قبیحہ ہوں اور اسماءِ قبیحہ ہوں، ان سے اجتناب کرنا مستحب ہے۔ اور ان الفاظ کی طرف عدول کرنا چاہیے جن میں قبح نہ ہو۔ اور الخبث اور اللقس اگرچہ ان دونوں لفظوں کا معنی قبیح ہے، لیکن لفظ خبث میں کچھ اور قبیح معنی بھی ہے بخلاف لقس کے، کیونکہ لقس کا معنی ہے معدہ کا پر ہونا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو نیک فال کی طلب کرنی چاہیے۔ اور اپنی طرف خیر کو منسوب کرے اور جہاں تک ممکن ہو اپنے نفس سے شر کو دفع کرے۔ اور اسی کے ساتھ یہ لاحق ہے کہ جب کسی کمزور آدمی سے پوچھا جائے تمہارا کیا حال ہے تو وہ یہ نہ کہے کہ میں اچھا نہیں ہوں، بلکہ یہ کہے کہ میں ضعیف ہوں اور اپنے نفس کو طیبین سے نہ نکالے اور اپنے آپ کو خبیثین میں داخل نہ کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۱۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي تَابَعَهُ عُقَيْلٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری از حضرت ابو امامہ بن سہل از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ کہے کہ میرا دل پریشان ہے۔
اس حدیث میں یونس کی عقیل نے متابعت کی۔

(صحیح بخاری: ۶۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۲۵۰، سنن ابو داؤد: ۴۹۷۹، مسند احمد: ۲۳۷۲۳)

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ابھی گزر چکی ہے۔

۱۰۱۔ بَابٌ: لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ

دہر (زمانہ) کو برا نہ کہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں ایسی احادیث لائی گئیں ہیں کہ دہر کو برا کہنا ممنوع ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دہر کو برا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللهُ يَسُبُّ بَنُو آدَمَ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

ہے: بنو آدم دہر کو برا کہتے ہیں اور میں ہی دہر ہوں، میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہیں۔

(صحیح بخاری: ۴۸۲۶، ۶۱۸۱، ۷۴۹۱، صحیح مسلم: ۲۲۴۶، سنن ابوداؤد: ۵۲۷۴، مسند احمد: ۷۲۰۴، موطا امام مالک: ۱۸۴۶)

صحیح البخاری: ۶۱۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بنو آدم دہر کو برا کہتے ہیں"۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ مصائب اور آفات کو دہر کی طرف منسوب کرتے تھے اور دہر کا معنی ہے: رات اور دن کی گردش۔

دہر کو برا کہنے والوں کے دو فرقے

دہر کو برا کہنے والوں کے دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ وہ ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا اور دہر یعنی رات اور دن کے سوا کسی کو نہیں جانتا اور رات اور دن ہی وہ ہیں جو حوادث کا محل ہیں اور آفات اور مصائب کا ظرف ہیں۔ تو وہ ناپسندیدہ اور مکروہ چیزوں کو رات اور دن کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ رات اور دن کا فعل ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ رات اور دن کے علاوہ مصائب کا کوئی اور مدبر ہے اور اسی فرقہ کو دہریہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایت فرمائی ہے:

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیہ: ۲۴) اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے۔

اور دوسرا فرقہ وہ ہے جو خالق کو پہچانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ کرتا ہے کہ اس کی طرف ناپسندیدہ چیزوں کی نسبت کی جائے، پس وہ ان چیزوں کی نسبت دہر اور زمانہ کی طرف کرتا ہے۔ اور ان دونوں طریقوں سے لوگ دہر کو برا کہتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں، پس کوئی کہنے والا کہتا ہے: ہائے دہر کی ناکامی، ہائے دہر کی خرابی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم میں سے ہرگز کوئی شخص دہر کو برا نہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے، آپ کی مراد یہ تھی کہ تم اس بناء پر دہر کو برا نہ کہو کہ دہر ہی فاعل ہے اور تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کا کرنے والا دہر ہے۔ پس اللہ ہی فاعل ہے، پس جب تم نے ان مصائب کی وجہ سے دہر کو برا کہا تو یہ برائی اللہ عزوجل کی طرف راجع ہوگی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "انا الدھر" یعنی میں دہر کا مالک ہوں اور اس میں تصرف کرنے والا ہوں۔ اور دوسروں نے یہ کہا کہ "انا الدھر" کا معنی ہے: میں دہر کا یعنی زمانہ کا مدبر ہوں، یا میں دہر کا صاحب یعنی مالک ہوں، یا میں دہر کو پلٹنے والا ہوں، یا دہر کو گردش میں لانے والا ہوں، اس لیے اس کے بعد فرمایا "میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہیں"۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ ظاہر سے کیوں عدول فرمایا؟ پھر کہا: دلائل عقلیہ عدول کرنے کی موجب ہیں، اور اس کا یہ بھی معنی بیان کیا گیا ہے کہ میں باقی ہوں یا ثابت ہوں دہر میں۔ اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت اس طرح کی ہے کہ دہر کو برا نہ کہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں دہر ہوں، دنوں کو اور راتوں کو میں وجود میں لاتا ہوں، اور میں بلاؤں کو لاتا ہوں، اور میں ایک بادشاہ کے بعد

دوسرے بادشاہ کو لاتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۵-۳۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۱۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دہر کے معنی کی تحقیق

قاضی عیاض نے کہا ہے: جن لوگوں کی تحقیق نہیں ہے ان کا یہ زعم ہے کہ دہر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ دہر کا معنی ہے: دنیا کے زمانہ کی مدت یا دہر کا معنی ہے مدتِ طویلہ۔ اور بعض لوگوں نے اس کی تعریف کی ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے مفعولات کی انتہا ہے، یا موت سے پہلے اس کا فعل ہے۔ اور دہریہ میں سے جاہلوں اور معطلین نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے، ان کے نزدیک دہر کا معنی ہے: فلک کی حرکات اور عالم کی انتہا۔ اور ان کے نزدیک دہر کے سوا اور کوئی صانع نہیں ہے۔ اور ان کے رد کے لیے کافی ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ میں دہر ہوں اور میں رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہوں، پس کیسے کوئی اپنے نفس کو پلٹے گا، اللہ تعالیٰ ان کے قول سے بہت بلند ہے۔

اور شیخ ابو محمد بن ابو جمرہ نے کہا ہے: یہ مخفی نہ رہے کہ صنعت کو برا کہنا اس کے صانع کو برا کہنا ہے، پس جس نے رات اور دن کو برا کہا تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو برا کہا۔

پس بندوں کے احکام بندوں کے کسب کی وجہ سے ہوتے ہیں، اسی لیے ان کے اوپر احکام مرتب ہوتے ہیں اور وہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی وجہ سے ہیں اور بعض افعال وہ ہیں جو بغیر واسطہ کے صادر ہوتے ہیں اور وہ منسوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف، اور رات اور دن کا کوئی فعل نہیں ہوتا اور نہ کوئی تاثیر ہوتی ہے نہ لغۃً، نہ عقلاً اور نہ شرعاً۔ اور اس حدیث میں یہی معنی بیان کیا ہے کہ مصائب اور آفات کے نازل ہونے میں رات اور دن کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۱۸۲ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُولُوا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابو سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم عِنَب (انگور) کا نام کَرم نہ رکھو۔ اور نہ یہ کہو کہ ہائے دہر (زمانہ) کی ناکامی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۱۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۴۷، مسند احمد: ۷۶۶۹، ۹۸۰۷)

صحیح البخاری: ۶۱۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث سابق کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش، یہ ابن الولید البصری الرقام ہیں جو عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ از معمر از راشد از محمد بن مسلم الزہری از سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف از ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ خطابی نے کہا: عِنَب کو کرم کہنے سے منع فرمایا تاکہ خمر کی تحریم کی تاکید ہو اور اس کی ممانعت کا دوام ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تقولوا خیبة الدھر"۔ علامہ داؤدی نے کہا: یہ دہر کے لیے ناکامی اور نامرادی کی بددعا ہے، اور یہ ایسا ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں زمین پر قحط آجائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ

نبی ﷺ کا ارشاد: کرم صرف مومن کا دل ہے

وَقَدْ قَالَ: إِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِي يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَقَوْلِهِ: إِنَّمَا الصُّرَعَةُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ، كَقَوْلِهِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللهُ، فَوَصَفَهُ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوكَ أَيْضًا فَقَالَ: ﴿إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا﴾ (النمل: ۳۴)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: مفلس صرف وہ ہے جو قیامت کے دن مفلس ہوگا، جیسے آپ کا یہ ارشاد ہے: پہلوان صرف وہ ہے جو اپنے نفس پر غضب کے وقت قابو رکھے، جیسے آپ کا یہ ارشاد ہے: "اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں"۔ پس آپ نے بادشاہت کی انتہاء کا بیان کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کا بھی ذکر کیا، پس فرمایا: "بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں"۔ (النمل: ۳۴)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر کیا گیا ہے کہ کرم صرف مومن کا دل ہے، یہ ایک اور حدیث کا قطعہ ہے جس کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کرم نہ کہے، کیونکہ کرم صرف مومن کا دل ہے۔ اور دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: تم انگور کو کرم نہ کہو، کیونکہ کرم تو مسلمان مرد ہے۔ اور علقمہ بن وائل نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم کرم نہ کہو لیکن تم کہو: انگور اور انگور کی بیل اور شاخیں۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ کرم صرف مومن کا دل ہے، یعنی چونکہ اس میں ایمان اور تقویٰ کا نور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ (الحجرات: ۱۳)

بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اور اس سے پہلے باب میں حدیث تھی کہ تم انگور کو کرم نہ کہو، اور یہاں ارشاد فرمایا کہ کرم صرف مومن کا دل ہے۔

علماء نے بیان کیا کہ انگور کو کرم کہنے کی کراہت کا سبب یہ ہے کہ لفظِ کرم کا عرب کے لوگ انگور کے درخت پر بھی اطلاق کرتے ہیں اور اس خمر پر بھی اطلاق کرتے ہیں کہ جو انگوروں سے بنائی جاتی ہے، اس کا نام بھی انہوں نے کرم رکھا کیونکہ وہ انگوروں سے بنائی جاتی ہے۔ اور اس لیے کہ کرم کا لفظ سخا پر محمول کیا جاتا ہے، پس شارع علیہ السلام نے کرم کے لفظ کا اطلاق انگوروں پر اور درخت پر مکروہ قرار دیا ہے، اس لیے کہ جب وہ لوگ اس لفظ کو سنیں گے تو بسا اوقات وہ اس سے خمر کو یاد کریں گے اور ان کے دلوں میں خمر کے لیے ہیجان ہوگا، پس وہ شراب نوشی میں واقع ہو جائیں گے یا اس کے قریب ہو جائیں گے۔ اور علماء نے کہا کہ یہ اسم مومن کے قلب کا مستحق ہے، کیونکہ مومن کرم اور تقویٰ اور نور اور ہدایت کا منبع ہے۔ اور لغت میں مشہور ہے کہ کرْم (راء پر جزم) میں جب راء پر جزم ہو تو اس کا معنی انگور ہے۔

الازہری نے کہا ہے کہ انگوروں کو کرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ انگور بھی سخاوت کرتے ہیں اور انگور بہت کثیر ہوتے ہیں اور جو چیز بہت کثیر ہو وہ کرم ہے۔

اور ابن الانباری نے کہا کہ انگوروں کو کرم اس لیے کہا گیا کہ خمر اس سے بنتی ہے اور خمر سخاوت پر برانگیختہ کرتی ہے اور مکارمِ اخلاق کا حکم دیتی ہے۔ (میں کہتا ہوں: ابن الانباری کا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے، خمر پینے کے بعد نشہ آتا ہے اور وہ آدمی کو برے کاموں پر برانگیختہ کرتا ہے نہ کہ مکارمِ اخلاق پر۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور آپ نے فرمایا: انگوروں کو کرم نہ کہو، آپ نے اس کو مکروہ فرمایا کہ خمر کی اصل کا نام وہ رکھا جائے جو کرم سے ماخوذ ہے۔ اور جو مومن خمر کے پینے سے بچتا ہے، اس کو کرم فرمایا۔ آپ نے یہ سمجھا یا کہ خمر کو ترک کرنے میں کرم کا نام زیادہ حق دار ہے۔ اور خمر کو اس مرتبہ سے موخر کر دیا اس کی تحقیر کے لیے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جس کلام میں حصر کے حروف ہوتے ہیں یا حصر کے کلمات ہوتے ہیں، اس کلام میں حصر ادّعائی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس ارشاد میں حصر ہے کہ کرم صرف مومن کا دل ہے۔ پس کرمِ حقیقی دل ہے نہ کہ درخت۔ اور یہ بطورِ ادعاء ہے نہ کہ بطورِ حقیقت۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کرم کا اس کے غیر پر بھی اطلاق ہوتا ہے یعنی مومن کے غیر کے دل پر۔ اور اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: مفلس صرف وہ ہے جو قیامت کے دن مفلس ہوگا۔ یہ ترمذی کی ایک حدیث کا قطعہ ہے۔ وہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: مفلس ہم میں وہ ہے یا رسول اللہ! جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں، روزے اور زکوٰۃ کو لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی پر ضرب لگائی ہوگی۔ پس وہ بیٹھ جائے گا اور ان مظالم کے بدلہ میں اپنی نیکیاں دے گا اور یہ اس کی نیکیاں ہیں۔ پس جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اس سے پہلے کہ اس کے مظالم کا تدارک ہو جائے، تو پھر مظلوم کے گناہوں کو اس کے

او پر لاد دیا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح اس تعلیق میں یہ حدیث ہے کہ پہلوان صرف وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے غصہ پر قابو رکھے۔ اور یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس باب سے پچیس ابواب پہلے گزر چکی ہے۔

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہے، آپ نے ارادہ فرمایا کہ اس میں حصر ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیثوں میں حصر ہے، کیونکہ نفی اور اثبات بھی حصر کے کلمات میں سے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسروں پر بھی بادشاہ کا اطلاق کیا ہے، اور نفس الامر اور حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور باقی مجازاً بادشاہ ہیں، پھر النمل: ۳۴ کو پیش کیا جس میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی بادشاہ کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ اس میں ملوک کا لفظ فرمایا، یہ ملک کی جمع ہے اور قرآن مجید میں اس طرح کی بہت مثالیں ہیں جیسا کہ سورہ یوسف (آیت: ۵۰) میں ہے "قَالَ الْمَلِكُ" اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اللہ کے علاوہ جس پر بھی ملک کا اطلاق آیا ہے وہ مجازاً آیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۶۔ ۳۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَيَقُولُونَ الْكَرْمُ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۴۷، مسند احمد: ۹۸۰۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ الکرم کہتے ہیں، کرم صرف مومن کا دل ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي

مرد کا یہ کہنا کہ آپ پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہو

فِيهِ الزُّبَيْرُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس باب میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں مرد کے اس قول کا ذکر کیا ہے جو وہ اپنے کلام میں کہتا ہے کہ آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہوں، یعنی آپ پر میرا باپ اور میری ماں قربان کیے گئے ہیں۔

فدا کا اصل معنی ہے: فدیہ دے کر قیدی کو چھڑانا۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اس روایت کو امام بخاری نے مناقبِ زبیر میں بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابوسلمہ احزاب کے دن عورتوں میں تھے، پس جب میں لوٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کیا پس فرمایا: تم پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۸۔۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُفَدِّي أَحَدًا غَيْرَ سَعْدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ ارْمِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي أَظُنُّهُ يَوْمَ أُحُدٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن شداد از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے لیے اپنے آپ کو فدا کرنے کا لفظ کہتے ہوئے نہیں سنا، سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: اے سعد! تیر مارو میرے ماں باپ تم پر فداء ہوں اور میرا گمان ہے کہ یہ آپ نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا تھا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۰۵، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۶۱۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۱۱، سنن ترمذی: ۳۷۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۹، مسند احمد: ۱۰۲۰)

صحیح البخاری: ۶۱۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور سعد بن ابراہیم کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ اور عبداللہ بن شداد کا ذکر ہے، وہ ابن الہاد اللیثی المدنی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے لیے یہ فرمایا ہو کہ میرے ماں باپ تجھ پر فداء ہوں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اس طرح فرمایا ہے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی اس تعلیق میں ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا ہے، واقعہ کے اعتبار سے نہیں فرمایا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۴۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاكَ

مرد کا یہ کہنا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے اوپر فدا کردے

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء کو اور اپنی امہات کو فدا کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے کہے: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کردے، آیا یہ جائز ہے یا مکروہ ہے؟ اور امام ابوبکر بن عاصم نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، اور انہوں نے وثوق سے کہا کہ یہ جائز ہے کہ مرد سلطان سے کہے یا کسی بڑی شخصیت سے کہے یا کسی بڑے عالم سے کہے، یا اپنے بھائیوں میں سے جس سے زیادہ محبت کرتا ہو اس سے کہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کردے۔ اور یہ ممنوع نہیں ہے بلکہ اس پر ثواب دیا جائے گا جب کہ وہ اس کی تعظیم کا ارادہ کرے گا، اور اگر یہ ممنوع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرمادیتے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء کو اور امہات کو فداء کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے جو مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سند موصول کے ساتھ گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۷، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۶۹، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے، کیونکہ مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔۔۔ الحدیث۔ اور اس میں یہ لفظ نہیں ہے کہ ہم آپ کے اوپر اپنے آباء اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔ یہ الفاظ تو صرف عبید بن حنین کی روایت میں ہیں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے باب هجرة النبی ﷺ میں مروی ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے، پس آپ نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا۔۔۔ الحدیث، اور اس میں یہ لفظ ہے کہ ہم آپ کے اوپر اپنے آباء اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

52
A

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: گویا کہ علامہ عینی نے مناقب ابوبکر میں بخاری کے متن کو دیکھا ہے اور اس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے، اور اگر وہ رجوع کرتے اس شرح کی طرف جس کا نام فتح الباری ہے تو اس میں ان کو بعینہٖ یہ الفاظ مل جاتے، کیونکہ یہ حدیث واحد ہے اور اس کی بعض سندوں میں وہ الفاظ ہیں جو دوسری سندوں میں نہیں ہیں، اور صاحب فتح الباری کی عادت یہ ہے کہ وہ سندوں کے تمام الفاظ کو ایک جگہ پر جمع کرتے ہیں جہاں اس کی شرح کرتے ہیں۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، ج ۲ ص ۴۰۰۷، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

فتح الباری کی مفصل عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء کو اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس اجر ہے، اس کے درمیان اختیار دیا تو بندے نے اس کو اختیار کرلیا جو اللہ کے پاس اجر ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔۔۔الحدیث۔ اور یہ حدیث سندِ موصول کے ساتھ مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اس کی شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

پھر امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا ہوا تھا اور اس کی شرح کتاب اللباس کے اواخر میں گزر چکی ہے اور اس حدیث سے مراد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ہے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے اوپر فداء کردے، کیا آپ کو کوئی چوٹ لگی ہے؟ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: ''لبیک وسعدیک'' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کردے۔۔۔الحدیث۔۔

اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کیا ہے، امام طبرانی نے کہا: ان احادیث میں اس قول کے جواز کی دلیل ہے اور وہ جو مبارک بن فضالہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور وہ بیمار تھے تو انہوں نے کہا: آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کرے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے ابھی تک اپنا دیہاتی پن نہیں چھوڑا، پھر انہوں نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا، پھر کہا: اس حدیث میں اس قول کی ممانعت کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث صحت میں ان احادیث کے معارض نہیں ہوسکتی اور بر تقدیرِ ثبوت اس میں ممانعت کی تصریح نہیں ہے بلکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مریض کو یہ نہیں کہنا چاہیے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ یہ دعا اس کے لیے جائز ہے جس کے والدین مشرک ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعائیہ کلمات اس وقت کہے جب وہ اسلام لاچکے تھے، اسی طرح حضرت ابوذر

رضی اللہ عنہ نے ،اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ دعائیہ جملہ اس وقت کہا جب ان کے والدین اسلام لا چکے تھے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۶۹ ،دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۷ ،دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کا خلاصہ از مصنف

میں کہتا ہوں: اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی پر یہ اعتراض کیا تھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات اس وقت کہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کر لیا، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے آباء اور امہات کو آپ پر فداء کر دے۔ اور یہ حدیث مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ہے۔

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مناقب ابوبکر میں نہیں ہے بلکہ باب ہجرت میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ علامہ عینی نے صرف صحیح بخاری کو دیکھا اور اس میں مناقب ابوبکر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ہے، لیکن میں نے جو اس کی شرح فتح الباری کی ہے اگر وہ اس کو بہ غور دیکھ لیتے تو میں نے اس میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ پر ہمارے آباء اور امہات فداء ہو جائیں اور اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں آپ سے کہا: آپ پر میرے آباء اور امہات فداء ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا دیہاتی پن ابھی تک نہیں گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۱۸۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَمَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالْمَرْأَةُ وَأَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ أَحْسِبُ اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ فَأَلْقَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ أَوْ قَالَ أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، پھر جب وہ بعض راستہ میں پہنچے تو وہ اونٹنی لڑکھڑا گئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتون گر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے آپ کو سواری سے گرا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، پس کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کر دے، کیا آپ کو کوئی چوٹ لگی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تم عورت کو دیکھو، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کپڑا اپنے چہرہ پر رکھا اور اس خاتون کا قصد کیا اور ان کے اوپر بھی کپڑا ڈال دیا،

(صحیح بخاری: ۳۰۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۴۵، مسند احمد: ۱۲۵۳۵)

پس وہ خاتون کھڑی ہوگئیں، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لیے سواری کو بٹھایا، پس وہ دونوں سواری پر سوار ہوئے اور روانہ ہوگئے، حتیٰ کہ جب مدینہ کی پشت پر پہنچے یا کہا: جب وہ مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیہ کلمات کہے: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، آپ مسلسل یہ کلمات کہتے رہے حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوگئے۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن مدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن المفضل، یہ ابن لاحق بصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن ابی اسحاق، یہ حضارمہ البصری کے غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اقبل" یعنی حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما اصفہان سے مدینہ کی طرف جارہے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "صفیہ" یعنی صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ان ابا طلحۃ" ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن سہل ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علیك بالمرأۃ" یعنی تم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرو اور ان کے معاملہ کو دیکھو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اقتحم عن بعیرہ" یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو سواری سے گرادیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقصد قصدھا" یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی سمت یا ان کی جہت کی طرف گئے، تاکہ انہیں سنبھالیں۔

کسی کے اوپر اپنے ماں باپ کو فداء کرنے کے قول کا جواز

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے کہا ہے: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ کو کسی پر فداء کرے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کرے۔

اور ان علماء نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر اپنے ماں باپ پر فداء کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں

مشرک تھے۔اور رہا مسلم تو اس کو کسی پر فداء کرنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: جنہوں نے یہ زعم کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم تیر مارو، تم پر میرے ماں باپ فداء ہوں، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے ماں باپ مشرک تھے، سو یہ زعم فاسد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء اور امہات ہر دور میں مومن رہے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۵۔ بَابٌ: أَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ — جو نام اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سے نام اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

امام مسلم نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل کو جو سب سے زیادہ محبوب نام ہیں وہ عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ان دو ناموں کے ساتھ وہ نام لاحق ہے جو ان کی مثل ہے جیسے عبد الرحیم، عبد الملک اور عبد الصمد وغیرہا۔ اور یہ اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ اس لیے محبوب ہیں کہ یہ اسماء اس وصف کو شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اس وصف کو بھی شامل ہیں جو انسان کے لیے واجب ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے جو وصف ثابت ہے وہ الوہیت ہے، اور انسان کے لیے جو وصف ثابت ہے وہ عبودیت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان دو ناموں پر اختصار کرنے کی حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کی طرف ان دو اسموں کے علاوہ اضافت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ۔ (الجن: ۱۹) — اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان: ۶۳) — اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی کے ساتھ چلتے ہیں۔

اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) — آپ کہیے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۰۔۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۶۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقُلْنَا لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ سَمِّ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔ (صحیح بخاری: ۳۱۱۴، صحیح مسلم:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام القاسم رکھا، تو ہم نے کہا: ہم

(۲۱۴۳) تمہاری کنیت ابوالقاسم نہیں رکھیں گے اور نہ اس وجہ سے تمہاری تعظیم کریں گے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے جو نام اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو، اس لیے کہ عبدالرحمٰن ان ناموں میں سے ہے جو اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، جیسا کہ ابھی صحیح مسلم کی حدیث کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اور اس لیے کہ اگر کوئی اور نام اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نام کو رکھنے کا حکم دیتے، کیونکہ غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکمل چیز کا حکم دیتے تھے۔

علامہ کرمانی نے یہاں مناسبت کے بیان میں غلطی کی ہے، انہوں نے کہا: دوسری روایت میں آیا ہے کہ اللہ عزوجل کو جو نام زیادہ محبوب ہے وہ عبدالرحمٰن ہے اور تم دیکھتے ہو کہ یہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ احب بمعنی محبوب ہے۔

علامہ عینی اس پر بھی رد فرماتے ہیں کہ یہ لفظ کو اس کے ظاہر معنی سے نکالنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن المنکدر، یہ محمد بن المنکدر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا کرامة'' یہ مفعولِ مطلق ہے، یعنی ہم تمہاری عزت نہیں کریں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۶ - بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو

قَالَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔کنیت ہر اس مرکب اضافی کو کہتے ہیں جس کے شروع میں اب یا ام کا ذکر ہو جیسے ابوبکر یا ام کلثوم۔

اس عنوان میں ذکر کیا ہے ''قاله انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وہ کہا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، اور یہ تعلیق سندِ موصول کے ساتھ کتاب البیوع میں اس باب میں گزر چکی ہے ''باب ما ذکر فی الاسواق'' اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں تھے تو ایک مرد نے کہا ''یا ابا القاسم!'' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، اس نے کہا: میں نے تو اس کو بلایا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔ اور اس باب میں اختلاف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات

امام طحاوی نے اس مسئلہ میں ایک باب منعقد کیا ہے اور اس کے اندر بہت احادیث اور مباحثِ کثیرہ لائے ہیں۔ پس پہلی حدیث یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرے ہاں کوئی بیٹا ہوا تو میں آپ کے نام پر اس کا نام رکھوں گا اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھوں گا، تو آپ نے فرمایا: ہاں! امام طحاوی نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے رخصت ہے۔

پھر امام طحاوی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ابوالقاسم کنیت رکھے، اور اس کے ساتھ محمد نام رکھے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی نے قوم سے ارادہ کیا ہے محمد بن الحنفیہ کا، امام مالک کا اور ایک روایت میں ہے امام احمد کا۔ پھر ان لوگوں کے دو فرقے ہیں، ایک فرقہ نے کہا کہ کسی کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو، اس فرقہ کا نام ہے محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی اور امام شافعی۔

اور دوسرے فرقہ نے کہا اور وہ ظاہر یہ ہے اور ایک روایت کے مطابق وہ امام احمد ہے، کہ جس کا نام محمد ہو اس کو ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنی چاہیے، اور جس کا نام محمد نہ ہو وہ اگر ابوالقاسم کنیت رکھے تو کوئی حرج نہیں ہیں۔ اور اس باب کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو عنقریب آئے گی کہ آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنا منع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں منع تھا، اور بعض لوگوں نے کہا کہ محمد نام رکھنا بھی منع ہے۔ سالم بن ابی الجعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف لکھا کہ تم نبی کے نام پر نام نہ رکھو۔

اور امام ابوداؤد نے از الحکم بن عطیہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو، پھر تم اس کو لعنت بھی کرتے ہو۔ امام طبری نے کہا: یہ ممانعت کراہت پر محمول ہے، تحریم پر محمول نہیں ہے۔ اور یہ تمام احادیث صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے اور کوئی حدیث منسوخ بھی نہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نام اور کنیت رکھنے کی رخصت اس بات کی خبر ہے کہ آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنا جائز ہے مگر مکروہِ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۱۔ ۳۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۷ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رضى الله عنه قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيهِ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۵، صحیح مسلم: ۲۱۳۳، مسند احمد: ۱۴۷۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام القاسم رکھا، تو صحابہ نے کہا: ہم اس کی کنیت نہیں رکھیں گے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرلیں، تو آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن جعفر بن عبداللہ ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حُصَین، (حاء پر پیش اور صاد پر زبر) یہ ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، وہ ابن ابی الجعد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تکتنوا" یہ بابِ افتعال کے ساتھ ہے، اور "ولا تکنوا" بھی مروی ہے اور یہ باب تفعیل ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ عَلَم (نام) یا تو مدح یا مذمت کی خبر دے گا اور وہ لقب ہے۔ اور یا اس طرح نہیں ہوگا، پھر اگر وہ اب یا ام کے ساتھ شروع ہو تو وہ کنیت ہے، اور اگر اب اور ام کے ساتھ شروع نہ ہو تو وہ اسم ہے۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم محمد ہے، اور آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، اور آپ کا لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے محمد نام رکھنے سے منع کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۸ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۵، ۶۱۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۳۳، مسند احمد: ۱۴۷۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن سیرین، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن مدینی کے نام سے معروف ہیں اور یہ روایت کرتے ہیں سفیان بن عیینہ سے از ایوب السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا "قال ابو القاسم" اور یہ نہیں کہا "قال النبی" یا "قال الرسول": اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابو القاسم کنیت رکھنا ممنوع تھی، اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ابو القاسم کا لفظ استعمال کیا بایں طور کہ وہ ابو القاسم کنیت دوسروں کے لیے جائز قرار نہیں دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيكَ بِأَبِي الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ أَسْمِ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۴، ۶۱۸۹، صحیح مسلم: ۲۱۳۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن المنکدر سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام القاسم رکھا تو صحابہ نے کہا: ہم تمہاری کنیت ابو القاسم نہیں رکھیں گے اور نہ تمہاری آنکھ اس کنیت سے پکار کر ٹھنڈی کریں گے۔ وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان تھا "میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا اور اس کو لوگوں نے اس نام سے منع کیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ قصہ بیان کیا، تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم یہ کنیت رکھ لو اور نہ یہ فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کا نام محمد رکھو، بلکہ فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔ اور اس حدیث کے ظاہر سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم اور آپ کے نام محمد کو جمع نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا ننعمك عينا" یہ انعام سے ماخوذ ہے، یعنی اس نام کے ساتھ ہم تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کریں گے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار کنیتوں سے منع فرمایا ہے: ابو عیسیٰ، ابو الحکم، ابو مالک اور ابو القاسم اس شخص کے لیے جس کا

نام محمد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

چار کنیتوں کی ممانعت کی توجیہ

میں کہتا ہوں: ابو عیسیٰ کنیت رکھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا۔ اور ابو الحکم اور ابو مالک سے اس لیے منع فرمایا کہ حکم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور مالک بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا باپ ہو، اور ابو القاسم کنیت رکھنے سے اس شخص کے لیے منع فرمایا جس کا نام محمد ہو۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ ممانعت صرف آپ کی حیات میں تھی یا بعد میں بھی رہی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۷۔ بَابٌ: اِسْمِ الْحَزْنِ — حزن (سخت) نام رکھنے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جس کا نام حزن ہو اس کا کیا حکم ہے؟۔

حزن کا معنی ہے: سخت زمین اور یہ سہل کی ضد ہے اور یہ جسمانی بناوٹ میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے "فلان فی حزونۃ" یعنی وہ سختی اور قسامت میں ہے، اور اگر حاء پر پیش ہو یعنی حُزن، تو اس کا معنی ہے غم۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَاهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ حَزْنٌ قَالَ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ لَا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتِ الْحُزُونَةُ فِينَا بَعْدُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَمَحْمُودٌ هُوَ ابْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ بِهٰذَا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۹۵۶، مسند احمد: ۲۳۶۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا: حزن، آپ نے فرمایا: تم سہل ہو۔ انہوں نے کہا: میں اس نام کو تبدیل نہیں کروں گا جو میرے والد نے رکھا ہے، حضرت ابن المسیب نے کہا: پھر اس کے بعد ہمیشہ ہم میں سختی رہی۔

ہمیں علی بن عبد اللہ اور محمود نے حدیث بیان کی اور وہ ابن غیلان ہیں، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود از جد خود یہی حدیث۔

صحیح البخاری: ۶۱۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن نصر، یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر البخاری ہیں۔اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرزاق، یہ عبدالرزاق بن ہمام الیمانی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔

سعید بن المسیب اور ان کے والد حضرت حزن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن المسیب، یہ سعید بن المسیب ہیں۔رہے سعید، تو وہ کبار تابعین میں سے ہیں اور ان کے سردار ہیں، ان سے تقریباً چالیس احادیث مروی ہیں، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال گزرنے کے بعد یہ پیدا ہوئے تھے اور یہ ۹۴ھ میں الولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہوئے۔رہے ان کے والد المسیب تو یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔محدثین نے کہا ہے: حضرت المسیب سے صرف سعید نے روایت کی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں مشہور اختلاف ہے، کیونکہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے کسی شخص سے روایت نہیں کرتے جن سے صرف ایک نے روایت کی ہو۔اور رہے ان کے دادا حزن بن ابی وہب بن عمیر بن عابد بن عمران بن مفروق القرشی المخزومی ہیں، سو یہ مہاجرین میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اشرافِ قریش میں سے تھے۔

علامہ الکلاباذی نے کہا ہے کہ حضرت حزن رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے المسیب نے ایک حدیث روایت کی ہے جو کتاب الادب میں ہے۔اور ایک اور حدیث ہے جو موقوف ہے اور ایامِ جاہلیت کے ذکر میں ہے۔اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انت سهل'' اسماعیلی نے محمود بن غیلان سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: بلکہ تمہارا نام سہل ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فما زالت الحزونة فينا بعد'' احمد بن صالح کی روایت میں ہے: پس میں نے یہ گمان کیا کہ ہمیں عنقریب اس کے بعد سختی اور مشکلات پیش آئیں گی۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸۔ بَابُ: تَحْوِيلِ الِاسْمِ إِلَى اسْمٍ أَحْسَنَ مِنْهُ — ایک نام کو اس سے اچھے نام کی طرف تبدیل کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی یہ باب کسی قبیح نام کو اچھے نام کی طرف تبدیل کرنے کے بیان میں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے عروہ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی قبیح نام سنتے تو اس کو اس سے بہتر نام سے طرف تبدیل کر دیتے۔ اور حدیث میں ہے کہ عنقریب تم قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔

امام طبری نے کہا ہے: کسی شخص کو یہ نہیں چاہیے کہ اپنا نام ایسا رکھے جس کا معنی قبیح ہو، اور نہ ایسا نام رکھے جس کے معنی میں خود پسندی ہو اور اپنی تعریف ہو اور نہ ایسا نام رکھے جس کے معنی میں مذمت اور برائی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٩١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَأَبُو أُسَيْدٍ جَالِسٌ فَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِابْنِهِ فَاحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ قَلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ وَلَكِنِ اسْمُهُ الْمُنْذِرَ فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از سہل، انہوں نے کہا: المنذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، پس آپ نے ان کو اپنی ران پر بٹھا لیا اور ابو اُسید بیٹھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی چیز تھی آپ اس کے ساتھ مشغول ہو گئے، پھر حضرت ابو اُسید نے حکم دیا تو ان کے بیٹے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے اٹھا لیا گیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شغل سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا: بچہ کہاں ہے؟ تو حضرت ابو اُسید نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اس کو گھر بھیج دیا ہے، آپ نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فلان، آپ نے فرمایا: لیکن اس کا نام المنذر ہے، پس اس دن آپ نے ان کا نام المنذر رکھ دیا۔

صحیح البخاری: ۶۱۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کسی کا نام بدل کر اچھا نام رکھ دینا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن اس کا نام منذر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام کے متعلق پوچھا تو حضرت ابو اسید نے کہا: ان کا نام فلاں ہے، آپ نے فرمایا: لیکن اس کا نام المنذر ہے، پس گویا کہ ان کے والد نے جو ان کا نام رکھا وہ قبیح تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام المنذر رکھ دیا۔

علامہ داؤدی نے کہا: آپ نے ان کا نام المنذر نیک فال کے طور پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا علم عطا فرمائے جس علم سے وہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک مشہور صحابی کا نام المنذر بن عمرو تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام پر ان کا نام المنذر رکھ دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوغسان، ان کا نام ہے محمد بن مطرِّف۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، یہ سلمہ بن دینار الاعرج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل، وہ ابن سعد الساعدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسید، ان کا نام مالک بن ربیعہ الساعدی الانصاری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فوضعه'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کے اکرام کے لیے اس کو اپنی ران پر بٹھالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلهٰا النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی چیز تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چیز میں مشغول ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستفاق'' یعنی جس چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشغول ہوئے تھے، اس سے فارغ ہو گئے اور پھر متوجہ ہوئے تو آپ نے بچے کو نہیں دیکھا، پھر آپ نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ تو حضرت ابواسید نے کہا: ہم نے اس کو گھر کی طرف بھیج دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٩٢ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم زَيْنَبَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از عطاء بن ابی میمونہ از ابی رافع، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ بے شک زینب کا نام پہلے برّہ تھا، پس کہا گیا کہ یہ اپنی تعریف کرتی ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۴۱، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۲، مسند احمد: ۹۵۹۸، سنن دارمی: ۲۶۹۸)

صحیح البخاری: ٦١٩٢، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کسی نام کو تبدیل کر کے اچھا نام رکھ دینا'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہ کا نام تبدیل کر کے زینب (رضی اللہ عنہا) رکھ دیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، وہ غندر ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء بن ابی میمونہ، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزادکردہ غلام ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابورافع، یہ نفیع الساعر المدنی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ان زینب'' یہ حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں، پہلے ان کا نام برہ تھا۔یا یہ زینب بنت ام سلمہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک یا پرورده تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ میرا نام برہ رکھا گیا تھا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی تعریف نہ کرو، پس اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیکی کرنے والا ہے، پھر لوگوں نے کہا: ہم ان کا کیا نام رکھیں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کا نام زینب رکھو۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِي أَنَّ جَدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ اسْمِي حَزْنٌ قَالَ بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا أَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ فِينَا الْحُزُونَةُ بَعْدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی کہ ان کے دادا حزن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میرا نام حزن ہے، آپ نے فرمایا: بلکہ تم سہل ہو۔انہوں نے کہا: میں اس نام کو بدلنے والا نہیں ہوں جو میرا نام میرے باپ نے رکھا ہے، ابن المسیب نے کہا: پھر اس کے بعد ہم میں ہمیشہ سختیاں اور مشکلات رہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۹۵۶، مسند احمد: ۲۳۶۱۱)

صحیح البخاری: ۶۱۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن موسیٰ، یہ ابن یزید الفراء ابواسحاق الرازی ہیں اور یہ صغیر کے نام سے معروف ہیں۔ اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن یوسف الصنعانی ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالحمید بن جبیر، یہ الحجی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''حدثنا ھشام''اور ایک روایت میں ہے''اخبرنا ھشام''

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۹۔ بَابُ: مَنْ سَمَّى بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ

انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَهُ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم کو یعنی اپنے بیٹے کو بوسا دیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جس نے اپنے بیٹے کا یا کسی اور کا اپنی جہت سے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کے نام پر نام رکھا، تو یہ نام رکھنا جائز ہے اور سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ اللہ عز وجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب انبیاء علیہم السلام کے نام ہیں۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے۔ اور یہ ایک روایت ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو، پھر تم ان کو لعنت کرتے ہو، یہ حدیث حکم بن عطیہ سے مروی ہے اور یہ حکم ضعیف ہے، امام بخاری نے اس کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے، اور ابو الولید بھی اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الجنائز میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۶۔ ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قُلْتُ لِابْنِ أَبِي أَوْفَى رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ابْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَاتَ صَغِيرًا وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۰، مسند احمد: ۱۸۶۳۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ بن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا تقدیر میں ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن نمیر، یہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہیں جن کی اپنے دادا کی طرف نسبت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشر، یہ العبدی ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی خالد البجلی ہیں۔ اور یہ تمام راوی کوفی ہیں اور حضرت ابن ابی اوفیٰ عبداللہ الصحابی ابن صحابی ہیں اور حضرت ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا نام علقمہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مات صغیرا" اس وقت حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۱۸ مہینے تھی اور ان کی وفات ذوالحجہ ۱۰ ہجری میں ہوئی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے جو جواب دیا، وہ سوال کے مطابق نہیں ہے۔ سوال یہ تھا کہ کیا آپ نے حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا؟ تو انہوں نے کہا: وہ بچپن میں فوت ہو گئے، یہ جواب نہیں ہے۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: ان کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا، وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو قضی" یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں یہ لکھا ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا تو ابراہیم زندہ ہوتے، لیکن آپ خاتم النبیین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از عدی بن ثابت، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا: جب ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۸۲، ۳۲۵۵، ۶۱۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۱، مسند احمد: ۱۸۱۸۹)

۶۱۹۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَرَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمٰن از سالم بن ابی الجعد، از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ میں قاسم ہوں،

تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۵۳۸، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۹، ۶۱۹۶، صحیح مسلم: ۲۱۳۳، مسند احمد: ۱۴۵۴۶)

صحیح البخاری: ۶۱۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حُصَین کا ذکر ہے (اس میں حاء پر پیش ہے اور صاد پر زبر ہے)۔ اس حدیث کی شرح ابھی قریب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انا قاسم'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کنیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ اللہ کے مال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، اور دوسرا شخص اس مرتبہ کا نہیں ہے۔ اور اس میں یہ خبر دی ہے کہ کنیت کسی صفت کے سبب سے رکھی جاتی ہے جو وصف اس شخص میں ہو جس کی کنیت رکھی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح میں دیگر علماء کے اقوال

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اور حاصل یہ ہے کہ میں ابوالقاسم صرف اس وجہ سے نہیں ہوں کہ میرے بیٹے کا نام قاسم ہے، بلکہ مجھ میں قاسمیت کے معنی کا لحاظ کیا گیا ہے باعتبار قسمتِ ازلیہ کے، یعنی تمام دینی اور دنیاوی امور میں ازل سے میں ہی تقسیم کرتا ہوں، پس تم میں سے کوئی ایک بھی میری مثل نہیں ہے نہ ذات میں، نہ اسماء میں اور نہ صفات میں۔ (مرقات ج ۸ ص ۵۱۰، المکتبۃ الحقانیہ پشاور پاکستان)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی المصری الحنفی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا کوئی ایسا بشر ہے جو دنیا میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر علم کو حاصل کرلے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ نے کہا ہے: دنیا میں ہر شخص کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنیت سے حاصل ہوتا ہے، خواہ وہ انبیاء ہوں اور وہ علماء ہوں جو آپ کی بعثت سے مقدم ہیں یا وہ علماء ہوں جو آپ کی بعثت سے مؤخر ہیں۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۴۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۴۱۸ھ)

۶۱۹۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حصین نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے

53
A

الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي صُورَتِي وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، اور جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری مثال نہیں بن سکتا، اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا، پس وہ دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنالے۔

(صحیح بخاری: ۱۱۰، ۳۵۳۹، ۶۱۸۸، ۶۱۹۷، ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۱۳۴، سنن ترمذی: ۲۲۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵، مسند احمد: ۷۱۲۸)

صحیح البخاری: ۶۱۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: میرا نام رکھو، سو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح بن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحصین، یہ عثمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی کیفیت

اس زیارت کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے ارادہ سے کسی مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت کو پیدا کر دیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ میرے جسم کو دیکھتا ہے، بلکہ وہ ایک مثال کو دیکھتا ہے اور وہ مثال ایک آلہ ہے جو میری شخصیت کے معنی کو اس تک پہنچاتی ہے، بلکہ بیداری میں بھی بدن صرف نفس کا آلہ ہے، پس حق یہ ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روحِ مقدسہ کی حقیقت کی مثال کو دیکھتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ دیکھنے والے کو کیسے پتا چلتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کسی اور کو نہیں دیکھا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ عزوجل اس میں علمِ بدیہی پیدا فرماتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقد رآنی'' اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو خوش ہونا چاہیے کہ اس نے مجھ کو دیکھا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یتمثل بی'' اور ایک روایت میں ہے ''وہ میری صورت کی مثال نہیں بنا سکتا''۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۸۔ ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

53 B

عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى۔

العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از ابو موسیٰ، انہوں نے بیان کیا کہ میرا ایک بیٹا پیدا ہوا، میں اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور ایک کھجور (چبا کر) اس کو گھٹی دی، اور اس کے لیے برکت کی دعا دی اور وہ بچہ مجھے دے دیا، اور وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بڑا بیٹا تھا۔

(صحیح بخاری: ۵۴۶۷، ۶۱۹۸، صحیح مسلم: ۲۱۴۵، مسند احمد: ۱۹۰۷۶)

صحیح البخاری: ۶۱۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے برید، یہ ابن عبداللہ ہیں اور اپنے دادا ابو بردہ عامر سے روایت کرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ حارث ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

یہ حدیث باب العقیقہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام (بن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات ہوئی سورج کو گہن لگ گیا تھا۔

اس حدیث کو ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۰۴۳، ۱۰۶۰، ۶۱۹۹، صحیح مسلم: ۹۱۵، مسند احمد: ۱۳۷۷۱)

صحیح البخاری: ۶۱۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زائدہ، یہ ابن قدامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زیاد بن علاقہ، (زیاد زاء کے نیچے زیر ہے) اور علاقہ میں عین کے نیچے زیر ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی اس حدیث کی روایت ابوبکرہ نفیع الثقفی نے کی ہے۔ اور حضرت ابوبکرہ کی حدیث باب الکسوف میں گزر چکی ہے، لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم بن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں تصریح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۰۔ بَابُ: تَسْمِيَةِ الْوَلِيدِ ولید نام رکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ان احادیث کا ذکر کیا جائے گا جو ولید نام رکھنے کے متعلق ہیں۔ اس عنوان کو لکھنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ امام طبرانی کی ایک حدیث کا رد کریں، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے غلام کا یا اپنے بیٹے کا نام حرب رکھے، یا مرہ رکھے یا ولید رکھے، کیونکہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

اس حدیث کی تحقیق کہ ولید نام کے شخص میں شر ہوتا ہے

اور امام بخاری، امام عبداللہ بن احمد کی اس حدیث کا رد کرنا چاہتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمغیرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیاش نے حدیث بیان کی اور وہ اسماعیل ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمیں اوزاعی وغیرہ نے از زہری روایت کی ہے از سعید بن المسیب از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے بھائی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، انہوں نے اس کا نام الولید رکھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا نام الولید رکھا ہے جو تمہارے فرعونوں کے ناموں میں سے ہے، اس امت میں ضرور ایک مرد ہوگا جس کو الولید کہا جائے گا اور وہ اس امت کے اوپر اس سے زیادہ شر ہوگا جتنا فرعون اپنی قوم کے لیے شر تھا۔

ابوحاتم بن حبان نے کہا ہے: یہ خبر باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس کی روایت کی ہے اور نہ اس کی سعید بن المسیب نے روایت کی ہے اور نہ الزہری نے، اور نہ اس سند کے ساتھ اوزاعی کی حدیث ہے۔ امام ابن حبان نے کہا: جب اسماعیل بوڑھا ہوگیا تو اس کا حافظہ متغیر ہوگیا، وہ حدیث میں بہت زیادہ خطا کرتا تھا اور اس کو پتا نہیں چلتا تھا، اور اس نے حدیث کی روایت کی اور اس کا حافظہ مختلط ہو چکا تھا۔

اور ابن جوزی نے کہا: میں نے اوزاعی سے بعض روایات دیکھی ہیں، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر الولید بن یزید کو خلیفہ بنایا گیا، ورنہ وہ الولید بن عبدالملک ہے۔ اور اس روایت کی صحت کا مجھے علم نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ اس حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، اور ولید بن یزید اس

روایت کے ساتھ زیادہ اولیٰ ہے، کیونکہ وہ اپنے الحاد میں زیادہ مشہور تھا اور عناد کو ظاہر کرتا ہے۔
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے فرعونوں کے اسماء'' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا نام الولید تھا۔ اور جب کہ یہ دونوں حدیثیں اور ان کی امثال امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھیں تو امام بخاری نے ان میں سے کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس باب میں اس حدیث کی روایت کی ہے جو ولید نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹۔ ۳۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۰۔ أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا رَفَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ بِمَكَّةَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے پڑھا: اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے، اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اور مکہ میں ان کمزور مومنین کو، اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو سخت کر، اے اللہ! ان کے اوپر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ قحط کی طرح سال مقدر کر دے۔

(صحیح بخاری: ۷۹۷، ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن دارمی: ۱۵۹۵)

صحیح البخاری: ۶۲۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ولید نام رکھنے کا بیان'' اور اس حدیث میں ہے: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ اور اس حدیث نے اس باب کے عنوان کے ابہام کو زائل کر دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، اور وہ سفیان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، وہ سعید بن المسیب ہیں، اور یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللهم اشدد وطأتك على مضر'' وطی کا معنی ہے: کسی چیز کو پاؤں سے روندنا، اور یہاں اس سے مراد ہے ہلاک کرنا، یعنی ان پر سختی سے گرفت کر۔ اور مضر قریش کا ایک قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کسنی یوسف'' حضرت یوسف علیہ السلام کے سالوں سے تشبیہ دینے سے غرض یہ ہے کہ ان کے اوپر بھی قحط کے ایام دراز ہو جائیں اور یہ بھی مصائب میں اور آفات اور تکلیفوں میں مبتلا ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹۔۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۱۔ بَابُ: مَنْ دَعَا صَاحِبَهُ فَنَقَصَ مِنْ اسْمِهِ حَرْفًا

اپنے صاحب کے لیے دعا کرنا اور صاحب کے نام کے آخری حرف کو کم کر دینا

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَا هِرٍّ۔

اور ابو حازم نے کہا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''یا اباھر''۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے صاحب کو ندا کر کے بلائے، پھر اس کے نام میں سے ایک حرف کم کر دے، جیسے تم ''یا مالک'' کی جگہ ''یا مال'' کہو اور اس کو نحو کی اصطلاح میں الترخیم کہتے ہیں اور یہ منادیٰ کے آخری حرف کو تخفیف کی وجہ سے حذف کر دینا ہے، اور آخر کے لفظ کی تخصیص اس لیے کی کہ وہی حذف کی صورت میں تغییر کا محل ہے، اور منادیٰ میں ترخیم کی شرط یہ ہے کہ وہ نہ مضاف ہو اور نہ مستغاث ہو اور نہ جملہ ہو۔ اور غیر منادیٰ میں سوائے ضرورت شعر کی وجہ سے ترخیم جائز نہیں ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ابو حازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمان الاشجعی الکوفی ہے۔ اور اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الاطعمہ میں سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث کے شروع میں ہے کہ مجھے سخت بھوک لگی تھی اور تھکاوٹ ہوگئی تھی۔ الحدیث۔ اور اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا ''ای اباھر''۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا کہ یہ تعلیق باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس تعلیق میں ترخیم نہیں ہے، اور اس میں تو لفظ کو تقصیر اور تانیث سے تکبیر اور تذکیر کی طرف نقل کرنا ہے، اس لیے کہ آپ نے ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھی تھی اور ہریرہ تصغیر ہے ہرۃ کی، پس آپ نے ابو ہریرہ کو ان کے نام کے ساتھ مخاطب کیا جو مذکر ہے، پس وہ لفظ میں کمی ہے اور معنی میں زیادتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا: اس میں فی الجملہ کمی ہے، لیکن اس میں ایک حرف کے کم ہونے میں غور و فکر کرنا چاہیے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کسی شخص کو کسی فن میں اس وقت تک بات نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ اس کو اس فن میں مہارت نہ ہو، پس جو انہوں نے ذکر کیا ہے کیا اس سے علامہ ابن بطال کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری میں اصل عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسی طرح اگر ایک حرف کے حذف پر اقتصار کیا جائے تو وہ بھی اس باب کی احادیث کے مطابق ہوگا، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ''یاعائش'' یا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ''یا انجش'' اور رہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس میں اعتراض ہے، اور ممکن ہے کہ اس میں تصغیر سے پہلے اسم کا حصہ ہو کیونکہ یہ ہوگا ''یا اباھرۃ'' پس جب اس میں ہاءِ اخیرہ کو حذف کیا تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس اسم پر ایک حرف کو کم کر دیا گیا ہے، اور علامہ بطال نے اس میں منازعہ کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ ترخیم سے نہیں ہے، یہ ایک لفظ کو تصغیر سے تقصیر کی طرف اور تذکیر کی طرف نقل کرنا ہے، اور اس لیے آپ نے ان کی کنیت ابوہریرہ رکھی تھی، اور ہریرہ، ہرۃ کی تصغیر ہے، پس آپ نے ان کو ان کے مذکر اسم سے مخاطب کیا، اس میں لفظ میں کمی ہے اور معنی میں زیادتی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: بہرحال اس میں فی الجملہ لفظ کی کمی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۸۱۔ ۵۸۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی سے یہ کہا جائے گا کہ تمہارے لیے علم حدیث میں کلام کرنا کس طرح جائز ہوگا اور تم بہت عظیم چیز کے درپے ہو رہے ہو اور وہ صحیح بخاری کی شرح کرنا ہے جو تمام فنون کی جامع ہے اور جس نے آنکھوں کو روشن کر دیا ہے۔ پھر تم کہتے ہو کہ امام بخاری نے یہ نہیں کہا حالانکہ ان کا عنوان ایک حرف کی کمی کے ساتھ ہے، اور وہ ترخیم اور غیر ترخیم دونوں پر صادق آتا ہے۔ پس پہلی دو مثالیں ترخیم میں ظاہر ہیں (یاعائش اور یا انجش) اور تیسری صورت میں اگرچہ ترخیم کی صورت نہیں ہے، لیکن اس کے اوپر ایک حرف کی کمی صادق آتی ہے۔ لہٰذا علامہ ابن بطال کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی صحیح البخاری: ج ۲ ص ۳۸۶۔ ۳۸۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۶۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَائِشَ هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَتْ وَهُوَ يَرَى مَا لَا نَرَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائش! یہ جبریل ہیں جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں، میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت جبریل وہ چیز دیکھتے تھے جس کو ہم نہیں دیکھتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۷، ۳۷۶۸، ۶۲۰۱، ۶۲۴۹، ۶۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۴۴۷، سنن ترمذی: ۳۸۸۱، سنن نسائی: ۳۹۵۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۶، مسند احمد: ۲۴۳۳۶، سنن دارمی: ۲۶۳۸)

صحیح البخاری: ۶۲۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اے عائش! اس حدیث میں لفظِ عائشہ میں ترخیم ہے، اور عائش کی شین پر زبر پڑھنا بھی جائز ہے اور اکثر کا یہی مذہب ہے اور پیش پڑھنا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقرئك علیك السلام'' یہ لفظ اور ''قرء علیك السلام'' ان دونوں کا ایک معنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وھو یری مالا نری'' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا جسم ہے، پس جب وہ مجلس میں حاضر ہوں گے تو ان کو دیکھنا کس طرح بعض کے ساتھ خاص ہوگا اور دوسروں کے ساتھ خاص نہیں ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دیکھنا ایسا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ زندہ میں پیدا کرتا ہے، پس اگر اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے تو وہ دیکھے گا، اور اگر نہیں پیدا کیا تو وہ نہیں دیکھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فِي الثَّقَلِ وَأَنْجَشَةُ غُلَامُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسُوقُ بِهِنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا أَنْجَشُ رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا مسافروں کے سامان کے ساتھ تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام انجشہ اونٹوں کو ہانک رہے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجش! آہستگی کے ساتھ لے چلو، جیسے تم شیشوں کے ساتھ چلتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۲۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس کو پکارا جائے، اس کے نام کے ایک حرف کو کم کر دیا جائے'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یا انجش'' یہ منادیٰ مرخم ہے اور اس کی اصل ہے یا انجشۃ۔ اس میں آخری لفظ پر زبر اور پیش دونوں جائز ہیں جیسا کہ مرخمات کا قائدہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، وہ ابن خادم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، وہ عبداللہ بن زید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانت ام سلیم'' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الثقل'' اس کا معنی ہے: مسافروں کا سامان اور ان کی متاع۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رویدك'' یعنی تم عورتوں کو چلانے میں جلدی نہ کرو کیونکہ عورتیں شیشہ کی طرح ہیں جو بہت جلد اثر قبول کرتی ہیں۔

انجشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام غلام تھے اور گانے میں ان کی آواز بہت اچھی تھی جسے سن کر اونٹ بھی بہت مست ہو جایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو شیشہ سے تشبیہ دی ہے، یہ تشبیہ ان کی نزاکت کی بناء پر ہے، اور انجشہ کو تیز سواری چلانے سے روکا کہیں سواری سے کوئی گر نہ جائے، اور انجشہ کو آپ نے انجش سے پکارا، یہی اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۱۔ ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۲۔ بَابُ: الْكُنْيَةِ لِلصَّبِيِّ وَقَبْلَ أَنْ يُولَدَ لِلرَّجُلِ — بچے کی کنیت رکھنا اور اس سے پہلے کہ مرد کی اولاد ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بچے کی کنیت رکھنے کا جواز ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم اپنی اولاد کی کنیت رکھنے میں جلدی کرو، کہیں ان کی طرف برے القاب جلدی سے منسوب نہ ہوں۔

اور علماء نے کہا ہے کہ وہ لوگ نیک فال کے لیے بچے کی کنیت رکھتے تھے بایں طور کہ وہ عنقریب زندہ رہے گا حتیٰ کہ اس کی اولاد ہوگی۔ اور اس لیے کہ اس کی طرف کوئی لقب منسوب نہ ہو، کیونکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی تعظیم اس طرح ہوتی ہے کہ اس کو اس کے خاص نام کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے، پس جب اس کی کوئی کنیت ہوگی تو اس کی طرف کسی لقب کے منسوب نہ ہونے سے اطمینان ہوگا۔ اور وہ کہتے تھے: عرب کی کنیت ایسے ہے جیسے عجم کا لقب ہوتا ہے۔

نیز امام بخاری نے کہا: ''اس سے پہلے کہ اس کی اولاد ہو''۔ یعنی کسی مرد کی اولاد ہونے سے پہلے بھی اس کی کنیت رکھنا جائز ہے، یعنی اس سے پہلے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔

امام طحاوی، امام احمد، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصحیحِ سند کے ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم اپنی کنیت ابویحییٰ نہیں رکھتے اور تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے، تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری

کنیت رکھی ہے۔

اور امام ابن شیبہ نے از زہری روایت کی ہے کہ صحابہ میں سے کئی مرد کنیت رکھتے تھے اس سے پہلے کہ ان کے ہاں اولاد ہو۔ اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اولاد ہونے سے پہلے ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن رکھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا وَكَانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ قَالَ أَحْسِبُهُ فَطِيمًا وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ نُغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ وَيُنْضَحُ ثُمَّ يَقُومُ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے، اور میرا ایک بھائی تھا جس کو ابوعمیر کہا جاتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس کا دودھ چھوٹ چکا تھا (اور وہ روٹی کھانے لگا تھا) اور جب وہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اے ابا عمیر! النغیر نے کیا کیا۔ نُغر ایک پرندہ تھا جس کے ساتھ ابوعمیر کھیلتے تھے، پس بعض اوقات نماز کا وقت حاضر ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہوتے، پس آپ اس چٹائی کو بچھانے کا حکم دیتے جو آپ کے نیچے ہوتی تھی، تو اس کو جھاڑ کر صاف کر دیا جاتا اور اس پر پانی چھڑکا جاتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے، پھر آپ ہم کو نماز پڑھاتے۔

(صحیح بخاری: ۶۱۲۹، ۶۲۰۳، صحیح مسلم: ۲۱۵۰، سنن ترمذی: ۱۹۸۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۸۹)

صحیح البخاری: ۶۲۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں، ایک جز ہے بچے کی کنیت اور دوسرا جز ہے مرد کی اولاد ہونے سے پہلے اس کی کنیت کو رکھنے کا جواز۔ اس حدیث میں بچے کی کنیت کا ذکر ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کا ابھی دودھ چھوٹا تھا اور ان کی کنیت کا ذکر ہے ابوعمیر۔ اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق دوسرے جز کے متعلق حدیث نہیں ملی، اس لیے انہوں نے کچھ ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالتیاح، ان کا

نام یزید بن امیر ہے۔ اور یہ حدیث بچے کی کنیت رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اور ابو عمیر، یہ عمر کی تصغیر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''احسبہ'' یعنی میں گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فطیم'' یعنی جس کا دودھ پینا چھڑا دیا گیا ہو۔

اور حماد بن سلمہ نے از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ امام احمد سے روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک چھوٹا بھائی تھا اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا اور اس کا تازہ تازہ دودھ چھڑایا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکان اذا جاء'' یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے تو چھوٹے بچے سے مزاح فرماتے اور اس سے فرماتے: اے ابا عمیر! اس پرندے کا کیا ہوا، اور وہ پرندہ فوت ہو چکا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نغر'' یعنی النغیر، نغر کی تصغیر ہے، اور یہ ایک پرندہ ہے جو چڑیا کی جسامت کا تھا یا چڑیا کے برابر تھا اور اس کی چونچ سرخ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۲۔ ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۳۔ بَابُ: التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى

ابو تراب کنیت رکھنا اگر چہ ان کی پہلے بھی دوسری کنیت ہو

اس باب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی کنیت ابو تراب رکھی گئی، حالانکہ ان کی پہلے بھی کنیت تھی۔

۶۲۰۴۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ أَحَبَّ أَسْمَاءِ عَلِيٍّ رضي الله عنه إِلَيْهِ لَأَبُو تُرَابٍ وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ أَنْ يُدْعَى بِهَا وَمَا سَمَّاهُ أَبُو تُرَابٍ إِلَّا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غَاضَبَ يَوْمًا فَاطِمَةَ فَخَرَجَ فَاضْطَجَعَ إِلَى الْجِدَارِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتْبَعُهُ فَقَالَ هُوَ ذَا مُضْطَجِعٌ فِي الْجِدَارِ فَجَاءَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَامْتَلَأَ ظَهْرُهُ تُرَابًا فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ وَيَقُولُ اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ۔

(صحیح بخاری: ۴۴۱، ۳۷۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۸۰، صحیح مسلم: ۲۴۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ابو تراب تھا، اور جب ان کو ابو تراب کے ساتھ پکارا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے، اور ان کا نام ابو تراب صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا تھا۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے، پس گھر سے نکل گئے اور مسجد کی دیوار کی طرف جا کر لیٹ گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تلاش کرتے ہوئے آئے، سو آپ نے فرمایا جب وہ دیوار کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیٹھ مٹی سے بھری ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی کو صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے بیٹھو اے ابو تراب!

صحیح البخاری: ۶۲۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مخلد، یہ البجلی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابن بلال ابو ایوب القرشی التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم، یہ سلمہ بن دینار الاعرج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل بن سعد، یہ حضرت سہل بن سعد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لابوتراب" یہ لام تاکید کے لیے ہے اور یہ جملہ میں خبر ہے، یعنی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ناموں میں جو نام سب سے زیادہ محبوب تھا، وہ ابوتراب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان کان لیفرح" یہ اِن مخففہ ہے، یعنی تحقیق یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کہا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "غاضب یوما" یعنی کسی دن حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل الفضل اور مقدس لوگوں میں بھی فطری اور جبلی تقاضے رکھے ہیں اور اس تقاضا کی وجہ سے کسی بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فخرج" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکل آئے کہ کہیں حالتِ غضب میں ان کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شان اور ان کے ادب کے خلاف ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلے کنیت ابوالحسن مشہور تھی، مگر بعد میں جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از راہِ محبت آپ کو ابوتراب کنیت سے پکارا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی کنیت سے خوش ہونے لگے، اس سے معلوم ہوا کہ دو کنیتیں رکھنا بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو غایتِ محبت تھی، اسی کا تقاضا تھا کہ آپ ان کو راضی کرنے کے لیے بنفسِ نفیس خود ان کے پاس تشریف لے گئے، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر کافی مٹی لگ گئی تھی تو اس لیے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیار سے ابوتراب یعنی مٹی والا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو ماہ ہے، ۱۷ رمضان ۴۰ھ بروز ہفتہ ایک خارجی ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وارضاہ۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ۳ رمضان ۱۱ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال فرمایا۔

۱۱۴۔ بَابٌ: أَبْغَضِ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ — اللہ کے نزدیک جو نام سب سے زیادہ مبغوض ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ ناراضگی کا موجب کون سے نام ہیں، امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا وہ کون سے نام ہیں اور اس کے لیے اس باب کی حدیث پر اکتفاء کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے برا اور فحش نام یہ ہوگا کہ کوئی شخص (از خود) شہنشاہ کہلائے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۸۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۱، مسند احمد: ۷۲۸۵)

صحیح البخاری: ۶۲۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جو نام اللہ کے نزدیک مبغوض ہو" اور اس حدیث میں مذکور ہے "اخنی الاسماء" یعنی تمام ناموں میں جو سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ قبیح ہو اور جو سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ قبیح ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخنی الاسماء" اور اکثرین کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اور المستملی کی روایت میں ہے اخنع۔ "اخنی" کا معنی تو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی سب سے زیادہ فحش اور قبیح۔ اور اخنع کا لفظ الخنوع سے ماخوذ ہے، اور یہ لفظ ذلت سے ماخوذ ہے، اور الاخنع کا معنی ہے الاذل۔

سفیان نے از ابن ابی نجیح از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ نام ملک الاملاک ہے یعنی شہنشاہ۔ اور ملک الاملاک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے،

اور مخلوق کو شہنشاہ کہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسماء مخلوق کے لائق نہیں ہیں، کیونکہ بندے صرف ذلت، خضوع اور عبودیت کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔

اور عطاء نے از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیٹوں کا نام حکیم نہ رکھو اور نہ ابوالحکم رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم اور علیم ہے۔ اور علامہ داؤدی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض نام خالد اور مالک ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بھی ہمیشہ نہیں رہے گا اور مالک صرف اللہ عزوجل ہے۔ پھر انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے کیونکہ بعض صحابہ کا نام خالد یا مالک تھا۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا: یہ عجیب ہے، کیونکہ صحابہ میں ستر سے زائد کا نام خالد ہے اور صحابہ میں جن کا نام مالک ہے وہ ایک سو سے زائد ہیں۔ اور بندے اگرچہ مرجاتے ہیں لیکن ان کی ارواح فنا نہیں ہوتیں، پھر ان کے دنیا میں جو اجسام تھے ان میں روحیں لوٹ آتی ہیں اور ہر فریق کو کسی ایک دار میں خلود ہوتا ہے۔

علامہ ابن ملقن کی اس دلیل پر کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور ان کے لیے خلود ہوتا ہے، اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے تو یہ واضح نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (دنیا میں) دوام کو مقدر نہیں کیا۔ (الانبیاء: ۳۴)

اور خُلد کا معنی ہے: موت کے بغیر دائمی بقاء۔ لہٰذا ارواح کے فناء ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان ارواح کے اجسام بھی فنا ہوں اور ان کے لیے خالد کہا جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ اعتراض غیر واضح ہے اور غیر وارد ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بشر کے لیے خُلد اور دوام کی نفی دنیا میں ہے اور معترض نے جو کہا کہ خُلد کا معنی موت کے بغیر دائمی بقاء ہے، تو یہ بھی دنیا میں ہے۔ اور اس فاسد مقدمہ پر جو نتیجہ مرتب کیا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا، بلکہ یہ آخرت میں لازم آتا ہے۔ (یعنی آخرت میں تو ہر شخص کے لیے خلود ہوگا اور دنیا میں کسی شخص کے لیے خلود نہیں ہوگا، ہر شخص فنا ہوگا)۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ملك الاملاك''۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قاضی القضاۃ کا لقب بھی ناجائز ہونا چاہیے، اگرچہ یہ لقب مشرق کے شہروں میں قدیم زمانہ سے مشہور ہے اور کسی بڑے قاضی کے اوپر قاضی القضاۃ کا اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا لقب جس کو دیا گیا، وہ امام ابو یوسف ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں اور ان کے زمانہ میں بڑے بڑے فقہاء اور محدثین تھے اور کسی نے قاضی القضاۃ کے لقب پر انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ کہنا ممنوع ہوگا کہ اقضی القضاۃ کہا جائے، کیونکہ اس کا معنی ہے احکم الحاکمین اور اللہ سبحانہ ہی احکم الحاکمین ہے۔ اور یہ قاضی القضاۃ سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ اقضی اسم تفضیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۵۔۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً قَالَ أَخْنَعُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے

اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ أَخْنَعُ الْأَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ قَالَ سُفْيَانُ يَقُولُ غَيْرُهُ تَفْسِيرُهُ شَاهَانْ شَاهْ۔

حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: سب سے ذلیل نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور سفیان نے ایک سے زائد مرتبہ کہا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل نام یہ ہے کہ کوئی مرد اپنا نام (ازخود) ملک الاملاک (شہنشاہ) رکھے۔

سفیان نے کہا: ابوالزناد کے غیر نے کہا: اس کی تفسیر ہے شاہان شاہ۔

(صحیح بخاری: ۶۲۰۵، ۶۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۸۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۱، مسند احمد: ۷۲۸۵)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۱۱۵۔ بَابُ: كُنْيَةِ الْمُشْرِكِ

مشرک کی کنیت کو ذکر کرنے کا بیان

وَقَالَ مِسْوَرٌ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ۔

اور حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: سوا اس کے کہ ابوطالب کا بیٹا اس کا ارادہ کرے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کیا ابتداءً مشرک کی کنیت رکھنا جائز ہے، اور جب اس کی کنیت ہو تو کیا اس کی کنیت کے ساتھ اس کو مخاطب کرنا جائز ہے، اور جب مشرک غائب ہو تو کیا اس کی کنیت کے ساتھ اس کو ذکر کرنا جائز ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام بخاری نے سندِ موصول کے ساتھ کتاب النکاح کے آخر میں بیان کیا ہے، وہ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنو ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں، سو میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابوطالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔۔۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۵۲۳۰)

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، اور انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از

رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ وَأُسَامَةُ وَرَائَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي حَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَسَارَا حَتَّى مَرَّا بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَفِي الْمُسْلِمِينَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ ابْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ وَقَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا الْمَرْءُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَمَنْ جَائَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَاغْشَنَا فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذَلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيْ سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ أَيْ رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هَذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ وَيُعَصِّبُوهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا رَدَّ اللهُ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذَلِكَ فَذَلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر، کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے اور اس پر ایک فدک کی چادر تھی، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے، آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے بنوالحارث بن الخزرج میں جا رہے تھے، یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے، پس وہ دونوں چلتے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں اس مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا، اور یہ عبداللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے، پس اس وقت اس مجلس میں مسلمانوں کی بھی جماعتیں تھیں اور مشرکین بت پرست اور یہود بھی تھے، اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے، پس جب مجلس کو سواری کے گرد و غبار نے ڈھانپ لیا تو ابن ابی نے اپنے ناک کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا اور کہا: ہم پر گرد و غبار نہ اڑاؤ، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو سلام کیا پھر آپ ٹھہر گئے، پھر آپ سواری سے اترے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی، تو آپ سے عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: اے مرد! جس کلام کی تم تلاوت کر رہے ہو اس سے عمدہ کوئی کلام نہیں ہے، اگر یہ برحق ہے تو تم ہماری مجلسوں میں اسے پڑھ کر ہمیں ایذاء نہ دو، پس جو تمہارے پاس آئے تم اس کے سامنے یہ کلام پڑھو، تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں آئیں، ہم اس کو پسند کرتے ہیں، پھر مسلمان اور مشرک اور یہود ایک دوسرے کو برا کہنے لگے، حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے، لیکن رسول اللہ ﷺ انہیں خاموش کرتے رہے، بالآخر جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا ابو حباب نے کیا کہا؟ آپ کی

وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللهُ وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذَى قَالَ اللهُ تَعَالَى ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا﴾ (آل عمران: ١٨٦) الْآيَةَ وَقَالَ ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ (البقرة: ١٠٩) فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَأَوَّلُ فِي الْعَفْوِ عَنْهُمْ مَا أَمَرَهُ اللهُ بِهِ حَتَّى أَذِنَ لَهُ فِيهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بَدْرًا فَقَتَلَ اللهُ بِهَا مَنْ قَتَلَ مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ وَسَادَةِ قُرَيْشٍ فَقَفَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مَنْصُورِينَ غَانِمِينَ مَعَهُمْ أُسَارَى مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ وَسَادَةِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ هَذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايِعُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوا۔

مراد عبداللہ بن ابی سے تھی، اس نے اس طرح اور اس طرح کہا، تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ! آپ پر میرا باپ فداء ہو، آپ اس سے درگزر فرمائیں اور اس کو معاف فرما دیں، پس اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب کو نازل کیا ہے! بے شک اللہ تعالیٰ اس حق کو لایا ہے جو اس نے آپ پر نازل کیا ہے اور اس بستی کے لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو تاج پہنائیں گے اور اس کے سر پر عمامہ باندھ دیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس حق کی وجہ سے مسترد کر دیا جو اس نے آپ کو عطاء کیا ہے تو اس سے یہ عبداللہ بن ابی چڑ گیا اور اسی وجہ سے اس نے وہ کیا جو آپ نے دیکھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب، مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے جیسا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے۔ (آل عمران:۱۸۶) بہت سے اہل کتاب نے (ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ) کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں (البقرہ:۱۰۹)۔ پس رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کو معاف کر دیتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی، پس جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں کفار پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے بڑے بڑے بہادروں اور قریش کے سرداروں کو قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کامیاب وکامران مالِ غنیمت لیے ہوئے لوٹے اور ان کے ساتھ بڑے بڑے کافر اور قریش کے سردار قیدی تھے، ابن ابی ابن سلول اور جو اس کے ساتھ مشرکین اور بت پرست تھے، انہوں نے کہا: کہ اب ان مسلمانوں کا غلبہ ہو چکا ہے، لہٰذا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلو، سوان لوگوں نے اسلام کو قبول کرلیا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۸۷، ۴۵۶۶، ۵۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۰۷، ۶۲۵۴، صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد: ۲۱۲۶۰)

صحیح البخاری: ۶۲۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے مشرک کی کنیت، اور اس حدیث میں مذکور ہے ابوحباب، یہ عبداللہ بن ابی کی کنیت ہے۔ اور حباب شیطان کا نام ہے، اور سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حباب ایک معین سانپ کو کہتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قطيفة" یہ ایک چادر ہے جس کی نسبت فدک کی طرف ہے، فَدَک میں فاء اور دال پر زبر ہے، اور یہ مدینہ کے قریب میں ایک بستی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابنُ سلُول" ابن پر پیش ہے کیونکہ یہ عبداللہ کی صفت ہے اور سلول اس کی ماں کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عَجاجة الدابة" اس کے معنی ہیں: گرد وغبار۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خمّر عبد الله" یعنی عبداللہ نے اپنی ناک کو ڈھانپ لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تغبروا علينا" یعنی ہم پر گرد وغبار نہ اڑاؤ یا نہ پھیلاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا احسن مما تقول" یعنی قرآن سے حسین اور کسی چیز کی تلاوت نہیں ہے بشرطیکہ یہ حق ہو۔ یہ شرط ہے اور اس کی جزا ہے "سوتم ہم کو ایذاء نہ پہنچاؤ"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هذه البحرة" اور اس کی تصغیر کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے یعنی "هذه البحيرة"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان يتوّجوه" یعنی وہ اس کو بادشاہ بنائیں گے اور اس کو تاج پہنائیں گے اور اس پر بادشاہ کا عمامہ باندھیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شرق" یعنی وہ اس پر غضب میں آ گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من صناديد الكفار" یہ صندید کی جمع ہے، اور اس کا معنی ہے: سردار اور مہاجر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قد توجه" یعنی اسلام اپنے تمام پر پہنچ گیا۔ کہا جاتا ہے "توجه الشيخ" یعنی بوڑھا ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے

54
B

بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ نَعَمْ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن الحارث بن نوفل از حضرت عباس بن عبدالمطلب، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ پہنچایا؟ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: ہاں! وہ تھوڑی سی آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔

(صحیح بخاری: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲، صحیح مسلم: ۲۰۹، مسند احمد: ۱۷۷۴)

صحیح البخاری: ۶۲۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے مشرک کی کنیت اور اس حدیث میں ذکر ہے ابوطالب، اور یہ عبدِ مناف کی کنیت ہے اور عبدِ مناف حضرتِ عبداللہ کے سگے بھائی تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یحوطك" یہ لفظ حاط سے ماخوذ ہے، جب کوئی کسی کی رعایت کرے تو اسے حاطہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی ضحضاح" "ضحضاح" کے معنی ہیں قلیل اور تھوڑا، مطلب یہ ہے کہ ابوطالب تھوڑی سی آگ میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لکان فی الدرك الاسفل" یہ جہنم کے طبقات میں سے سب سے نچلا طبقہ ہے۔ اور "درک" کا معنی لغت میں ہے منزل۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک کی کنیت بطورِ تالیف قلب یا کسی اور مصلحت سے رکھنا جائز ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ کنیت نفس الامر میں تکریم کے لیے نہیں تھی، اور رہی ابوطالب کی کنیت تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور تھا نام کے ساتھ مشہور نہیں تھا۔

ابولہب کی کنیت کی توجیہات

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابولہب کی کنیت کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کے چند جوابات ہیں:

(۱) اس کا چہرہ حسن و جمال کی وجہ سے بھڑکتا تھا، تو جس چہرہ کی وجہ سے وہ دنیا میں فخر کرتا تھا اور زینت حاصل کرتا تھا، اس کو اللہ

تعالیٰ نے اس کے عذاب کا سبب بنا دیا۔

(۲) اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے" سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ "(اللہب: ۳)" وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں ڈالا جائے گا"O

(۳) اس کا نام عبد العزیٰ ہے اور اس کی کنیت ابو عتبہ ہے۔ اور رہا ابولہب تو یہ لقب ہے جو اس کے جمال کی وجہ سے دیا گیا ہے یہ اس کی کنیت نہیں ہے۔

(۴) علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ کنیت تکریم کے لیے نہیں تھی بلکہ اہانت کے لیے تھی، کیونکہ یہ کنیت جہنمی سے کنایہ ہے، کیونکہ اس کا معنی ہے" تبت یدا جھنمیا"، یعنی جہنمی کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کنیت میں لفظ کے مدلول کی طرف نہیں دیکھا جاتا بلکہ جو اسم اب یا ام کے لفظ سے شروع ہو تو وہ کنیت ہوتی ہے، معترض کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں بہ کثرت اسماء ایسے ہیں جو اب یا ام سے شروع کیے جاتے ہیں اور ان سے کنیت کا ارادہ نہیں کیا جاتا، ان سے یا تو علَم یعنی نام کا قصد کیا جاتا ہے یا لقب کا قصد کیا جاتا ہے اور ان سے کنیت کا قصد نہیں کیا جاتا۔ اسی وجہ سے ایاد یا نزار کے قبیلہ سے ایک شخص کو ابو اِرب کہا جاتا ہے، (اِرب کا معنی ہے: مرد کا ذکر)۔ اور اس کے ساتھ کثرتِ جماع میں مثال بیان کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے" فلاں شخص ابو اِرب سے زیادہ جماع کرتا ہے"۔ اور کہا جاتا ہے" اس نے ایک رات میں ستر کنواری لڑکیوں کا پردہ بکارت چاک کیا" اس کا امام ابن الاثیر نے اپنی کتاب مرصع میں ذکر کیا ہے۔ اور اسی قبیل سے ہے "ابو براقش" اس کا اس کے سوا اور کوئی نام نہیں تھا۔ اور اسی طرح کہا جاتا ہے" ام الابرد" یہ اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس میں سفید اور کالی دھاریاں ہوں، اور اسی طرح" ام احراد" کہا جاتا ہے، یہ مکہ کا ایک کنواں ہے جو بصریین کے دروازہ کے قریب ہے، اس کو خلف بن اسد الخزاعی نے کھودا تھا۔

کافر کو اس کے کسی کام کی وجہ سے اجر دینا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کافر کو اس کے ان اعمال کے عوض اجر دیتا ہے جن اعمال کی مثال اہلِ ایمان کے لیے عبادت ہوتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ان کے چچا نے ان کو نفع پہنچایا تھا اور ان کی تربیت کی تھی اور ان کی حفاظت کی تھی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی اور اگر وہ دنیا میں آپ کی مدد نہ کرتا تو اس کے عذاب میں تخفیف نہ ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس کی مدد کرنے کے عوض تخفیف ہے اور اس کی رشتہ داری کی بناء پر تخفیف نہیں ہے، کیونکہ ابولہب کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی رشتہ داری تھی جس طرح ابو طالب کی رشتہ داری تھی، پس اس رشتہ داری سے اسے کوئی نفع نہیں پہنچا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابو طالب کے ایمان کے عدم ثبوت کی دلیل

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ابو طالب دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں عذاب کا مستحق تھا، لیکن اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حفاظت اور تربیت کی تھی اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ابو طالب کا

ایمان ثابت نہیں ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

۱۱۶۔ بَابٌ: الْمَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ

تعریض میں جھوٹ سے اجتناب کی گنجائش ہے

وَقَالَ إِسْحَاقُ سَمِعْتُ أَنَسًا: مَاتَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ، فَقَالَ: كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هَدَأَ نَفْسُهُ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ، وَظَنَّ أَنَّهَا صَادِقَةٌ۔

اور اسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے نفس کو آرام آ گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ راحت میں ہے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ وہ سچ بول رہی ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعریض کا معنی ہے: صریح قول کے خلاف کوئی بات کہنا، اور یہ کسی چیز کا دوسری چیز سے توریہ کرنا ہے، اور مندوحۃ کا معنی ہے: اس میں وسعت اور گنجائش ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ تعریض کی وجہ سے مرد اضطرار کی صورت میں جھوٹ بولنے سے مستغنی ہو جاتا ہے، اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ''ھدأت نفسہ'' پس بے شک ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کلام میں توریہ کیا، ان کا لڑکا بالکلیہ فوت ہو چکا تھا، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کلام سے یہ سمجھا کہ وہ تندرست ہوگیا ہے۔

اس تعلیق میں اسحاق کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری کے بیٹے ہیں۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید ہے اور وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اور یہ تعلیق صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث جو کتاب الجنائز میں ہے، اس کی ایک طرف ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''ھدأت نفسہ'' یعنی جب نفس ساکن ہو جائے۔ اس سے ان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا نفس پرسکون ہوگیا اور اس سے انہوں نے اس لڑکے کی موت کا کنایہ کیا اور اس کو جھوٹ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس نے دنیا کے مصائب سے راحت پالی۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ وہ سچی ہیں، اور اس قسم کے کلام کو حقیقت میں جھوٹ نہیں کہا جاتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے اس کلام کو جھوٹ سے بچایا گیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَسِيرٍ لَهُ فَحَدَا الْحَادِي فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ارْفُقْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے

يَا أَنْجَشَةُ وَيْحَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جارہے تھے تو حدی خواں گاتا ہوا اونٹ چلا رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! تم پر افسوس ہے، شیشوں کو آہستہ لے چلو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۲۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''تعریض میں جھوٹ سے اجتناب کی گنجائش ہے'' اور اس حدیث میں آپ نے شیشوں کے لفظ سے عورتوں کو مراد لیا ہے، کیونکہ عورتیں بھی شیشوں کی طرح کمزور اور نازک ہوتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۰۔ ۳۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَأَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ غُلَامٌ يَحْدُو بِهِنَّ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ يَعْنِي النِّسَاءَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از انس اور ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور ایک غلام گاتا ہوا اونٹ ہنکار رہا تھا جس کو انجشہ کہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستہ چلو اے انجشہ! تم شیشوں کو چلا رہے ہو۔ ابوقلابہ نے کہا: یعنی خواتین کو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

اس حدیث کی وجہِ مطابقت، حدیثِ سابق کی وجہِ مطابقت کی طرح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَادٍ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِي ضَعَفَةَ النِّسَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گا کر اونٹ کو ہنکانے والا تھا، اس کا نام انجشہ تھا، اس کی آواز بہت حسین اور خوبصورت تھی، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستہ چلو اے انجشہ! شیشوں

کوتوڑ نہ دینا۔ قتادہ نے کہا: یعنی کمزور اور نازک عورتوں کو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی وجہِ مطابقت، حدیثِ سابق کی وجہِ مطابقت کی طرح ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تکسر" اس حدیث میں کمزور عورتوں کو شیشوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ ان میں بھی تاثیر بہت جلد نفوذ کر جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ فَقَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: مدینہ میں کسی (دشمن کا) خوف پھیل گیا، پس رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرمایا: ہم نے تو کوئی (خطرہ کی) چیز نہیں دیکھی اور بے شک ہم نے اس گھوڑے کو ضرور سمندر کی طرح پایا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۲۷، ۲۸۲۰، ۲۸۵۷، ۲۸۶۲، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۹۰۸، ۲۹۶۸، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۳۰۴۰، ۶۰۳۳، ۶۲۱۲، صحیح مسلم: ۲۳۰۷، سنن ترمذی: ۱۶۸۶، سنن ابو داؤد: ۴۹۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۲، مسند احمد: ۱۲۳۳۳)

صحیح البخاری: ۶۲۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ گھوڑے کی حدیث میں کوئی تعریض نہیں ہے، اسی طرح شیشوں کی حدیث میں بھی کوئی تعریض نہیں ہے بلکہ یہ دونوں حدیثیں بابِ مجاز سے ہیں، یعنی عورتوں کو مجازاً شیشہ کہا اور گھوڑے کو مجازاً سمندر کہا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہاں یہ اسی طرح ہے، لیکن بعض لوگوں نے تکلف سے اس کا جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ شاید امام بخاری نے یہ گمان کیا کہ جب یہ جائز ہے تو معاریض بطریقِ اولیٰ جائز ہوئیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فزع'' اصل میں فزع ڈر اور خوف کو کہتے ہیں، پھر اس کو مدد کرنے کی جگہ پر رکھا گیا، اور یہاں اس کا معنی اس طرح ہے کہ اہلِ مدینہ نے مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام مندوب تھا، اور یہ حضرت ابوطلحہ زید بن سہل، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے خاوند کا گھوڑا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لبحرا'' یعنی یہ گھوڑا بہت تیز دوڑتا ہے اور اس کا دوڑنا سمندر میں تیرنے کے مشابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۱۔ ۳۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۷۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لِلشَّيْءِ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَهُوَ يَنْوِي أَنَّهُ لَيْسَ بِحَقٍّ

مرد کا کسی چیز کے لیے یہ کہنا کہ یہ کچھ بھی نہیں اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ یہ حق نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْقَبْرَيْنِ: يُعَذَّبَانِ بِلَا كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں کے متعلق فرمایا: ان کو کسی بڑی بات کے بغیر عذاب دیا جا رہا ہے، اور بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب مرد کے کسی موجود چیز کے متعلق یہ کہنے کے بیان میں ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے، اور حال یہ ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ یہ صحیح اور حق نہیں ہے۔ اور عموماً یہ نفی میں مبالغہ کے لیے کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس شخص کے لیے کہا جائے کہ جس نے کوئی ناپختہ عمل کیا ہو، تو اس سے کہا جائے: تم نے کچھ کام نہیں کیا، یا اس نے کوئی نادرست بات کہی ہو، تو اس سے تم کہو: تم نے تو کچھ نہیں کہا۔ اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''بلا کبیر'' یہ نفی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہ لکبیر'' یہ اثبات ہے۔ گویا کہ ایک چیز کے لیے یہ کہنا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے، اور یہ تعلیق کتاب الطہارۃ میں سندِ موصول کے ساتھ پوری گزر چکی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جا رہا، پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان کو بڑے گناہ میں عذاب دیا جا رہا ہے، ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا، یعنی ان دونوں گناہوں سے بچنا ان پر دشوار نہیں تھا حالانکہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہ سنگین گناہ ہیں، اور اس کے مباحث اور شرح وہیں گزر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

يَزِيدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ۔

سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، ابن شہاب نے کہا: مجھے یحییٰ بن عروہ نے خبر دی، انہوں نے عروہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: وہ کچھ بھی نہیں ہیں، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کبھی کبھی کسی چیز کے متعلق وہ کچھ کہتے ہیں اور وہ برحق ہوتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حق بات کو جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے اور پھر اسے اپنے ولی (کاہن) کے کان میں مرغ کے آواز کی طرح ڈالتا ہے، اس کے بعد کاہن اس ایک بات میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۰، ۵۷۶۲، ۶۲۱۳ صحیح مسلم: ۲۲۲۸، مسند احمد: ۲۴۰۴۹)

صحیح البخاری: ۶۲۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ”ناحق بات کو یہ کہنا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے“ اور اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے کاہنوں کی باتوں کے متعلق فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کاہن جو غیب کی خبر دیتے ہیں، ان کی بات نہ صحیح ہوتی ہے اور نہ قابلِ شمار ہوتی ہے جب کہ نبی ﷺ وحی سے خبر دیتے ہیں تو وہ خبر قابلِ شمار ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخلد، یہ ابن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے یحییٰ بن عروہ، یہ ابن زبیر بن العوام ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں ”باب الکھانۃ“ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ”قر الدجاجة“ اس کا معنی ہے کہ مخاطب کے کان میں کسی بات کو بار بار کہنا حتیٰ کہ وہ اس کو سمجھ لے۔ اور ”قر الدجاجة“ مرغی کی آواز ہے۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے ”کقر الزجاجة“ یعنی شیشہ کی بوتل میں

جب پانی ڈالا جائے تو اس سے جو آواز آتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۸۔ بَابُ: رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ — آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ (الغاشیہ: ۱۷۔۱۸)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا ہے O اور آسمان کو کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے O

وَقَالَ أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَفَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ۔

اور ایوب نے کہا از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ آسمان کی طرف نظر اٹھانا جائز ہے، اور اس میں ان بعض زاہدوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ آسمان کی طرف ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت کرتے ہوئے نظر نہیں اٹھانی چاہیے، عطاء السلمی سے منقول ہے کہ وہ چالیس سال ٹھہرے رہے اور انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ پھر کسی وقت ان کی نظر آسمان پر پڑی تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئے، پھر ان کے جسم کے اندر کی کھال میں کوئی بیماری ہو گئی۔ اور امام طبری نے از ابراہیم التیمی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ مکروہ ہے کہ دعا میں انسان آسمان کی طرف نظر اٹھائے، اور نمازی کو منع کیا گیا ہے کہ وہ دعا ہو یا غیر دعا ہو نماز میں آسمان کی طرف نہ دیکھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں، پھر آپ نے اس پر تشدید (سختی) کی اور فرمایا: یہ باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھوں کو اچک لیا جائے گا۔

الغاشیہ: ۱۸ میں فرمایا ہے ''کیا یہ لوگ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے'' یہ اولیٰ ہے، اس لیے کہ اس سے مقصود نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے کا جواز ہے، یعنی یہ آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے وہ کس طرح بلند کیا گیا ہے، آسمان بغیر ستون کے قائم ہے۔

اور الغاشیہ: ۱۷ میں فرمایا کہ ''یہ لوگ اونٹ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا ہے''۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اونٹ کی تخصیص کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) الکلبی نے کہا: اونٹ کو بٹھا کر اس کے اوپر بھاری سامان لاد دیا جاتا ہے۔

(۲) مقاتل نے کہا: عرب کے نزدیک اونٹ سب سے قیمتی اور سب سے بہترین مال ہے۔

(۳) حسن بصری سے جب یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس سے زیادہ ہاتھی عجیب ہے، اور عرب ہاتھی کو نہیں جانتے تھے، پس وہ نہ اس کی پشت پر سوار ہوتے تھے اور نہ اس کا گوشت کھاتے تھے اور نہ اس کا دودھ پیتے تھے۔

(۴) کہا گیا ہے کہ اونٹ باوجود اس کے کہ بہت بڑا جانور ہے، پھر بھی کوئی کمزور چلانے والا ہو تو یہ اس کی اطاعت کرتا ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک طرف ہے، اس کے شروع میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری کے دن فوت ہوئے تھے، اور میرے سینے اور کوکھ کے درمیان، اور صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے، لیکن اس میں یہ ہے کہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مرتبہ اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے، اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھ کر باتیں کرتے تو بکثرت اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرمار ہے تھے: پھر وحی مجھ سے منقطع ہوگئی، پس جس وقت کہ میں چل رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو اچانک وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴، ۳۲۳۸، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۵۴، ۶۲۱۴، صحیح مسلم: ۱۶۱، مسند احمد: ۱۴۶۱۵)

صحیح البخاری: ۶۲۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے "پس میں نے اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا" اور اسی جملے کی وجہ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ اور اس حدیث کی شرح اس کتاب کے اول میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے

اللہ عنہما قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران:۱۹۰)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شریک نے خبر دی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک رات گزاری، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تھے، پس جب تہائی رات کا آخر ہوا یا اس کا کچھ حصہ تو آپ بیٹھ گئے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (آل عمران:۱۹۰)

(صحیح البخاری:۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲، سنن ابوداؤد:۱۳۵۷، مسند احمد:۳۱۵۹، سنن دارمی:۱۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۲۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مریم، اور وہ سعید بن مریم بن الحکم بن مریم المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے شریک، یہ ابن عبد اللہ بن ابی نمر بن عبد اللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے کُریب، یہ ابن ابی مسلم ہیں جو مولی ابن عباس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔

یہ حدیث ''باب التہجد'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۹۔ بَابُ: نَكْتِ الْعُودِ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ — جس نے لکڑی کو پانی اور مٹی میں کریدا

''نکت فی الارض'' کا معنی ہے: لکڑی سے زمین میں نشان ڈالا۔

۶۲۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ وَفِي يَدِ النَّبِيِّ ﷺ عُودٌ يَضْرِبُ بِهِ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عثمان بن غیاث، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی

فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَفْتِحُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَذَهَبْتُ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ أَوْ تَكُونُ فَذَهَبْتُ فَإِذَا عُثْمَانُ فَقُمْتُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ قَالَ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کو آپ پانی اور مٹی کے درمیان مار رہے تھے، پھر ایک مرد آیا، اس نے دروازہ کھلوایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو، سو میں گیا، پس وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دے دی، پھر ایک اور مرد نے دروازہ کھلوایا، آپ نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، پس میں نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور ان کو جنت کی بشارت دے دی، پھر ایک اور مرد نے دروازہ کھلوایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دو ان آزمائشوں کے ساتھ جن سے دنیا میں انہیں واسطہ پڑے گا، یا فرمایا: کہ مصیبت آئے گی، پس میں گیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، پس میں کھڑا ہوا اور ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی اور ان کو اس کی خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی ہوئی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۶۷۴، ۳۶۹۳، ۳۶۹۵، ۶۲۱۶، ۷۰۹۷، ۷۲۶۲، صحیح مسلم: ۲۴۰۳، سنن ترمذی: ۳۷۱۰، مسند احمد: ۱۹۴۹۹،)

صحیح البخاری: ۶۲۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کو آپ پانی اور مٹی کے درمیان مار رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن غیاث، یہ

البصری ہیں۔علامہ کرمانی نے کہا:اور بعض نسخوں میں مذکور ہے یحییٰ بن عثمان، اور وہ سہو فاحش ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، وہ عبدالرحمن بن مل النہدی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''بلوی''اس کا معنی ہے: بلاء اور مصیبت۔

اور اس حدیث میں''الحائط''کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: باغ۔اور اس باغ میں اریس کا کنواں تھا۔

عصا کی فضیلت

اور عرب کی عادت ہے کہ وہ لکڑی یا عصا اپنے ہاتھ میں رکھتے اور بات کرتے وقت محافل میں اور خطبہ میں اس پر اعتماد کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ان کے عصا میں بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات رکھ دیے تھے، جس کی وجہ سے وہ جادوگر جو ان کے مخالف تھے وہ ان پر ایمان لے آئے۔اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے بھی عصا رکھا تھا، اپنے خطبہ کے لیے اور نصیحت کرنے کے لیے اور نماز کے طول میں۔اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصا کو سنبھالنے والے تھے۔اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ دیتے تھے، اس سے عصا کا شرف ظاہر ہوتا ہے۔اور خلفاء اور خطباء کا یہی طریقہ رہا ہے۔اور بعض لوگ جو عربوں سے بغض رکھتے ہیں وہ عصا کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۵۔۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فائدہ: اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کھولا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور ان کا لقب صدیق ہے اور آپ کی کنیت ابوبکر ہے، آپ کی خلافت دو سال تین ماہ اور دس دن رہی، اور تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں بائیس (۲۲) جمادی الثانی ۱۳ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔اور اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولوء فیروز ایرانی کے ہاتھوں شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی، ۲۷ ذوالحجہ ۲۳ ہجری میں آپ پر حملہ کیا گیا اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کی مدت خلافت ساڑھے دس سال سے کچھ زیادہ ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چند باغیوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی اور آزمائش سے اشارہ اسی بغاوت کی طرف ہے، ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔آپ کی مدت خلافت تقریباً ۱۲ سال ہے۔

۱۲۰۔ بَابُ: الرَّجُلِ يَنْكُتُ الشَّيْءَ بِيَدِهِ فِي الْأَرْضِ

مرد کا اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو زمین پر مارنے کا بیان

۶۲۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان ومنصور از سعد بن عبیدہ از

اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي جَنَازَةٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ الْأَرْضَ بِعُودٍ فَقَالَ لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ فُرِغَ مِنْ مَقْعَدِهِ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَقَالُوا أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (الليل:۵)

ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے، آپ لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے، پس آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ میں بیٹھنے کی جگہ سے فراغت ہوگئی ہے۔ پس صحابہ نے کہا: کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کرلیں، آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو، ہر چیز آسان کردی گئی ہے: جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO

(صحیح بخاری: ۱۳۶۲، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۶۲۱۷، ۶۶۰۵، ۷۵۵۲، صحیح مسلم: ۲۶۴۷، سنن ترمذی: ۳۳۴۴، سنن ابو داؤد: ۴۶۹۴، مسند احمد: ۱۰۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کریدنے لگے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی عدی کا ذکر ہے، وہ محمد ہیں اور ابی عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: وہ تیمی ہیں، اور وہ الاعمش نہیں ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور سعد بن عبیدہ کا ذکر ہے، وہ ابوحمزہ الکوفی السلمی ہیں جو ابوعبدالرحمٰن السلمی کے داماد تھے، اور ان کا نام عبداللہ المقری الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرغ'' یعنی تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ میں بیٹھنے سے فراغت ہوگئی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے متعلق حکم لگادیا ہے کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے یا اہلِ دوزخ میں سے ہے، اور ازل میں یہ حکم کردیا گیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''افلا نتکل'' یعنی کیا ہم اسی حکم پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل نہ کریں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو رد فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم عمل کرو اور ہر عمل آسان کردیا گیا ہے، پس تم میں سے ہر ایک کے لیے وہ عمل آسان ہے۔ پس اگر اس کے لیے یہ مقدر کیا گیا ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اہلِ جنت کے عمل کو آسان کردے گا، اور اگر اس کے لیے یہ مقدر کردیا گیا ہے کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اہلِ دوزخ کے عمل کو آسان کردے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے" فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ " (اللیل:۵)
اس آیت میں دونوں فریقوں کا ذکر کر دیا گیا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝ (اللیل:۵۔۱۰)

جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ○

یعنی پہلے فریق کے لیے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو آسان کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کے لیے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو آسان کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دوزخ کا مستحق ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کر دیں گے۔ اور اس آیت میں " العُسریٰ " کا لفظ ہے، یہ دوزخ کا نام ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۔ بَابُ: التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ عِنْدَ التَّعَجُّبِ
تعجب کے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز پر تعجب کے وقت اللہ اکبر کہنا اور سبحان اللہ کہنا مستحب ہے، یعنی جب کسی چیز کو وہ بہت عظیم گمان کرے۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں کا قول صحیح نہیں ہے جنہوں نے تعجب کے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہنے سے منع کیا ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے: تسبیح اور تکبیر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا بیان کرنا اور بری چیزوں سے اس کے منزہ ہونے کا بیان کرنا۔ اور اس میں زبان پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جاری کرنے کی مشق ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۶۔۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجَرِ يُرِيدُ بِهِ أَزْوَاجَهُ حَتّٰى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ہند بنت الحارث نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! کتنے خزانے نازل کیے گئے اور کتنے

يُصَلِّينَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَّقْتَ نِسَائَكَ قَالَ لَا قُلْتُ اللهُ أَكْبَرُ۔

فتنے نازل کیے گئے؟ حجرہ والیوں کو کون بیدار کرے گا؟ آپ کی مراد تھی آپ کی ازواج حتیٰ کہ وہ نماز پڑھیں۔ بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والی ہوتی ہیں اور آخرت میں برہنہ ہوتی ہیں۔

اور ابن ابی ثور نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تو میں نے کہا: ''اللہ اکبر''۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵، ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، سنن ترمذی: ۲۱۹۶، مسند احمد: ۲۶۰۰۵، موطا امام مالک: ۱۶۹۵)

صحیح البخاری: ۶۲۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور ہند کا لفظ منصرف بھی ہوتا ہے اور غیر منصرف بھی، یہ بنت الحارث الفراسیہ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ القرشیہ ہیں، اور یہ محمد بن المقداد الاسود کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں، اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الخزائن'' اس سے مراد ہے رحمت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو خزانہ سے تعبیر کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''خزائن رحمة ربی'' یعنی میرے رب کی رحمت کے خزانے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الفتن''، فتن سے مراد عذاب ہے، اور آپ نے عذاب کو فتنہ سے تعبیر فرمایا، کیونکہ فتنے عذاب تک پہنچاتے ہیں۔ یا یہ معجزات میں سے ہے، کیونکہ اس کے بعد فتنے واقع ہوں گے۔ اور خزانے اس وقت کھولے گئے جب صحابہ فارس اور روم کے اوپر مسلط ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رُبَّ کاسیة'' اس سے مراد ہے جو عورتیں باریک کپڑے پہنتی ہیں۔ اور وہ کپڑا جسم کی کھال کے ادراک سے مانع نہیں ہوتا تو انہیں آخرت میں یہ سزا دی جائے گی کہ وہ برہنہ ہوں گی، یا مراد یہ ہے کہ عمدہ اور نفیس کپڑے پہننے والی نیکیوں سے خالی ہوتی ہیں۔

علامہ ابن بطال مالکی کی طرف سے حدیث مذکور کی مطابقت کی توجیہ اور علامہ عینی کا اس پر تعاقب

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ حدیث ''باب التکبیر'' سے پہلے ہے، اور اب یہ حدیث اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہوگی۔ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کہتے ہیں کہ میں نے علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ سے کہا کہ حضرت ام سلمہ

55
A

رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، تو علامہ المہلب نے کہا: یہ حدیث سابق کی تقویت کر رہی ہے، یعنی جب اس سے پہلی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر نفس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے جنت یا دوزخ میں ایک ٹھکانہ ہے، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ سے ڈرانے کو مؤکد فرمایا اور دوزخ میں دخول کے قوی اسباب سے ڈرایا اور وہ فتنہ اور سرکشی ہے اور خزانے کھولنے کے وقت ان پر اترانا ہے، اور اس میں کوئی تقصیر نہیں ہے کہ پہلے اس چیز کو ذکر کیا جائے جو عنوان کے موافق ہو، اور بعد میں اس چیز کو ذکر کیا جائے جو عنوان کے معنی کے موافق ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تکلفات ہیں اور اس باب کی حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

اس کے بعد علامہ عینی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ ابن ابی ثور کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور ابن ابی ثور کا نام عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور ہے، یہ بنی نوفل سے ہیں۔ اور یہ تعلیق کتاب العلم میں مذکور ایک طویل حدیث کی طرف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۷۔۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَزُورُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً مِنَ الْعِشَاءِ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ الَّذِي عِنْدَ مَسْكَنِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا مَا قَالَ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حیی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ، انہوں نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے آئیں، اور آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے، پس وہ عشاء کے تھوڑے وقت تک آپ سے باتیں کرتی رہیں، پھر جانے کے لیے اٹھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں چھوڑنے کے لیے آئے حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے اس دروازہ پر پہنچیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے پاس ہے، تو انصار کے دو مرد وہاں سے گزرے اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور پھر چل پڑے، تو ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو، یہ عورت صرف صفیہ بنت حیی تھیں۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول شاق گزرا، تو آپ نے فرمایا: شیطان ابن آدم کے خون کے جاری ہونے کی جگہ میں دوڑتا ہے، اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دل

55
B

میں کوئی (غلط) بات ڈال دے گا۔

(صحیح بخاری: ۲۰۳۵، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱، صحیح مسلم: ۲۱۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹، مسند احمد: ۲۶۳۲۲، سنن دارمی: ۱۷۸۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''تعجب کے موقعہ پر سبحان اللہ کہنا'' اور ان دو انصاری مردوں نے سبحان اللہ اس موقعہ پر کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وضاحت کی کہ یہ صفیہ بنت حیی ہیں، انہیں اس پر تعجب ہوا کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی غلط گمان کر سکتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الغوابر'' اس سے مراد ہے الباقیات، اور لفظِ غابر دو ضدوں کے درمیان مشترک ہے یعنی باقی اور ماضی کے درمیان۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تنقلب'' یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر جارہی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقلبھا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں گھر کی طرف واپس کر رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم نفذا'' اس کا معنی ہے: وہ جلدی جلدی اور تیز تیز چلنے لگیں۔ عرب کہتے ہیں ''نفذ السھم من الرمیة'' تیر شکار سے جلدی نکل گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی رسلکما'' یعنی تم دونوں ٹھہر جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقالا سبحان اللہ'' یعنی ان دو انصاری مردوں نے کہا ''سبحان اللہ'' اور ان کا سبحان اللہ کہنا یا تو حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس بات سے منزہ کر رہا ہو کہ وہ کسی نا مناسب بات کے ساتھ متہم ہو، اور یا ان دونوں کے تعجب کرنے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''دکبر'' یعنی ان دو انصاری مردوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بہت سخت گزرا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان الشیطان یجری..... الخ'' یعنی شیطان خون کے جاری ہونے کی جگہوں میں پہنچ جاتا ہے اور یہ دراصل تشبیہ ہے، اور وجہ شبہ یہ ہے کہ شیطان انسان سے الگ نہیں ہوتا اور اس کا انسان کے ساتھ کمالِ اتصال ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''دیقذف'' یعنی شیطان تم دونوں کے دلوں کے اندر کوئی ایسی چیز ڈال دے جس کے سبب سے تم دونوں ہلاک ہو جاؤ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایسی تہمت کفر ہے۔ نعوذ باللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۸۔۳۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۲۔ بَابُ: النَّهْيِ عَنِ الْخَذْفِ — انگلیوں سے کنکر یا پتھر پھینکنے کی ممانعت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں سے کنکر یا پتھر پھینکنا ممنوع ہے، خذف کا معنی ہے: انگلیوں سے کنکر یا پتھر مارنا۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: انگشتِ شہادت اور انگوٹھے سے کسی کو کنکر یا پتھر مارنا، اور مقصود اس سے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے کی ممانعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۲۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ الْأَزْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ وَلَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ وَيَكْسِرُ السِّنَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن صہبان الازدی سے سنا، وہ حضرت عبداللہ بن المغفل المزنی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے انگلیوں سے کنکر یا پتھر مارنے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا: یہ شکار کو قتل نہیں کرتا اور نہ دشمن کو ہلاک کرتا ہے، یہ آنکھ پھوڑ دیتا ہے اور دانت توڑ دیتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۴۱، ۵۴۷۹، ۶۲۲۰، صحیح مسلم: ۱۹۵۴، سنن نسائی: ۴۸۱۵، سنن ابوداؤد: ۵۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۷، مسند احمد: ۳۰۰۳۸، سنن دارمی: ۴۴۰)

صحیح البخاری: ۶۲۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "انگلیوں سے کنکر یا پتھر مارنے کی ممانعت" اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عقبہ بن صہبان الازدی کا ذکر ہے، اس میں ازد بن الغوث کی طرف نسبت ہے، یہ ایک قبیلہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن المغفل المزنی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، المزنی، مزینہ بنت کلب کی طرف نسبت ہے، یہ بڑا قبیلہ ہے۔

یہ حدیث سورۃ الفتح کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور کتاب الصید والذبائح میں بھی گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۳۔ بَابُ: اَلْحَمْدِ لِلْعَاطِسِ — چھینکنے والے کے لیے الحمد للہ کہنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینکنے والے کے لیے الحمد للہ کہنا مستحب ہے۔

۶۲۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ هَذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَهَذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، پس آپ نے ان میں سے ایک کی چھینک کا جواب دیا (یعنی یرحمک اللہ فرمایا) اور دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا، آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اس نے اللہ کی حمد کی تھی اور اُس نے اللہ کی حمد نہیں کی تھی۔

(صحیح بخاری: ۶۲۲۵، صحیح مسلم: ۲۹۹۱، سنن ترمذی: ۲۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۳، مسند احمد: ۱۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۶۶۰)

صحیح البخاری: ۶۲۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ سلیمان بن طرخان التیمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "دو مردوں کو چھینک آئی" اور امام طبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دو مرد عامر بن الطفیل اور ان کے بھتیجے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فشمت" اس کا لغوی معنی ہے: دشمنوں کی خوشی کو زائل کرنا۔ اور باب تفعیل سلبِ ماخذ کے لیے آتا ہے جیسے "جلدت البعیر" اس کا معنی ہے: میں نے اس کی کھال کو زائل کیا۔ پس تشمیت کا لفظ دعائے خیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، خاص طور پر اس کے لیے "یرحمك الله" کہا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فشمت احدهما" یعنی نبی ﷺ نے دو مردوں میں سے ایک کی چھینک کا جواب دیا۔ اور یہ وہ تھا جس نے چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہا تھا، اور دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا، یہ وہ تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی تھی۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اس نے اللہ کی حمد کی تھی یعنی الحمد للہ کہا تھا۔

چھینک کے بعد الحمدللہ کہنے کا بیان

علامہ ابن بطال وغیرہ نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کو چھینک آئے، وہ اس کے بعد الحمدللہ پر اضافہ نہ کرے، جیسا کہ عنقریب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دو ابواب کے بعد آئے گی۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ کہے ''الحمد للہ علیٰ کل حال'' اور انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منقول ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح تعلیم دی ہے۔ اور اس حدیث کی امام بزار اور امام طبرانی نے اسی طرح روایت کی ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ کہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو امام طبرانی نے نقل کیا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں لفظوں کو جمع کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے چھینک آنے کے بعد کہا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ علیٰ کل حال'' تو اسے ڈاڑھ کا درد کبھی نہ ہوگا اور نہ اسے کان میں درد ہوگا۔ یہ حدیث موقوف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں، امام بخاری نے اس کی الادب المفرد میں روایت کی ہے، اور اس حدیث کی مثل رائے سے نہیں کہی جا سکتی، لہٰذا یہ حکماً مرفوع ہے۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو چھینک آئی تو اس نے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یرحمك الله، دوسرے کو چھینک آئی تو اس نے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ'' تو آپ نے فرمایا: یہ اس پہلے شخص پر انیس درجے بڑھ گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۴۔ بَابُ: تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ إِذَا حَمِدَ اللّٰهَ — چھینکنے والے کو جواب دینا جب وہ اللہ کی حمد کرے

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ۔ — اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینکنے والے کو جواب دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا اور اس باب کی حدیث پر اکتفاء کر لی۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی جس کو چھینک آئے اس کے جواب دینے کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد وہی حدیث ہو جو اس باب کے بعد آئے گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہی حدیث ہو جو اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔ پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ چھینکنے والے کو الحمدللہ کہتے ہوئے سنے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۲۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن

الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَرَدِّ السَّلَامِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ قَالَ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالسُّنْدُسِ وَالْمَيَاثِرِ۔

حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم، انہوں نے کہا: کہ میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع فرمایا، ہمیں مریض کی عیادت کرنے کا حکم دیا، اور جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا، اور جس کو چھینک آئے اس کو جواب دینے کا حکم دیا، اور جو دعوت دے اس کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم دیا، اور سلام کا جواب دینے کا، اور مظلوم کی مدد کرنے کا، اور جو قسم کھائے اس کی قسم کو پوری کرنے کا، اور سات کاموں سے منع فرمایا: سونے کی انگوٹھی پہننے سے، یا فرمایا: سونے کا چھلہ پہننے سے، اور ریشم کے پہننے سے، دیباج اور سندس (باریک ریشمی کپڑے) پہننے سے اور میاثر (ریشمی زین) سے (منع فرمایا)۔

(صحیح بخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۶۳، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''تشمیت العاطس'' اور حدیث میں بھی ''تشمیت العاطس'' کا ذکر ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کا عنوان مقید ہے کہ چھینک آنے والے کو جواب اس وقت دیا جائے جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے، اور حدیث مطلق ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم چھینکنے والے کو جواب دیں، تو امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو پہلے بیان کرتے، اور پھر بعد میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتے۔

پھر علامہ ابن بطال نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ یہ باب ان ابواب میں سے ہے کہ جن پر نظرِ ثانی سے پہلے امام بخاری کی وفات ہو گئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن بطال کا جواب غیر واضح ہے، کیونکہ اگر امام بخاری نے مقید کو مطلق پر مقدم کر دیا تو اس پر یہ اعتراض وارد کیا جائے گا کہ مقید مطلق کا جز ہے، اور جو کلام جز کو متضمن ہو اس کو مقدم کرنا اولیٰ ہے۔ اور امام بخاری نے جو قصد کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب اس میں شرط نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

چھینک کے جواب دینے کے شرعی حکم میں مذاہبِ فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے ''وتشمیت العاطس''۔

اس حدیث میں چھینکنے والے کو جواب دینے کا امر فرمایا ہے اور ظاہر امر وجوب پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح اس باب کی دیگر احادیث بھی وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن المزین مالکی اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ چھینک کا جواب دینا فرضِ عین ہے۔ اور مذاہبِ اربعہ کے جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جب کسی ایک نے چھینکنے والے کو جواب دے دیا تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ اور عبدالوہاب اور مالکیہ کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ چھینک کا جواب دینا مستحب ہے۔

چھینک کے جواب دینے کے حکم سے بعض افراد کا استثناء

حسبِ ذیل افراد کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے:

(۱) جو چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہ دیا جائے۔

(۲) کافر کو اس کی چھینک کا جواب نہ دیا جائے۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چھینکتے تھے اس امید سے کہ آپ ان کے لیے دعائیہ کلمہ فرمائیں گے ''یرحمکم (اللہ تم پر رحم فرمائے)'' اور آپ یہ فرماتے تھے: ''یھدیکم اللہ ویصلح بالکم'' (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے)۔

(۳) جس آدمی کو زکام ہو اور اس کو بار بار چھینک آئے اور تین سے زیادہ مرتبہ چھینک آئے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے، امام بخاری نے الادب المفرد میں از محمد بن عجلان از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث روایت کی ہے، انہوں نے کہا: تم ایک دفعہ، یا دو دفعہ یا تین دفعہ کسی کو چھینک کا جواب دو، اگر اس کے بعد بھی کسی کو چھینک آئے تو اس کو زکام ہے۔ اس حدیث کی امام ابو داؤد نے روایت کی ہے از اللیث از ابن عجلان، اور یہ کہا ہے کہ مجھے صرف یہ علم ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرفوع ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے از حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: تم تین مرتبہ چھینک کا جواب دو، پس اگر اس سے زیادہ چھینک آئے تو وہ بیماری ہے جو اس کے سر سے نکلتی ہے اور یہ حدیث بھی موقوف ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک مرد کو چھینک آئی تو انہوں نے اس کو جواب دیا، اسے پھر چھینک آئی تو انہوں نے چوتھی مرتبہ کہا: تم کو زکام ہے۔

(۴) جو چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہے، اسے چھینک کا جواب نہ دیا جائے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ شخص سنت کو کیسے ترک کرے گا؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ چھینک کا جواب دینا اس کے لیے مستحب ہے جو اس کو پسند کرے لیکن جو اس کو مکروہ سمجھے اور اس سے اعراض کرے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اور یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے۔

(۵) جمعہ کے دن خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے، کیونکہ چھینک کا جواب دینے سے خطبہ کے وقت چپ رہنے کے حکم پر عمل میں خلل آئے گا۔

(٦) جس شخص کو مجامعت کرنے کے حال میں چھینک آئے یا بیت الخلاء میں چھینک آئے تو اس کو مؤخر کر دیا جائے، اور وہ بعد میں الحمدللہ کہے اور سننے والا اس کو یرحمک اللہ کہے۔ اور اگر اس نے مخالفت کی اور اسی حال میں الحمدللہ کہا تو کیا وہ اس کے جواب کا مستحق ہوگا؟ تو بعضوں نے کہا: اس میں غور و فکر کرنا چاہیے، علامہ عینی فرماتے ہیں: نظر کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہر حدیث کے مطابق اسے بھی چھینک کا جواب دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابرار المقسم'' یعنی جس نے تم پر قسم کھائی ہے اس کی تصدیق کرو اور وہ کام کرو جس کا اس نے سوال کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''المیاثر'' یہ المیثرة کی جمع ہے۔ یہ ریشمی زین ہے جو عورتیں اپنے خاوندوں کے لیے بناتی ہیں۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ ممنوعہ کام پانچ ذکر کیے گئے ہیں سات نہیں ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: چھٹا ممنوعہ کام ہے قسی کو پہننا (یہ بھی ریشم کی قسم ہے) اور ساتواں ہے چاندی کے برتن کو استعمال کرنا۔ ان کا ذکر کتاب اللباس میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۳۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۱۲۵۔ بَابُ: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاؤُبِ
چھینک کا مستحب ہونا اور جماہی کا مکروہ ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینک لینا مستحب ہے اور جماہی لینا مکروہ ہے۔ اور جماہی کا مطلب ہے کہ منہ زیادہ کھول کر یا منہ پھاڑ کر سانس لینا اور نفس کا بوجھل ہونا اور حواس کا مقدر ہونا جو غفلت اور سستی کو پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے شیطان جماہی کو پسند کرتا ہے اور ہنستا ہے۔ اور چھینک آنا دماغ کی خفت کا سبب ہے اور اس سے فضلات خارج ہوتے ہیں اور روح صاف ہوتی ہے، اسی وجہ سے چھینک کا لینا مستحب ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۲۲۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو اس سے الحمدللہ کو سنے کہ اس کا جواب دے۔ اور رہی جماہی تو وہ صرف شیطان کی

طرف سے ہے، پوری کوشش سے جماہی آنے کو روکے، پس جب
وہ جماہی کے وقت کہے"ہا" تو اس سے شیطان ہنستا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۹، ۶۲۲۳، ۶۲۲۶، صحیح مسلم: ۲۹۹۴، سنن ترمذی: ۲۷۴۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۸، مسند احمد: ۹۲۴۶)

صحیح البخاری: ۶۲۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب ہیں۔ اور ان کا نام ہشام بن سعد القرشی المدنی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سعید المقبری کا ذکر ہے، یہ ابن کیسان المدنی ہیں۔ ان کو مقبری اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان اللہ یحب العطاس" یعنی جس آدمی کو زکام نہ ہو اور اس کو چھینک آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، کیونکہ وہ اس میں الحمد للہ کہتا ہے اور سننے والا اس کو جواب دیتا ہے، اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ جس کو تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آئے اس کو جواب نہ دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فحق علی کل مسلم سمعہ ان یشمتہ" اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے بھی چھینکنے والے سے الحمد للہ سنا، اس پر واجب ہے کہ اس کو جواب دے۔ لیکن علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ جواب دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الشیطان" جماہی کو شیطان کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ شیطان انسان کے لیے جماہی لینے کو مزین کرتا ہے اور جب زیادہ کھانے سے بدن پر ہوتا ہے تو آدمی جماہی لیتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کسی نبی نے کبھی جماہی نہیں لی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس عمل کو منسوب نہیں کیا جاتا جس میں شیطان کا حصہ ہو۔

چھینک لینے اور جماہی لینے کے آداب

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیردہ" یعنی جماہی کو رد کرے یا تو منہ پر ہاتھ رکھ لے یا دونوں ہونٹوں کو ملا لے، تا کہ شیطان کی مراد پوری نہ ہو اور نہ وہ اس پر ہنسے، کیونکہ جماہی لیتے وقت جماہی لینے والے کی صورت قبیح ہو جاتی ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے، اور اپنی آواز پست رکھے اور جماہی لیتے وقت اپنی آواز کو نہ کھینچے۔ اور فقہاء نے کہا ہے کہ مجلس کے آداب یہ ہیں کہ چھینک لیتے وقت بھی اپنی آواز کو پست رکھے۔ اور اپنے چہرہ کو ڈھانپ کے رکھے تا کہ اس کے منہ یا ناک سے ایسی چیز ظاہر نہ ہو جو اس کے ساتھ بیٹھنے والے کو ایذاء پہنچائے۔ اور چھینک لیتے وقت دائیں یا بائیں گردن نہ موڑے تا کہ اس کو ضرر نہ ہو۔ اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب چھینک لیتے تو اپنا ہاتھ اپنے چہرہ مبارک پر رکھ لیتے اور اپنی آواز پست رکھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ھا'' یہ ہا کا لفظ جماہی لینے والے کی آواز کی حکایت ہے، یعنی جب وہ اس آواز میں مبالغہ کرتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۳۔ ۳۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۶۔ بَابٌ: إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ

جب کسی کو چھینک آئے تو اس کو کس طرح جواب دیا جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے تو اس کو کس طرح جواب دیا جائے۔

۶۲۲۴۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۳۳، مسند احمد: ۸۴۱۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی، از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ کہے: الحمدللہ، اور اس کے بھائی یا اس کے صاحب کو کہنا چاہیے: یرحمک اللہ، پس جب وہ اس سے یرحمک اللہ کہے، تو چھینک لینے والا کہے''یھدیکم اللہ ویصلح بالکم'' اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے احوال کی اصلاح فرمائے۔

صحیح البخاری: ۶۲۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان الزیات ہیں۔ اور اس حدیث کے تمام رجال مدنی ہیں سوائے شیخ بخاری کے اور یہ تابعی کی تابعی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''فلیقل الحمد للہ'' صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ اور امام نسائی، اسماعیلی اور ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ کہے''الحمد للہ علی کل حال''۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ولیقل لہ اخوہ او صاحبہ'' اس میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے بھائی فرمایا تھا یا صاحب فرمایا تھا۔ اور اخوت سے مراد دینِ اسلام کی اخوت ہے۔

چھینک لینے والے کے جواب میں متعدد کلمات

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ایک قوم کا یہی مذہب ہے، انہوں نے کہا: چھینکنے والے کو جواب میں کہے: یرحمک اللہ اور صرف اسی کو دعا کے ساتھ خاص کرے، اور امام طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہے ''یرحمنا اللہ وایاکم'' (اللہ ہم پر رحم فرمائے اور تم پر رحم فرمائے)۔

اور امام بخاری نے الادب المفرد میں سند صحیح کے ساتھ ابو جمرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، جب تم چھینک کا جواب دو تو کہو: ''عافانا اللہ وایاکم من النار یرحمکم اللہ'' (اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دوزخ سے عافیت میں رکھے اور تم پر رحم فرمائے)۔

اور موطا امام مالک میں از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ جب ان کو چھینک آتی اور ان سے کہا جاتا ''یرحمك اللہ'' تو وہ کہتے ''یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر اللہ لنا ولکم'' (اللہ ہم پر رحم فرمائے اور تم پر اور اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے)۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیقل یهدیکم اللہ ویصلح بالکم''

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ وہ کہے ''یغفر اللہ لنا ولکم'' (اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے)۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے: ان دونوں لفظوں کے درمیان اختیار ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالکم'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری شان کی اصلاح کرے یا تمہارے حال کی اصلاح فرمائے یا تمہارے دل کی اصلاح فرمائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۷۔ بَابٌ: لَا يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ

جب چھینکنے والا اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے

یعنی اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ نہ کہا جائے۔

۶۲۲۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی الله عنه يَقُولُ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي قَالَ إِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللهَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللهَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ نے ایک کو اس کی چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو اس کی چھینک کا جواب نہیں دیا۔ پس ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کو چھینک کا جواب دیا اور مجھے چھینک کا جواب نہیں دیا،

آپ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی تھی۔

(صحیح بخاری: ۶۲۲۵، صحیح مسلم: ۲۹۹۱، سنن ترمذی: ۲۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۳، مسند احمد: ۱۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۶۶۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۔ بَابٌ: إِذَا تَثَاءَبَ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ

جب کوئی شخص جماہی لے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے

۶۲۲۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللهَ كَانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو اس کی حمد کو سنے کہ وہ اس سے کہے "یرحمک اللہ" (اللہ تم پر رحم فرمائے)، لیکن جماہی، تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی شخص کو جماہی آئے تو وہ جتنا ممکن ہو سکے اس کو رد کرے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۹، ۶۲۲۳، ۶۲۲۶، صحیح مسلم: ۲۹۹۴، سنن ترمذی: ۲۷۴۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۸، مسند احمد: ۹۲۴۶)

صحیح البخاری: ۶۲۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں مذکور ہے "اپنے منہ پر ہاتھ رکھے" اور اس حدیث میں عموم ہے کہ جس طرح بھی ہو جماہی کو روکو، اور امام مسلم اور امام ابوداؤد نے از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔

شیطان کے ہنسنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان ہنستا ہے، آیا وہ حقیقتاً ہنستا ہے یا مجازاً فرمایا کہ شیطان اس کی جماہی سے خوش ہوتا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل تو حقیقت ہے، لہٰذا اس سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ اکثر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں مطلقاً جماہی روکنے کا حکم ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں جماہی لے تو وہ اس کو روکے جتنا ہو سکے، کیونکہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حدیث مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے۔ اور شیطان کی قوی غرض یہ ہوتی ہے کہ نمازی کو نماز میں تشویش میں مبتلاء کرے۔ ایک قول یہ ہے مطلق کو مقید پر امر میں محمول کیا جاتا ہے اور نہی میں محمول نہیں کیا جاتا۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: لائق یہ ہے کہ جماہی کو ہر حال میں روکے اور نماز کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ نماز تمام احوال میں اولیٰ ہے، تا کہ اس میں نمازی اپنی ہیئت کو اعتدال میں رکھے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ شیطان داخل ہوتا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ہو حقیقتاً شیطان داخل ہوتا ہے، اور شیطان جب انسان کی خون کی رگوں میں جاری ہوتا ہے تو اس کے منہ میں بھی داخل ہو سکتا ہے، لیکن جب تک انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو شیطان داخل نہیں ہو سکتا، اور جماہی کے حال میں انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کر رہا ہوتا تو شیطان کے لیے اس حال میں داخل ہونا ممکن ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں دخول کا اطلاق کیا ہو اور اس سے مراد یہ ہو کہ شیطان اس کو ورغلانے پر قادر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۵۔۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتاب الادب کا اختتام

کتاب الادب میں دو سو چھپن (۲۵۶) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے پچھتر (۷۵) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں۔ ان میں مکرر احادیث دو سو (۲۰۰) ہیں۔

نعم الباری جلد ثانی عشر (۱۲) کی تکمیل

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثانی عشر کا افتتاح ۱۹ رذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ/ 7 اکتوبر 2012ء، بروز اتوار کو ہوا تھا اور اب اس کی تکمیل ۱۸ رصفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ یکم جنوری 2013ء بروز منگل کو ہوگئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔
اس جلد میں (۵۴۸) احادیث کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ آ گئی ہے۔ اس جلد کی کمپوزنگ یہیں پر مولانا محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ یہیں پر ہمارے معزز اور مکرم عزیز سید عمیر الحسن البرنی زید حبہ نے نہایت عرق ریزی سے کی ہے۔ (اس جلد کی تکمیل تقریباً ۲ ماہ اور ۲۲ دن میں ہوئی ہے۔)
جلد ثانی عشر (۱۲) کتاب الطب سے شروع ہوئی ہے اور اس کا اختتام کتاب الادب پر ہوا ہے۔
میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو مقبول اور مشکور فرمائے۔ میں اس جلد کی تکمیل میں اپنے تمام معاونین اور محسنین کا خلوصِ قلب سے شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں، خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زید حبہم و لطفہم، اور محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ سعیہم، اور صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈ

فورڈ) اور مشہور عالمی اسکالر حافظ عبدالمجید (برسٹل)، اور مولانا حامد قیوم (ناروے)، اور حافظ محمد اکرم ساجد صاحب مدظلہ، اور مولانا مختار احمد صاحب، مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہم، حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اور علاوہ ازیں اندرونِ ملک و بیرونِ ملک کے تمام معاونین کے لیے دعا گو ہوں۔

میں عرصہ دراز سے شوگر، ہائی بلڈ پریشر اور کمر کے درد کے عوارض میں مبتلا ہوں، اور ابھی چند ماہ سے گھٹنوں کی دو ہڈیوں کے درمیان فاصلہ ہونے کی وجہ سے گھٹنوں میں شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے تقریباً معذور ہو گیا ہوں، عصا کے سہارے تھوڑا بہت چل لیتا ہوں۔ میری بڑی بہن بھی متعدد امراض میں مبتلا ہیں، میں اپنے لیے، ان کے لیے اور تمام بیمار مسلمان کے لیے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شفاء عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شرح صحیح بخاری کو میرے ہاتھوں مکمل کرا دے اور اس کتاب کو موافقین کے لیے مسلکِ حق پر استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں کسی کا محتاج نہ کرے، صحت اور عافیت کے ساتھ ایمان پر ہم سب کا خاتمہ فرمائے اور ہمیں دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنا دے اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما دے، اور آخرت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرما دے۔ قبر کے عذاب، دوزخ کے عذاب، قیامت کی ہولناکیوں اور میدانِ محشر کی سختیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے، اور اپنے بے پایاں فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی
بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸
۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ یکم جنوری ۲۰۱۳ء

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین حمدا الشاکرین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین شفیع المذنبین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثانی عشر (۱۲) کی ڈائری

افتتاح: 19 ذوالقعدہ/1433ھ/ 7/اکتوبر 2012ء بروز اتوار

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
7/اکتوبر 2012ء	۱۹ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ	اتوار	۲۵۰	۲۵۰	۱۰۴	۵۷۸۲
یکم نومبر 2012ء	۱۵ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ	جمعرات	۲۰۰	۴۵۰	۱۳۱	۵۹۱۳
یکم دسمبر 2012ء	۱۶محرم الحرام ۱۴۳۴ھ	ہفتہ	۱۹۰	۶۴۰	۱۳۷	۶۰۵۰
یکم جنوری 2013ء	۱۸صفر المظفر ۱۴۳۴ھ	منگل	۲۷۸	۹۱۸	۱۷۶	۶۲۲۶

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید.

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دارالمعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دارالمعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

56
A

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1420ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث: 1426ھ

۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ

۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ

۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجبل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر بیروت، 1421ھ

۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نورمحمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1422ھ، دارالجبل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ بیروت 1423ھ

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ

۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت، 1421ھ

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

56
B

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ

۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ

۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، المنتقی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ

۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ

۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ

۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ

۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی

۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ

۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ

۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ

۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دارابن حزم بیروت، 1419ھ

۴۹۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ

۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ

۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ

۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ

۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ

۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ

۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدار قطنی، متوفی 385ھ، سنن الدار قطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان

۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۷۹۔ علامہ عمر بن عبد العزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید المتوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1427ھ

۸۰۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۸۱۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

۸۲۔ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

۸۳۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دارابن کثیر، بیروت 1432ھ

۸۴۔ امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دارابن کثیر، بیروت 1414ھ

۸۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ

۸۶۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سیدالابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ

۸۷۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۸۸۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دارخضر، بیروت 1419ھ

۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دارارقم، بیروت، دارابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۹۰۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، بحیدر آباد، دکن

۹۱۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن الحسن الاردبیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشہد بھا الفقہاء، دارالاصلاح 2009ء

۹۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دارالطباعۃ المحمدیہ 1388ھ

۹۳۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلسِ علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۹۴۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دارالکتب العربی، بیروت 1418ھ

۹۵۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دارالفکر،

بیروت 1414ھ

۹۶۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفّٰی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ

۹۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفّٰی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ

۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفّٰی 840ھ، اتحاف الخیریۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ

۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفّٰی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1414ھ،

۱۰۰۔ حافظ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفّٰی 845ھ، الجوھر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان

۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ

۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفّٰی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دارالباز، مکہ مکرمہ، دراالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفّٰی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دارابن کثیر، 1421ھ

۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفّٰی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفٰی الباز، 1417ھ

۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف الزبیری حنفی متوفّٰی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ

۱۰۶۔ امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفّٰی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفّٰی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ

۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفٰی الباز، مکہ مکرمہ

۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ

۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دارابن حزم، بیروت 1414ھ

۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ

۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت

۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ

۱۱۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1412ھ

۱۱۹۔ الحافظ ابوالفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ

۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفیٰ 1420ھ، سلسہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبداللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دارالوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ

۱۲۲۔ مولانا عبدالسلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت

۱۲۴۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1409ھ، دارالفکر بیروت

۱۲۵۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ

۱۲۶۔ امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۲۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ

۱۲۸۔ امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ

۱۲۹۔ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمیٰ لطائف الاسرار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۳۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابوالمظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دارالوطن، ریاض 1418ھ

۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

۱۳۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر بیروت
۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دارالکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء
۱۳۶۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ
۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دارفراس للنشر والتوزیع مصر
۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ، پشاور
۱۳۹۔ علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ تفسیر صاوی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1421ھ
۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ سبز، متوفی 1242ھ تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دارالاسوۃ للطباعۃ والنشر، 1421ھ
۱۴۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت، دارالفکر بیروت 1417ھ
۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی بریلوی، متوفی 1367ھ خزائن العرفان
۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ نور العرفان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۵۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۵۱۔ غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ
۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ
۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہٗ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ

۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ

۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ

۱۶۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ

۱۶۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ

۱۶۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ

۱۷۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ

۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ

۱۷۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ

۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ

۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ

۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ

۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ

۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی التوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیہ بیروت 1424ھ

۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۸۰۔ امام قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دارالنور 1431ھ

۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ

۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ

۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۸۶۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۷۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت 1420ھ

۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۹۴۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۹۵۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۹۷۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

مکہ مکرمہ 1418ھ

۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی

۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ

۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ

۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ

۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ

۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی

۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۱۲۔ شیخ وحید الزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ

۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ

۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی المتوفّٰی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفّٰی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّٰی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفّٰی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفّٰی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّٰی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّٰی 852ج، تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفّٰی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفّٰی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفّٰی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفّٰی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی

۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ

۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ

۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق

۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ

۲۴۵۔ یوسف عبد الرحمٰن المرعشلی، معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ

۲۴۷۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام الھروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۲۴۸۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ

۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ

۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ

۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۲۵۲۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،

۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوذہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء

۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت

۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الکاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء
۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء
۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ
۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء
۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ
۲۷۰۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۲۷۳۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت
۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ
۲۷۸۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ
۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت

۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت

۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران

۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ

۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ

۲۹۰۔ حافظ علاؤ الدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ

۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۹۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ

۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ

۲۹۵۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ

۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ

۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

۳۰۴۔ امام محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳۰۶۔ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۳۰۷۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابو اللیث سمرقندی، السیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ
۳۰۸۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی
۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابوالحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، اکتنف فی الفتاوی، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ
۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ
۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیۃ، افغانستان 1405ھ
۳۱۲۔ علامہ علاؤالدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبدالرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاوی مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابوالمظفر یحیٰی بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، فتاوی قاضی خان، مطبوعہ: کبری بولاق، مصر 1310ھ
۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان
۳۱۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ
۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
۳۲۱۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع
۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ
۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ
۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاوی تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ
۳۲۵۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ
۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ
۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ

۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ

۳۴۵۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی التوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ

۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ

۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ

۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ

۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ

۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ

۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی التوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ

۳۶۷۔ مولانا محمد عبداللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبدالغنی النابلسی الحنفی النقشبندی التوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ، ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ

۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ

۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمر قندی الحنفی الفتاویٰ فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۷۳۔ شیخ عبدالحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ

۳۷۵۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ

۳۷۶۔ علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ

۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ

۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۸۱۔ امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقی شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ

۳۸۲۔ قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۳۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا

۳۸۴۔ علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۳۸۵۔ علامہ ابوالبرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

57

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ

۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۳۸۹۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ

۳۹۰۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ

۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۳۹۲۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ

۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتویٰ و مقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلیٰ بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ

۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ

۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ

۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۴۰۴۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ

۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ، تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی التوفی 370ھ، مختصر اختلاف العلماء، دار البشاء الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعہ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابوالمعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ

۴۳۱۔ امام ابوالفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۴۳۲۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ

۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ

۴۳۴۔ میر عبدالواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ

۴۳۵۔ ملاباقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ

۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور

۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ

۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی

۴۴۰۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ

۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ

۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ

۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء

۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ

۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء

۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ

۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ

۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ

۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ

۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ

۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ

۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی

۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء

۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ

۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ

۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء

۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی

۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء

۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور

۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز

۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان

۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفی 1346ھ، المھند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ

۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی

۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی

۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ

۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء

۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفّٰی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الیٰ جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفّٰی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۸۰۔ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفّٰی 2003ء، مقالاتِ مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور 1428ھ
۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہٗ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ
۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دار الاسلام لاہور 1433ھ
۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء
۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ
۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہٗ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

کی زیورِ طبع سے آراستہ ہونے والی مؤثر تصنیف

تفہیم المسائل

قرآن وحدیث کی روشنی میں
فقہی مسائل کا
مؤثر انداز میں نچوڑ

تفسیر سورۃ النسآء

دورِ جدید کی منفرد جامع اور عام فہم تفسیر، اندازِ بیان مؤثر و دلکش قدیم وجدید اہم تفاسیر کا نچوڑ